٩٢ / ٧٨٦

جادۂ جویندگاں دستگیرِ درماندگاں
شہنشاہِ جیلاں قدّس اللہ سرّہٗ
المعروف بہ

مظہرِ فیضِ عالم

شیخ عبدالقادر جیلانی قدّس اللہ سرّہٗ

از:
حضرت علامہ حبیب البشر خیری علیہ الرحمہ (رنگون)

ناشر
کیپٹن عبدالستار احمد پاگرکر
۱۰۱، ضیا اپارٹمنٹ، بلاسس روڈ، نزد ممبئی سینٹرل، ممبئی ۸

نام کتاب	:	جادۂ جویندگاں دستگیرِ درماندگاں شہنشاہِ جیلاں قدّس اللہ سرّہ یعنی مظہرِ فیضِ عالم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ
مصنف	:	حضرت علامہ حبیب البشر خیری علیہ الرحمہ (رنگون)
کمپوزنگ	:	محمد زبیر قادری (98679 34085)
تصحیح	:	محمد زبیر قادری
سنِ اشاعت	:	جون ۲۰۱۴ء
صفحات	:	600
زیرِ اہتمام	:	کیپٹن عبدالستّار پاگرکر

Published by:

Capt. Abdus Sattar Ahmed Pagarkar

101-A, Zia Apartment, 1st Floor, 264, Belasis Road, Mumbai Central, Mumbai - 400 008

Phone: 022-23075269

Mobile: 9819551765

مناجات مِن تصنیفِ محبوبِ سبحانی الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ♦

تا ابد یارب زِ تو من لطف ہا دارم اُمید — از تو گر امید ببرم از کجا دارم امید

اے اللہ مجھے ابد تک تمہاری مہربانیوں کی اُمید ہے۔ اگر مَیں تمہاری امید چھوڑ دوں تو پھر کہاں کی اُمید رکھوں۔

ہم فقیرم ہم غریبم بیکس و بیمار و زار — یک قدح زاں شربت دارالشفا دارم امید

مَیں فقیر ہوں غریب ہوں بیکس اور بیمار ہوں۔ تمہارے دارالشفا سے مجھے ایک پیالی شراب کی اُمید ہے۔

نا اُمید از خود و جملۂ خلق جہاں — از ہمہ میدم اما از تو من دارم اُمید

مَیں اپنے آپ سے اور تمام دنیا کے لوگوں سے نا امید ہوں لیکن مجھے تمہاری اُمید ہے۔

ہم بدم بد گفتہ ام بد ماندہ ام بد کردہ ام — با وجود ایں خطا ہا من عطا دارم اُمید

مَیں بُرا ہوں، بُری باتیں کی ہیں، بُرا رہا ہوں اور بُرائی کی ہے۔ باوجود اتنے گناہوں کے مجھے تمہاری بخشش کی امید ہے۔

محی می گوید کہ خونِ من حبیبِ من بریخت — بعد ازیں کُشتن از و من لطف ہا دارم امید

محی کہتا ہے کہ میرے محبوب نے مجھے قتل کیا۔ اِس قتل کرنے کے بعد مجھے اُس کی مہربانیوں کی اُمید ہے۔

نعت

(قرآنِ کریم کی جامع نعت شریف)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ O فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ O (سورہ توبہ، آیت ۱۲۸۔۱۲۹)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آئے، وہ تمہارے اس قدر دردمند ہیں کہ تمہاری تکلیفیں اس پر شاق گزرتی ہیں۔ وہ تمہاری بھلائی کے بے حد خواہش مند ہیں۔ وہ ایمان والوں پر ہے بے حد مہربان، بے حد شفقت کرنے والے ہیں۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ O (سورہ الانبیاء: ۱۰۷)

اور ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

پڑھیے دُرود شریف

لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ اے اللہ اپنی شان کے مطابق افضل قائم دائم درود و سلام اور برکت بھیج افضل الانبیاء خاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ پر، جن کی ذاتِ اقدس قدرتِ خداوندی کی آیتِ عظیم ہے اور اُن کی آل پر، اصحاب پر، ازواج پر، اہلِ بیت پر، اولیائے اُمت پر اور تمام اہلِ اطاعت پر و الحمد للّٰہ ربّ العالمین۔

نعت

حضور اکرم ﷺ مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو بنونجّار کی بچّیوں نے دَف بجا بجا کر اِن الفاظ میں خوشی کا اظہار کیا۔

طَلَعَ البدرُ عَلَیْنَا مِنْ ثنیاتِ الوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکر عَلَینا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع
ایُّهَا الْمَبْعُوثُ فِینَا جِئتَ بِا لامرِ المطاع

پہاڑی کے اس موڑ سے جہاں قافلے رخصت کیے جاتے ہیں، آج چودھویں کا چاند نکل آیا ہے۔

جب تک دُنیا میں اللہ کا نام لیوا رہے گا، ہم پر شکرادا کرنا واجب ہے۔

اے وہ ذات جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا ہے، آپ واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں۔

السّلام اے غوثِ اعظم السّلام

از: شاغلؔ نظامی

السّلام اے تاجدارِ اولیاء — السّلام اے پیشوائے اتقیاء
السّلام اے رہنمائے اصفیاء — السّلام اے رہبرِ راہِ ہدیٰ
السّلام اے غوثِ اعظم السّلام
السّلام اے قطبِ عالم السّلام

السّلام اے ابنِ سلطانِ اُمم — السّلام اے صاحبِ جاہ و حشم
السّلام اے پرتوِ حسنِ قدم — السّلام اے نورِ خورشیدِ کرم
السّلام اے غوثِ اعظم السّلام
السّلام اے قطبِ عالم السّلام

واقعی! محبوبِ سبحانی ہو تم — فی الحقیقت ''قطبِ ربّانی'' ہو تم
عارفِ حق، شمعِ عرفانی ہو تم — مشعلِ تنویرِ یزدانی ہو تم
السّلام اے غوثِ اعظم السّلام
السّلام اے قطبِ عالم السّلام

آپ ہیں غوث الوریٰ، غوث الانام — آپ سارے اولیاء کے ہیں امام
رونقِ دینِ محمد لا کلام — آپ سے قائم ہے دنیا میں مدام
السّلام اے غوثِ اعظم السّلام
السّلام اے قطبِ عالم السّلام

تم ہو ولیوں کے ولی پیروں کے پیر — سیّد السادات ہو، میروں کے میر
تم ہو اپنے خادموں کے دستگیر — کیوں رہے محروم پھر شاغلؔ حقیر
السّلام اے غوثِ اعظم السّلام
السّلام اے قطبِ عالم السّلام

پیش لفظ

اسلام کا بہترین قرن وہ دَور تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ عظام رضی اللہ عنہم اپنے نفوسِ قدسیہ سے عالم کو منور کر رہے تھے۔ اُس کے بعد خلفائے راشدین کا سنہرا دور رہا، پھر خلافت میں ملوکیت سرایت کرنا شروع ہوئی اور آہستہ آہستہ شریعت کی روشنی ماند پڑنا شروع ہوئی۔ مگر اللہ جو لطیف و کریم ہے، اپنے مخصوص بندوں کو دُنیا میں دین کے احیاء اور ترویج کے لیے بھیجتا رہا۔ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی آمد بھی ایک ایسے ہی دَور میں ہوئی جب گھٹا ٹوپ اندھیرا عالمِ اسلام پر چھا رہا تھا اور دین کی احیا کا کام اشد ضروری تھا۔

یہ کتاب ایک مختلف زاویۂ نظر سے لکھی گئی ہے، جس میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے دین کی اشاعت کے لیے کس قدر اہم خدمات انجام دیں، قربانیاں دیں تاکہ دین کا چراغ جلتا رہے۔ ایک نہتے فقیر نے، جس کے پاس نہ تو سیاسی طاقت تھی اور نہ ہی مالی زر و اسباب، کس طرح اپنے تقویٰ، اخلاق و محبت سے ایک عالَم کو تسخیر کیا۔ کئی سال کے مجاہدات، ریاضت اور حوصلہ شکن آزمائشوں میں بھی ایک اور صرف ایک ہی نصب العین رہا یعنی خدمتِ اسلام۔

رَبُّ الکریم پہلے ایک فرد کو تیار کرتا ہے، اُسے آزمائشوں کی بھٹی میں تپا کر کندن بنا دیتا ہے۔ پھر اُس سے ایک جماعت تیار کرواتا ہے اور وہ جماعت ایک عالم گیر مشن بن جاتی ہے۔ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وہ فرد تھے، جنھوں نے ایک جماعت قائم کی اور ساری دنیا میں سلسلۂ قادریہ نے دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں وہ خدمات پیش کیں جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔

آپ نے تجدید ایمان اور توبۂ عام کی تحریک چلائی اور آپ کی خانقاہ سے اُٹھنے والے فقیروں نے ساری دُنیا میں آپ کے مشن کی ترویج کی۔ ان سب کے پس پردہ شیخ

عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی وہ قربانیاں کارفرما تھیں جس کے ذریعے آپ نے دین اسلام کی خدمات میں مثالی کردار پیش کیا۔

ایک دُنیا آپ کی بابرکت ذات سے مستفیض ہوئی۔ آپ دستگیر ثابت ہوئے۔ آپ کی بیعت کا ہاتھ پکڑا گنہگاروں نے توبہ کی۔ ظاہری اور باطنی طور پر لوگ دین کی طرف رغبت کرنے لگے۔ توبہ صحیح ہوگئی۔ عبادات لازمہ اور متعدد کا معمول ہوگیا۔ لوگوں کے معاملات میں سچائی پیدا ہوگئی۔ لاکھوں بندگانِ خدا نے غفلت، خدا فرموشی، نفس پرستی، بدکرداری اور منکرات وشہوات سے توبہ کی اور خدا ورسول کی اطاعت کا آپ سے معاہدہ کیا۔ اسلام کی غربت اور بے چارگی دور ہوئی اور دین میں ایک نئی روح پھونکی گئی اور آپ جناب محی الدین کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
یہاں ڈوبے وہاں نکلے، وہاں ڈوبے یہاں نکلے

صوفی شوکت حسین شیخ

OOOO

انتساب

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مَیں اس کتاب کو زانباری (رتنا گیری، کوکن) کے شہنشاہ حضرت مطیع الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکت سے منسوب کرتا ہوں۔ آپ کی ماں صاحبہ نے آپ کو سات سال کی چھوٹی عمر سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے آستانۂ عالیہ پر تعلیم و تربیت کے لیے چھوڑا۔ اسی آستانے سے آپ نے سب کچھ حاصل کیا اور جوانی میں ہی آپ کو ہندوستان کے ساحلی علاقے کوکن میں دین کی اشاعت کے لیے منتخب کیا گیا۔

حضرت مطیع الرحمٰن قادری ⊕ نے اپنے دو فرزندوں سیّد دلاور صاحب فوجی کمانڈر اور سیّد دلشاد صاحب کو ہندوستان روانہ کیا اور خود بعد میں روانہ ہوئے۔ عارفانِ دین کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دین اسلام کی ترویج میں سنگین ترین دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کو شہادت کا جام نوش کرنا پڑا۔ تب ترویج کے کام میں ایک خلا سا پیدا ہوا۔ مطیع الرحمٰن ⊕ ہندوستان تشریف لائے۔ آپ اور حضرت مخدوم علی ماہمی ⊕ نے مل کر کوکن میں بڑے پیمانے پر دین کی تبلیغ کا کام کیا۔ محبوبِ الٰہی ⊕ (حضرت نظام الدین اولیاء) دہلی اور شمالی ہند میں بڑے پیمانے پر دین کی تبلیغ و اشاعت کر رہے تھے۔ ان تینوں اولیائے کرام کے آپس میں قریبی تعلقات تھے۔ اسلام پھیلنا شروع ہوا۔ حضرت مطیع الرحمٰن کے بڑے فرزند سیّد دلاور صاحب بڑے بہادر فوجی کمانڈر تھے۔ آپ نے اسلام کی روشنی پھیلانے میں جو جوہر دکھائے اور بہادری وشجاعت سے اسلام کی روشنی پھیلانے میں نمایاں کردار ادا کیا، وہ رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا۔ چھوٹے بھائی سیّد دلشاد نے پہلے شہادت کا جام نوش کیا۔ ماں صاحبہ پر یہ صدمہ برداشت کے باہر تھا۔ آپ

بہت دُکھی ہوئیں اور اسی غم میں اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ زانباری شہداء کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ اللہ اُن کی قبر پر گوہر افشانی کرے۔ آمین

نانا ⊕ کے بڑے فرزند سیّد دلاور صاحب بھی حضرت مطیع الرحمٰن کی آنکھوں کے سامنے جنگ میں لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تربت پر گوہر افشانی کرے۔ آمین۔ نانا ⊕ نے ۱۳۴ر سال کی عمر شریف پائی اور شب برأت (جمعہ کی رات) کو پردہ فرمایا۔ اللہ آپ کے مزار شریف پر رحمتوں برکتوں کی بارش برسائے۔ آمین

زانباری کے لوگ مطیع الرحمٰن ⊕ کو موتی پر نانا ⊕ کے لقب سے اپنائیت کے ساتھ پکارتے ہیں۔ نانا ⊕ کے والدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے بے حد عقیدت رکھتے تھے اور اسی لیے اپنے بیٹے کو خدمت کے لیے پیش کیا۔ یہ التماس خدمت میں قبول ہوئی اور بارگاہِ ربّ العزت میں بھی مقبول ہوئی۔ اس انتساب کے ذریعے ہم ایسے عظیم والدین کو لاکھوں سلام پیش کرتے ہیں، جن کے بیٹوں اور پوتوں کو اللہ ربّ کریم نے اسلام کی ترویج کے لیے پسند فرمایا اور ان کی تُربت پر ملائکہ کو رحمت کا سلام پڑھنے کے لیے مامور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی خدمات کو یاد رکھنے اور عمل کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرما۔

اس سلسلے کی دوسری کڑی ایک نیک خاتون پاک ذات صالحہ ولیہ کاملہ محترمہ حبیبہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا تھیں، جو بچپن سے ہی نانا کی خدمت میں تھیں اور بغداد سے کوکن نانا کی ہمسفر تھیں۔ انہوں نے اشاعتِ اسلام کی مہم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ نانا کے دونوں بیٹوں کی شہادت کی عینی گواہ رہی اور نانا کی دلی خدمات انجام دیں اور اسی سبب خادمین مریدین اُن کو ماں کے روپ میں دیکھتے ہیں۔ حقیقت میں وہ ماں' میری ماں ہے۔ حبیبہ خاتون نے دین اور نانا کی خدمت کو اوّل و آخر جانا اور اسی لیے تجرّد کی زندگی گزاری اور دین اسلام کی خاطر اپنی زندگی نچھاور کردی۔ اللہ اُن کی تربت پر شب و روز رحمتوں، برکتوں کی بارش برسائے۔ آمین

ہم مسلمانوں کو ایک بہت بڑا کام درپیش ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ماضی سے اپنا رشتہ

منقطع کیے بغیر اسلام پر بحیثیت ایک نظامِ فکر از سرِ نو غور کریں اور یاد کریں کہ ان اللہ کے فقیروں نے جو دین کا کام کیا ہے، کیا ہم اُسی کا ''حقِ تشکّر'' ادا کر رہے ہیں یا انہیں بھُلا کر راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ جس سے پھر ایک روحانی خلا پیدا ہوگا اور ہم تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود' ظاہری دین داری کے باوجود بھی دُنیا میں دوسروں کے سامنے ایک کمزور ملت ہونے کا ثبوت دیں گے۔

حضرت مطیع الرحمٰن قادری (نانا ⊕)، اُن کے اہل و عیال خصوصاً سردار شہداء زانباری سیّد دلاور صاحب ⊕، سید دلشاد صاحب ⊕ اور شہدائے زانباری کی خدمت اقدس میں دل کی گہرائی سے سلام۔ اللہ پاک ان کے مزارات پر رحمتوں و برکتوں کی بارش برسائے۔ آمین

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
یہ وہ گوہر ہے جو شاہوں کے خزینوں میں نہیں ملتا

خادم الفقراء

کیپٹن عبدالستّار احمد پاگرکر

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا گنج بخش مراد آبادی، محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی، حضرت امیر خسرو و تمام اولیاء کرام ہند اور کائنات کی خدمت اقدس میں ادب و تعظیم کے ساتھ سلام۔

☆ قطبِ کوکن شہنشاہِ بمبئی ✦

قطبِ کوکن، شہنشاہِ بمبئی، حضرت مخدوم علی شاہ ماہمی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی پاکیزہ، صالحہ ولیہ کاملہ ماں صاحبہ کی خدمت اقدس میں دل کی گہرائی سے سلام پیش کرتا ہوں۔ اس عظیم اور مقدس آستانۂ عالیہ سے بچپن سے عقیدت رہی ہے اور ان عظیم الشان بزرگوں کی دعائیں نصیب ہوئی ہیں۔ مَیں ایک ادنیٰ خادم الفقراء ان کی عظمت اور بزرگی کو پھر سلام پیش کرتا ہوں۔

وہ سجدہ' روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی ہے　　اُس کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

ہم عقیدت و محبت سے حضرت مخدوم علی ماہمی رحمۃ اللہ علیہ کو "حضرت مخدوم صاحب" کے القاب کے ساتھ ادب و تعظیم سے یاد کرتے ہیں۔ حقیقت میں آپ صرف صاحب ہی نہیں صاحبوں کے صاحب ہیں۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اُن کے زورِ بازو کا　　نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

☆ حضرت وزیر شاہ بابا ✦

حضرت وزیر شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ (اور وارڈ، کولہا پور) کو اپنی جانب سے، اپنے اہل و عیال کی جانب سے، مرحومین کی جانب سے اور مرحومہ دادی کی جانب سے دل کی گہرائی سے سلام پیش کرتا ہوں۔ آپ کے احسانات بے شمار ہیں۔ آپ ہمیشہ مہربان اور مددگار رہے۔ الحمدللہ۔

ہماری کچھ نہ تھی حقیقت　　تمہارے در سے ملی ہے محبت

تمہارے در سے ملی ہے صحت　　تمہارے در سے ملی ہے عزت

حضرت وزیر شاہ بابا ✦ ولی اللہ کا وصال ۱۹۴۳ء میں ہوا۔ آپ نے اپنی حیاتِ

پاک میں کوکن اور دکن کے بے شمار لوگوں کو فیض پہنچایا اور آج بھی آپ کا آستانۂ عالیہ فیوض و برکات کے لیے مشہور ہے۔

☆ مدراس میں **قاضی حبیب اللہ صاحب** ؒ کا خاندان اولیاء کرام و بزرگوں کا خاندان ہے۔ اس خاندان نے دین کی بے شمار خدمات انجام دی ہیں۔ اس خاندان کی بہت مشہور ہستی ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنی زندگی پیرس (طرابلس) میں گزار کر یورپ میں دین کی خدمت انجام دیتے رہے۔ قاضی حبیب اللہ صاحب اللہ کے ولی تھے۔ ۱۹۷۶ء میں مجھے اس بزرگ ہستی سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ مجھے اُن کو دیکھ کر اللہ یاد آ گیا۔

خِیارکُم الذین اِذا رءُوا ذکر اللّٰہ.

ترجمہ: تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آ جائے۔ (مشکوٰۃ شریف، باب الحب فی اللہ)

مَیں قاضی صلاح الدین ایوبی صاحب اور سید محمد عبدالقادر (عرف زین العابدین) صاحب اور اُن کے خاندان کے افراد کو خدماتِ اسلام پر مبارک باد اور سلام پیش کرتا ہوں۔

☆ **حضرت عبدالاحد (عرف صوفی پیر بابا)** ؒ سوپور کشمیر، اللہ کے اس ولی نے بے شمار دینی خدمات انجام دی اور آخری سانس تک عوام کو فیض پہنچاتے رہے۔ مَیں ان کے صاحبزادے ڈاکٹر مشتاق اور اُن کے اہل و عیال کو خدماتِ اسلام پر مبارک باد اور سلام پیش کرتا ہوں۔

خادم الفقراء

کیپٹن عبدالستار احمد پاگرکر

حرفِ تشکّر

حضرت نیاز احمد فریدی ☩ کی خدمت میں دل کی گہرائی سے سلام پیش کرتا ہوں۔
آپ کی بے شمار دعاؤں کے لیے مَیں مشکور وممنون ہوں۔
مَیں جناب شوکت حسین صاحب صوفی جو خاموشی سے اور Low Profile طریقے سے خدمتِ دین میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی قدر افزائی اور خلوص میرے لیے زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔ شوکت صاحب نے اس کتاب کو مکمل کرنے میں میری مدد اور حوصلہ افزائی کی۔ مَیں شوکت صاحب، اُن کی بیگم صاحبہ، بیٹے عدنان اور بیٹی شیما کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اُن کیلئے دُعا گو ہوں۔
جناب زبیر قادری صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنھوں نے اس کتاب کو مکمل کرنے اور طباعت کے کام میں میری مدد کی۔ مَیں دل کی گہرائی سے اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

سپاس نامہ

اس کتاب کو پیش کرنے میں وقتاً فوقتاً مسائل درپیش رہے۔ الحمدللہ ربِّ کائنات نے آسانیاں فرمائیں اور نصرت فرمائی۔
دُعا ذکر کرنا چاہوں گا میرے بیٹے محمد حبیب اللہ پاگرکر کا جنھوں نے عراق، گیلان سے بغداد، دریائے دجلہ وفرات اور بغداد شریف کے نقشے مہیا کرنے میں میرا ساتھ دیا۔ میری بیٹی سعدیہ کوثر بھی اس کارِ خیر میں پیش پیش رہی۔ اللہ ان دونوں بچوں کو دنیا وآخرت میں سرخروئی نصیب کرے۔ آمین ثم آمین

کیپٹن عبدالستّار احمد پاگرکر

انتساب:

○ اُس مبارک بطنِ مادر کے نام، جن کی کوکھ میں کپتان عبدالستار پا گر کر جیسا ایک نیک سیرت، رحم دل، سادہ مزاج، سنجیدہ، درست عقیدہ، دین پرور، دلبر مادر پدر، دست دراز، اقربا نواز، مُحبِّ رسول ﷺ، فدائے ولی اور عالم دوست فرد نے پرورش پائی۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ، اس گھر کی نگہبانی کرے

ارتقاء:

فلک کے چاند ستاروں سے کوئی پوچھے مقام اُن کا
تجلّی ہی تجلّی ہے جہاں لکھّا ہے نام اُن کا

استسقاء:

ملا جتهائے هر چهره، ازاں دریاست یك قطره
بقطره سیر کے گردد، کسے کش هست استسقا

○ ہر چہرے کی ملاحت اور نمکینی تمہارے سمندرِ حُسن وجمال سے ایک قطرہ ہے۔
اور یہ تیرا غلام قطرے سے ہم آسودہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کو "پیاس" کی بیماری ہے۔

رضا:

گر زنده کنی عطائے تو، وربکشی فدائے تو
دل شده مبتلائے تو، هرچه کنی رضائے تو

○ اگر زندگی بخشیں تو آپ کی عطا و ذرّہ نوازی ہوگی اور اگر قتل کر دیں تو سو جان سے
قربان جانے کی توفیق مل گئی۔
جب دل ہمارے قابو سے نکل کر آپ کے قدموں پر جا پڑا ہے تو آپ کی مرضی پر سر تسلیم خم ہے۔

تذکرۂ مصنف

رنگون کے ایک عظیم المرتبت بزرگ

حضرت علامہ حبیب البشر خیری رحمۃ اللہ علیہ

دنیا میں صوفیا کرام اور اہلِ علم حضرات کی کبھی کمی نہیں۔ ہر دَور میں بزرگانِ دین اور علماء کرام دنیا والوں کو سیراب کرتے رہے اور اُن کی دنیا و آخرت میں چار چاند لگاتے رہے۔ انہیں عظیم المرتبت شخصیتوں میں سے ایک اہم نام حضرت علامہ حبیب البشر خیری علیہ الرحمہ کا ہے۔ ماضیِ قریب کی اس عظیم علمی و روحانی شخصیت نے اپنی علمی برتری، فکری بلندی اور روحانی سرافزوری سے خلقِ کثیر کو مستفید و مستطاب فرمایا ہے۔ آپ کی ولادت رنگون میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم رنگون ہی میں حاصل کی اور یہیں اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول سے خود کو زیب تن کیا۔ دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم سے بھی ہم رشتہ رہے۔ انگلش لٹریچر سے بی.اے کیا اور ایم.اے تک تعلیم حاصل کی۔ یہ دنیوی تعلیم برما، بنگلہ دیش اور پاکستان میں ہوئی۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب مذہبی حلقوں میں دنیوی تعلیم کا رواج تک نہ تھا۔ ایسے ماحول میں حضرت خیری صاحب علیہ الرحمہ نے دنیوی تعلیم حاصل کی۔ اس سے آپ کی فکری بلند پروازی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت علامہ حبیب البشر خیری علیہ الرحمہ علمی و عملی دونوں میدانوں کے شہ سوار تھے۔ علمِ تصوف میں اُن کی نگاہ بہت دور تک تھی۔ نہ صرف نظریاتی تصوف میں اُن کی نگاہ بہت دور تک تھی بلکہ وہ جو کام کرتے خدا اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا جوئی کے لیے کرتے۔ دنیوی مال و متاع کی طرف ذرّہ برابر بھی رجحان نہیں تھا۔ انہیں اوصافِ جمیلہ نے آپ کو ایک عظیم المرتبت بزرگوں کے زمرے میں شامل کردیا ہے۔ ان کی روحانیت کے برما میں بڑے چرچے ہیں۔ آپ کی روحانی عظمتوں کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ برما میں اس عہد میں جتنے بھی بزرگانِ دین تھے چاہے وہ عوام الناس کی نظروں سے اوجھل ہوں یا اُن کی نظروں کے سامنے ہوں، سبھی حضرت خیری صاحب علیہ الرحمہ سے بے حد محبت فرماتے اور سبھوں کی

خواہش تھی کہ ہماری نمازِ جنازہ حضرت خیری صاحب ہی پڑھائیں۔ چنانچہ ان بزرگوں نے اپنے عقیدت مندوں سے یہ وصیت کر رکھی تھی کہ ہمارے انتقال کے بعد حضرت خیری صاحب ہی ہماری نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خیری صاحب کا روحانی مقام کس درجہ تھا اور بزرگانِ دین کی نگاہ میں اُن کی ذاتِ گرامی کتنی معتمد و مستند تھی۔

بنگلہ دیش میں سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک جلیل القدر بزرگ حضرت کھلنوی علیہ الرحمہ کے نام سے تھے۔ حضرت خیری صاحب نے انہیں کے دستِ حق پر بیعت فرمائی۔ اِن کی پیشانی کو پڑھ کر اُن کے مرشد گرامی نے انہیں اپنا معتمد خاص بنایا تھا۔ حضرت کھلنوی علیہ الرحمہ جن کے مریدین کی ایک کثیر تعداد تھی اور اُن میں ایک سے ایک نادرِ روزگار بھی تھے لیکن وہ اپنے مریدوں میں خیری صاحب علیہ الرحمہ کو سب سے زیادہ چاہتے اور پیار سے آپ کو ''میرا حبیب'' کہہ کر پکارتے تھے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ حضرت خیری صاحب علیہ الرحمہ کی بلند و بالا شخصیت کو ناپنے کا یہ دوسرا پیمانہ ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ مریدین کی اتنی لمبی فہرست میں میرے خیری صاحب ہی اپنے مرشد گرامی کے مرکزِ نگاہ ہیں، وہی انہیں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور ان کے مصاحبِ خاص میں سے ہیں۔

خیری صاحب کا بچپن بزرگوں کے سائے میں گزرا۔ علمی، مذہبی اور روحانی ماحول میں اپنے شعور کی آنکھیں کھولیں۔ آپ کو بچپن سے ہی بزرگوں کا فیض حاصل رہا اور ان کی دعائیں آپ کی شخصیت کے چاند کو مزید نکھارتی رہیں۔ ان فیوضات اور برکات اور دعاؤں کے اثرات اخیر تک ان کے طرزِ زندگی سے مترشح ہوتے رہے۔ علومِ اسلامی کے تمام گوشوں پر ان کی بڑی اچھی نگاہ تھی۔ علمی گتھیاں چٹکیوں میں سلجھا دیا کرتے تھے لیکن علم تفسیر میں آپ کو خاص درک حاصل تھا۔ ایسے ایسے علمی نکات بیان کرتے کہ لوگ حیرت میں پڑ جاتے تھے اور قلم اُٹھاتے تو بلا توقف بے تکان صفحات کے صفحات لکھتے چلے جاتے۔ ایسا لگتا تھا کہ علومِ اسلامیہ کے سمندر پی کر بیٹھے ہوں، دماغ میں سمندر کی موجیں لہریں لے رہی ہوں اور قلم کے راستے کاغذ کے ساحل سے ٹکرا رہی ہوں۔ آپ کی کتابوں میں جگہ جگہ مولانا روم، حافظ شیرازی، شیخ سعدی، امیر خسرو اور عبدالرحمٰن جامی کے اشعار نظر آئیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ

آپ کو ان فارسی شعرا کے دواوین ازبر ہیں کہ موقع کی مناسبت سے اپنی بات کو مزید پختہ کرنے کے لیے شعر ہی شعر لکھے جارہے ہیں۔ اردو، فارسی، عربی اور انگلش ان چاروں زبانوں میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ حافظہ اتنا مضبوط تھا کہ آپ کو علومِ اسلامیہ کی ایک شاندار لائبریری کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

برما میں آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا ہوا تھا جہاں بہت سارے طلبہ تعلیم وتربیت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہورہے تھے۔ آپ کی دلی تمنا تھی کہ یہ طلبہ علمِ دین سے مزین ہوکر پورے برما میں پھیل جائیں اور مذہب اسلام کی ترویج واشاعت کا فریضہ انجام دیں۔ حالانکہ برما میں بدھ مذہب کے ماننے والوں کی حکومت تھی، حالات سازگار نہیں تھے لیکن اس کے باوجود آپ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حالات اس قدر خراب ہوگئے کہ حکومت برما نے مسلمانوں اور ہندوؤں کو بھگانا شروع کردیا اور مدارس ومساجد پر پابندی عائد کی جانے لگی۔ دراصل وہ اپنے مذہب کے سوا کسی بھی مذھب کی برما میں تشہیر و تبلیغ کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایسے مخدوش حالات میں بھی حکومت کی ناک کے نیچے آپ تبلیغ واشاعت کے محاذ پر ڈٹے رہے اور حکومت حکومت ان کا کچھ نہ کرسکی اور اس تبلیغ واشاعت کی مہم میں کامیابیوں نے آپ کے قدم کے بوسے لیے اور یہ سب کیوں نہ ہوتا کہ بزرگوں کا فیضان آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ اور آپ کی شخصیت کی جو سحر انگیزی تھی وہ بزرگانِ دین سے روحانی روابط کی بنا پر تھی۔ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ عوام الناس کو آسان پیرائے میں بتایا جائے اور اسلامی تعلیمات وارشادات ایسے دل نشیں اور سادہ اسلوب میں بیان کیے جائیں جو لوگوں کی سمجھ میں اتر جائیں تاکہ اس کے ذریعے لوگ اسلام وقرآن کے قریب ہوں۔ آپ تمام بزرگانِ دین اور بزرگوں زیادہ لگاؤ رکھتے تھے۔ اور سلسلۂ نقش بندیہ کی تعلیمات وارشادات سے فیض یاب کراتے تھے۔

آپ مطالعے کے بے حد شوقین تھے۔ ماخذ ومراجع کی حیثیت والی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور اپنے معتقدین سے کتابیں فراہم کرنے کی گزارش کرتے تھے۔ چنانچہ ممبئی کے عالی جناب کپتان عبدالستار پاگرکر جو اُن کے چہیتے بھائی کی طرح تھے۔ کیپٹن عبدالستار پاگرکر

چونکہ بحری جہاز کے کیپٹن تھے اور جہاز کے ذریعے دنیا بھر کا سفر کرتے تھے۔ وہ اپنے خیری صاحب کی اس خواہش کی تکمیل ضرور کرتے۔ کئی مرتبہ انہوں نے مصر سے حضرت علامہ حبیب البشر خیری علیہ الرحمہ کی مطلوبہ کتابیں خرید کر اُن کے حضور نذر کیں۔ حضرت خیری صاحب اُن کے مطالعے سے بہت خوش ہوتے اور کیپٹن صاحب کو ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے۔

کیپٹن عبدالستار پاگرکر بیان کرتے ہیں مَیں نے بارہا دیکھا کہ مَیں نے کسی آیت کریمہ، حدیث نبوی یا دعائیں وغیرہ حضرت خیری صاحب کی بارگاہ میں پیش کیں اور اُن کے ترجمے وتشریح کی گزارش کی تو وہ فوراً قلم برداشتہ نہایت عمدہ اور جامع تشریح فرماتے۔ کپتان چونکہ اُن سے قربت رکھتے تھے، ان کا وہاں برابر آنا جانا لگا رہتا تھا۔ حضرت خیری صاحب نے جو کچھ تحریریں چھوڑی ہیں وہ انہوں نے جناب کپتان صاحب کے فرمائش پر تحریر کی ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمائش کی کہ حضور درود شریف پر ایک کتاب لکھ دیں۔ خیری صاحب نے اس خواہش کو قبول فرمایا اور کتاب مرتب فرمادی اور اس کا نام ''**صلّی علیٰ محمد**'' تجویز کیا۔ ''**صلّی علی محمد**'' نام رکھنے میں حضرت خیری صاحب کی حکمت یہ تھی کہ جب یہ کتاب چھپے گی اور دوکاندار اس کو ڈس پلے میں رکھے گا تو جو کتاب خرید کر پڑھنے والا ہے وہ تو اس کا نام پڑھے گا ہی لیکن جو کتاب نہیں خریدے گا اور نہ پڑھنے کا خواہش مند ہوگا، وہ کتاب کا نام ضرور پڑھ لے گا اور اس طرح نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا جائے گا۔

یہ درود شریف کے موضوع پر بہت عمدہ اور جامع کتاب ہے۔ اس کتاب میں آپ نے لفظ ''**الامـــی**'' کی جو تشریح کی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ کتاب عوام وخواص کے حلقوں میں بے حد پسند کی گئی۔ اس کی پسند کا یہ عالم ہے کہ صرف پاکستان میں دو لاکھ سے زیادہ تعداد میں شائع ہو کر مفت تقسیم ہو چکی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں تقریباً اکثر جگہوں پر دستیاب ہے۔ خصوصاً پاکستان میں یہ کتاب بہت پسند کی گئی اور بعض اہلِ نظر علمائے پاکستان کی کوششوں سے خصوصاً پیرزادہ حضرت مولانا اقبال احمد فاروقی مدیر اعلیٰ جہانِ رضا، لاہور نے یہ کتاب پاکستان میں بیسیوں بار شائع کی۔

حضرت خیری صاحب کی یہ کتاب ''جادۂ جویندگان'' حضور سرکار سیدنا غوث اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ہے، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب بھی حضرت موصوف نے کپتان صاحب کی فرمائش پر ہی تحریر فرمائی تھی۔ اس کتاب کی قبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب اس کی تصنیف شروع ہوئی تو سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خواب میں تشریف لائے اور ان کی جانب سے انہیں کچھ غیبی مدد بھی حاصل ہوئی۔ یہ کتاب بھی بہت لاجواب ہے۔ پوری کتاب پر تصوف کا رنگ چھایا ہے اور جگہ جگہ ممتاز فارسی شعرا جن کا تذکرہ پچھلے صفحات میں گزر چکا، کے متصوفانہ اشعار چمکتے نظر آتے ہیں۔ حضور غوث الاعظم کی عظمت و عبقریت کو ثابت کرنے کے لیے اسلاف کی کتابوں سے بہت سارے حوالے دیئے گئے ہیں۔

کپتان صاحب کی خواہش پر حضرت خیری صاحب نے حضرت مخدوم علی مہائمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر قرآن پر کام شروع کیا اور ایسی عمدہ اور لاجواب تشریح و توضیح فرمائی کہ با ذوق قاری عش عش کر اُٹھے۔ یہ کام سورۂ مریم تک پہنچا تھا کہ حکمِ اجل آ پہنچا۔ خیری صاحب نے اس میں جو اسلوب اختیار فرمایا ہے وہ دراصل پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ہے۔ اس کا اسلوب دیکھ کر کپتان صاحب نے اس میں تسہیل کی گزارش کی تو حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ کام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ہے۔ بہرحال انھوں نے تسہیل کی اجازت دے دی۔ اب یہ کتاب تسہیل و تہذیب کے ساتھ شائع کی جارہی ہے۔ ان شاء اللہ یہ قارئین اہلِ علم کی آنکھوں کا سرمہ بنے گی۔ صد افسوس کہ یہ اہلِ علم صوفی صرف سورۂ مریم تک ہی اپنے علم کے جوہر بکھیر کر خدا کے حضور پہنچ گیا۔ اگر پورے قرآن پر کام ہو جاتا تو ایک بڑا کارنامہ ہوتا۔

حضرت خیری صاحب کی یہ علمی، تصنیفی، تبلیغی اور تعلیمی خدمات ان کو تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کے لیے تابندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی قبر انور پر رحمت و نور کی بارش برسائے اور ہمیں اُن کا صدقہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

OOOO

از قلم: کیپٹن عبدالستار احمد

حیاتِ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

اسم گرامی عبدالقادر۔ آپ ۴۷۵ھ ماہِ رمضان میں جیلان میں پیدا ہوئے۔ والد محترم سید ابو صالح موسیٰ جنگی تھے اور والدہ ماجدہ کا نام مبارک فاطمہ تھا۔ کُنیت اُمّ الخیر اور اُمۃ الجبار اُن کا لقب۔ آپ نہایت پاکباز، عابدہ، صالحہ، زاہدہ اور بہت ہی زیادہ نیک، پارسا اور خدا رسیدہ خاتون تھیں۔ حضرت غوث الاعظم نے ساداتِ کرام کے ایک مقدّس گھرانے میں آنکھ کھولی، جہاں ہر وقت قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونجتی تھیں۔ آپ کا معزز سلسلہ والدِ ماجد کی طرف سے گیارہ واسطوں میں اور مادرِ محترم کی طرف سے چودہ واسطوں میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے نانا عبداللہ الصومعی اور والد سید ابو صالح اولیائے کامل تھے۔ اسی طرح والدہ ماجدہ اور پھوپھی سیدہ عائشہ عارفاتِ ربانی تھیں۔ ایسی پاک گود میں پروان چڑھے قطب اقطاب، فرد احباب، عارفوں کے شہنشاہ، سید الاولیاء، شاہ عبدالقادر الشیخ محی الدین جیلانی حسنی حسینی پیرانِ پیر، میرانِ میر، تاجدارِ اولیاء، پیشوائے اتقیا، رہنمائے اصفیاء، رہبر راہِ ہُدیٰ، سلطانِ اُمم، عارفِ حق، غوث الوریٰ، غوث الانام، سلطانِ دو عالم، دستگیرِ بے کساں، قطبِ ربّانی، محبوبِ سبحانی، پیرانِ پیر دستگیر محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ۔

آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین ہے۔ حضرت غوث الاعظم کے والد صاحب کا بچپن میں انتقال ہوگیا۔ آپ کی تعلیم کی ذمے داریاں والدہ ماجدہ نے سنبھالیں، جو ایک بلند پایہ ولیہ، عارفہ وکاملہ تھیں۔

اٹھارہ سال کی عمر میں آپ جیلان سے بغداد کے لیے والدہ ماجدہ کی اجازت لے کر علمی سفر پر روانہ ہوئے۔ والدہ نے ہدایت کی' بیٹا ہمیشہ سچ کہنا۔ چالیس دینار والدہ نے آپ کی گدڑی میں سی کر دُعائے خیر کے ساتھ روانہ کیا۔ راستے میں ڈاکوؤں نے حملہ کیا۔ ڈاکوؤں کا سردار احمد بدری تھا۔ قافلے کا تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ جب آپ سے پوچھا

گیا کہ آپ کے پاس کیا ہے؟ آپ نے بلا کسی خوف و ہراس اور اطمینان سے جواب دیا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ رہزنوں کو یقین نہیں آیا۔ معاملہ سردار تک گیا۔ سردار کے بُلانے پر بھی آپ نے وہی جواب دیا۔ سردار کو چالیس دینار حاصل ہوئے لیکن اس کو تعجب ہوا۔ استعجاب کی حالت میں پوچھا: ہم ڈاکو ہیں۔ مسافروں کو لوٹتے ہیں۔ پھر بھی تم ہم سے نہیں ڈرتے اور دیناروں کا بھید ہم پر ظاہر کر دیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ سیدنا غوث اعظم نے فرمایا: میری پاک باز ماں نے گھر سے چلتے وقت مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ بھلا ماں کی نصیحت چالیس دیناروں کی خاطر کیسے فراموش کر سکتا ہوں۔

یہ الفاظ نہیں تھے۔ حق و صداقت کی ترکش سے نکلا ہوا ایک تیر تھا، جو چوروں کے سردار کے سینے میں پیوست ہوگیا اور رقّت طاری ہوگئی۔ گناہوں اور اللہ کی نافرمانی کا احساس ہوا۔ حضور غوثِ اعظم کے قدموں پر گر پڑا اور چوری کے پیشے سے ہمیشہ کے لیے توبہ کی اور لوٹا ہوا تمام مال قافلے کو واپس کر دیا۔ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ پہلی توبہ تھی جو گمراہ لوگوں نے میرے ہاتھ پر کی۔ رہزنوں نے راہِ ہدایت پائی اور محی الدین جیلانی خدماتِ اسلام میں آگے بڑھتے گئے۔

بغداد شریف میں آپ نے باکمال علماء سے تمام علوم حاصل کیے بلکہ ان علوم میں آپ کو وہ کمال حاصل ہوا کہ روئے زمین پر آپ کا ثانی نظر نہیں آتا تھا۔ آٹھ سال میں آپ تمام علومِ مروّجہ کے امام تسلیم کیے گئے۔ عالمِ ارواح سے علوم و معارف عطا ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ علم کے اس عظیم منصب پر فائز ہو چکے تھے کہ جلیل القدر علماء بھی آپ کے علمی مقام کے سامنے سرخم کرنے پر مجبور تھے۔ آپ کا یہ دور سخت مشکلات، حصولِ علم، عبادت و ریاضت، مجاہدہ، آزمائش اور روحانی مراتب حاصل کرنے کا تھا۔ علوم کی تحصیل اور تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد حضور ﷺ کی ہدایت پر عمل کرنے کا وقت آ گیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ اور شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بشارت ہوئی۔ فرمایا: اے عبدالقادر! مَیں تجھے خطابت کا فن سکھانے آیا ہوں اور منہ کھولنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے سات مرتبہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ مرتبہ اپنا لعابِ دہن غوث الاعظم کے منہ میں ڈالا۔ اس کے بعد غوثِ

پاک نے خطابت کی زبان کھولی اور دریائے دجلہ اور فرات کے کنارے سے اسلام کی روشنی ہر طرف پھیلنے لگی۔

آپ کا خطاب سننے کے لیے لوگ دور دور سے ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں آتے تھے اور فیض حاصل کرتے۔ آپ کی کرامتیں بے شمار ہیں۔ آپ کی کرامت کی کثرت پر مؤرخین کا اتفاق ہے۔ شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام اور علامہ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کرامات کی حد تواتر کو پہنچ گئی۔ ان میں سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کو زندہ کرنا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو ایمانی زندگی عطا فرمائی۔ آپ کا وجود اسلام کے لیے ایک بادِ بہاری تھا، جس نے دلوں کے قبرستان میں نئی جان ڈال دی اور عالمِ اسلام میں ایمان اور روحانیت کی نئی لہر پیدا کردی۔

کوئی مجلس آپ کی ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں یہودی اور عیسائی اسلام قبول نہ کرتے ہوں اور رہزن، خونی، جرائم پیشہ توبہ سے مشرف نہ ہوتے ہوں۔ بے شمار یہودی، عیسائی اسلام قبول کرتے اور بے شمار جرائم پیشہ توبہ کرکے نئی زندگی شروع کرتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت تھی۔

آپ نے اسلامی تعلیمات قرآن اور حدیث کی روشنی میں لوگوں کو آسان طریقے سے سمجھائی اور ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ اسلام کے لیے عمل اور قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور عوام کو دُنیاوی لالچ اور حرص سے بچنے کی تلقین کی۔ ان تعلیمات سے لوگوں میں تبدیلیاں آتی گئیں۔ لوگوں میں ایمان کی مضبوطی اور سُنّتِ نبوی کو عملی طور پر اپنانے کا جذبہ گہرا ہوتا گیا۔ آپ نے ترکِ دنیا نہیں بلکہ اصلاحِ دنیا پر زور دیا۔ عوام کے سامنے عملی مثالیں پیش کرکے عوام کو آخرت کی اہمیت کا مفہوم سمجھایا۔ جو اُن کے وجود میں پیوست ہوگیا۔ آپ کی تعلیمات کو مختصر طور پر یوں کہا جاسکتا ہے:

''ایک اچھی دُنیا اسلامی تعلیم کے مطابق ایک اچھی آخرت کے لیے۔''

آپ کی تعلیم کا خلاصہ شریعت وطریقت کا حسین امتزاج تھا۔ آپ اتنے بلند مقام پر

فائز تھے کہ فیضانِ غوث زمانے میں عام، بے چین لوگوں کو اطمینان نصیب ہوا اور بے مقصد زندگی گزارنے والے بامقصد زندگی گزارنے لگے۔ آپ کے وعظ میں وہ روحانی اثر تھا کہ سننے والوں پر وجد طاری ہوجاتا تھا۔ آپ کی مجلس میں بڑی تعداد میں بزرگانِ دین اور رجال الغیب شامل ہوتے تھے۔ آپ نے اسلام کو نئی زندگی عطا کی اور اپنی آخری سانس تک خدمتِ اسلام انجام دیتے رہے۔

آپ استقامت میں اکمل اور اتباع میں کامل تھے۔ علم راسخ اور تائیدِ غیبی نے آپ کو ایسے مقام پر لا کھڑا کیا کہ آپ کے کردار سے حق و باطل، نور و ظلمت میں خاص امتیاز نظر آتا تھا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو روحانی دنیا میں غوثِ کبریٰ کا مرتبہ حاصل ہے۔ اس مرتبے کی بنیاد پر آپ تمام اولیاء کرام میں ممتاز و منفرد ہیں۔ اس غوثیت کبریٰ کا دوسرا نام غوثِ اعظم ہے۔ غوث عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا معنیٰ ہے فریاد رس۔ یعنی فریاد کو پہنچنے والا۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے۔ دُنیا میں انسانوں کو، جنات میں کسی کو کوئی تکلیف لاحق ہو اور وہ اس تکلیف سے عاجز آجائے۔ پھر وہ حضرت غوثِ اعظم کو پکارے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناب غوثِ اعظم کو یہ قوت حاصل ہے کہ وہ اس تکلیف کو رفع فرما دیں۔

آج بھی غوثِ اعظم سے ولایت کے تمام سلاسل فیض یاب ہوتے ہیں۔ آپ کے فیوض و برکات کا سلسلہ آپ کے وصال کے بعد بھی جاری ہے۔ جب کسی ولی کو ظاہری و باطنی فیض حاصل ہوا، وہ حضرت غوثِ اعظم کی وساطت سے ہوا۔ خواہ اسے معلوم ہو یا نہیں۔ کوئی ولی آپ کے مہر کے بغیر منظور و معتبر نہیں ہے۔ آپ ہی کی تائید و تصدیق سے ہر ایک بزرگ درجۂ ولایت کو پہنچتا ہے۔

غوثِ اعظم کا یہ قول جو انہوں نے ایک مجلسِ وعظ میں دورانِ خطاب ارشاد فرمایا، دلالت کرتا ہے: ''میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔''

حضور غوثِ اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت اسلام سرسبز و شاداب اور مستحکم طریقے، شان و بان کے ساتھ دنیا میں پھیل رہا تھا۔ اسلام کی روشنی دجلہ اور فرات کے کنارے سے نیل، گنگا اور ستلج کے کنارے اور کنیا کماری سے لے کر ہمالیہ تک پہنچ رہی

تھی۔ کِلا کرائی (تامل ناڈو، جنوبی ہند) کی جامع مسجد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی تبلیغ اسلام کی ایک کڑی ہے۔ غوثِ اعظم کے دَور میں مسلمانوں میں بیداری کا جذبہ پیدا ہوگیا تھا۔ مسلمان اپنے دین کی حفاظت کے لیے قربانی دینے کو تیار تھا۔ آپ کے وصال (۵۶۱ھ) کے بعد عالمِ اسلام پر صلیبی بادشاہوں کی یلغار ۵۷۷ھ کے آس پاس شروع ہوگئی تھی۔ مجاہدِ اسلام حضرت صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۶۴ھ میں صلیبی محاذ کو شکست دے دی تھی۔ اُس کے ۲۵۔۳۰ سال بعد شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز کی سرپرستی میں فتوحات شروع کیں۔ خواجہ غریب نواز، غوثِ اعظم کے آخری عہد میں بغداد پہنچے اور غوثِ اعظم دستگیر سے فیض یاب ہوئے۔ لوٹ کر ہندوستان کا سفر کیا اور ہندوستان میں دین اسلام کی خدمات بڑے پیمانے پر کی اور آپ سلطانِ ہند کے عہدے پر فائز ہوئے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو دین کی خدمت کرنے کا جذبہ عطا کرے اور دُنیا و آخرت میں ہم پر رحم و کرم فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

التجاء:

ائے دستگیرِ هر دو عالم، دستے چناں بگیر
دستے چناں بگیر، که گویند "دستگیر"
خاك سگانِ دَرت، تحفۂ بچشمِ فرست
تا ببرم زیر خاك، بهر مباهات را
زسر سازم قدم در راهِ اُو تا
دهد آں ره قدم را چاشنی ها
تم ہی تو ہو جسے کہتی ہے ناخدا دنیا
بچا سکو تو بچاؤ کہ ڈوبتا ہوں مَیں

O اے مددگارِ ہر دو عالم! میرا ہاتھ تھام لے اور میری یوں مدد فرما کہ دنیا والے ''دستگیر دستگیر'' پکارتے رہ جائیں۔

O تیرے مبارک دَر کے کتوّں کے پاؤں کی مٹّی میری آنکھوں میں لگانے کے لیے تحفہ کے طور پر بھیج۔ تاکہ اس مٹّی کو آنکھوں میں دبا کر عالمِ برزخ میں ناز کرنے کے لیے قبر کے اندر ساتھ لے چلوں۔

O اُن کے راستے میں اُن کے قدم کی جگہ مَیں اپنا سر رکھوں تاکہ وہ راستہ اُن کے مبارک قدموں کو کچھ تو آرام دے سکے۔

تمہاری راہ میں ملتے ہیں خاک میں لاکھوں
فقط آرزو پہ تم اپنی خاکِ پا سمجھو

ترحّم:

رحم آرمہا کہ در شریعت　　قربان نکنند لاغرے را
مخمور توام بدستِ من دہ　　آں جام شراب کوثرے را

O اے سرورِ من! رحم فرما کیونکہ شریعتِ محمدی ﷺ میں دبلے اور کمزور جانور کی قربانی نہیں کی جاتی۔
بندہ تیرا مست اور تجھ پر فدا ہے اس لیے اُس جامِ شرابِ کوثری یعنی مئے معرفت کے ساغر کو میرے ہاتھ میں دیجیے۔

رجا:

باد دادم جملگی اسباب وجاہ و مال را
عشق انساں را خریدم کے بمانم بے عطا

O جملہ جاہ و مال واسباب ومتاع کو خیر باد کہہ کر، ایک انسانِ کامل کے عشق ومحبت کا خریدار جب بنا ہوں تو پھر کیسے اُن کی عطا وسخا کی اُمید نہ رکھوں۔

لیے دریا نے موتی، گُل شجر نے، لعل پتّھر نے
خریدا مَیں نے سودا، دردِ اُلفت کا بشر ہوکر

الحذر ثم الحذر :

اے اولیائے حق را، از حق جدا شمرده

گر ظنّ نیك واری، بر اولیاء چه باشد

O اے وہ شخص جس نے اللہ کے پیاروں کو اللہ سے جُدا سمجھ رکھا ہے
اگر آپ اولیاءاللہ پر نیک گمان رکھیں تو آپ کا کیا بگڑ جاتا ہے۔

اے منكرانِ راهِ ما، اے دشمنانِ شاهِ ما

نزدیك شد تا در رسد، بر جمله تاں طوفانِ ما

O اے ہماری راہ ومسلک کے منکرو! اے ہمارے استادِ اعظم کے دشمنو! تم سب پر طوفانِ غضبِ الٰہی پہنچنے کے قریب ہو چکا ہے۔

منكر مباش جاناں، اندر عصائے موسیٰ

یك لحظه چوب خشكی، یك لمحه اژدها شد

O پیارے! عصائے موسیٰ کا منکر مت بن۔ اگر اس وقت سوکھی لکڑی ہے تو دوسرا لمحہ فرعون کے لیے اژدہا ہے۔ اللہ والوں کو "عصائے موسیٰ" یقین کر۔

:تَقَبَّلْ:

○ ولی اللہ، محبوبِ الٰہی ہوتا ہے۔ محبوبِ خدا، خدا سے جُدا نہیں ہوتا۔ جو خدا سے جُدا نہیں اُن کی ثناء وصفت کے وسیع میدان کا مکمل احاطہ ناممکن۔ اُن کے عظیم دائرۂ منقبت کی آخری حد تک رسائی، ذہنِ بشر کی کمالِ رُسوائی۔ اور اس کارِ دشوار پر کمر بستگی کو اپنی ہمّت کی فزونی، قابلیت کی فراوانی کا گمان و خیال سراسر جنون۔ پھر محبوبانِ خدا کی شان میں چند ناقص سطریں لکھ کر جزائے کامل کا دعویٰ و یقین یکسر نادانی۔ بلکہ قریب قریب ناشایستگی و گمرہی۔

○ لیکن قادرِ مطلق، رحمٰن الدنیا و رحیم الآخرۃ، رائی کو پربت بنانے والا، کریم کے کرمِ کامل، اور رحیم کے رحمِ محض پر، بھروسہ وایقان، بندگی کا اعلان اور خاکساری کا نشان، قدرے ثابت ہو سکنے کا امکان ضرور ہے۔

اس امکانِ لُطف کے بل بوتے پر، بارگاہِ لطیف میں، عفیف و شریف، محبوبوں کے نقیب، سلالۂ آلِ طٰہٰ و یٰسین، شہرِ ولایت کے تخت نشین، دستگیرِ اُفتادگانِ زمین، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی مناقب نویسی میں میرا نوکِ قلم سجدہ ریز ہے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

اصل کتاب از مصنف

قبل از قول:

زمانۂ موجودہ میں، نئی نسل کی پروازِ عقل و دانش مندی، فضائے بے کنار کو کنار بنانے کا ذوق، اجتہاد و ایجادات کی رنگ برنگی، قوّتِ فہم و دانائی سے تسخیرِ عالمِ نو کا یقین، اور اگلے بزرگوں کی چال ڈھال اور اُن کے اقوال کو اساطیر الاوّلین سمجھنے کی لاپرواہی نے، عشقِ رسول و عظمتِ اولیاء اللہ کی شناخت سے سرتابی و بے زاری کا نقشہ پیدا کر دیا ہے۔ یہ نظر و علم، عقل و فہم کے عروج کا تکبّر، اپنی حقیقت ناشناسی اور اپنی رگوں کے خون سے بے گانگی، اپنے بزرگوں اور رہنماؤں کی عرق ریزیوں اور پاک لیاقتوں سے یکسر فراموشی یا تغافل اختیار کرنے کا واحد نتیجہ ہے۔

موجودہ نسل، دریا کا پانی پی کر سیرابی و آسودگی پر خوش، مادحِ آب اور دہانہ کی ثنا خواں ہے۔ مگر حسرت تو یہ ہے کہ اس کی نظر سے منبع مفقود ہے۔ جہاں سے دریا کتنی پیچ و تاب کھا کر، کس قدر مشقّتیں اُٹھا اُٹھا کر، ہزار ہا کوہ و دمن سے ٹکرا ٹکرا کر، اپنے وجود کو فنا کی آغوش میں ڈال کر، سجدہ ریزی کی حالت میں بہتے ہوئے دہانہ تک پہنچنے کی زحمتیں گوارا کرنے کے بعد زمین کو زرخیزی عطا کر کے گل و گلزار سے معمور کرتا ہے۔

اگر نئی نسل ان تمام کاوشوں کو ذہن و دماغ میں سمونے کی کوشش کرے تو خود بخود اس کی عقل و دانش، منبع کے احسانات میں دب کر بے اختیار نعرۂ بلالی رضی اللہ عنہ بلند کرنے پر مسرّت اور فخر محسوس کرے گی۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

رسول و جاں نثارانِ رسول کی کاوشیں، قربانیاں، سجدہ ریزیاں، صبر و تحمّل اور اخلاقِ

عظیمہ نے، شجرِ اسلام و ایمان کی آب پاشیاں کر کے پوری دنیا میں اسلام پھیلایا۔ ان کے بے لوث ایثار کی بدولت اسلام کا پودا بڑی عزّ وشان سے آج ایک شجرِ عظیم کی صورت اختیار کر کے چار دانگ عالم میں اپنا ایک عجیب و حیرت انگیز رنگ دکھلا رہا ہے۔ جس کے سایے تلے ہم سب بیٹھے حلاوتِ ایمان، برتریٔ ایقان اور بلندیٔ اخلاق کی ڈینگیں مار رہے ہیں۔ خود کو دینِ حق کا پاسبان اور جنّت کا حق دار ٹھہرا رہے ہیں۔ نعمتہائے الٰہی سے جب غیر قوم کو قدرے زیادہ حصّہ نصیب ہوتا ہے تو ہم ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور اللہ و رسول کی شکایت اور بزرگانِ دین سے بے زاری، مخالفت اور بدعقیدگی کا اظہار کرنے میں بے باک بن جاتے ہیں۔ لیکن ہم اپنی اٹل ضد میں اس حقیقت کی طرف خیال کرنا تک گوارا نہیں کرتے کہ خود ہم ہی نے اپنے ہاتھوں سے منبعِ اسلام کو اُجاڑ ڈالا ہے۔ شریانِ نبض کو کاٹ کر یہ شکایت و واویلا کہ ہمارے اندر خون باقی نہ رہا، طاقت جاتی رہی، قریب المرگ ہو گئے، ایک مضحکہ خیز بات ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی محبت و عقیدت اپنے والدِ محترم کے ساتھ کیسی تھی؟ کیا اظہارِ حکمِ الٰہی و التماسِ ذبح پر والد کے سامنے حرفِ شکایت زبان پر لایا؟ کیا کسی قسم کا شبہ و اعتراض کیا؟ کیا انہیں خبط الحواس سمجھا؟ نہیں ہر گز نہیں؟

بہارِ نو کے تصوّر میں جھومنے والو!
جو آ گئی کہیں پہلے خزاں تو کیا ہوگا

بلکہ اپنے والد بزرگ کے ہر قول و فعل کو، رضائے خداوندی و ترجمانِ ربّ اکبر یقین کیا۔ علاوہ بریں اپنے بزرگ رہنما کی ہر ممکن اعانت کی۔ حکمِ خدا بجا لانے میں سہولیت کی ترکیبیں بتائیں۔ کیا وہ بارہ برس کا بچّہ نہ تھا؟ مؤمن بچّے کا سرمایۂ اطاعتِ الٰہی و سامانِ عقیدتِ بزرگ کا نشان ملاحظہ فرمایئے۔ ہماری عمر بارہ سے گزر کر چوبیس سے زائد ہو رہی ہے۔ پھر بھی ہم اگر دولتِ طاعت کردگار و خصلتِ خوش عقیدتِ جاں نثارانِ پروردگار کے حصول میں ناکام رہے۔ تو قصور کس کا؟ خطا کس کی؟

یہ فیضانِ نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی
سکھایا کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

منبع کے مقابل دیوارِ چین بلند کرکے، اپنی نظر و ذہن سے سرچشمہ کو غائب کرکے، اس حالت میں آبِ دریا پر فخر و ناز کرنا اور وادی و میدان کی زرخیزی پر یقین و اعتماد کرنا کیا حماقت و جہالتِ ازلی نہیں ہے؟ کیونکہ منبع کے فقدان پر، دریا پانی سے خالی ہوکر وادی کا بنجر اور ریگستان بن جانا ایک فطری امر ہے۔

اسی طرح منبع اسلام، ذاتِ رسول و آلِ رسول وفدا کارانِ محبوبِ دو جہاں ہے۔ ان کی کاوشوں اور قربانیوں کی داد نہ دے کر، اُن کی عظمت و بزرگی میں شکوک وشبہات کو جگہ دے کر، اُن کی شان میں رکیک الفاظ زبان وقلب میں لاکر، شجرِ اسلام کی آبیاری وتنومندی اورقوتِ اسلام وایمان کی ترقی وافزونی کا تقاضا وتمنّا ناممکن الحصول ہے۔

جفا کنی تو و من پیش خلق شکر کنم　　　مرا جمال تو باید که نیك نام شود
(امیر خسرؔو)

یعنی: تم فدا کارانِ اسلام پر ستم کرکے وفا وعنایت کے خواست گار بنتے ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اسلام و ایمان کوتمہاری خوش عقیدگی وخوش اخلاقی چاہیے تاکہ تم دنیا میں سرخ روئی حاصل کرسکو۔

اگر نسلِ جدید، اپنے ایمان و ایقان کی پرکار کو دائرۂ ادب، تمیز وعظمت شناسی سے باہر رکھ لے اور نفرت واہانت کا قلم اشتلم ہاتھوں میں تھام لے تو شجرِ اسلام افسردہ و پژمردہ ہوکر، قوّتِ ایمان میں ایک جاں گداز نقاہت پیدا ہوجانے کا خطرہ لابدی ہے۔ اس قسم کی حرکتیں اور خیالات سے روز بروز میدانِ شکوک وشبہات کے حدود وسیع تر ہوتے جائیں گے۔ پھر خدا نہ کرے وہ دن دیکھنا پڑے جو اسرائیلیوں نے میدانِ تیہ اور دیارِ مصر میں دیکھے تھے۔

امیر خسرؔو فرماتے ہیں:

اے وفا یاراں چنیں، هم ناوفاداری مکن
گر وفا نیست باری، هم جفا کاری مکن
چند گوئی کز جفا کاری دلت را خوں کنم
هر چه خواهی کن ولے از بنده بیزاری مکن
برنیفتاد آخر از، عالم نشانِ مردمی
شرم دار از مرد ماں و مردم آزاری مکن

یعنی: اے وفا پسند دوست! خدارا بے وفائی و بے مروّتی نہ کیجیے۔ اگر آپ میں وفا نہ رہی نہ سہی۔ ستم گری و جفا کاری سے باز رہنے کی کوشش فرمایئے۔

کب تک ہمارے دل کو جفا کاری سے خون کرتے رہو گے۔ ہماری درخواست ہے کہ آپ جو چاہیں کریں لیکن کم از کم ہم سے نفرت اور بےزاری ظاہر نہ کیجیے۔

دنیا سے جواں مردی کا نشان بھی تک مٹا نہیں ہے۔ جواں مردوں کا لحاظ رکھیے اور مرُدم آزاری کی عادت کو ترک کر دیجیے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

خامُش کن و فن خاموشی گیر — بگذار تو لاف پُر فنی را
زیرا که دل ست جائے ایماں — در دلِ میدار مؤمنی را

یعنی: خاموشی اختیار کیجیے اور خاموشی کے ہنر کو پسند فرمایئے۔ اپنی ہر فن مولائی اور بحر العلومی کی ڈینگیں مارنے کی عادت کو ترک کر دیجیے۔

کیونکہ دل ایمان کی جگہ ہے لہٰذا اپنے ایمان کی استقامت کو دل میں نہاں رکھیے۔

حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں:

بر بند دو چشم عیب بیں را — بکشائے دو چشم غیب داں را
تا مسجد و بتکده نه ماند — تا نشناسیم ایں و آں را

یعنی: غیروں کے عیبوں کو دیکھنے والی آنکھیں بند کر کے جلوہائے غیب کی نظّارگی میں

مصروف رہو پھر نظارۂ درونِ پردہ میں اس قدر محو ہو جاؤ کہ تمہارے پیش نظر مسجد و بت کدے کی تمیز باقی نہ رہے اور من وتو وایں وآں کا فرق جاتا رہے۔

خونِ دلِ من آب شد، از پیٔ روی شستنش
خواب نمی رود هنوز، از سر آں جوانِ من

یعنی: نیند سے بے خبر دوست کو جگانے میں، اس کا چہرہ دھوتے دھوتے میرے دل کا خون بے رنگ ہو کر پانی بن گیا پھر بھی میری اس جوان کے سر سے اب تک نیند کا نشہ نہ گیا۔

خشم کناں بیا کہ تا، صلح کنیم یکدگر
جانِ و دلِ من و آن تو، رنج و غم تو آن من

یعنی: باہم صلح کرنے کے لیے آیئے۔ چاہے آپ غصّے کی حالت ہی میں کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ میری جان و دل آپ ہی کا مال ہے اور آپ کا غم و غصّہ میرا ہی قال ہے۔ بنی آدم کی تخلیق ایک ہی جوہر سے ہے۔ ہم آفرینش میں یکساں ہیں گرچہ خیالات مختلف ہوگئے ہیں۔ صلح ہو جائے تو خوب ہی خوب ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

قولہ سبحانہ و تعالیٰ: ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْن ''(آل عمران آیت ۱۶۷۸)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ''تم لوگ ہرگز گمان تک نہ کرو ان ہستیوں کے متعلق جو راہِ الٰہی میں فنا ہو چکے ہیں کہ وہ لوگ مر چکے ہیں اور مردے ہیں (ہرگز ہرگز نہیں) بلکہ وہ ہستیاں زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے نزدیک بے شمار اور غیر ممکن البیان رزق کی نعمتوں سے نوازی جاتی ہیں۔

هر که زتو نیست جدا هیچ نمیر د بخدا
آنکه اگر مرگ بودپیش تو باشد صنما

(مولانا روم)

یعنی: جو خدا سے جُدا نہیں ہے وہ بخدا مرتا نہیں ہے۔

اے پیارے! اگر تیرے سامنے اس (اللہ کے دوست) کی موت ظاہر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن درحقیقت اس کے لیے موت خود مر چکی ہوتی ہے۔

جُزوی چه باشد کز اجل، اندر رُباید کُلِّ ما
صد جاں بر افشانم برو، گویم هنیئا مرحبا

(مولانا روم)

یعنی: اجل مجھ سے جُز نہیں بلکہ کُل لے جائے گی۔ کیونکہ میرا جسم و روح دونوں برابر ہو چکے ہیں۔ ان دونوں میں تفاوت باقی نہ رہا۔

اے اجل! تجھ پر مَیں ہزار جان سے قربان ہوں۔ تجھے میری طرف سے ہر وقت استقبال و خوش آمدید ہے۔

O قوله تعالیٰ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا الآیۃ: نبّه الخلق انّ من قتل فی سبیل العشق بسیوف العشق انسلخ من الحدث الی القدم التبس بنور الازل من الازل فلمّا بلغ نعت الاوّلیة واتصف بصفة الازلية يصير منعوتا بنعث الآخرية موصوفا بوصف الابدية......

(تفسیر عرائس البیان للشیخ الکامل ابی محمد بن ابی النصر البقلے شیرازی رضی اللہ عنہ۔ جلد ا صفحہ ۱۲۰)

ترجمہ: اس آیتِ شریفہ میں اللہ جل شانہٗ نے انسان کو اس بات کی تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص راہِ عشق والفت میں محبت اور دل فگاری کی تلواروں سے کٹ مرتا ہے تو اُس نے مکانِ حادث سے مقامِ قدم کی طرف اپنی صورت کو بدل ڈالا ہے۔ اور ازل سے نورِ ازل کے ساتھ مل چکا ہے۔ جب ایسا شخص اوّلیت کی حد اور تعریف تک پہنچ جاتا ہے اور صفتِ ازلیت سے متصّف ہوجاتا ہے پس اس وقت "حدودِ اوّلیت" سے گزر کر "آخریت" کی نعمت سے موصوف ہوجاتا ہے۔ بلکہ حقیقت میں "ابدیت" کے وصف کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔

گــردو تــائــی بــاشــد از ظــاهــر ولیك
صــافــی و شــفــاف بــاشد چون سما

(مولانا روم)

ایسے لوگ اگرچہ بظاہر وصفِ دوتائی سے متصّف ہوتے ہیں لیکن درحقیقت سرِّ وحدت سے سرفراز ہوکر آسمان کے مانند صاف وشفّاف بن جاتے ہیں۔

گــر موی من چوں شِیر شد، از شوق مردم پیر شد
مــن آرد گــنــدم نیــم چــوں در روم در آسیــا

(مولانا روم)

یعنی: اگرچہ میرے بال دودھ کی طرح سفید ہوچکے ہیں اور مَیں مرنے کی تمنّا میں بوڑھا ہوچکا ہوں۔ لیکن میں گیہوں کا دانہ نہیں ہوں۔ پھر مجھے چکّی کی جانب کیوں جانا پڑے۔

نے نے فتد در آسیا، هم نور مه از روزنی
ز آنجا بسوئے مه رود، نے دردکان نانبا

(مولانا روم)

یعنی: نہیں نہیں! کھڑکی سے چاند کا نور چکّی میں پڑتا ہے۔ پھر وہ نور چاند کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ چاند کا نور پس جانے کے لیے چکّی اور نانبائی کے تنور اور دکان کی طرف نہیں جاتا۔ پِس جانا تو گیہوں کی تقدیر ہے۔ اہل اللہ کی قسمت چاند بن کر افقِ اعلیٰ پر جگمگاتے رہنا ہے۔

رقصاں سوئے گردوں شوم، ز آنجا سو بیچوں شوم
صبر و قرارم بردۂ، ائے میزباں زود تربیا

(مولانا روم)

یعنی: اے اجل! جب تو آئے گی تو مَیں اُچھلتے کودتے آسمان کی طرف چلوں گا پھر وہاں سے بےمثال و بے ہمتا "لم یکن له کفواً احد" محبوبِ ازلی کے پاس پہنچوں گا۔ جس نے میرا خزانۂ صبر و قرار لوٹ لیا ہے۔ اے اجل، اے میری میزباں! تشریف لانے میں تاخیر نہ فرما۔ مجھے تیرے انتظار نے پریشان کر رکھا ہے۔

یا ایں دلِ خونخوارہ را، لطف و مراعاتی بکن
یا قوّتِ صبرش بدہ، دریفعل اللّٰہ ما یشا

(مولانا روم)

یعنی: اس جانِ فنا پسند اور اس دلِ مستغرق خون کو قدرے عنایت و مرحمت بخش کر اپنے پاس قربت کے میدان میں چرنے دے۔ ورنہ قوّتِ صبر و تحمل عطا فرما، تاکہ وہ تمہارے ہر فعل کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے۔

بے بادۂ توکَے فتد، در مغز نغراں مَستئے
بے عصمتِ توکَے رود شیطاں به لاحول ولا

(مولانا روم)

یعنی: ہم گدھوں کے مغز و دماغ میں مستی و مخموری، تیرے بادۂ عشق کے سوا کب آ سکتی ہے۔ اور تیری عصمت وحفاظت کے بغیر ''لاحول ولا قوّۃ'' سے شیطان کب دفع ہوتا ہے۔ تیرے کرمِ محض کے علاوہ، حفظ وعصمت کی طاقت ہم اپنے اندر نہیں پاتے۔

O واذا خرج من الحدثان الی جمال الرحمن لم یجر علیه صفات الحدث بعده عن صفت الموت والفناء بل یصیر حیّا باتصافه بحیوٰۃ الحق وحیات الحق ابدی. لم یجر علیه علل حیوۃ الانسانی و موت الانسانی وهذا من فیض نور مشاهدته وعندتیه لان مقتول السیف التجلّی یحیی بفیض القربة والعندیة ومن یکون فی العندیة کیف یفنی و یموت؟ وهو مشاهد فی شهود الحق ایّاه ورزقه فیض مزید مشاهدة الحق وزیادة اتصافه ببقاء الحق وحرفه بنیل بقائه من بقاء الحق۔

ترجمہ: اور جب اس قسم کی ہستی، نئی پیدا ہونے والے دنیائے دنیٰ سے ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت میں جمالِ الٰہی کی طرف نکل پڑتی ہے تو اس ہستی سے حدوث کی تمام صفتیں ختم ہوجاتی ہے اور وہ موت وفنا کی صفت سے پاک ہوکر حیاتِ حق اور حیاتِ ابدی سے متصّف ہوکر ایسی زندگی پالیتی ہے جس پر حیاتِ انسانی اور موتِ انسانی کے اسباب جاری نہیں ہوتے۔ اور یہ دولت ذاتِ باری تعالیٰ کی عندیت اور مشاہدے کے نور کے سراپا فیض سے دست یاب ہوتی ہے۔

کیونکہ تجلّیِ الٰہی کی تلوار کا مقتول قربت اور عندیت کے فیض میں ڈوبا ہوا زندہ رہتا ہے اور جو ذاتِ حق تعالیٰ کے قریب اور پاس ہو وہ کیسے مرے گا اور فنا ہوگا؟ بلکہ وہ ہر لحظہ دیدارِ الٰہی کے نظارے میں رہتا ہے۔ اور مشاہدۂ حق کی کثرتِ فیض سے فائدہ پاتا ہے۔ پھر بقائے حق کے ساتھ زیادہ حصّہ حاصل کر کے بقائے حق سے حصولِ بقا کی خوشی میں مست رہتا ہے۔

O ومن قتل بسیف الارادة فهو باق بنور القربة ومن قتل بسیف المحبّة

فهـو باق في سناء المشاهدة ومن قتل بسيف المعرفة فهو باق بالو في انس الوصلة ومن قتل بسيف التوحيد فهو باق بالوحدة في الوحدة.

قـال ابـن عـطـاء رضـي الله عنه "المقتول على المشاهدة باق برؤية شاهده والميّت من عاش على رؤية نفسه ومتابعة هواه".

(تفسير عرائس البيان في حقائق القرآن، للشيخ الكامل ابي محمد بن ابي النصر البقلي شيرازي رحمة الله عليه، ج ١، ص ١٢٠)

ترجمہ: جو محبتِ الٰہی کی عقیدت وارادت کی تلوار سے قتل ہوگیا، وہ اللہ پاک کے نورِ قربت وعندیت میں بقا حاصل کر لیتا ہے۔ جو محبت میں محض کی شمشیر سے کٹ گیا وہ اللہ جل شانہ کے مشاہدہ ودیدار کی روشنی وصفائی میں غرق ہوکر بقا حاصل کر لیتا ہے۔ جو معرفتِ الٰہی کی تلوار سے دوٹکڑے ہوگیا۔ وہ ذاتِ الٰہی کی محبت کا مِلن حاصل کر کے زندہ جاوید بن جاتا ہے۔ اور جس نے خود شمشیرِ توحید پر جان دے دی، وہ خدائے وحدہ کی یکتائی کے ساتھ بقا کے تمغے سے نوازا جاتا ہے۔

ابن عطا رضی اللہ عنہ نے فرمایا "محبوب کے دیدار کے ساتھ مر مٹنے والا اپنے محبوب کے دیدار کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ میّت یعنی مردہ تو وہ ہے جو اپنے نفس کی حفاظت اور خواہش کی متابعت میں گزر جاتا ہے۔"

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ "دیوانِ شمس تبریز" میں تحریر فرماتے ہیں:

تـاتـو حـدوثـی لـذّت تقديـس چه دانی
رو از حـدثـی سـوئـے تبـارك و تعـالیٰ

یعنی: جب تک تم مقامِ حدوث وفنا میں رہو گے تقدیس کی لذت کو کیسے جان سکو گے۔ فنا اور حدث سے گزر و اور بزرگ و برتر ربّ اعلیٰ کی طرف بڑھو۔

هـم كـا سـه ملك بـاشـد مهمـان خدائے را
بـــاده ز فـــلك آيـد مـــردانِ صـوابـے را

هشیــار کــجــا دانــد مــرشــادی مستــان را
بــو جهــل چــرادانــد بــوبکــر صحــابــے را

(مولانا روم)

یعنی: مہمانِ الٰہی فرشتوں کا ہم پیالہ ہوتا ہے۔ اللہ کے دیوانوں کے لیے آسمان سے یعنی غیب سے شرابِ محبت کا پاک جام آتا ہے۔

دنیا کے ہوشیار لوگ اللہ تعالیٰ کے پلائے ہوئے مستوں کی حالت کیا جانیں۔ تمثیلاً جیسے صحابیِ رسول صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو ابوجہل کس طرح پہچان سکتا ہے؟

از ورائے آن شعــب جــائے کســاں و نــاکســاں
هســت مــارا اے پســر شهــرے وبــازارے دگــر

(مولانا روم)

یعنی: اُس خاص گھاٹی کے دوسری طرف ہر کس و ناکس کے لیے چرنے کی وادی ہے۔ لیکن اے پیارے! ہمارا شہر الگ اور بازار الگ ہیں۔ یعنی ہر لائق و نالائق انسان کے لیے اس جہانِ رنگ و بو کو ایک خوانِ لذّتِ بے پایاں کی صورت دے کر پیش کیا گیا ہے۔ لیکن ہم نے فدائیوں، اس پر ہزار دل سے قربان ہونے والوں کے لیے ایسے ایسے شہر اور بازار فراہم کیے گئے جہاں تک تمہارا وہم اور گمان اور سوچ و سمجھ نہیں پہنچ سکتی۔

O کقوله تعالیٰ ''فرحین بما اتاهم اللّٰه من فضله'' الایة

تــاتــو آں رخ را نــمودی عقل وایماں محو شد
هســت مــرحلّاج دل را هــر طــرف دارِ دگــر

(مولانا روم)

یعنی: جب وادی کے اُس طرف تمہیں دکھلا دیا جائے گا تو تمہاری عقل اور ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا اور منصور حلّاج کی مانند جگہ جگہ سولیاں دیکھنے کو ملیں گی اور ان سولیوں

پر چڑھ جانے کے لیے ہزار جان سے قربان ہو جاؤ گے۔ کیونکہ

زندہ را آویختن دارد چو میوہ از درخت

زاں بدیدند آں چناں آویختہ حلّاج را

یعنی: جو زندہ ہوتا ہے یا حقیقی زندگی حاصل کر لیتا ہے اُسے لٹک جانا اور لٹکتے رہنا زیب دیتا ہے۔ جس طرح درخت کا زندہ اور تازہ میوہ درخت پر لٹکا رہتا ہے اس لیے تو حضرت منصور حلاج رضی اللہ عنہ کو لٹک جانا نہایت پسند آیا۔

○ علامہ امام شعرانی رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف ''الیواقیت والجواھر'' جلد۲، صفحہ ۱۰۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ منصور حلاج رضی اللہ عنہ کے پاس ایک گھر تھا۔ جس گھر کا نام انہوں نے ''بیت العظمة'' رکھا تھا۔ جب وہ اس گھر میں داخل ہوتے تو لوگوں کی نظروں میں ایسا دکھائی دیتا تھا کہ پورا گھر منصور سے بھر گیا۔ یعنی جتنا بڑا گھر تھا منصور کے گھستے ہی اُن کا بدن گھر برابر ہو جاتا تھا۔ کچھ لوگوں نے اللہ والوں کے حالات سے ناواقف ہونے کی بنا پر اس حیران کن نظارے کو علمِ سیمیا کی طرف منسوب کیا ہے۔

جب منصور حلاج رضی اللہ عنہ کو سولی پر چڑھانے کے لیے گرفتار کرنے آئے اس وقت منصور حلاج گھر کے اندر تھے۔ لشکریوں نے گھر کے برابر جسیم منصور کو تنگ دروازے سے نکالنے کی کوئی صورت نہ دیکھ کر حضرت جنید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرضی پیش کی۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا۔ ''سلم للّٰہ واخرج لما قضاہ وقدرہ'' کہ اللہ ہی کے لیے اپنے کو حوالے کر دو اور اس نے تمہارے لیے جو مقدر کر رکھا ہے اس کے لیے نکل پڑو۔ یہ سُن کر حضرت حلاج رضی اللہ عنہ اپنی پہلی حالت پر آ گئے اور تنگ دروازے سے نکلے۔

ان کو قید کر کے جب سولی کی طرف لے جانے لگے تو حلاج رضی اللہ عنہ خوش خوش، محوِ الٰہی میں نازو انداز سے شعر پڑھتے ہوئے چلنے لگے۔

حبیبی غیر منسوب الی شئی من الحیف
سقانی ثم حیانی کفعل الضیف بالضیف
فلما دارت الکاسات دعا بالنطع و السیف
وذاک جزاء من یشرب مع التنیسن فی الصیف

یعنی: افسوس میرا محبوب کسی کی طرف منسوب نہیں ہے۔ میرا محبوب جفا پسند نہیں ہے۔ مجھے خوب پلایا اور زندگی بخشی اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ جب جاموں کے چند دور ختم ہوئے تو بچھانے کا چمڑا اور تلوار منگوائی۔ اور فرمایا کہ جو اژدہے کے ساتھ موسمِ گرما میں پیتا ہے اس کی یہی سزا ہے۔

عشرت قتل گہہ اہل تمنا مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

در خرابات رجال اللّٰہ گردان ست جام
نیست خود مانندِ ایشان، ھیچ خمارِ دگر

(مولانا روم)

یعنی: اللہ والوں کے مے خانے میں گردشِ جام بہت ہے۔ ان کی مستی و مخموری کی طرح دنیا میں کوئی مدہوشی نہیں ہے۔

از مئے حق بود که منصور از تجلی راز گفت
ازسر مستی انا الحق گفت او بردار مست

(مولانا روم)

یعنی: وہ شرابِ حق جس کی تجلی میں منصور حلاج رضی اللہ عنہ نے راز کہہ دیا پھر مزید یہ کہ منصور نے ''انا الحق'' سرمستی میں کہا۔ پھر دار پر چڑھ کر بھی مستانہ وار صدائے ''انا الحق'' کہنے سے باز نہ رہ سکے۔

قولہ تعالیٰ ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات ط بل احیاء ولکن

لا تشعرون''(بقرہ)

تم لوگ انہیں ہرگز مرُ دہ مت کہو جو اللہ کی راہ میں جان کی بازی لگا چکے ہیں۔ بلکہ وہ سب زندہ ہیں لیکن تمہیں اس بات کا شعور نہیں ہے۔

بَشِّرُ أحِبَّائی انّ الموت راحتهم
والموت وصلتهم والموت تقریب

یعنی: میرے دوستوں کو یہ مژدہ سنا دو کہ بے شک موت مزے کی چیز ہے کیونکہ موت ان کے لیے مِلَن کی گھڑی ہے اور قربت ونزدیکی کا سبب ہے۔

موت زندگی کا ایک وقفہ ہے — یعنی آگے چلیں گے ہم دَم لے کر

O ای لا تقولوا ولا تظنوا لمن يقتل فی سبيل العشق بسيف الشوق اموات بل احياء بعد فنائه عن حياة الانسانية بحيٰوة الربّانية. ولكن لا تشعرون لانكم محبوسون بين الوجود والعدم وهم مخلدون فی بقاء القدم.

ترجمہ: جو لوگ محبتِ الٰہی کی راہ میں جذبہ وشوق کی تلوار سے قتل ہوگئے ہیں انہیں نہ مرُدہ کہو، نہ مُردہ گمان کرو بلکہ وہ ایسے زندہ لوگ ہیں جو حیاتِ انسانی سے جدا ہو کر حیاتِ ربانی سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ لیکن تمہیں اس بات کا شعور اس لیے نہیں ہے کیونکہ تم اب تک وجود اور عدم کے درمیان مقید ہو اور وہ ہستیاں بقائے قدم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندگی حاصل کر چکی ہیں۔

O ومن ذبح نفسه من اربعة مواضع:-

قطع رأس حرصها من الدنيا فی مذبح التفريد. وقطع رأس املها من ارادة حياتها و وجودها فی مصرع التجريد. وقطع رأس رياستها من الخلق فی منحر التوحيد. وقطع رأس ميلها الی الآخرة فی مقتل التحقيق۔

یعنی: ☆ جس نے اپنے نفس کو چار جگہوں سے قتل کر دیا یعنی

☆ جس نے دنیوی حرص ولالچ کے سر کو مقتلِ تفرید میں کاٹ ڈالا اور

☆ جس نے اپنی ارادۂ حیات اور تمنائے وجود کے سر کو میدانِ تجرید میں کاٹ ڈالا اور
☆ جس نے مخلوق سے حصولِ بلندی و برتری کے سر کو توحید کی قربان گاہ میں قتل کر دیا اور
☆ جس نے آخرت کی لذتوں کی خواہش کے سر کو تحقیق کی ذبح گاہ میں ذبح کر دیا

O ألبس اللّٰه تعالیٰ روحه ......اربعة لباس فی اربع مقام:.
ألبسها لباس سناء المعرفة فی مقام المکاشفة و
ألبهسا لباس صفاء المحبة فی مقام المشاهدة و
ألبسها لباس ضیاء الوصلة فی مقام القربة و
ألبسها لباس انوار الانانیة بنعت البسط و السلطنة فی مقام المخاطبة

یعنی: تو اللہ جل شانہ اس کی روح کو چار متبرک لباس چار مقدس مقامات میں پہناتا ہے۔

☆ معرفت کی بزرگی کا لباس — مقامِ مکاشفہ میں پہنایا جاتا ہے
☆ محبت کی سادگی کا لباس — مقامِ مشاہدہ میں پہنایا جاتا ہے
☆ وصل کا روشن ترین لباس — مقامِ قربت میں پہنایا جاتا ہے
☆ خودی کے انوار کا لباس — حاکمیت اور سلطنت، ٹھپہ اور مہر کے ساتھ مقامِ مخاطبت میں پہنایا جاتا ہے۔

O و اذا کان بهذه الصفة فقد فاز من سکرات الممات و صار حیا ببقاء الصفات و قیل لانهم مقتولون فی الحق و من کان مقتولا فیه کان حیّا به و لکن لا تشعرون ای لا یعلمه من نظر الی الجهاد بعین التدبیر و لم ینظر الیه بعین الرضا. انتهی (تفسیر عرائس البیان، جلد ۱، صفحہ ۳۱)

یعنی: جب اس درجے تک جس کی رسائی ہوجاتی ہے وہ سکراتِ موت سے بالاتر مقام پاکر صفاتِ بقا کے ساتھ زندگی حاصل کر لیتا ہے۔

مزید کہا گیا ہے کہ ایسے لوگ خدا ہی کے لیے فنا ہوئے ہیں اور جو ذاتِ باقی کے

لیے فنا ہو جاتے ہیں وہ اللہ کے ساتھ زندہ رہتے ہیں۔ لیکن لوگ اس حالت کا احساس اور شعور نہیں رکھتے یعنی جو لوگ ان کے مجاہدات کی طرف تدبیر و عقل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور رضامندی و خوشنودی کے حصول کی آنکھ سے نہیں دیکھتے وہ لوگ اُن کی ابدی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔

عاشق همه معشوق اند، گر هیچ خبرداری
در حلقۂ جاں بازاں، مولیٰ شده از مولا

(مولانا روم)

یعنی: سب عاشق درحقیقت معشوق ہیں۔ اگر آپ گہری خبر و نظر رکھنے والے ہیں۔ جان پر کھیل جانے والی جماعت میں آکر یہ لوگ خادم سے مخدوم بن گئے ہیں۔

از نعمت فرعون چوں موسیٰ کف ولب شست
دریائے کرم داد مرا ورا ید بیضاء

یعنی: فرعون کی نعمت سے جب موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ اور ہونٹوں کو دھو ڈالا' تو نعمتِ خداوندی سے معجزۂ ید بیضا کا بحر جود و کرم عطا ہوا۔

اگر عالم همه پُر خار باشد — دل عاشق گل و گلزار باشد
همه غمگین شوند و جان عاشق — لطیف و خرّم عیّار باشد
بعاشق کے رسد هر شخص مُرده — که او باصد هزار انوار باشد
وگر تنهاست عاشق نیست تنها — که با معشوق پنهاں یار باشد

یعنی: مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر پوری دنیا بھی کانٹوں اور مصیبتوں سے معمور ہو جائے تو بھی عاشق کو فکر نہیں کیونکہ اس کا دل پھولوں سے بھرپور ایک باغ ہے۔
سب پریشان ہو سکتے ہیں لیکن عاشق کی جان ہمیشہ لطیف، شاداور آباد رہتی ہے۔
عاشق تک ہر مُردہ دل شخص کب پہنچ سکتا ہے کیونکہ عاشقِ خدا ہر وقت ہزار انوارِ الٰہی میں پوشیدہ رہتا ہے۔

اگر چہ دیکھنے میں عاشق تنہا نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں وہ تنہا نہیں ہے کیونکہ وہ معشوق کے ساتھ اپنے یار میں پوشیدہ ہوتا ہے۔

تو شین وکاف و ری را خود مگو شکر که هست آں نے

مگر القابِ جان حی، یکے نقش و کلامے را

(مولانا روم)

یعنی: حرف شین، کاف اور را کو شُکر مت سمجھو کیونکہ ان حرفوں کا مجموعہ شکر نہیں کہلاتا۔

اسی طرح ہر تصویر کو یا بات کرنے والے کو ہمیشہ زندہ رہنے والی جان "لا یموتون ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" کے القاب سے مقلّب نہ کرو۔ کیونکہ:

اُن کا گھر اور ان کی باتیں دیکھ کر کہنا پڑا

قصرِ عالی شان ہے لیکن مکین تو کچھ نہیں

حبّذا قومیکه دید حق بود دیدارِ شاں

محو باشد در شهودِ ذاتِ حق آثارِ شاں

یعنی: واہ واہ! سبحان اللہ! جس جماعت کو دیدارِ تجلیاتِ حق نصیب ہو جاتا ہے۔ ان کی بڑی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ مشاہدۂ ربّانی میں گم سم ہو جاتی ہے۔

اگر داری تو قصد منزلِ جاں

گزیں از دل رفیق راه داں را

(مولانا روم)

یعنی: اگر منزلِ روحانی و تجلیاتِ ربّانی کے تم خواہاں ہو۔ تو اللہ پر مر مٹنے والے کسی استادِ طریقت کا دامن دل کے ہاتھوں سے تھام لو۔

جهاں طُور ست ومن موسیٰ و او رقصاں ومن بیهوش

ولیکن ایں کسے داند، که درمیقات من گرد

(مولانا روم)

یعنی: دنیا گویا طور پہاڑ ہے اور مَیں موسیٰ جیسا ہوں۔ وہ رقص میں ہے اور مَیں بے خود ہوں۔ لیکن اس حالت کو وہ سمجھ سکتا ہے جو خدا مستوں کی منزل سے واقف ہے۔

شہید گشتہ بظاہر، حیات گشتہ بغیب
اسیر در نظر خصم، و خسروی بخلا

(مولانا روم)

یعنی: اہل اللہ بظاہر لوگوں کی نظروں میں شہید دکھائی دیتے ہیں لیکن بباطن حیاتِ ابدی کے مالک بن جاتے ہیں۔ منکروں کی نظروں میں وہ قیدی دکھائی دیتے ہیں لیکن درحقیقت وہ خلوتِ دیدارِ الٰہی کے بادشاہ ہوتے ہیں۔

چو آدمی بیکے مار شد بروں زبهشت　　میانِ کژدم و ماراں ترا امان زکجا
شرابخانه در آؤ، دَراز دروں بر بند　　تواز کجاو بدو نیك مردماں زکجا

(مولانا روم)

یعنی: جب ایک سانپ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر کر دیا۔ تو اے آدم زاد! بہشت سے دور، عالمِ پرُ دَغا میں ان گنت بچھوؤں اور سانپوں کے درمیان تجھے حفظ و مسرّت کی زندگی میسر ہونے کی امید کیوں ہے؟ کیونکہ اس سرائے فانی کے خالقِ بے ہمتا نے حرص و حسد، غیض و غضب، کبر و مکر، خیانت و اہانت، قتل و غارت اور جھوٹ و پھوٹ کے لامتناہی بچھوؤں اور سانپوں سے معمور کر رکھا ہے۔ یہاں تیرے لیے خطرۂ عظیم ہے۔ اگر تو نجات کا خواہاں ہے، تو میخانۂ وحدت میں آ۔ اندر سے دروازہ بند کر۔ اور مے الفت پی کر مست ہو جا تو۔ تو اپنی فکر کر۔ لوگوں کے نیک و بد کا محتسب اور داروغہ نہ بن۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو　　بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

طمع مدار که عمرِ ترا کراں باشد　　صفاتِ حقّی و حق راحد و کراں زکجا
اجل قفس شکند، مرغ رانیاز ارد　　اجل کجا و پَر مرغ جا وداں زکجا

(مولانا روم)

یعنی: اپنی عمر کے اختتام پر فکر نہ کرو اور نہ گھبراؤ۔ کیونکہ تمہاری عمر و حیات کا کنارہ نہیں ہے۔ جب تمہارے اندر صفاتِ حق جلوہ گر ہیں اور تم لباسِ حق میں ملبوس ہو چکے ہو تو پھر تمہیں حیاتِ ابدی مل ہی گئی ہے۔ جس طرح حق تعالیٰ کی حد کا کنارہ نہیں ہے، تمہاری عمر کی بھی حد ختم ہو کر انتہا تک پہنچ گئی ہے۔

اجل و موت جسم کے پنجرے کو توڑتی ہے۔ روح کی چڑیا کو آزار نہیں پہنچاتی۔ موت کہاں اور طائرِ جاوداں کا پَر کہاں؟

غالبؔ نہ کر حضور میں تو بار بار عرض
ظاہر ہے تیرا حال سب اُن پر کہے بغیر

اب اُسے دار پر لے جا کے سلا دے ساقی
یوں بہکنا نہیں اچھا تیرے دیوانے کو

بَشِّرُ أحِبَّائی انّ الموت راحتهم
والموت وصلتهم والموت تقريب

یعنی: میرے دوستوں کو یہ بشارت سنا دو کہ بے شک موت اُن کے لیے سامانِ راحت ہے کیونکہ عاشقوں کی موت وصالِ یار ہے اور وصالِ یار صحیح معنوں میں ایک تقریبِ شادمانی ہے۔

در رہِ معشوق ما ترسندگاں را کار نیست
کیں ملك بیحد بزرگ و ناکساں را بار نیست

(مولانا روم)

یعنی: ہمارے محبوب کے راستے میں ڈرنے والے بزدلوں کا کوئی کام نہیں ہے۔ کیونکہ میرے معشوق کی مِلک و بادشاہت حد درجہ عظیم ہے، جہاں ناکسوں اور ناقصوں کا گذر دشوار اور باریابی ناممکن کام ہے۔

لم اسلم النفس للاسقام تتلفها
الا بعلمی بان الموت یشفیها

ونظرة منک یا سؤلی ویا أملی
اشھی الی من الدنیا و ما فیھا

نفس المحب علی الا لا م صابرة
لعل متلفھا یوما یدا ویھا

(منصور حلاّج)

یعنی: دار پر چڑھ کر منصور رضی اللہ عنہ نے صدا دی کہ بیماریاں تلف کرنے کے لیے مَیں اپنے نفس کو حوالے نہیں کررہا ہوں۔ مگر مجھے اس بات کا یقین ہے کہ محبوب کے لیے اس قسم کی موت مجھے تمام اذیتوں سے بچالے گی۔

تمہاری طرف سے ایک نظرِ عنایت' اے میری آرزو و تمنا کی آخری منزل! اے محبوب! میرے لیے دنیا و مافیہا کی تمام نعمتوں سے زیادہ لذیذ ہے۔

عاشق کی جان آلام و مصائب کے تحمّل کی عادی ہے۔ کیونکہ مجھے برباد کرنے والا ضرور ایک دن آباد کر کے رہے گا۔

حسنِ شگفتہ رو کی اللہ رے ادائیں
نظریں بھی ہیں مجھی پر، پردہ بھی ہے مجھی سے

نہ دیکھے اور دلِ عاشق پہ پھر بھی نظر رکھے
قیامت ہے نگاہِ یار کا حُسنِ خبرداری

ائے بسا منصور پنھاں زاعتماد جانِ عشق
ترکِ منبر ھا بگفته بر شده بردار ھا

در رگ و پئے، میرود چوں خون بسے راز نھاں
ھر زماں پیدا کند، در ھر زبان اسرارھا

(علامہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی: اپنے عشق و محبتِ الٰہی کے اعتماد پر بہت سے پوشیدہ و مخفی منصور منبر کو چھوڑ کر دار پر چڑھ گئے ہیں۔ کیونکہ رازِ نہاں اُن کی رگ و پے میں خون کے مانند دوڑتے ہیں اور ہر

وقت اُن کی زبانوں سے اسرارِ غیب کا اظہار ہوتا ہے۔

ھر کہ سر عشق او پیدا کند
مسند او بر سرِ دار آمدہ ست

یعنی: جو رازِ عشق کا اظہار کرتا ہے اس کی مسند اور جائے اقامت سولی پر ہوتی ہے۔

فبلا فم شربنا وبلا روح سکرنا — فبلا رأس فخر نا وبلا رجل سرینا
فبلا أنف شممنا وبلا عقل فھمنا — وبلا شدق ضحکنا وبلا عینین بکینا

(مولانا روم)

یعنی: خدا مست ہستیاں بغیر منہ پیتے ہیں اور روح و جان کے بغیر مخمور ہوتے ہیں۔ وہ لوگ سرَ کے گُم ہونے پر فخر کرتے ہیں اور بے پاؤں سفر کرتے ہیں۔ ناک نہیں ہوتی مگر سونگھتے اور عقل سے خالی ہوکر سمجھتے ہیں۔ مزید یہ کہ باچھیں کھُلے بغیر ہنستے ہیں اور آنکھ نہیں ہوتی مگر وہ روتے ہیں۔

بسیرے جن کے ہیں آبِ رواں پر — انہیں کیوں زحمتِ تشنہ لبی ہے
وہ پنھّوں ہے رگِ جاں سے قریں تر — سسّی جنگل میں جس کو ڈھونڈتی ہے
سُن اے محروم راز خود شناسی — عبث یہ شکوۂ بیچار گی ہے

(شاہ لطیف)

مَیں منت پذیر کوہ و صحرا — جمالِ یار ہر جا ضو فشاں ہے
خوشا غمّازئ ذوقِ فراواں — بساطِ گوشۂ دل میں نہاں ہے
یہ سچ ہے مشکلات زندگی میں — تلاشِ دوست سب سے جاں ستاں ہے

(شاہ لطیف)

اپنی ہستی پہ چھا گیا جب خود — عشق پابندِ جسم و جاں نہ رہا
کوہ و صحرا بھی ہوگئے ناپید — فاصلہ کوئی درمیاں نہ رہا
مرحبا وصل شاہد و مشہود — کوئی تفریق کا گماں نہ رہا

خود شناسی خدا شناسی ہے ورنہ ہستی صنم تراشی ہے
(شاہ لطیف)

ایں جا بخدا کہ دل نہا دیم کس را مبرائے خدا ازیں جا
ایں جا کہ مرگ رہ ندارد مرگ ست بدن جدا ازیں جا
(دیوان شمس تبریزی)

یعنی: مولا! جب تیری تلاش ومحبت کے میدان میں ہم نے دل کو چھوڑ دیا ہے تو تیری عزت کی قسم مجھے اور نہ کسی کو اس جگہ سے دور نہ فرما۔

کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں موت کا گزر نہیں ہے بلکہ موت حیات میں تبدیل ہو جاتی ہے لہٰذا اس جگہ سے جدا ہونے کا نام موت ہے۔ مولا! ہمیں وہ موت نہ دکھا۔

باھمہ بیگانۂ و با غمش آشنائی آشنائی آشنا
ائے گزیدہ نقش از نقاش خود کی جدائی کی جدائی کے جدا
(مولانا روم)

یعنی: خدا مست شخص سب سے بیگانہ وجدا ہے اور فراقِ الٰہی کے غم کے ساتھ یگانگی، دوستی اور آشنائی رکھتا ہے۔ اے خالق کی منتخب کردہ خلق! اے اپنے نقاش کے برگزیدہ نقش! تو نقاش سے جدا ہرگز نہیں ہے۔

آنھا کہ مردہ اند، خبردار نیستند از فرِّ زندگیٔ حیات دوام ما
مردہ خبر زاھل حیاتش کجا بود کوبے نوا واھل حیاتست بانوا
زندہ بنورِ عشق شو، ای جانِ عشق جو تا زندگی رسد بتوازحی کبریا
(مولانا روم)

یعنی: عشقِ الٰہی سے محروم شخص مُردے کی طرح ہے۔ وہ اہل اللہ کی حیاتِ سرمدی اور عزّ وشانِ زندگی سے بے خبر ہے۔ کیونکہ مردے کو باحیات لوگوں کی خبر نہیں ہوسکتی۔ وہ نادار و بےنوا ہے اور اہلِ حیات امیر و باسروسامان ہے۔ اے عزیز! عشقِ الٰہی کی جستجو کر اور

نورِ عشقِ حق سے زندہ بن۔ تاکہ حیّ کبریا و مالکِ عرش وثریٰ کی طرف سے حیاتِ جاوداں کا رزق تجھے حاصل ہو۔

خموش باش کہ صدباب فتح کشاید
برؤیت از کرم خالقِ زمین و زماں

(مولانا روم)

یعنی: اللہ مستوں کے سامنے خاموشی و ادب اختیار کرو تاکہ تمہارے دل کے سو دروازے کھل جائیں۔ اُن کے دیدار پر خالقِ زمین وزمان کا دریائے کرم جوش میں آتا ہے اوراس بہانے سے تمہارا شرح صدرو فتح باب ہوتا ہے۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید
رحمتِ حق بَہا نمی جوید

یعنی: رحمتِ الٰہی بہانہ ڈھونڈتی ہے۔ کرمِ ربّانی سیم وزرودام ودرم نہیں چاہتی۔

O وفی كفاية المعتمد لشيخنا العارف جمال الدين اليافعی رحمة اللّٰه عليه ان الشيخ العارف باللّٰه تعالیٰ عمر و بن الفارض دخل فی ايّام بداية مدرسة هديار مصر فوجد شيخا بقالا يتوضأ من بركة ماء فيها بغير ترتيب. فقال له "يا شيخ انت فی هذا السن و فی مثل هذا البلد لا تحسن الوضوء." فقال له "يا عمرو بالفتح عيلک بمصر "فجاء اليه وجلس بين يديه وقال "ياسيّدی ففی أی مكان يفتح علی؟" قال "بمكّة" فقاله له "ياسيّدی واين مكّة؟ " فقال له "هذه" واشار بيده نحوها فكشف له عنها وامره الشيخ بالذهاب اليهافی ذلک الوقت. فوصل اليها فی الحال واقام بها اثنی عشرة سنة. ففتح عليه ونظم فيها ديوانه المشهور. ثم بعد مدّة سمع الشيخ المذكور يقول " تعال يا عمرو! حضر موتی! فجاء اليه فقال "خذ

هـذ الـدنيار فجهزني به ثم احملني و ضعني في هذا المكان و اشار بيده الى مـكـان فـي القرافة وهو موضع الذى دفن فيه عمرو ابن الفارض رحمة اللّٰه عليه. ''ثم انتظر ما يكون من أمرى'' قال ''فعانيته ولم ازل معانيا حتى فرغت مـن تـجهيـز ثـم حـمـلته و وضعته ووقفت. فاذا أنا برجل قد نزل من الهواء فـصّـلـيـنـا عـلـيـه ثم وقفناننتظر مايكون من أمره. واذ انجو قد امتلاء بطيور خـضـر فـجاء طائر كبير فابتلعه ثم طار فتعجبت منه. فقال لى ذلك الرجل لاتـعـجـب مـن هذا. فان ارواح الشهداء في حواصل طيور خضر ترعى فى الـجـنة وتـأوى الـى قـناديل معلّقة تحت العرش قال شيخنا اولئك شهداء السيوف امّا الشهداء الصفوة فاجسادهم ارواح''.

ترجمہ: حضرت شیخ امام عارف جمال الدین الیافعی رحمۃ اللہ علیہ ''كفايه المعتقد'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عارف باللہ عمرو بن الفارض رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانۂ تعلیم کے ابتدائی حصہ میں مصر کے ایک مدرسہ میں داخل ہوئے اور درس پاتے رہے۔ اچانک ایک دن ایک بزرگ غلّہ فروش کو دیکھا کہ وہ حوض سے غلط ترتیب سے وضو کررہے ہیں۔ عمرو بن الفارض نے اس شخص سے کہا، اے بزرگ! آپ اس بڑی عمر میں اور اس عظیم شہر میں رہتے ہوئے اچھی طرح وضو کرنا بھی نہیں جانتے؟ تو اس بزرگ نے فرمایا، اے عمرو! اس شہر میں تیرا شرح صدر نہ ہوگا یعنی تمہارے قلب کے دروازے اس شہر میں نہیں کھُلیں گے۔ یہ سُن کر حضرت عمرو بن الفارض، اس بزرگ کے پاس آ کر سامنے بیٹھ گئے اور بولے، اے حضرت! ''تو پھر کس جگہ میرا شرح صدر ہوگا؟'' بزرگ نے فرمایا ''مکۃ المکرّمہ میں''۔ عمرو بن الفارض نے پھر دریافت کیا ''صاحب! مکّہ کہاں ہے''؟ بزرگ نے جواب دیا ''لو دیکھو وہ سامنے مکّہ ہے'' اور اپنے ہاتھ سے مکّہ شریف کی طرف اشارہ فرمایا۔ عمرو بن الفارض نے اپنے سامنے مکّہ شریف کو دیکھا۔ اور راستے کی کیفیت مکمل طور پر ظاہر ہوگئی۔ بزرگ نے ان کو اُسی وقت بلا تاخیر چلنے کا حکم فرمایا۔ عمرو بن الفارض چلنے لگے۔ چند لمحے

میں مکہ شریف پہنچ گئے اور وہاں بارہ برس تعلیم حاصل کرتے رہے۔ بعدہٗ اللہ پاک کے فضل وکرم سے شرح صدر کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔ پھر مکّہ المکرّمہ ہی میں اپنا مشہور دیوان ''دیوان عمرو بن الفارض'' تحریر فرمایا۔

پھر کچھ عرصہ بعد ان بزرگ کی آواز اچانک کان میں آئی، وہ فرما رہے ہیں ''اے عمر وبن الفارض! جلدی پہنچ اور میری موت میں حاضر ہو جا'' یہ سُنتے ہی عمرو بن الفارض مکہ سے روانہ ہوئے اور مصر پہنچے۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے فرمایا کہ ''لے اس دینار کو پاس رکھ۔ اس سے میری تجہیز و تکفین کرنا۔ بعدہٗ مجھے اٹھا کر اُس جگہ پر رکھ دینا'' شیخ نے اپنے ہاتھ سے مقام قرافہ کی ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا (یہ وہ جگہ ہے جہاں پر اس وقت حضرت عمرو بن الفارض کی قبر ہے) شیخ نے مزید فرمایا کہ ''میرے جنازے کو وہاں رکھ کر میرے ساتھ اللہ پاک کیا معاملہ فرماتا ہے تو دیکھتا رہنا''۔

حضرت عمرو بن الفارض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ کہنے کے بعد شیخ نے وصال فرمایا۔ بندہ ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوا۔ ان کو اٹھایا اور اُسی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر میں انتظار کرتا رہا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی ہوا پر سے نیچے اترا اور حاضرین کو لے کر شیخ کی صلوٰۃِ جنازہ ادا کی۔ ہم لوگ امر الٰہی کے منتظر تھے۔ اتنے میں پوری فضا سبز چڑیوں سے بھر گئی پھر ایک عظیم طائر نمودار ہوا اور لاش کو نگل کر اپنے حوصلے یعنی پوٹے (حلق کے نیچے دانہ جمع رکھنے کی تھیلی) میں رکھ لیا۔ پھر وہ طائر کبیر اُڑ گیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہونے لگا۔ تو وہ غیبی شخص جو ہوا پر اُڑ کر پہنچے تھے اور نماز پڑھائی تھی مجھ سے کہنے لگے، ''اس بات پر کچھ تعجب مت کر کیونکہ شہیدوں کی روحیں سبز چڑیوں کے حوصلوں میں رہ کر جنت میں چرتی ہیں اور عرش کے نیچے لٹکتی ہوئی قندیلوں میں آرام فرماتی ہیں''۔

ہمارے شیخ نے فرمایا ''یہ معاملہ تو شہید معرکہ وشمشیر کی بات ہے لیکن جو شہیدِ محبت و صفوت ہوتے ہیں اُن کے اجسام، ارواح کے ساتھ اس درجہ یگانگت پیدا کر لیتے ہیں کہ تمیز کرنا محال ہو جاتا ہے۔ یعنی شہیدِ میدان کی روح سبز چڑیا کے حوصلے میں رہ کر جنت میں

اُڑتی پھرتی اور چرتی ہے۔ لیکن شہیدِ محبتِ الٰہی کے جسم وروح دونوں مرتبۂ یکسانگی حاصل کرلیتی ہیں۔ وہ اپنے جسم وروح کے ہمراہ حوصلۂ طیرِ خضر میں رہ کر رزقِ الٰہی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　　ہر زماں از غیب جانے دیگر است

یعنی: جو خنجرِ تسلیم ورضا کا زخم کھاتے کھاتے گزر گیا۔ اس کو لمحہ بہ لمحہ عالمِ غیب سے ایک نئی جان کا تحفہ ملتا رہتا ہے۔

دیوان عمرو بن الفارض رضی اللہ عنہ سے چند شعر ملاحظہ ہوں:

اىُّ شئى مبرد حرا شوىٰ　　　للشوٰى حشو حشائى اى شئى

سقمى من سقم اجفانكم　　　وبمعسول الثنا يالى دوى

اوعدونى او عدونى وامطلوا　　　حكم دين الحبّ دين الحب لى

یعنی: کون سی چیز ہے جو اس حرارت کو جو میرے اندرونی اعضا میں بھری ہوئی ہے اور سارے جسم کو جلا رہی ہے ٹھنڈا کرے؟ کوئی چیز نہیں ہے۔

میری بیماری تمہاری خمار آلود آنکھوں کی وجہ سے ہے اور تمہارے دانتوں کا شہد آمیز لعاب میرے لیے دوا ہے۔

چاہے وعدۂ ہجر وفراق سے ڈراؤ، چاہے وصل کی خوش خبری سناؤ، پھر اس کو ٹلاؤ میں سب میں راضی ہوں۔ کیونکہ محبوب کا قرض محبت میں ٹال مٹول کرنا محبت کی شریعت کا حکم ہے۔

چو محرم حق گشتی، وزواسطه بگذشتی
بردار نقاب ازرخِ آں یار نقابے را

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی: جب تو حق تعالیٰ کا راز دار بن گیا اور تمام واسطوں سے بے نیازی حاصل ہوگئی تو تیرے لیے اُس نقاب پوش معشوق یعنی وحدہٗ لاشریک کے قدرتی چہرے سے نقاب اُٹھ جاتا ہے۔

تو خود فرشته شو امّاز خویشت نتواں شد
جز آنکه صحبتِ خاصانِ کردگار بود
فرشته می شود وجبرئیل روحانی
کسیکه درپناهِ غوث روز گار بود

(امیر خسرو)

یعنی: تمہیں فرشتہ بننا ہے تو بنو لیکن یاد رکھو کہ خود اپنی طاقت وکوشش سے تم ہرگز نہ بن سکو گے۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت اختیار نہ کرو گے اور ان کے فیوضِ روح افزا سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے۔

وہ شخص فرشتہ سیرت اور جبرئیلِ روحانی بنتا ہے جو زمانے کے غوث کی پناہ میں آ جاتا ہے۔

O و روی مسلم عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم " رب اشعث مدفوع بالا بواب لو أقسم علی اللّٰہ لأبره" ای لو حلف علی وقوع شئی لأو قعه اللّٰہ اکر اماله باجا بة سؤاله.

ترجمہ: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ "بہت سے بکھرے بال والے غبار آلود اشخاص، جنہیں لوگ اپنے دروازے سے ہانکتے ہیں ایسی بزرگ ہستیاں ہوتی ہیں کہ اگر وہ کسی چیز کے لیے اللہ پاک سے بضد ہوکر سوال کرتے ہیں تو اللہ جل شانہ ان کی مانگ کو پوری فرما کر رہتا ہے۔ یعنی اگر ایسا کوئی شخص، کسی شئے کے ہونے یا نہ ہونے پر اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے سوال کو قبول فرما کر اس کی عزت افزائی کے لیے اس کی چاہت کے مطابق عمل فرماتا ہے۔

کسیکه دیدترا گرچه دوزخی ست بجرم
بساط آتش سوزانش لاله زار بود

(امیر خسرو)

یعنی: جس نے تجھ جیسے مردِ خدا کو دیکھا گرچہ وہ اپنے گناہوں کے ساتھ لائقِ جہنم ہی کیوں نہ ہو اُس کا جلتا ہوا آگ کو بچھونا پھولوں سے معمور، سرسبز فرحت بخش بن جائے گا۔

هین بحقیقت نگر، در شرفِ این بشر
از دلِ خود دور کن نقشِ خیالات را

(مولانا روم)

یعنی: خبردار! حقیقت کی طرف نظر کر۔ ایسے مردانِ الٰہی کی بزرگی کے بارے میں اپنے دل سے باطل خیالوں کے تصور کو مٹا دے۔

عشق و عاشق یکے ست ائے جان
تا ظن نبری کہ آں دو نیم ست

(مولانا روم)

یعنی: عشق اور عاشق ایک ہے۔ اے پیارے! اس میں دوئی کی گنجائش نہیں ہے۔
ہوشیار! کبھی گمان نہ کرنا کہ عشق دو حصے میں منقسم ہے۔ یکتائی اور دوئی تضادِ محض ہے۔

تو عشق را نا دیدہ، از عاشقان بشنیدہ
خاموش شو، افسوں مخواں، نہ جادوی نہ شعبدست

(مولانا روم)

یعنی: تم نے عشق کو دیکھا ہی کدھر ہے؟ عاشقوں کی داستان صرف سُنی ہی تو ہے۔ اس لیے تم کو خموشی لازم ہے۔ یہ عشقِ حق نہ جادو ہے نہ شعبدہ ہے۔ اسے جھاڑ پھونک اور منتر دور نہیں کر سکتا۔

روزی کہ مسافرانِ ارواح — بودند بروں زملك اشباح
خورشید و جود، پر تو انداخت — پُرشد همه جسمهاز ارواح

یعنی: ارواحِ عارفین کی روزی اس عالمِ اسفل کے باہر بے نظیر و بے شمار ہوتی ہے۔ جب خورشیدِ وجود یعنی ذاتِ واجب الوجود ان پر اپنا سایۂ تجلی ڈالتا ہے۔ تو ان کے اجسام

وابدان وارواح سے مل کر یکتائی حاصل کر کے نورِ مجسم واحد بن جاتے ہیں۔

چنیں دانا بدست اولیکن از عشق　　　کنوں واقف شود علمِ دروں را
درونِ خانۂ دلھا بہ بیند　　　ستونِ آسمانِ بے ستوں را

(مولانا روم)

یعنی: محبوبِ الٰہی عشقِ ربانی کی بدولت علمِ باطن سے اس قدر واقف ہوتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں کے بند کمروں کے اندر تک ان کی نظروں کی رسائی ہوتی ہے۔ اور بے ستون آسمان کے کھمبوں کو ان کی نظریں دریافت کرسکتی ہیں۔

به بیند روزِ محشر منکرِ حشر　　　صنا یعھائے آں ریب المنوں را
چو سر اندر کفن پیچیدۂ تو　　　کجا دانی رموز کاف ونوں را

(مولانا روم)

یعنی: منکرِ حشر وکرامتِ بشر، بروزِ محشر دیکھ لے گا کہ اُن کے کرتوت وتوہین کے بدلے قدرت نے کیسی کیسی سختیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ جب تم نے اپنے سر کو کفن کے اندر لپیٹ رکھا ہے پھر تم رازہائے کاف ونون یعنی ''کن فیکون'' کس طرح سمجھ پاؤ گے؟

بے پائے طواف آریم بے سر بسجود آئیم
چوں بے سروپا کرداو، این پا و سر مارا
فرمود کہ نور من مانندہ مصباح است
مشکوۃ و زجاجہ گفت سینہ و بصر مارا

(مولانا روم)

یعنی: ہم پاؤں بغیر طواف کریں گے اور بغیر سر کے سجدہ بجالائیں گے۔ جب اُس نے مجھ سر اور پاؤں رکھنے والے کو بے سروپا کر دیا ہے تو پھر کرنے کو اور کیا باقی رہ گیا ہے۔

قولِ ربّ الارباب ہے ''مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح ط المصباح فی زجاجۃ الایۃ'' کہ نورِ الٰہی کی مثال قلبِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قلوبِ عارفین ہیں۔ جو ایک

طاق ہے جس میں ایک چراغِ الٰہی ہے۔ جو چراغ ایک شیشے کی چمنی میں محفوظ ہے۔ لہٰذا بمطابق فرمانِ قادرِ مطلق اولیاء اللہ کے سینے اور آنکھیں قدرتی طور پر محفوظ شمعیں ہیں۔ (ان کی قربت وعقیدت سے لوگوں کے دلوں کے چراغ روشن ہوجاتے ہیں۔)

چو سر اندر کفن پیچیدۂ تو　　کجا دانی رموز کاف ونوں را
بجز شہ شمس تبریزی کہ داند　　رموزِ اعلم ولا یعلمون را

(مولانا روم)

یعنی: جب تم نے دنیا کی آلائشات کے اندر اپنی ذات کو گم کر رکھا ہے تو گویا تم جان بوجھ کر اپنے اندر زندگی رکھتے ہوئے سر کو کفن میں لپیٹ کر دوسروں کو مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہو۔ ایسی بے تکی حرکتوں سے پیدائشِ انس وجاں ''کن فیکون'' کے اسرار و نتائج کیسے اور کس طرح دریافت کر سکو گے۔

شیخ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پیر بے نظیر شیخ شمس تبریزی کے فیض یافتہ افراد کے علاوہ رمز ''اعلم ولا یعلمون'' کسے نصیب ہے۔ یعنی شیخِ کامل بغیر اسرارِ الٰہی کا حاصل کرنا اور فیوضاتِ باطنی سے سرفراز ہونا ناممکن کام ہے۔

جاں پرور ست قصّۂ اربابِ معرفت
رمزے برو بپرس وحدیثے بیابگو

(حافظ شیرازی)

یعنی: اربابِ معرفت کی داستان، روح میں نورانیت پھیلانے والی ہوتی ہے۔ لہٰذا اے صاحبِ ذوق! چلو اللہ والوں سے کچھ رمز پوچھیں اور آؤ ان کی کچھ باتیں کریں کیونکہ ''تنزل الرحمة عند ذکر الصالحین'' ہے۔ اللہ والوں کا تذکرہ جہاں ہوتا ہے وہاں نزولِ بارانِ رحمت یقیناً ہوتی ہے۔

درمیان پردۂ خون، عشق را گلزار ھا
عاشقان را با جمالِ عشق بیچوں کار ھا

عقل گوید شش جہت حدست، بیروں راہ نیست
عشق گویدراہ ہست و رفتہ ام من بارھا

(مولانا روم)

یعنی: خون وغم اور رنج وآلام کے بیچ، عشق ومحبت کے ان گنت باغیچے ہیں۔ عاشقوں کو یکتا و بے نظیر معشوق کے جمالِ عشق و انداز سے مطلب ہے۔ وہ لوگ جمالِ محبوب میں وارفتہ ہوکر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوجاتے ہیں۔

عقل کہتی ہے کہ اطراف کی چھ حدود ہیں۔ شمال، جنوب، مشرق، مغرب، تحت و فوق۔ اس حد کے باہر کچھ نہیں ہے۔ مگر عشق کہتا ہے کہ تمہاری عقلی راہوں کے علاوہ اور بھی راہیں موجود ہیں اور مَیں نے خود اُن راہوں میں بار ہا قدم اُٹھایا ہے اور خوش خرامیاں کر چکا ہوں۔

آں نفسے کہ باخودی، خود تو شکارِ پُشّہ
وآں نفسے کہ بیخودی، شیر شکار آیدت

(مولانا روم)

یعنی: جب تک تمہارا نفس خودی کا شکار رہے گا تو مچھر کے حملہ کو بھی روک نہ سکے گا۔ کیا نمرودِ مردود کا کام ایک مچھر نے تمام نہ کردیا تھا۔ مقام غور وفکر ہے۔

اور جب تم نفس سے بیگانے ہوکر خدا مست اور بے خود ہوجاؤ گے تو شیر ببر تمہاری غلامی کا شکار ہوجائے گا۔ (کیا تم نے نہیں سنا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیر کا کان پکڑ کر کچھ کہا۔ تو وہ شیر جنگل چھوڑ کر دوسرے صحرا کی طرف بے تحاشا بھاگ گیا۔)

باایں چنیں تابانیت، دانی چرا منکر شدند
کیں دولت و اقبال را، باشدازنشانِ ننگھا

(مولانا روم)

یعنی: اولیاء اللہ کی اس قدر شہرت، بزرگی اور تابانی کے باوجود، لوگ منکر کیوں نظر

آتے ہیں، جانتے ہو؟ جواب یہ ہے کہ سرخ روئی، کامیابی اور اقبال مندی کو ان کے ہاتھ میں ہونے سے بے حد شرم و حیا آتی ہے۔ خدا شناسی کی دولت سے ادنیٰ ذہنیت والے اشخاص متنفر ہیں۔ خدا تعالیٰ نے، خود ناشناس خلق کو خدا شناسی کی دولت سے محروم رکھا ہے کیونکہ خدا شناسی، اللہ پاک کے دوستوں کی قدر شناسی میں مضمر ہے۔

معذوردارم خلق را، گرمنکر نداز عشقِ ما
اولیك ایں معذور را، کے باشد اقبال وسنا

(مولانا روم)

یعنی: اگر لوگ، ہم سوختہ جگروں کی محبت وعقیدت سے انکار کریں گے تو ہم ان کو معذور سمجھتے ہیں اور کچھ بدگمانی ودل سوزی نہیں رکھتے۔ مگر افسوس! ان منکروں ومعذوروں کو اللہ جل جلالہٗ اقبالِ دنیا وعقبیٰ ورفعت وعلوِ آخرت عطا نہیں فرمائے۔

جملہ بے قراریت از طلب قرار تست طالبِ بیقرار شو، تاکہ قرار آیدت
عاشقِ جورِ یار شو، عاشق مهر یارنَے تاکه نگارِ ناز گر، عاشق زار آیدت

(مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی: تمہاری یہ تمام بیقراریاں، قرار کی طلب کی بدولت ہیں۔ تو بیقراری کو ڈھونڈنے نکلو۔ قرار خود بخود تمہاری آغوش میں ہوگا۔ جب تم عاشقِ صادق ہو تو محبوب کے ستمِ ناز وآزمائش کو طلب کرو۔ عاشقِ عارف، یار کی قربت نہیں چاہتا بلکہ زجرِ یار کا طالب ہوتا ہے۔ جب تم زجرِ یار کو رحم وکرمِ یار سمجھنے لگو گے تو وہ حسین نازنین تجھ پر جان نثار کرنے میں دریغ نہ فرمائے گا۔

دیرینہ راز داں ہوں لبہائے نازنین کا
مَیں خوب جانتا ہوں مطلب ''نہیں نہیں'' کا

○ عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی

اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ان للّٰہ فی الارض ثلثمأۃ قلو بھم علی قلب آدم علیہ السلام ولہ اربعون قلوبھم علی قلب موسیٰ علیہ السلام ولہ سبعۃ قلوبھم علی قلب ابراھیم علیہ السلام ولہ خمسۃ قلوبھم علی قلب جبرئیل علیہ السلام ولہ ثلاثۃ قلو بھم علی قلب میکائیل علیہ السلام ولہ واحد قلبہ علی قلب اسرافیل علیہ السلام فاذا مات الواحد ابدل اللّٰہ مکانہ من الثلاثۃ واذا مات من الثلاثۃ ابدل اللّٰہ مکانہ من الخمسۃ واذا مات من الخمسۃ ابدل للّٰہ مکانہ من السبعۃ واذا مات من السبعۃ ابدل اللّٰہ مکانہ من الاربعین واذا مات من الاربعین ابدل اللّٰہ الثلثمائۃ واذا مات من الثلثمائۃ ابدل اللّٰہ مکانہ من العامۃ ید فع اللّٰہ بھم البلاء عن ھذہ الامۃ.

قال الشیخ الامام عبداللّٰہ بن اسعد الیافعی رضی اللّٰہ عنہ " والواحد المذکور فی ھذا الحدیث ھو القطب وھو الغوث ومکانہ من الاولیاء کا لنقطۃ من الدائرۃ التی ھی مرکزھا بہ یقع صلاح العالم.

(نزھۃ الناظرین صفحہ ۴۳. ۴۲ و فتاویٰ حدیثیہ للشیخ ابن حجر الھیتمی المکیّ صفحہ ۲۳۶)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار کائنات ﷺ نے فرمایا کہ "بے شک زمین پر اللہ تعالیٰ کے خاص تین سو ایسے بندے ہیں جن کے دلوں کو قلب آدم علیہ السلام کے مطابق پیدا کیا گیا ہے۔ اور چالیس افراد کے قلوب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب کے مطابق ہیں اور سات اشخاص کے دلوں کو ابراہیم علیہ السلام کے قلب کی طرح پیدا کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پانچ ایسے بندے ہیں جن کے دلوں کو جبرئیل علیہ السلام کے قلب کی مانند ڈھالا گیا ہے پھر تین بندے ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب کے مطابق ہیں۔ اور صرف ایک بندہ ایسا ہے جس کا قلب اسرافیل علیہ السلام کے قلب کے موافق ہے۔

یہ ایک بندہ جو اسرافیلی قلب کا حامل ہے جب وہ گزر جاتا ہے تو اس کی جگہ میکائیلی قلب کے موافق تین بندوں میں سے ایک کو اللہ پاک منتخب فرماتا ہے۔ اگر تین والی جماعت سے کوئی گزر جائے تو اللہ پاک اس کی جگہ پانچ والی جماعت سے ایک کا انتخاب کرتا ہے۔ اگر پانچ والی جماعت سے کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کی جگہ سات والی جماعت سے کسی ایک کو چن لیا جاتا ہے۔ اگر سات والی جماعت میں سے کوئی فوت ہوجائے تو باری تعالیٰ چالیس والی جماعت میں سے ایک کو چن کر جگہ پوری فرما دیتا ہے۔ اگر چالیس والی جماعت میں سے کوئی چل بسے تو اس جگہ کو خالقِ دو عالم عام مسلمانوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر کے پُر کر دیتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان رجال اللہ کے وسیلے میں اس امت پر سے آفات و بلیات کو دور فرماتا ہے۔

شیخ امام عبداللہ بن اسعد یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں جو اکیلا اور تنہا بمطابق قلبِ اسرافیل علیہ السلام بیان کیا گیا ہے۔ وہ قطب ہے اور وہ ہی غوث ہے۔ اور اولیاء اللہ کے درمیان ان کی جگہ دائرے کے درمیان جیسے نقطے کی جگہ ہے۔ بالکل اسی طرح تمام اولیاء اللہ کا مرکز غوث کی ذات ہے۔ اور اسی قطب یا غوث کی وساطت سے دنیا کی اصلاح ہوتی رہتی ہے۔

مردِ خدا مست بود بے شراب   مرد خدا سیر بود بے کباب
مردِ خدا شاہ بود زیرہ دلق   مردِ خدا گنج بود در خراب
مردِ خدا بحر بود بیکراں   مردِ خدا قطرہ بود بے سحاب

(مولانا روم)

یعنی: یہ رجال اللہ بغیر شراب پیے ہر دم مست رہتے ہیں اور بغیر کباب کے آسودہ ہوتے ہیں۔

اللہ والے پھٹے اور موٹے کپڑوں کے اندر بادشاہ ہوتے ہیں یہ لوگ ویران

کھنڈروں میں انمول خزینے ہوتے ہیں۔

رجال اللہ بے کنارہ سمندر کی مانند ہوتے ہیں اور ان کا وجود بغیر بادل اور گھٹا کے سیراب کرنے والا قطرہ ہوتا ہے۔

دیدیم ز دور شمس دیں را — شاہ تبریز و فخر دیں را
آں چشم و چراغ آسماں را — آں زندہ کنندہ زمیں را

(مولانا روم)

یعنی: ہم حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ آفتابِ جہاں اور نورِ آسماں کو دور سے دیکھ پائے ہیں۔ ہم نے اُنھیں سرمایۂ دین و دنیا دیکھا اور اس زمین کو زندہ کرنے والا پایا۔

O در کتاب کشف المحجوب نوشته که خداوند سبحانه و تعالیٰ برهان نبوی را باقی گردانیده ست و اولیاء را سببِ اظهارِ آں کرده. تا پیوسته آیاتِ حق و حجّتِ صدق محمد صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ظاهر شده می باشد. ومر ایشاں را والیانِ عالم گردانیده از آسمان باراں ببرکت اقدام ایشاں بارد واز زمین نبات بصفائے احوالِ ایشاں روید و باکافراں، مسلماناں نصرت بهمّت ایشاں یابند وایشاں چهار هزار اند که مکتومان اندو مریکدیگر را نشناسد و جمالِ حالِ خود ندانند و اندر کل احوال از خودو خلق مستور باشند و اخبار بدیں وارد ست وسخن اولیاء بدیں ناطق.

امّا آنانکه اهلِ حل و عقد اندوسرهنگان در گاهِ حق اندسی صداند که مرایشاں را اخیار خوانند وچهل دیگر ازیشان را ابدال خوانند وهفت دیگر از ایشاں را. ابرار خوانند و چهار دیگر اندکه ایشاں را اوتاد خوانند وسه دیگر اند که ایشاں را اتقیا خوانند ویکے

دیگر که ویرا قطب خوانند و غوث خوانند واین جمله مریکد یگر را بشناسند واندر امور باذن یکد یگر محتاج باشند و بدیں اخبارِ نبوی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ناطق ست واهل حقیقت بر صحتِ ایں مجتمع اند۔ (نفحات الانس لملا عبدالرحمن جامی، صفحه ۱۴)

ترجمہ: کشف المحجوب میں مرقوم ہے کہ حق تعالیٰ نے نبوت کی دلیل کو زندہ اور باقی رکھا ہے اور اولیاء کو اس کے اظہار کا سبب بنایا ہے۔ تاکہ ہمیشہ اللہ پاک کی نشانیاں اور محمد عربی ﷺ کی سچائی کی دلیلیں قائم رہیں۔ اور ان اولیاء اللہ کو عالَم کا والی اور مربّی بنایا ہے۔ آسمان سے بارش ان کے قدموں کی برکت سے برستی ہے۔ زمین سے سبزہ ونباتات ان کی حالتوں کی صفائی کی زرخیزی سے اُگتی ہیں اور اُن ہی کی ہمت وتصرف سے کافروں پر مسلمان فتح پاتے ہیں۔ ایسے اولیاء کرام چار ہزار ہیں جن کو ''مکتومان'' کہتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور اپنی حالت کے جمال وکمال کو دریافت نہیں کر سکتے۔ اور ہر حالت میں وہ خود اپنے سے اور مخلوق سے چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس بارے میں حدیث شریف اور اقوالِ اولیاء موجود ہیں۔

لیکن جو ہستیاں ''اہلِ حل وعقد'' ہیں اور دربارِ الٰہی کے ''داروغہ'' ہیں ان کی تعداد صرف تین سو ہے جنہیں ''اخیار'' کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور ایک جماعت چالیس پر مشتمل ہے جنہیں ''ابدال'' کہتے ہیں۔ پھر اور سات ہیں جنہیں ''ابرار'' کہتے ہیں۔ اور چار افراد ایسے ہیں جنہیں ''اوتاد'' کہتے ہیں۔ پھر تین نفر ہیں جن کو ''اتقیا'' کہتے ہیں۔ اور ایک تن تنہا ایسا ہے جو سب کا حاکم وسردار ہے اس کو ''قطب یا غوث'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

یہ سب کے سب ایک دوسرے کو جانتے، پہچانتے ہیں اور اہم کاموں میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں۔ اخبارِ نبوی ﷺ اس بارے میں ناطق اور اہلِ حقیقت کا اس قول کی صحت پر اجماع ہے۔ (نفحات الانس عبدالرحمٰن جامی، صفحہ ۱۴)

مستانِ خدا گرچه هزار ندیکے اند
وآں مستِ هو اگرچه یکانست دو کانست

(مولانا روم)

یعنی: رجال اللہ اور عاشقانِ الٰہی گرچہ ہزار ہیں لیکن خوبؤ میں سب یکساں ہیں اور خواہش کے غلام اگرچہ ایک قسم کے دکھائی دیتے ہیں لیکن مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔

من از برائے مصلحت در حبسِ دنیا مانده ام
من از کجا، سجن از کجا، مالِ کرا دز دیده ام
در دیده یارم در آ درچشمِ اوبنگر مرا
زیرا بروں از دیدها، منزلگھی بگزیده ام
تو مستی وبامئے خوشی من مست بے مئی سرخوشم
تو عاشقی خنداں لبی، من بے دهن خندیده ام

(مولانا روم)

یعنی: سمجھ لے کہ مَیں کسی مصلحت کی بنا پر دنیا کے قید خانے میں زندگی بسر کر رہا ہوں ورنہ میں کہاں اور قید خانہ کہاں؟ مَیں نے کس کا مال چوری کیا ہے؟ یعنی اللہ والے، اللہ کے بندوں کی بھلائی کے لیے دنیا میں مصائب بھری زندگی گزارتے ہیں ورنہ ان کو دنیا سے کیا لینا اور کیا دینا ہے۔

میرے محبوب کی آنکھوں میں سما کر، اس کی آنکھوں میں مجھے دیکھو کیونکہ مَیں نے دنیا کی نظروں سے دور ایک اچھا ٹھکانہ اور جائے قرار پالیا ہے۔

تم دنیا کی لذتیں پاکر خوش اور مست ہو مگر مَیں بغیر لذتِ دنیا سرمست وخوش ہوں۔

تم ایسے عاشق ہے جو ہونٹوں سے ہنستا ہے اور میں بغیر لب ودہن ہنس رہا ہوں۔

خارم زتو گل گشته، واجزاء همه گل گشته
هم اوّلِ مارحمت، هم آخرِ ما رحمت

(مولانا روم)

یعنی: میرے نفس کا کانٹا، تیری بدولت پھول بن گیا ہے اور میرا ہر جز یکجا ہو کر کُل ہو گیا ہے۔ ہم خدامستوں کا اوّل بھی رحمت ہے، آخر بھی رحمت ہے۔ یعنی ہماری ابتدا وانتہا تیری رحمت میں مستغرق ہے۔

آں چشم و چراغ آسماں را | آں زندہ کنندۂ زمیں را
در دامن اوست عین مقصود | برما بفشانہ آستیں را

(مولانا روم)

یعنی: رجال اللہ آسمانِ قدرت کے چشم و چراغ ہیں۔ یہ ہستیاں، زمین میں بہار آفرینی کا سبب ہیں۔ آفات ومصائب انھیں دیکھ کر بھاگتے ہیں۔

مخلوقِ الٰہی کے مطالب و مقاصد کا سرچشمہ، ان کے دامنِ عاطفت میں پوشیدہ ہے۔ یہ مبارک افراد اپنے آستینِ کرم سے بارانِ رحمت کے قطرے ہم پر چھڑکتے ہیں۔

بخاك پر تو اوبیں، نبات رویندہ
بآب جلوۂ اوبیں، کہ داد نشوونما
بعین و شین وبقاف، اروقوف یافتہ
حیاتِ لم یزلی یافتی بروں زفنا

(مولانا روم)

یعنی: اہل اللہ کے وجود کی بدولت اوران کے سایۂ فگنی کی وساطت سے، سبزیات و نباتات کو مٹی سے نکلتے دیکھ لو۔ ان کے فیوضات کی فراوانی کو بارانِ رحمت کی فزودنی اور پیداوار کی کثرت و بہتات میں ملاحظہ کرو۔

اگر عشقِ الٰہی کے حروف ''عین شین اور قاف'' کے رموز واسرار سے واقفیت حاصل کرلوگے تو تمہارے لیے فنا سے بعید، حیاتِ لم یزلی کے حصول میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔

از "سقاھم ربھم" بین جملۂ ابرار مست
و زشرابِ لایزالی ھفت وپنج و چار مست

(مولانا روم)

یعنی: کلامِ الٰہی ''وسقاھم ربھم'' اُن کو خود خدا نے شرابِ محبت سے سیراب فرمایا۔ اور دیکھ اس بشارت پر تمام ابرار و اخیار و اوتاد مست ہیں۔

اس شرابِ لایزالی سے سات ابرار، پانچ اخیار اور چار اوتار سب کے سب مست و سرشار ہیں۔

تن چو سایہ بر زمیں و جانِ پاك عاشقاں
در بهشت عدن تجری تحتها الانهار مست

یعنی: عاشقوں، عارفوں کے اجسام زمین پر سایے کی مانند ہیں لیکن ان کی پاک روحیں جنتِ عدن میں جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، مست و بے خود ہیں۔

صدّیق با محمد ﷺ بر چهارم آسمان ست
گر جنتها بظاهر در غار می نماید

یعنی: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، محمد ﷺ کے ساتھ بوقتِ ہجرت بظاہر غارِ ثور میں دکھائی دیتے ہیں لیکن درحقیقت دونوں چوتھے آسمان پر محفوظ مقیم تھے۔

آں کس که به تیغِ عشق، شدمرده بشد زنده
آں مرده دلِ زنده، جاوید همی باشد
شادئ وصالِ جاں، روزی رسداز جاناں
آں را که درونِ دل، از عشق غمی باشد

(مولانا روم)

یعنی: محبت کی تلوار سے قتل ہونے والا دیکھنے میں مردہ مگر بباطن زندہ ہوتا ہے۔ اُس زندہ دل مُردے کے لیے زندگیِ جاوید بطور ہدیہ پیش ہوتی ہے۔ وہ زندہ جاوید ہو کر لذتِ وصالِ محبوب کے سرور میں مستغرق ہوتا ہے اور اس کی جگر سوزی اور غمِ محبت کی خاطر داری کے لیے جاناں کی طرف سے رزق ناممکن الحصر والبیان پہنچتا رہتا ہے۔

هر کـه عـقـد و حـل احوالِ دل خویش بدید
بـنـدِ هستی بشکـت او وزپیـونـد گـذشـت

(مولانا روم)

یعنی: جو ہستیاں اہلِ حل وعقد وسر ہنگانِ درگاہِ حق ہیں وہ اپنے دل کی حالتوں کو خوب پہچانے ہوئے ہوتی ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی ہستی کی قید کو توڑ دیا ہے اور پھر ہستی کی وابستگی و پیوند سے بہت دور نکل گئے ہیں۔

O وفی صحیح مسلم وغیره عن صهیب رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم قال کان ملک من الملوک وکان لذلک الملک کاهن یکهن له و فی روایة ساحر فقال الساحر انی قد کبرت و أخاف ان أموت فینقطع عنکم علمی ولا یکون فیکم من یعلمه فانظروا لی غلاما فیهما او قال فطنا لقنا فأعلمه علمی هذا فنظروا له غلاما علی ما وصف وأمروه ان یحضر ذلک الساحرو ان یختلف الیه فجعل یختلف الیه وکان علی طریق الغلام راهب فی صومعة قال معمر أحسب ان اصحاب الصوامع یومئذ کانوا مسلمین فجعل الغلام یمکث عندالراهب ویبطئ علی الساحر فارسل الی اهل الغلام انه لا یکاد یحضرنی فاخبر الغلام الراهب بذلک فقال له الراهب اذا خشیت الساحر فقل حبسنی اهلی و اذا خشیت أهلک فقل حبسنی الساحر فبینما الغلام علی ذلک اذأتی علی دابة عظیمة وقد حبست الناس فقال الیوم یبین أمر الراهب من أمر الساحر فاخذ حجرا وقال اللهم ان کان أمر الراهب أحب الیک من امر الساحر فاقتل هذه الدابة ثم رمٰی بالحجر فقتلهما فقال الناس من قتلها؟ فقالوا الغلاما ففزع الناس وقالوا لقد علم هذا الغلام علما لم یعلمه احد

قال فسميع به اعمى كان جليسا للملک فقال له ان رددت اليّ بصرى فلک كذا وكذا فقال له لا أريد منک شيئاً ولكن أرايت ان رجع اليک بصرک أتومن بالذى ردّه ؟ قال نعم ! فدعا اللّٰه تعالیٰ فرّد عليه بصره فآمن الا عمیٰ وانه جاء الى الملک بعد ما شفى فجلس معه كما كان يجلس فقال له "من ردّ عليک بصرک؟" قال "ربّى" قال "وهل لک ربّ غيرى؟" قال "اللّٰه ربّى وربّک" فامر بالمنشار فوضع على رأسه حتى وقع شقاه وفى رواية الترمذى ان تلک الدابة كانت أسدا وان الغلام لما قتلها أخبر الراهب فقال له ان لک لشأنا وانک تبتلى فلا تدل عليّ " وان الملک بلغه أمرهم فبعث اليهم فأتى بهم اليه فقال لاقتلنّ كل واحد منكم قتلة لا أقتل بها صاحبه ثم أمر بالراهب وبالرجل الذى كان اعمٰى فوضع المنشار على مفرق كل واحد منهما فقتله ثم قتل المقعد بقتلة اخریٰ ثم أمر بالغلام فقال انطلقوا به الى جبل كذا واكذا فالقوه من رأسه فانطلقوا به الى ذلک الجبل فلما انتهوا به الى ذلک المكان الذى ارادوا ان يلقوه منه قال الغلام " اللّٰهم اكفنيهم بما شئت" فجعلوا يتها فتون من ذلک الجبل و يتردون منه حتى لم يبقى منهم الّا الغلام قال فرجع الغلام يمشى حتى أتى الملک فقال له مافعل اصحابک؟ قال "كفانيهم ربّى بما شاء" فامر الملک ان ينظلقو ابه الى البحر فيلقوه فيه فانطلقوابه الى البحر فقال الغلام " اللّٰهم اكفنيهم بما شئت " فاغرق اللّٰه عزوجل الذين كانوا معه و أنجاه فاقبل الغلام يمشى على وجه الماء حتى اتى الملک فتحير الملک فى نفسه فقال له الغلام "أتريدان تقتلنى ؟ " قال نعم ! قال انک لا تقدر على ذلک حتى تصلبنى و ترمينى بسهم من كنانتى وتقول " بسم اللّٰه رب هذا الغلام" بعد ان تجمع الناس فى صعيد واحد قال فجمع الملک الناس

فی صعید واحد وامر بالغلام ان يصلب فلصب و أخذ الملک سهما من كنانة الغلام. وقال "بسم اللّٰه رب هذاالغلام" ورماه فوقع السهم فی صدغه فقتله ووضع الغلام يده علی صدغه. فقال الناس " آمنّا بربّ هذا الغلام" فقيل للملک انک جزعت حين خالفک فهدا الغلام کلهم قد خالفوک فأمر بالاخدود فخد اخدود اثم القی فيه الحطب والنار ثم جمع الناس وقال لهم "من رجع عن دينه ترکناه ومن لم يرجع ألقيناه فی هذه النار" فجعل يلقيهم فی ذلک الاخدود فذلک قوله تعالیٰ " قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود" زاد مسلم فأتی بامرأة لتلقی فی النار و معها صبی رضيع فجزعت فقال لها الغلام "يا امّاه لاتجزعی فانک علی الحق قال الترمذی وان الغلام أخرج فی زمان عمر رضی اللّٰه عنه ويده علی صدغه کما وضعها حين قتل.

ان رجل من اهل نجران حفر خربة فی زمن عمر رضی اللّٰه عنه فی بعض حاجته. فوجده تحت الردم قاعدا واضعا يده علی ضربه فی صدغه و فی يده خاتم مکتوب عليه" ربّی اللّٰه" فکتبوا بذلک الی عمر رضی اللّٰه عنه فکتب اليهم أن أقروه علی حاله ففعلوا. قال السهيل رضی اللّٰه عنه و يصدقه قوله عزوجل "ولا تحسبّن الذين قتلوا فی سبيل اللّٰه امواتا الاية."

(حيوة الحيوان الکبریٰ، للشيخ کمال الدين الدميری رحمة اللّٰه عليه، ج ١ ، صفحه ٢٦٦)

ترجمہ: صحیح مسلم شریف وغیرہ میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بادشاہوں میں سے ایک ایسا بادشاہ ماضیِ بعید میں تھا جو ایک قابل نجومی یا جادوگر رکھتا تھا جو اس کو پیشگی خطرات سے مطلع کرتا رہتا تھا۔ ایک دن اس جادوگر نے کہا کہ میری کافی عمر ہوگئی ہے ڈرتا ہوں کہ میری موت کے بعد میرا علم تم لوگوں

سے منقطع ہو جائے گا اور یہ علم جاننے والا کوئی دوسرا تمہارے پاس موجود نہ ہوگا لہٰذا میرے لیے ایک ایسا ہونہار لڑکا تلاش کرو جو ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیم کا مشتاق بھی ہوتا کہ مَیں اس کو اپنا تمام علم سکھا جاؤں۔ بحکم بادشاہ لوگ اس طرح کا ایک لڑکا ڈھونڈھ لائے۔ بادشاہ نے لڑکے کو حکم دیا کہ صبح وشام اس ساحر کے پاس حصول علم کے لیے آتا جاتا رہے۔ اس دن سے لیکر وہ لڑکا جادوگر کے پاس آتا جاتا اور علم سحر سیکھتا رہا۔ لڑکے کے آنے جانے کے راستے میں ایک عبادت گذار زاہد شخص کا صومعہ تھا۔ حضرت معمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہلِ صوامع مسلم وموحد ہوتے تھے۔ لڑکا آنے جانے میں کچھ زیادہ وقت راہب کے پاس ٹھہر جاتا تھا۔ اور ساحر کے پاس پہنچنے میں دیر لگ جاتی تھی۔ ساحر نے اس بات کی شکایت لڑکے کے گھر والوں سے کی اس پر لڑکے کو تنبیہ کی گئی۔ لڑکے نے اس ماجرے کی خبر راہب کو دی۔ راہب کہنے لگا کہ جب تم کو ساحر سے خوف ہو تو کہہ دینا کے گھر کے کام کاج میں دیر ہوگئی۔ اگر گھر والوں سے ڈر ہو تو کہہ دینا کہ جادوگر نے روک رکھا تھا۔ اس حالت میں دن گزرتے گئے کہ اچانک ایک دن راستے میں ایک شیر آ کھڑا ہوا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کی آمد ورفت میں سخت رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ لڑکے کے دل میں آیا کہ ''راہب اور ساحر کو آزمانے کا ایک اچھا موقع ہے۔ آج دیکھ لوں گا کہ کون حق پر ہے؟'' یہ سوچ کر لڑکے نے ایک پتھر اٹھایا اور بولا ''اے اللہ اگر راہب کا طریقہ ساحر کے چلن سے تجھے زیادہ پسند ہے تو اس شیر کو مار ڈال'' یہ کہہ کر پتھر پھینکا اور شیر مر گیا۔ لوگ پوچھنے لگے کہ شیر کو کس نے مارا ہے؟ دیکھنے والوں نے بتایا کہ اس لڑکے نے۔ سب لوگ گھبرا کر کہنے لگے کہ اس لڑکے نے ایسا علم سیکھ لیا ہے کہ کسی نے آج تک نہ سیکھا ہوگا۔

راوی کہتے ہیں اس بات کو ایک نابینا نے سن لیا جو بادشاہ کا دوست اور ہم نشیں تھا۔ نابینا نے لڑکے سے آ کر کہا کہ اگر تم میری بصارت واپس لوٹا دوگے تو تم کو اتنا اتنا انعام دوں گا۔ لڑکے نے کہا کہ میں آپ سے کچھ نہیں چاہتا۔ لیکن کیا آپ پسند کریں گے کہ اگر آپ کی بصارت واپس مل جائے تو بصارت بخشنے والے پر ایمان لے آئیں؟ نابینا نے

کہا ہاں ضرور! اس وعدے پر لڑکے نے اللہ جل شانہ سے سوال کیا۔ اسی وقت اندھا بینا ہوگیا اور حسبِ وعدہ ایمان لے آیا۔ اس کی آنکھ اچھی ہوجانے کے بعد جب وہ بادشاہ کے پاس آ کر ہمیشہ کی طرح بیٹھا۔ تو بادشاہ پوچھنے لگا کہ تمہاری بینائی تم کو واپس کس نے لوٹا دی؟'' اس شخص نے جواب دیا ''میرے رب نے'' بادشاہ نے کہا ''کیا میرے علاوہ تیرے پاس کوئی دوسرا رب بھی ہے؟ اُس شخص نے کہا ''اللہ میرا اور تیرا دونوں کا رب ہے'' بادشاہ نے جلاد کو بلوا کر آرے سے اس کو دو حصوں میں چیروا ڈالا۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ وہ جانور شیر تھا اور جب لڑکے نے شیر کو مار ڈالنے کی پوری کیفیت راہب سے جا کر کہی تو راہب کہنے لگا ''لڑکے تمہارے لیے ایک بڑی شان اور عظیم رتبہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ تمہیں مصائب وبلیات سے آزمایا جائے گا۔ بوقتِ آزمائش میرا نام نہ بتلانا، میری نشاندہی نہ کرنا''۔

جب بادشاہ کے پاس لڑکے، نابینا اور راہب تینوں کی حقیقی خبر پہنچی تو بادشاہ نے تینوں کو پکڑ لانے کا حکم صادر کیا۔ جب حاضر کیے گئے بادشاہ کہنے لگا کہ میں تینوں کو الگ الگ قسم کی موت سے ماروں گا۔ پہلے راہب پھر نابینا کو، ایک کو کھڑے اور دوسرے کو بیٹھی ہوئی حالت میں سر پر سے آرا چیروا ڈالا۔ آخر میں لڑکے کی باری آئی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لیجاؤ اور وہاں سے گرا کر مار ڈالو۔ لشکر نے لڑکے کو لے کر اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر جب گرانے کا ارادہ کیا تو لڑکے نے کہا ''اے اللہ اپنی مرضی کے موافق ان سب کا خاتمہ کردے'' یہ کہنا ہی تھا کہ وہ سب لشکر درخت کے پتوں کی مانند پہاڑ سے نیچے لڑھکتے ہوئے گر کر مر گئے۔ لڑکا صحیح وسالم بادشاہ کے سامنے پہنچا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تمہارے ساتھیوں کی کیا خبر ہے؟ جواب دیا کہ ''میرے رب نے جیسا چاہا ویسا سب کا خاتمہ کردیا'' بادشاہ نے دوبارہ حکم جاری کیا کہ اس کو لے کر بیچ سمندر پہنچاؤ اور وہاں اس کو ڈوبا کر چلے آؤ۔ جب لوگ اس کو لے کر بیچ سمندر پہنچے تو لڑکے نے اپنے رب سے سوال کیا ''اے اللہ تیری پسند کے مطابق ان سب کا خاتمہ کردے'' یہ کہتے ہی پوری کشتی الٹ گئی

لڑکے کے علاوہ باقی سب کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا۔

لڑکا پانی کی سطح پر چلتا ہوا پھر بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔ بادشاہ اسے دیکھ کر متحیر ہو گیا۔ لڑکے نے بادشاہ سے کہا ''کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں؟'' بادشاہ بولا کہ ہاں! لڑکے نے جواب دیا ''آپ میں مجھے مار ڈالنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہاں! اس وقت مجھے آپ قتل کر سکیں گے جب ایک کشادہ میدان میں، عام انسان کو جمع کر کے، مجھے سولی پر چڑھا کر، میرے ترکش سے ایک تیر لے کر یہ کہتے ہوئے پھینکیں گے کہ ''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا ربّ ہے۔'' تب مجھے موت آئے گی۔

بادشاہ نے ایک وسیع میدان میں لوگوں کو اکٹھا کیا۔ لڑکے کو سولی پر چڑھانے کا حکم صادر کیا۔ بادشاہ نے لڑکے کے ترکش سے ایک تیر لے کر بولا ''شروع کرتا ہوں ہوں اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے'' پھر تیر پھینکا۔ لڑکے کی کنپٹی پر تیر آ کے لگا۔ لڑکے نے اپنی کنپٹی پر ہاتھ رکھ دیا اور جان دے دی۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
موت کیا آ کے فقیرون سے تجھے لینا ہے
موت سے پہلے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

مجمع کے تمام لوگ چلاّ اُٹھے کہ ''ہم اس لڑکے کے ربّ پر ایمان لے آئے'' بادشاہ سے ایک ہم جلیس نے کہا کہ ''تین کی مخالفت پر آپ اتنا ناراض ہوئے، اب کیا کرو گے کہ پورا عالم آپ کی مخالفت کر رہا ہے۔

بادشاہ نے ایک لمبا، گہرا غار کھودنے کا حکم دیا۔ غار کھودا گیا اس میں بے شمار لکڑیاں ڈال کر آگ لگائی گئی۔ بادشاہ لوگوں سے مخاطب ہوا کہ کہ جو اس لڑکے کے دین سے پلٹ آئے گا میں اسے چھوڑ دوں گا۔ اور جو رجوع نہیں کرے گا اُسے اِس آگ میں بھسم کر ڈالوں گا۔ کسی نے بھی بادشاہ کی بات پر دھیان نہیں دیا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مزید تحریر کیا ہے کہ بادشاہ نے ایک ایماندار عورت جس کے پاس ایک دودھ پیتا بچہ بھی تھا کو پکڑا، پہلے بچے کو گود سے چھین کر آگ میں ڈال دیا۔ ماں نے بڑی بےقراری اور رونا دھونا شروع کر دیا۔ تو اس بچے نے غار کی بھڑکتی ہوئی آگ کے بیچ سے آواز دی کہ ''اے ماں آپ بےقرار مت ہوں کیونکہ آپ حق پر ہیں۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اہلِ نجران کے ایک شخص نے اپنی کسی ضرورت کی بنا پر ایک کھنڈر کو کھودا تو بوسیدہ دیوار کے نیچے اُس لڑکے کو بصورت وقتِ قتل اپنی کنپٹی کی مار پر ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھا پایا۔ اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر ''ربّی اللّٰہ'' لکھا ہوا تھا۔

اس ماجرے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تحریری طور پر پیش کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط کے ذریعے حکم صادر فرمایا کہ اس کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑ دو اور عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق عمل کیا گیا۔

شیخ سہیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ قرآن مجید کی اس آیت شریفہ کی تصدیق کرتا ہے۔'' ولا تحسبّن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً' الآیۃ

نوٹ: اُس لڑکے نے بار بار بدقسمت بادشاہ کے مقابل آ کر یوں صدا لگائی:

بـاز آمـدم بـاز آمـدم، تـا وقـت را میموں کنم
بـاز آمـدم بـاز آمـدم، تـا دردِ عشـق افزوں کنم
بـاز آمـدم بـاز آمـدم، تـا دل بـرآں دلبـر نهم
و زهـر چـه جـز دلبر بود، از شهرِ دل بیروں کنم
بـاز آمـدم بـاز آمـدم، دل دادۂ شـوریـده
خـود را مـگـر لیـلیٰ کـنـاں، در عشق او مجنوں کنم

یعنی: پھر لوٹ کر آیا ہوں تیرے مقابل تاکہ زمانے اور تیری حیات کو برکت بخشوں اور عشقِ معبودِ برحق کی سوزش و خواہش تیرے اندر زیادہ سے زیادہ پیدا کروں۔

تیرا مظلوم ظلم سہنے پھر سامنے حاضر ہوا تا کہ ربِّ اکبر کی نشاندہی کرسکوں اور تیرے دل کے شہر سے جھوٹا دعویٔ خدائی کو باہر نکال پھینکوں۔

پھر لوٹ آیا ہوں تا کہ آخری بار خود اپنی ذات کو لیلیٰ بنا کر، معبودِ برحق کی محبت میں تم سب کو دیوانۂ شوریدہ و مجنونِ دل گرفتہ بنا کر چھوڑوں۔

☆ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس واقعے کو مثنوی شریف میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

يك زنے باطفل آورد آں جهود	پیش آں بُت، آتش اندر شعله بود
گفت اے زن پیش ایں بت سجده کن	ورنه در آتش بسوزی بے سخن
بود آں زن پاك دین و مؤمنه	سجدۂ آں بُت نکرد آں موقنه
طفل ازو بستید در آتش فگند	زن بترسید دل از ایمان بکند
خواست تا زن سجده آرد پیش بُت	بانگ زد آں طفل کانی لم اُمت
اندر آمادر که من اینجا خوشم	گرچه در صورت میانِ آتشم
اندر آ اسرار ابراهیم بیں	کو در آتش یافت سُرور ویاسمین
قدرت آں سگ بدیدی اندر آ	تابه بینی قدرت و لطفِ خدا
مادرش انداخت خود را اندرو	دست کو بگرفت طفل مهر خو
مادرش هم زاں نسق گفتن گرفت	دُرِّ وصفِ لطفِ حق سفتن گرفت
خلق خود را بعد ازاں بے خویشتن	می فگندند اندر آتش مرد و زن

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں یوں رقم طراز ہیں:

وہ خدائی کا دعویٰ کرنے والا نافرمان، ظالم بادشاہ ایک عورت کو اس کے شیر خوار بچے کے ساتھ پکڑ لایا۔ اُس بادشاہ نے آگ کی خندق کے قریب اپنا ایک مجسمہ بھی بنا رکھا تھا۔ بادشاہ نے اس عورت سے کہا کہ "میری مورت کے سامنے سجدہ کر ورنہ اس آگ میں بے دھڑک تجھے جلا دیا جائے گا۔ چونکہ وہ عورت ایمان والی اور پاک دین کی حامل تھی اس لیے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ظالم بادشاہ نے اس کی گود سے بچے کو چھین کر آگ میں ڈال

دیا۔ نازک دل عورت بہت ڈری گھبرائی اور اس کا ایمان ڈگمگانے لگا۔ جب اس عورت نے دل ہی دل میں اس مورت کو ایک سجدہ کر کے جان بچا لینے کا ارادہ کیا۔ اسی وقت آگ میں گرے ہوئے بچے نے آتشِ خندق سے صدا دی کہ ''اے ماں! مَیں مرا نہیں ہوں۔ اماں! مَیں یہاں بیحد خوش ہوں۔ تو بھی میری طرح اندر آ جا کیونکہ یہ صورت میں تو آگ ہے لیکن حقیقت میں بحکم قادرِ مطلق اس کی تاثیر بدل گئی ہے۔ اے ماں! اندر آ جاؤ تا کہ ابراہیم علیہ السلام کی سرگذشت سے روشناس ہوسکو۔ جس نے نمرود کی آگ کے اندر پھولوں بھرا باغ پایا تھا۔ اماں! اس کُتّے کی طاقت تو تم نے دیکھ لی۔ اب ذرا اندر آ جاؤ اور لطف وقدرتِ ربانی کا بھی مشاہدہ کرلو۔'' بچے کی یہ بات سن کر ماں نے ازخود رفتہ ہوکر اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا اور اس معصوم بچے نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے ماں کو سنبھال لیا۔ بچے کی ماں آگ میں گرنے کے بعد آواز دینے لگی کہ اے لوگو! یہ بالکل خوف کا مقام نہیں اور قطار در قطار کودتے چلے آؤ۔ کیونکہ یہ آگ بعینہٖ آتشِ نمرود جیسی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کے لیے گل وگلزار سے بہتر سامان مہیا ہیں۔ لوگ اس عورت کی صدا سن کر جوق در جوق بھڑکتی ہوئی آگ میں کود گئے اور بادشاہ کا کیا کرایا سارا تماشا بگڑ گیا۔

سیمرغ دلِ عاشق در دام کجا گنجد   پروازِ چنیں مرغے از کون بروں باشد

تو وقف کنی خودار، بر گوریکے مردہ   من وقف کسے باشم کو جان جهاں دارد

اے کوزہ گر صورت مفروش مرا کوزہ   کوزہ چه کند آنکس کو جوی رواں دارد

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: اہل اللہ کا دل سیمرغ کی مانند ہے۔ موت اور فنا کے جال میں اس کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ سیمرغ یعنی عاشقِ الٰہی کی پرواز جہانِ فانی کی فضا سے بالاتر اور بہت دور ہوتی ہے۔

اے دنیا دار! تو بصورتِ لاش خود کو قبر میں وقف کر دیتا ہے۔ اور ہم عاشقِ الٰہی اپنے کو اُس ذات پر وقف کر دیتے ہیں جو مالکِ کون ومکان اور قادرِ ہر دو جہاں ہے۔

اے ظاہری کوزہ بنانے والے! مجھے کوزہ مت بیچ۔ مجھے کوزے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ وہ شخص کوزہ کیا کرے گا جو بہتا ہوا دریا ساتھ رکھتا ہے۔

لہٰذا اہل اللہ کو خود جیسا سمجھنے والا حقیقت سے سراسر نابلد ہوتا ہے۔

استیزه مکن مملکتِ عشق طلب کن — کیں مملکتت از ملك الموت رهاند
کنارے ندارد بیابانِ ما — قرارے ندارد دل و جانِ ما
چو برره به بینی بریده سرے — که غلطاں شود سوئے میدانِ ما
از و پرُس ازو پرُس اسرارِ ما — که او داند سرِّ پنهانِ ما
چه دانم چه گویم که ایں داستاں — بروں ست از حدّ امکانِ ما

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: لڑائی جھگڑا مت کر، محبت الٰہی کی سلطنت ڈھونڈھ۔ کیونکہ وہ بادشاہی تجھ کو ملک الموت سے بے پرواہ کردے گی۔

ہم عاشقوں، دیوانوں کے صحرا کا حدودِ اربعہ نہیں ہے۔ اور ہمارے دل و جان میں بغیر محبوب کے قرار و سکون کا نام نہیں ہے۔ جب تم راہ میں کسی کٹے ہوئے سر کو، جس نے پہلے ہی سجدے میں اپنا سر کاٹ کر محبوب کے سامنے پیش کر دیا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا، ہمارے میدانِ عشق کی طرف لڑھکتے ہوئے آتے دیکھو تو اس سے ہمارے اسرار کو پوچھو کیونکہ ہمارے پوشیدہ بھید کو وہی جانتا ہے۔ مَیں داستانِ عشق جانتا بھی کیا ہوں اور کہوں بھی کیا؟ کیونکہ یہ داستان کا بیان امکان کی حد سے خارج ہے۔

راست شودر راهِ ما، ایں مکر را یکسو بنه
زانکه ایں میدانِ ما، جولاں گاهِ مکّار نیست

(مولانا روم)

یعنی: راہِ خدا و طریقِ معرفتِ الٰہی میں راست بازی و اخلاص سے کام لو۔ دغا و فریب اور مکر و ہنر کو دور پھینک دو کیونکہ یہ میدانِ حق شناسی و خود شناسی ہے۔ اسے مکاروں

اور خود بینوں کے ٹہلنے کی ٹھنڈی سڑک مت سمجھو۔

صوفیانِ عشق را خود خانقاھے دیگرست
جانِ ھر ناکس در آں جا کاشفِ اسرار نیست

(مولانا روم)

یعنی: عشقِ حیّ و قیوم کے صوفیوں کی خاص خانقاہ دوسری قسم کی ہوتی ہے۔ جہاں ہر کس و ناکس کی روح پر اَسرار و رموزِ الٰہی کا باب نہیں کھلتا۔ اسرارِ غیب خانقاہِ بے عیب میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

حالھائے کاملاں کاں، از ورائے قالھاست
شرمسار از فرّ و تاب آں نوادر قالھا

(مولانا روم)

یعنی: کاملوں کے احوال لوگوں کی فہم سے بالاتر ہیں اس لیے لوگ ان کے بارے میں صحیح رائے نہیں دے سکتے۔ ان حالتوں کے نوادر کی شان وشوکت سے اقوالِ عالمیاں نادم وشرمسار ہیں۔

شود خراب بسیط زمیں زخیل فتن
اگر نہ درپنۂ ایں بزرگوار بود

(امیر خسرو)

یعنی: یہ وسیع زمین فتنے کی فوجوں سے تباہ و برباد ہو جاتی اگر اہل اللہ کی پناہ ونگرانی سے محروم رہ جاتی۔ ان کی پناہ ونگہبانی نے اس جہاں کو آفات و بلیات کے سے محفوظ کر دیا۔

بہ تیغم گر زند دستش نگیرم
وگر تیرم زند منّت پذیرم

(حافظ شیرازی)

یعنی: محبوبِ من! اگر میری گردن پر تلوار مارے۔ ہر گز مَیں اس کا ہاتھ پکڑ کر نہیں

روکوں گا۔ اور اگر وہ تیر پھینکے تو اس تیر پھینکنے کا احسان مانوں گا۔

چو تیر انداخت آں غمزہ لطیفش
مدیحم کرد پنہاں مرکماں را

(مولانا روم)

یعنی: جب میرے محبوب کی طرف سے بہ ہزار ناز و انداز مجھ پر تیر پھینکا گیا مَیں اپنے قلب و جاں سے اس کی کمان کے تناؤ و مضبوطی پر مدح سرائی کرتا رہا اور ہزار جان سے بخوشی فدا ہو گیا۔

نظر لگے نہ کہیں ان کے دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں میرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

(غالبؔ)

مردِ حق بیں کہ بلا را از خدا می بیند
تیغ را بر سرِ خود بالِ ھُما می بیند

(کلیم)

یعنی: اہل اللہ مصیبتوں کو خدا کی طرف سے یقین کرتے ہیں۔ وہ لوگ آزمائش و ابتلا کی تلوار کو اپنے سروں کے لیے ہما پرندے کا پَر اور رحمتِ غیبی کا تحفہ سمجھتے ہیں۔

پس زبون وسوسہ باشی دلا　　گر طرب را باز دانی از بلا

(مثنوی)

یعنی: اے دل! اگر تو محبوب کی مصیبت و زبوں حالی کو مسرت و کامیابی نہیں مانتا تو سمجھ لے کہ تو وسوسۂ شیطانی میں پھنس کر تباہی و بدحالی کا شکار ہو گیا ہے۔

عاشق حیراں چہ میداند، عتاب و لطف چیست
میخورد چوں آب شیریں، ریگِ آب تلخ را

(صائب)

یعنی: عاشقِ سرگشتہ، محبوب کے عتاب و لطف میں تمیز کرنا نہیں جانتا۔ وہ ریگستان کے کھارے پانی کو آبِ زلال کی طرح پی کر سیرابی پر فخر و ناز کرتا ہے۔

یہ بلا ہرگز نہیں، یہ ناز ہے یہ بھی اک معشوق کا انداز ہے

هرگز چنیں سرے را، تیغ اجل نبرد
کیں سر ز سر بلندی، کرسی و عرش شاید
در عشق جوی مارا، در ما بجوی او را
گاهے منش ستایم، گه او مرا ستاید

(مولانا روم)

یعنی: عاشقِ الٰہی کے سر کو اجل کی تلوار ہرگز نہیں کاٹتی۔ کیونکہ ایسا سر اپنی سر بلندی کے باعث کرسی وعرش بن جاتا ہے۔ اس لیے تم اہل اللہ کو عشق و محبت کے اندر ڈھونڈ و اور اہل اللہ سے اللہ کو طلب کرو۔ کیونکہ ہمارے درمیان آشنائی و یاری اس درجے تک پہنچ گئی ہے کہ کبھی ہم ان کی مدح سرائی کرتے ہیں اور کبھی وہ ہماری تعریف وثنا کرتے ہیں۔

O "من انکر علی الصوفیة لا ینفع اللّٰه بعلمه"

ولقد اخبرنی شیخنا العارف العلّامة ابوالحسن البکری رحمة اللّٰه علیه عن الشیخ العلامة جمال الدین الصابی رحمة اللّٰه علیه من صریح لفظه وکان من اجل تلامذه شیخنا زکریا رحمة اللّٰه علیه انه کان ینکر علی الشرف ابن الفارض رضی اللّٰه عنه فرائی القیامة قد قامت وعلی کتفه خرج وهو فی غایة التعب به. ثم سمع قائلا یقول "أین جماعة ابن الفارض؟" قال، "فتقدمت لأدخل معهم" فقیل لی "لست منهم فارجع" فانتبهت وأنا فی غایة الخوف والاسف والحزن فتبت الی اللّٰه من الانکار علی ابن الفارض رضی اللّٰه عنه وخصلت عقدی مع اللّٰه واعتقدت فیه انه

من اولیاء اللّٰہ تعالیٰ فنمت فی مثل تلک اللیلة من السنة الثانیة، فرأیت ذلک المنام بعینه ثم سمعت القائل یقول "أین جماعة ابن الفارض رضی اللّٰہ عنه یدخلون الجنّة؟" فتقدمت معهم فقیل لی "أدخل الآن انت منهم".

(فتاویٰ حدیثیة للشیخ احمد شهاب الدین ابن حجر الهیتمی رحمة اللّٰہ علیه، صفحه ٣٩)

ترجمہ: ولیوں کا منکر اپنے علم کے فوائد سے عاری: ہمارے شیخ علامہ ابوالحسن البکری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ علامہ جمال الدین الصابی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے صریح الفاظ نقل فرماتے ہیں کہ علامہ جمال الدین الصابی کے شاگردوں میں سے ایک نہایت بلند پایہ شاگرد شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مگر وہ حضرت عمر بن الفارض رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور ولایت کا انکار کرتے تھے۔ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت کا دن ہے، ان کے کندھے پر ایک وزنی تھیلا ہے جس کی وجہ سے وہ بیحد تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہیں۔ اتنے میں کسی کو صدا دیتے ہوئے سنا کہ "ابن الفارض کی جماعت کہاں ہے؟ آؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔" شیخ زکریا کہتے ہیں کہ جب مَیں اُن کی جماعت کے ساتھ جنت میں داخل ہونے آگے بڑھا تو مجھے کہا گیا "تم ان کی جماعت میں سے نہیں ہو، واپس پلٹ جاؤ" خواب سے گھبرا کر مَیں جاگ اُٹھا۔ مجھے بے حد خوف، افسوس اور پریشانیوں نے گھیر لیا۔ دربارِ الٰہی میں حضرت ابن الفارض رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدگمانی پر نادم ہو کر مَیں نے توبہ کی۔ ان کے ساتھ عقیدت کے اعتراف کا عہد اللہ تعالیٰ کے سامنے کرلیا۔ اور یہ یقین کرلیا کہ حضرت ابن الفارض رضی اللہ عنہ ایک زبردست ولی اللہ ہیں۔ اس عہد واقرار کے پورے ایک سال بعد مَیں نے پھر وہی خواب دیکھا اور وہی آواز کان میں آئی کہ "ابن الفارض کی جماعت کہاں ہے؟ آؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ" یہ سُن کر مَیں آگے بڑھا تو اعلان کرنے والا فرشتہ مجھ سے کہنے لگا "اندر داخل ہو جاؤ۔ اب تم ان کی جماعت والوں میں سے ہو"۔

زاهـدا منكر مشو، ما را كه هست　　　سـرِّ مـادر هـر دو عـالـم باخدا
مـانـدهٔ در ظـلمت آبادِ خودی　　　نـورِ خـورشيـد از كجا تو از كجا

(مولانا روم)

یعنی: اے عابد و زاہد! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں عطا کی ہیں۔ اُن کے منکر مت بنو کیونکہ دنیا و عقبیٰ میں ہمارے راز خدا کے پاس ہیں۔ تو تکبر و خودی کے شہر "ظلمت آباد" کا باشندہ ہے۔ آفتاب کی روشنی کہاں اور تو کہاں؟ اندھیر نگری میں زندگی بسر کرنے والا خواب وخیال میں بھی روشنی کا احساس نہیں کرسکتا۔

هـر كـه گستـاخـی كـند اندر طـريق
گـردد انـدر وادئ حيـرت غـريـق

(مثنوی روم)

یعنی: جو شخص اس راہِ عشق ومحبتِ الٰہی میں گستاخی کرتا ہے وہ حیرت وافسوس کی وادی میں ڈوب جاتا ہے۔

اہلِ بیدار کے جب نام پکارے جائیں
تم نہ گھبرا کر سرِ حشر کہیں ہاں کہہ دینا

گـر طـفلِ شيرے پنجه زد، بر روئے دايه نـاگهاں
تـو دشـمـنِ خـود نيستی، بر رُخ منه تو پنجه را

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: اگر شیرخوار، نادان بچہ اچانک اپنی دایہ کے چہرے پر زور سے ہاتھ مار دے تو وہ درگزر کرتی ہے۔ کیونکہ وہ بچّہ ناسمجھ تھا، نیک وبد کی تمیز اس میں نہ تھی۔ لیکن تم جب سمجھ دار واقع ہوئے ہو تو اپنی جان کے دشمن نہ بنو اور اپنے منھ پر اپنا پنجہ مار کے زخمی نہ کرلو۔

نـگـاه دار ادب در طـريق عشق و نيـاز
كـه گـفتـه انـد طـريـقـت تمام آداب ست

یعنی: عشقِ الٰہی کی راہ میں ادب کا ہمیشہ خیال رکھو کیونکہ طریقت سراپا آداب و اخلاق کا دوسرا نام ہے۔

O ولقد تواتر وشاع و ذاع ان من انكر على هذه الطائفة لا ينفع اللّٰه بعلمه ويتبلى با فحش الامراض واقبحها كالبقاعى غفر اللّٰه له.

ولقد وقع لى مع هذا الرجل انى كنت اقرأ عليه فاعتراه ضيق نفس. وكنت لا علم انكاره على هذه الطائفة فوقع فى بعض المجالس ذكر الشيخ عمرو بن الفارض رضى اللّٰه عنه فقيل له "ما تقول فيه" قال "شاعر مغلق" فقيل له "فماذا بعد ذلک؟ "قال "كافر " فأخذنى من ذلک المقيم المقعد ثم عدت اليه لاقرأ و توسمت توبته فرأيته مريضا بضيق النفس مرضا شديدا. بحيث صار مشرفا على زهوق نفسه فقلت له "ان اعتقدت فى ابن الفارض ضمنت لک ان اللّٰه يشفيک من هذا المرض" فقال لى "هذا له معى مدّة من السنين" فقلت "وان كان" قال "افعل" فخفّف عنه ثم خف عنه فمشيت معه يوما لاحسن عقيدته فقال لى "امّا ذات الرجل فلا احكم عليها بكفر وامّا كلامه ففيه ماهو كفر" فقلت "ظلم دون ظلم" ثم تركت القرأة عليه وصار ذلک المرض ملازمه.

(فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۴۰)

ترجمہ: یہ بات مشہور، معروف ومتواتر ہے کہ جوشخص ولیوں کا انکار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے علم سے فائدہ اُٹھانے نہیں دیتا۔ مزید یہ کہ وہ دردناک بیماریوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر شیخ بقاعی کا معاملہ! اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ بقاعی کے ساتھ میرا اپنا ایک واقعہ سن لیجیے کہ میں ان کے ہاں درس لے رہا تھا کہ ان پر ضیقِ نفس یعنی دَمہ کا حملہ ہوا۔ مَیں نہیں

جانتا تھا کہ یہ شخص جماعتِ اولیاء سے سخت بیر رکھتا ہے۔ایک دن ان کی مجلس میں شیخ عمرو بن الفارض رضی اللہ عنہ کا ذکر چھیڑا گیا۔ایک شخص نے پوچھا کہ" آپ اُن کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟" جواب دیا کہ" وہ سمجھ میں نہ آنے والا شاعر ہے"۔ پھر پوچھا گیا "اُس کے بعد وہ اور کیا ہے؟" بولا کہ" وہ کافر ہے" تب اس بیمار شخص سے میرا دل اُچاٹ ہوگیا۔ پھر پڑھنے کے لیے اُن کے پاس دل میں یہ عزم لے کر حاضر ہوا کہ ان کو توبہ کرا کے چھوڑوں گا۔ جب مَیں پہنچا تو شیخ بقاعی کو دمے کے شدید حملے میں مبتلا پایا۔ یہاں تک کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی دم گھٹ کر خاتمہ ہو جائے گا۔مَیں نے کہا" اگر آپ شیخ ابن الفارض کے ساتھ خوش عقیدگی کا عہد کرلیں تو میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ اللہ پاک آپ کو اس مرض سے نجات دے گا" انہوں نے کہا کہ" یہ بیماری میرے ساتھ برسوں سے ہے" مَیں نے کہا" کوئی فکرنہیں، ہونے دو" اس پر شیخ بولے" اچھا مَیں نے عقیدہ درست کرلیا" بحکمِ الٰہی اُن کا دمہ جاتا رہا اور آرام ہوگیا۔ اُن کے حسنِ عقیدت کے سبب ایک دن مَیں اُن کے ساتھ چلتا رہا کہ اچانک وہ بولے کہ" اس شخص کی ذات پر تو کفر کا حکم نہیں لگاتا ہوں لیکن ان کے کلام میں سراسر کفر ہے" مَیں نے چونک کر کہا" یہ تو ستم بالائے ستم ہے" پھر مَیں نے اُن سے پڑھنا چھوڑ دیا اور دمہ کی بیماری ان کے پاس پھر پلٹ آئی۔

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے
فقیہ و صوفی و ملّا کی ناخوش اندیشی

عاشقانِ دردکش را در درونہ ذوقہا
عاقلانِ تیرہ دل را، در دروں انکارہا

(مولانا روم)

یعنی: محبوب کے ناز وادا خوشی سے اُٹھانے والے عاشقانِ دردکش کے جگر میں قوتِ بیان سے زیادہ لذت وشوق موجود رہتا ہیں۔ دنیوی عقل مندوں کی بےنور آنکھوں اور سیاہ دلوں میں اہل اللہ کی نفرت، توہین اور انکار نے قبضہ جما رکھا ہے۔

هــر آں کهتــر کــه بــا مهتــر ستيــزد
چــنــاں افتــد کــه هـرگـز بـر نــه خيـزد

یعنی: جو نادان، کمینہ اپنے سردار و بادشاہ سے لڑتا جھگڑتا ہے۔ وہ آخرِ کار ایسا گرتا ہے کہ پھر اُٹھنے کا نام لینا تک بھول جاتا ہے۔

آں كـوز گـرگـاں شير خورد، شد گرگ او بے شبه
بسيـار نـقـش آدمـی، ديـدم كه بود آں اژدها

یعنی: مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو درندوں کا دودھ پی کر پروان چڑھا۔ بلاشبہ وہ درندہ خصلت ظالم و جفا شعار بن گیا۔مَیں نے بہتیرے انسانوں کی صورت دیکھی ہے جو حقیقت میں اژدہا تھے۔یعنی اکثر انسانوں کو، انسانوں پر رحم کرنے والا پانے کے بجائے زخم پہنچانے والا دیکھا گیا ہے۔

ائــے اوليــاء حــق را، از حــق جــدا شــمــرده
گــر ظــنّ نيك داری بـر اوليــاء چــه بــاشــد

یعنی: اے وہ شخص جو اللہ کے پیاروں کو اللہ سے جدا سمجھتا ہے اگر تو اولیاء اللہ پر نیک گمان رکھے تو تیرا کیا بگڑ جائے گا۔

O ينبغي لكل ذى عقل و دين لايقع فى ورطة الانكار على هولآء القوم فانه السمّ القاتل كما شوهد ذلك ان قديما وحديثا وقد قدمنا قصّة ابن السقا المنكر على ولى اللّٰه فاشار له ان يموت كافرا فشوهد عنه موته بعد تنصرّه لفتنة ينصرانية ابت منه الّا ان يتنصّر مستقبل الشرق وكلّما حوّل للقبلة يتحّول الى الشرق حتى طلعت روحه وهو كذلك. وانه كان أوجه أهل زمانه علما و ذكاء شهرة و تقدما عندالخليفة فحقّت عليه الكلمة بواسطة انكاره.

وقوله على ذلك الولى "لاسئلنّه مسئلة لا يقدر على جو ابها" وتقدّم ايضا ان الامام ابا سعيد بن ابى عصرونى امام الشافعيه فى زمانه صدر منه لذلك الولى نوع قلّة الادب فوعده بان يغرق فى الدنيا الى أذنبه فولّاه نور الدين الشهيد الاوقاف بدمشق وكان كذلك.

وان امام العارفين و تاج الخلفاء الوارثين محى الدين عبدالقادر الجيلانى رحمة اللّٰه عليه وهولآء الثلاثة جاؤا للولى معا فوقع للاوّلين ما ذكر وامّا الشيخ عبدالقادر رضى اللّٰه عنه لمّا تأدب معه دعاله ووعده بالولاية بل القطبية وان قدمه سيصير على عنق كل ولى اللّٰه تعالىٰ فانظر شئوم قلّة الادب وفائدة الادب والاعتقاد.

وجاء عن المشائخ العارفين والائمة الوارثين انهم قالوا "اقل عقوبة المنكر على الصالحين ان يحرم بركتهم" قالوا "ويخشى عليه سوء الخاتمة" نعوذ باللّٰه من سوء القضاء.

وقال بعض العارفين "من رأيتموه يؤذى الاولياء وينكر مواهب الاصفياء فاعلموا انه محارب للّٰه مبعد مطرود عن حقيقة قرب اللّٰه".

وقال الامام العارف شاه بن شجاع الكرمانى رضى اللّٰه عنه "ماتعبد متعبّدا باكثر من التحبّب الى اولياء اللّٰه لان محبتهم دليل على محبّة اللّٰه عزوجل.

وقال الامام المجمع على جلالته وامامته ابوتراب النخشبى رحمة اللّٰه عليه "اذا ألف لقلب الاعراض عن اللّٰه صحبة الوقيعة فى اولياء اللّٰه تعالىٰ." (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۴۳)

ترجمہ: ہر صاحبِ عقل و دین کے لیے لازمی ہے کہ جماعتِ اولیاء کا انکار کرنے کے بھنور میں گرنے سے بچے۔ کیونکہ یہ زہر قاتل ہے جس کا ثبوت زمانۂ قدیم و حاضر میں دیکھا

گیا ہے۔ہم نے اس سے پہلے ابن السقا کا واقعہ بیان کیا ہے۔(جس کا مفصّل بیان آئندہ اس کتاب میں آپ ملاحظہ کریں گے) جو ایک غوثِ زماں کا منکر نکلا۔

حضرت غوث پاک نے ابن السقا کو بتا دیا تھا کہ وہ حالتِ کفر میں مرے گا۔اُن کے کہنے کے مطابق ایسا ہی ہوا۔ابن السقا نے ایک نصرانی عورت پر عاشق ہوکر جب شادی کی درخواست کی۔عورت نے اس کو دینِ نصرانی قبول کرنے کی شرط لگا دی۔ابن السقا نے نصرانی ہوکر اس عورت کے ساتھ زندگی بسر کی۔لیکن مرتے وقت اس کا چہرہ مشرق کی سمت پھر گیا۔زبردستی قبلہ کی طرف منہ کرانے سے بھی خود بخود مشرق کی طرف اُن کا منہ پھر جاتا تھا۔یہاں تک کہ روح پرواز کرگئی۔اس کے غرور اور انکار کی بدولت غوث پاک کی زبان سے جو بات جاری ہوئی وہ آخر ثابت ہوکر رہی۔

حالانکہ وہ علم و ذہانت اور شہرت میں یکتائے زمانہ تھا۔(خلیفۂ وقت نے انھیں سفیر مقرّر کرکے ملک روم بھیجا تھا۔خلیفہ نے تفتیشِ حال کے لیے دو آدمی بھیجے۔انھوں نے آکر یہ تمام واقعہ بیان کیا۔)

ابن السقا نے غوث پاک کی خدمت میں جاتے وقت یہ گستاخانہ جملہ کہا تھا کہ ''مَیں اس غوث سے ایک ایسا سوال کروں گا جس کا جواب ان سے نہ بن پڑے گا۔''

علامہ ابن الحجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہم اپنی کتاب میں یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ امام ابا سعید بن ابی عصرون سے 'جو اس زمانے کے امام الشافعیہ مانے جاتے تھے' اس ''غوث'' کے حق میں ایک چھوٹی سی بے ادبی سرزد ہوئی۔ ''غوث'' نے فرمادیا کہ تم دنیا میں کان تک ڈوب جاؤ گے۔اور ڈوبنے کی صورت یہ ہوئی کہ خلیفہ نورالدین شہید نے ان کو اوقاف کا وزیر بنادیا۔وہ اوقاف کے اموال کو بے جا تصرف میں لائے اور قرض میں ڈوب مرے۔

لیکن حضرت امام العارفین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور یہ تینوں بزرگ کی زیارت کو نکلے۔اُن کے دونوں ساتھیوں نے جو کچھ حرکت کی اس کا ذکر کیا جاچکا

ہے۔لیکن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ان بزرگ نے ان بزرگ کا ادب کیا تو انھوں نے غوث پاک کے لیے دعا فرمائی اوران کے لیے ولایت بلکہ قطبیت کی پیشین گوئی کردی۔

بعدہٗ مزید فرمایا کہ ”تمہارا قدم عن قریب زمانے کے تمام ولیوں کی گردنوں پر ہوگا۔“

یہ غور وفکر کا مقام ہے کہ گستاخی اور انکار کس درجہ بدترین رنگ لاتا ہے اور ادب و حسنِ عقیدت کا فائدہ کتنا زبردست اور عظیم ہوتا ہے۔

مشائخ عارفین اور ائمہ وارثین فرماتے ہیں ”اہل اللہ سے بدعقیدگی کی کمترین سزا یہ ہے کہ وہ شخص ان عظیم ہستیوں کی برکتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔مزید برآں بُری موت مرنے کا ڈر بھی باقی نہیں رہتا ہے۔“ نعوذ باللّٰہ من سوء القضاء.

بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ ”تم جسے ولیوں کو ایذا رساں اور ان کی برکتوں کا قدر ناشناس دیکھو تو یقین کرلو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے لڑنے والا ہے۔ دربارِ الٰہی سے دور ہنکایا و بھگایا ہوا شخص ہے۔“

امام عارف شاہ ابن شجاع کرمانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اولیاء اللہ کے ساتھ محبت سے بڑھ کر کسی عبادت کرنے والے نے عبادت نہیں کی۔ کیونکہ ان کی محبت، محبتِ الٰہی کی دلیل ہے۔“

امام بزرگ حضرت ابوتراب نخشبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جب مشیّتِ الٰہی کسی کے قلب کو اللہ تعالیٰ سے پھرا دینا چاہتی ہے تو پہلے اس کو اللہ کے ولیوں کے ساتھ لڑائی و بدگمانی میں ڈال دیتی ہے۔“

هنوز از صورت کفرت خبر نیست — حقائقهائے ایماں را چه دانی؟
درختِ سبز داند قدرِ باراں — تو خشکی قدرِ باراں را چه دانی؟

(مولانا روم)

یعنی: مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابھی تک تمہیں کفر و نافرمانی کی صورت کی

خبر نہیں ہے۔ایسی حالت میں تمہارا ایمان کی حقیقتوں سے روشناس ہونا بہت دور کی بات ہے۔

سرسبز درخت برسات کی اہمیت جانتا ہے۔ ریگستانی علاقہ بارش کی قدر کرنا نہیں جان سکتا۔تمہارا قلب ریگستان کی مانند خشک پڑا ہوا ہے۔ انوارِ الٰہی کے فیوض سے نابلد ہے۔اہل اللہ سے محبت وقربت سے دل کو سرسبز کر۔ پھر بارانِ رحمتِ الٰہی کی بہار دیکھ۔

چوں خدا خواهد که پرده کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں بُرَد

(مولانا روم)

یعنی: جب باری تعالیٰ کسی کو ذلیل وخوار کرنا چاہتا ہے تو اولیاء کرام کی بدگوئی اور اُن پر طعنہ زنی کی طرف اس کے خیالات کو لے جاتا ہے۔

از بخت و روزی با طرب   خضر آب خورد و شسته لب

پویاں سکندر در طلب   تا چشمۂ حیواں کجا

(امیر خسرو)

یعنی: اپنی خوش قسمتی اور رزق سے شادمان ہوکر خضر علیہ السلام نے آبِ حیات پیا اور آسودہ ہوکر ہونٹ اور چہرے کو تر کیا۔

لیکن بے چارہ سکندر اپنی بدقسمتی سے، جستجو میں گرتا، پڑتا اور دوڑتا رہ گیا مگر سکندر کہاں اور آبِ حیات کا چشمہ کہاں۔

قوتِ عقلِ کاملاں حکمت بود

جسمِ حیوانی نخواهد جُز چرا

(مولانا روم)

یعنی: کاملوں کی قوتِ عقل، ایک حکمتِ الٰہیہ ہوتی ہے۔حیوانی جسم صرف چراگاہ کا محتاج ہے۔

در جهانِ روح کی گنجد بدن

کے شود خفّاش هم فرِّ هما

یعنی: جہانِ عشق و محبت میں بدن کوئی مقام نہیں رکھتا۔ خفّاش (چمگاڈر) اور شپرہ (اُلّو) عزت و شان اور قدر و منزلت میں "ہُما" پرندے کے برابر و ہم پلّہ کیسے ہو سکتے ہیں؟

هر مگس را کے رسد پروازِ کبك
کے شود همرازِ سلطان هر گدا

یعنی: کیا کسی مکھّی کی اُڑان چکور کی پرواز کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ کیا کوئی بھکاری و نادار، شاہِ وقت کا ہمراز ہو سکتا ہے؟

قبض و بسط از حق بود در هر نفس
هم از و باشد جفا و هم وفا

یعنی: اولیاء اللہ کی بزرگی کا انکار اور اقرارِ شرف سب کارِ الٰہی ہے۔ اللہ ہی عالم کے بندوں کے افعال کا مختار ہے۔ لہٰذا لائق کو وفا اور بے ادب کو سزا ملنا مرضیِ الٰہی ہے۔

چونکه بے امرش نمی جنبد گهے
غیر را دیدن بود عین خطا

یعنی: قادرِ مطلق کے حکم بغیر جب ایک پتّا ہل نہیں سکتا تو ثواب و عتاب میں غیر کی طرف التفات کرنا کم نظری ہوگی۔ مگر یہ خیال رہے کہ "**فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة**" حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ بندوں کے ارادوں کا وہ علیم ہے۔ یہ حکیم عادل کا انصاف ہے۔ یہاں پر سوال و لب کشائی، محرومی کا سبب ہے۔ "**لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون**"

O وقال ابو القاسم القشیری رحمة اللّٰه علیه "قبول قلوب المشائخ للمرید أصدق شاهد لسعادته ومن ردّه قلب شیخ من الشیوخ فلا محالة یری غب ذلک ولو بعد حین. ومن خذل تبرک حرمة الشیوخ فقد أظهر رقم شقاوته وذلک لایخطئ"... انتهی.

ویکفی فی عقوبة المنکر علی الا ولیاء قوله صلی اللّٰه علیه و اله وسلم فی الحدیث الصحیح ”من آذی لی ولیا فقد آذنته بالحرب“ أی اعلمته انی محارب له ومن حارب اللّٰه لایفلح ابدا.

وقد قال العلمأ ” لم یحارب اللّٰه عاصیا الّا المنکر علی الاولیاء و آکل الربا و کل منهما یخشی علیه خشیته قریبة جدّا من سوء الخاتمة اذ لایحارب اللّٰه الّا کافرا“. (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۴۳)

ترجمہ: شیخ ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”مشائخ کے قلوب کی قبولیت مرید کے لیے سعادت مندی کی بہترین گواہ ہے۔ جس کو کسی شیخ کے قلب نے ردّ کر دیا تو وہ ضرور بالضرور، دیر یا سویر اپنی بدقسمتی کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے اہل اللہ کی حرمت وعزّت کو ترک کر دیا وہ راندۂ درگاہ ہوا۔ اس کو شومئ قسمت پتھر پر لکیر کی طرح ظاہر ہوگی اور یہ کبھی بھی خطا ہوئے والی چیز نہیں ہے۔

اولیاء اللہ کے منکر کی سزا وعقوبت کے لیے سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد پاک ہی کافی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ ”جس نے میرے کسی دوست کو اذیت پہنچائی تو بس میں نے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔“ یعنی مَیں نے اس کو بتا دیا کہ میری اُس سے لڑائی شروع ہوگئی ہے۔ اور جو اللہ سے لڑتا ہے وہ حتمی طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فلاح و بہبودی سے محروم ہو جاتا ہے۔

علماء کا قول ہے کہ ”اللہ جل شانہ کسی خطا کار سے لڑتا نہیں، سوائے ولیوں کے منکر اور سود کھانے والوں سے۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کے لیے سوءِ خاتمہ کا حد درجہ خوف ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے کافر کے علاوہ کسی کے خلاف اعلانِ جنگ نہیں فرمایا۔

تو خود می نشنوی بانگِ دهل را ... رموزِ سرِ سلطاں را چه دانی؟
سرائے شاهباز اندر تو چغدے ... تو باز چتر سلطاں را چه دانی؟

(مولانا روم)

یعنی: حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اے اہل اللہ کے منکرو! تم ایسے بہرے ہو کہ تمہارے کان کے پاس ڈھول بجانے کے باوجود تم سنتے نہیں۔ اس قسم کی طاقتِ شنوائی کا حامل مالکِ کُل کے پوشیدہ بھید کی باتیں کس طرح جان سکتا ہے۔

شہباز کی منزل کے اندر تم ایک اُلّو کی مانند ہو تو سلطان کے محل کی چھت کی بات کیوں کرتے ہو۔ وہاں تک تمہاری رسائی نہیں ہوسکتی۔

آیا کسیکہ در اُفتادۂ بچنگالش
زچنگِ دوست رہیدن طمع مدار مدار

(مولانا روم)

یعنی: خوش بختی سے اگر کوئی شخص کسی اہلِ نظر کے دل میں گھر کر لے یا یوں کہیے کہ جس کو کسی عارف کے قلب نے قبول کر لیا تو یقینی طور پر اُس کو دین و دنیا کی سعادتوں کے سنہرے تمغے حاصل ہوگئے۔ کیونکہ خدا کے دوستوں کی گرفت بڑی سخت و مضبوط ہوتی ہے۔ ان کی نظرِ محبت کا ادنیٰ سا اثر یہ ہے کہ تقدیر کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ کسی عارف کا منظورِ نظر بن جانا ہی کامیابی وسرخروئی کی دلیل ہے۔

چو شیطان رہزنِ نفسِ تو بودست — تو خود گو، نورِ رحماں راچہ دانی؟
چو تو اندر تنورِ غم نہ پختی — تو مردیہائے بریاں راچہ دانی؟
خمش باش وغمِ کردارِ خود خور — تو مُردارِ سال و اقراں راچہ دانی؟

(مولانا روم)

یعنی: حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تیرے نفس پر ڈاکہ مارنے والے شیطان نے قبضہ جما رکھا ہے اب تو ہی بتا کہ نورِ رحمان تجھے کس طرح دکھائی دے گا۔ تو ظلمت میں پڑا ہوا ہے۔ اندھیرے کے عادی تجھ کو آفتاب کی روشنی راس نہ آئے گی۔

جب تو غم ومحن کے تنور میں پکا ہی نہیں ہے۔ تو ان عاشقوں کی حالتیں جن کے قلب وجگر عشقِ الٰہی میں جل بھن گئے ہیں، کیسے جان سکے گا۔

تیرے لیے بہتر یہ ہے کہ خاموش رہ اور اپنے کردار کے نتیجے کا غم کھاتا جا۔ کیونکہ تیرا وجود ایک مُردہ لاش کی مانند ہے۔ مردہ کو ہفتہ، مہینہ، سال اور زمانہ سے کیا غرض۔

کوش چو مُلاّئے روم، خانۂ دل را بروب
روزنِ دل بازده، خانۂ دل روشنت

(مولانا روم)

یعنی: مُلاّ روم کی طرح کوشش کر اور اپنے دل کے کمرے کو خوب جھاڑو دے کر صاف کر۔ اس کے بعد دل کی کھڑکی کو کھول دے۔ پھر دیکھ تیرا خانۂ دل کس درجہ روشن و منوّر ہو جاتا ہے۔

دولتِ دل اک منظر ربّانی ہے　　　حجرۂ ابلیس کو دل نہیں کہا جاتا

دل کتابے ست کہ او مجمع علم نظرست
زو بروں نیست ہر اسرار که خشك و ترست

(مولانا روم)

یعنی: اہل اللہ، عارف باللہ کا دل ایک ایسی کتاب ہے جب وہ اس کتاب میں نظر ڈالتا ہے تو علومِ الٰہی کی کثرت وہجوم دکھائی دیتی ہے۔

O حکی الیافعی رضی اللّٰہ عنه عن عصریه الشیخ الامام عبدالعزیز الدیرینی رضی اللّٰہ عنه "انّه ادرکه المغرب وهو فی حاجة فصلّاه ورای فقیها یلحن فی قراء ته فعزم الشیخ عالی الاقامة عنده لیعلمه فلما سلم قال له " یا عبدالعزیز الحق حاجتک فان من هی عنده یرید السفر وما علیک من هذا اللحن الذی سمعته والتعلیم الذی نویته" فرکتب فلمّا وصلت لمن عنده تلک الحاجة رأیته عازما السفر ولو تأخرک لحظة فاتنی."

(فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۴۳)

ترجمہ: امام یافعی رضی اللہ عنہ اپنے عصر امام عبدالعزیز الدیرینی رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ امام عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک سخت ضرورت کے تحت سفر کررہے تھے۔ درمیان راہ مغرب کا وقت ہوا۔ ایک عالم امام صاحب کے پیچھے نماز ادا کی۔ وہ عالم ایسا تھا جو قرأت کو عجیب صورتِ لحن سے ادا کرتا تھا۔ لہٰذا شیخ موصوف نے ان کے پاس ٹھہر کر قرأت سیکھنے کا ارادہ کرلیا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے امام صاحب فرمانے لگے ’’اے عبدالعزیز تمہاری حاجت کی طرف جلد چلے جاؤ۔ کیونکہ جس کے ہاں تمہاری ضرورت ہے وہ سفر کا ارادہ رکھتا ہے۔ تم نے جو میری خوش لحنی سُن کر سیکھنے کی نیت کرلی وہ تمہارے لیے ضروری نہیں ہے۔‘‘

یہ سُن کر مَیں جلد سوار ہوا اور سفر پر نکل گیا، جب میں اپنی ضرورت کے شخص کے پاس پہنچا دیکھا کہ وہ سفر کا بندوبست کررہا ہے۔ اگر مَیں لحظہ بھر بھی دیر لگا دیتا اسے نہیں پاتا اور میری حاجت پوری ہونے سے رہ جاتی ہے۔

O وقال بعض المشائخ لبعض الفقهاء المنكر عليه فعرض له أسد فمنعه منه ’’اشتغلتم باصلاح الظاهر فخفتهم الاسد واشتغلنا باصلاح الباطن فخافنا الاسد‘‘.

وقال آخر لمن انكر عليه قراء ته ’’ان كنت لحنت في قراء ة القرآن فقد لحنت انت في الايمان‘‘ و ذلك انه لما انكر عليه و خرج قصده السبع فخشى عليه من خوفه لضعف ايمانه وقلّة يقينه باللّٰه اذا السبع كلب من الكلاب ودآبة من دواب البر لايتحرك شئى منها الا باذن ربّ الارباب.

(فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۴۴)

ترجمہ: ایک ولی اللہ سے کسی عالمِ دین کو نفرت تھی۔ ایک دن بوقتِ مغرب ایک شیر اس عالم صاحب کے سامنے آ گیا۔ حضرت حواس باختہ ہوگئے ایسے میں وہ ولی اللہ نکل

آئے اور شیر کو راستہ روکنے سے منع کر کے ہٹا دیا۔ بعد میں عالم صاحب سے کہنے لگے کہ ''آپ لوگ چونکہ ظاہر کی اصلاح میں مشغول ہیں اس لیے شیر سے ڈر جاتے ہیں اور ہم باطن کی اصلاح میں منہمک ہیں لہٰذا شیر ہم سے گھبراتا ہے۔''

ایک عالمِ بے بدل ایک ولی اللہ کی شہرت سُن کر ملاقات کو گئے۔ نماز کا وقت آیا ''ولی اللہ'' نے امامت کی۔ عالم صاحب کو ان کی قرأت پسند نہیں آئی۔ ملاقات کیے بغیر واپس لوٹے۔ راستے میں ایک شیر آ کھڑا ہوگیا۔ ''ولی اللہ'' نماز سے فارغ ہوکر اس جگہ پہنچے اور شیر کو کچھ بول کر ہٹا دیا۔ پھر عالمِ بے بدل سے کہنے لگے ''حضرت! اگر مَیں نے قرآن پڑھنے میں غلطی کی ہے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ آپ تو ایمان لانے میں غلطی فرما گئے ہیں۔

کیونکہ شیر سے گھبرا جانا ضعفِ ایمان اور اللہ عزوجل پر قلتِ یقین کی دلیل ہے۔ جب کہ شیر اللہ تعالیٰ کے کُتّوں میں سے ایک کُتّا ہے اور خشکی کے جانوروں میں سے ایک جانور ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ربّ الارباب کی اجازت بغیر اس دھرتی کی کوئی بھی چیز حرکت نہیں کرتی۔

گر طبیبِ حاذقی، بیمار را تلخی دهد
گرچه ظالم می نماید، نیست ظالم عادل ست

(مولانا روم)

یعنی: اگر حکیمِ حاذق، مریض کو کڑوی چیز بطور دوا دے۔ گرچہ مریض حکیم صاحب کو سخت مزاج اور ظالم مزاج کیوں نہ سمجھے۔ لیکن حقیقت میں وہ حکیمِ حاذق انصاف پسند ہے، ظالم ہرگز نہیں ہے۔

گرچه کفهائے ترازو شد برابر وقتِ وزن
چون زبانش راست بناشد، آں ترازو مائل ست

(مولانا روم)

یعنی: ترازو کے پلڑے برابر ہونے سے وزن برابر نہیں ہوتا۔ ترازو کا کانٹا یعنی دل

اِدھر اُدھر مائل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر کانٹا ٹیڑھا اور نادرست ہے تو وہ ترازو ضرور ایک ہی طرف مائل ہے۔

عشق جز دولت و هدایت نیست — جز کشاد دل و عنایت نیست
لایجوز و یجوز، تا اجل است — علم عشق را نهایت نیست
هر کرا پُر غم و ترش دیدی — نیست عاشق ازاں ولایت نیست

(مولانا روم)

یعنی: محبتِ الٰہی دولت و ہدایتِ ابدی کے سوا کچھ نہیں۔ عشقِ الٰہی عنایتِ سرمدی اور شرح صدر کے سوا کچھ نہیں ہے۔

یہ جائز و ناجائز کا فتویٰ حیاتِ انسانی تک محدود ہے۔ عشق و محبت کے علم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

جس کو یہاں غمزدہ اور ترش رو دیکھو سمجھ لو کہ وہ عاشق نہیں ہے۔ اور ولایتِ محبت سے اس کو حصہ نہیں ملا ہے۔

صوفیاں آمدند از چُپ و راست — در بدر کو بکو، که باده کجا ست
گوشِ صوفی دل ست و چشمش جان — بادۂ صوفیاں ز جنب خداست
سرِ خم را کشاد و صوفی گفت — الصلا هر کسے که عاشق ماست

(مولانا روم)

یعنی: ہرطرف سے، ہر گوشے سے عاشقانِ الٰہی بادۂ معرفت پینے آ چکے ہیں۔ اہل اللہ کے کان، دل ہے اور اُن کی آنکھیں جان ہیں۔ صوفیوں کو شرابِ محبت اللہ کی جانب سے ملتی ہے۔ معرفتِ الٰہی کے مٹکے کو کھول کر صوفی کہتے ہیں کہ جو ہمارے عاشق ہیں آئیں اور اتنا پئیں کہ عالمِ فنا سے جدا ہو کر بقا حاصل کر لیں۔

من کان له عشق فالمجلس مثوا یه — من کان له عقل ایّاه وایّانا
من لیس له عین یستبصر من عیب — فألیت علی شوق فی خدمته مولا نا

یعنی: جس کا شعار، عشق ومحبت ہے وہ مجلس ہمارا ٹھکانہ ہے اور جو عقل کا غلام ہے وہ ہم سے ہوشیار رہے اور ہم اُن سے دور بھاگتے ہیں۔

جس کے پاس بصیرت والی آنکھ نہیں ہے وہ عیب ہی تو دیکھتے ہیں۔ آنکھ والے ہمارے شیخ کی خدمت میں شوق سے آجائیں۔

سر بگریباں درست صوفئ اسرار را
تاچہ بر آرد ز غیب، عاقبت کار را

(مولانا روم)

یعنی: سر کو اپنے گریبان میں ڈالنا، راز جاننے والے صوفی کے لیے درست ورَوا ہے تاکہ وہ غیب کی خبروں کو آشکارا کریں۔

O عن ابی الحسن النوری رحمة اللّٰه علیه انّه واصحابه رموا بالزندقة وسعی بهم الی الخلیفة فامّا الجنید رحمة اللّٰه علیه فتستر بالفقه فانه کان یفتی علی مذهب ابی ثور صاحب الشافعی رحمة اللّٰه علیه فجئ بهم وبسط لهم النطع لتضرب أعناقهم فبادر النوری رحمة اللّٰه علیه فقال له السّیاف "ولم تبادر للقتل؟" فقال "لأوثر اصحابی بحیاة ساعة لانّا قوم بیننا مذهبنا علی الا یثار" فانهی الأمر الی الخلیفة فعجب من ذلک وارسل قاضیة فسأله عن مسائل مشکلة فالتفت عن یمینه وعن یساره ثم اطرق ثم تکلّم علیها بما یشفی الصدور فرجع القاضی وهو یقول "ان کان هولآء زنادقة فلیس علی وجه الارض صدیق" فاطلقوهم.

وسئل رضی اللّٰه عنه عن ذلک الالتفات فقال "سالت عنها ملک الیمین فقال لا أعلمها ثم ملک الشمال فقال کذلک فسألت قلبی فاخبرنی عن ربّی أجبت به". (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۴۴)

ترجمہ: شیخ ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُن کو اور اُن کے ساتھیوں پر

اہلِ زمانہ نے مشرک ہونے کا الزام لگایا اور بادشاہ تک یہ بات پہنچائی گئی۔ لیکن حضرت جنید رضی اللہ عنہ بچ گئے کیونکہ انھوں نے اپنے آپ کو فقہ کی آڑ میں چھپائے رکھا۔ وہ مذہب ابی ثور صاحب شافعی رضی اللہ عنہ پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ شیخ نوری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو گردن زدنی کے لیے دربار میں حاضر کیا گیا۔ اور جائے قتل پر چمڑا بچھا دیا گیا۔ شیخ نوری رضی اللہ عنہ سب پر سبقت کرتے ہوئے اپنی گردن پیش کر کے جلاد کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ جلاد نے پوچھا کہ ''تم قتل ہونے کی جلدی کیوں کرتے ہو؟'' فرمایا ''تا کہ میرے ساتھیوں کو کچھ لمحے کی زندگی کا وقفہ مل سکے، جب تک میری جان لینے میں وقت لگے۔ کیونکہ ہم ایسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے مذہب کا مقصدِ اوّلین ایثار و قربانی ہے۔'' یہ سُن کر جلاد نے ہاتھ روک لیا اور یہ خبر شاہِ وقت تک پہنچائی گئی۔ شاہ نے متحیر ہو کر اپنے خاص قاضی کو وہاں بھیجا۔ قاضی صاحب نے تشریف لا کر شیخ نوری رضی اللہ عنہ سے چند مشکل مسئلے پوچھے۔ شیخ نوری رضی اللہ عنہ نے پہلے دائیں طرف منہ پھرا کر دیکھا پھر بائیں طرف دیکھا اس کے بعد اپنی گردن جھکا لی۔ تھوڑی دیر بعد گردن اٹھا کر ان مشکل سوالات کا تسلی بخش جواب قاضی کو سنایا۔ قاضی صاحب یہ کہتے ہوئے لوٹے کہ ''اگر یہ لوگ مشرک ہیں تو سطح زمین پر کوئی اللہ کا دوست نہیں ہے۔''

لوگوں نے شیخ نوری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جواب فرمانے سے پہلے آپ کا دایاں، بایاں دیکھنا پھر گردن جھکا لینے کا مقصد کیا تھا؟ شیخ نوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''پہلے مَیں نے دائیں فرشتے سے جواب طلب کیا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو مَیں نے بائیں فرشتے سے دریافت کیا، اُس نے بھی لاعلمی کا اقرار کیا۔ آخر میں اپنے قلب سے جواب پوچھا تو مجھے اللہ پاک کی طرف سے خبر دی گئی اور وہی مَیں نے جواب میں بیان کیا۔''

استاد خدا آمد، بے واسطہ صوفی را
استاد کتاب آمد صافے و کتابی را

(مولانا روم)

یعنی: بغیر وسیلہ صوفی کا راستہ ذی شان ہے اور پڑھ کر عالم بننے والوں کا استاد کتاب، قلم اور دوات ہے۔

چو رسولِ آفتابم بطریق تر جمانی　　پنہاں ازو بپرسم، بشما جواب گویم
من اگرچہ پست، زدرخت بس بلندم　　من اگر خراب و مستم، سخن صواب گویم

(مولانا روم)

یعنی: جب یہ ناچیز قاصدِ الٰہی ٹھہرا تو ایک ترجمان کی حیثیت سے، تم جو کچھ مجھ سے پوچھتے ہو، مَیں پوشیدہ طور پر اس سے پوچھ کر تمہیں جواب دیتا ہوں۔ اگرچہ بظاہر جواب میری زبان سے نکلتا ہے لیکن بباطن ان کے قول کو مَیں دہراتا ہوں۔

اگرچہ یہ کم ترین، تمہاری نظر میں ہیچ اور ادنیٰ ترین ہے لیکن درحقیقت میں درخت سے بھی بلند و بالا ہوں مگر تمہاری نظر کی کوتاہی کا علاج ضروری ہے اگرچہ مجھے مست وخراب دکھائی دے رہے ہو تو بندہ مست وخراب ہی سہی مگر یاد رہے جو کچھ کہتا ہوں، سچ اور درست باتیں کہتا ہوں۔

عشق اند رفضلِ علم دفتر و واراق نیست
ھر چہ گفتگوئے خلق ست آں رہِ عشاق نیست
بیخِ عشق اندر ازل داں، برگ و میوہ درابد
ویں شجر را تکیہ بر عرش وثریٰ وساق نیست
مرد بحرے دائما برتختہ خوف و رجاست
چون زتختہ رست زاں پس غیر استغراق نیست

(دیوانِ شمس تبریز)

یعنی: علم کی زیادتی، کتابوں اور صفحات کے اندر محبتِ الٰہی نہیں ہے۔ لوگوں کے قیل و قال کا جو طریقہ ہے وہ عاشقوں کا راستہ نہیں ہے۔

عشق ومحبتِ الٰہی کے درخت کی جڑ ازل میں ہے اور اس کے پتے اور میوے ابد میں

ہیں۔ اور اس شجرِ محبت کو نہ عرش پر، نہ ساقِ عرش پر اور نہ تحت الثریٰ پر بلکہ کسی چیز پر سہارا نہیں ہے۔ وہ پایۂ بقا یافتہ ہے۔

سمندری شخص (یعنی مسافر) جہاز کے تختے پر، خوف اور امید کے درمیان زندگی گزارتا ہے جب تختہ سفینہ سے الگ ہوکر پانی میں گر پڑتا ہے تو اس وقت سوائے ڈوبنے کے چارہ نہیں رہتا۔ عاشقِ الٰہی ہر دم رضائے مولا میں غرق رہتا ہے۔

O قوله تعالیٰ: اللّٰہ ولی الذین آمنوا یخرجهم من الظلمات الی النور. بقره

یخرجهم من ظلمات الامتحان الی مشاهدة البیان. ایضا

یخرجهم من ظلمات العبودیة الی جمال الربوبیة. ایضا

یخرجهم عن الفرج بما وجدوا من المقامات والدرجات الی نور مشاهدة الذات والصفات. ایضا

یقدّسهم ویخرجهم من ظلمات البشریة بمیاه الشفقة لنور الابدیة ایضا

یزیلهم عن اوصافهم المحدثة ویلبسهم صفات الازلیة وسناء الصمدیة

وقال ابن عطاء رضی اللّٰه عنه یغنیهم عن صفاتهم بصفته فیندرج صفاتهم تحت صفاته کما اندرجت اکوانهم تحت کونه و حقوقهم عند ذکر حقّه فیصیر قائما بالحق مع الحق للحق.

وقال ایضا بذل النفس للّه علی حکم الایمان ......فذاک لنفی الظمات عنه بها نوره اللّٰه تعالیٰ انوارا من الایمان و ذلک الذی یوجب له الولایة. قال اللّٰه تعالیٰ ''اللّٰه ولی الذین آمنوا الایة''.

قال الواسطی رضی اللّٰه عنه یخرجهم من ظلمات نفوسهم صدقها ورضاها وتقواها الی نور صفاته. وقال ایضا

یخرجهم من ظلمات سهم الى انوار ماجرى لهم فى السبق عن الرضا والصدق والمحبة وغيرها.

قال النورى رضى اللّٰه عنه يخرجهم من ظلمات العلم الى نور المشاهدة لا نه ليس المعاين كا لمخبر.

قال الجنيد رضى اللّٰه عنه يخرجهم من الظلمات اوصافهم الى انوار صفاته.

قال ابو عثمان رضى اللّٰه عنه يخر جهم من رؤية الافعال الى رؤية المنن والا فاضل.

(تفسير عرائس البيان البقلے للشيخ الشيرازى رحمة اللّٰه عليه، صفحه ۵۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " اللّٰه ولى الذين آمنوا يخرجهم من الظلمات الى النور. الاية.

اس آیت شریفہ کے ماتحت تفسیر "عرائس البیان فی حقائق القرآن" میں شیخ علامہ البقلے الشیر ازی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:۔

اللہ پاک اپنے پیاروں جاں نثاروں کو امتحان وآزمائش کی مشقوں سے، عیان و بیان کے نظاروں کی طرف نکال لاتا ہے۔

یا یوں سمجھو کہ ان کو عبودیت کے اندھیرے سے، ربوبیت کی خوبصورتی اوراجالے کی طرف کھینچ لاتا ہے۔

یا یوں کہو کہ انھیں مقامات اور درجات کی تلاش کے احساسِ مسرت، مشاہدۂ ذات و صفات کی روشنی کی طرف لا بساتا ہے۔

مزید کہا گیا ہے کہ ان کو ابدیت کے نور بخشنے کی خاطر، شفقت الٰہی کے سرد پانی سے نہلا دھلا کر، آلائشِ بشری سے خارج کرکے پاک وصاف کر لیتا ہے۔

یا یوں سمجھیے کہ ان سے اوصافِ محدثہ دور فرما کر، صفاتِ ازلیت وصمدیت سے معمور بزرگی کا لبادہ اُوڑھا دیتا ہے۔

ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ پاک اپنے ولیوں کو، خود اپنی صفت عطا کر کے ان کی بشری صفتوں کو ختم دیتا ہے۔

لہٰذا ان کی صفتیں، ذاتِ باری کی صفتوں کے ماتحت داخل ہو جاتی ہیں۔ جس طرح ان کا وجود، ذاتِ باری کے وجود کے تحت مندرج ہو جاتا ہے۔ ان کے فرائض و حقوق کی ادائیگی، ذکرِ حق میں رچ بس جاتی ہے۔ پس ولی اللہ اس وقت قائم بالحق مع الحق للحق بن جاتا ہے۔

ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا ہے۔ چونکہ عاشقانِ الٰہی نے، طریقۂ ایمان پر اپنی جانوں کو صرف کیا ہے۔ اس لیے ان سے ظلمات کو فنا کر دینے کی خاطر، اللہ پاک انہیں انوارِ ایمان سے منور فرما دیتا ہے۔ جبھی وہ لوگ موجب ولایت بن جاتے ہیں۔ لہٰذا اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ''اللّٰہ ولی الذین آمنوا یخر جھم من الظلمات الی النور لایۃ''

امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ اپنے ولیوں کو، ان کے نفوس کے اندھیروں سے صدق ورضا اور تقویٰ کے ساتھ اپنے صفاتی نور کی طرف نکال لاتا ہے۔

مزید فرمایا ہے کہ وحدہ لاشریک ان جانثاروں کو، ان کے نفوس کے اندھیروں سے نکال کر، ازل میں مقرر شدہ، رضا، صدق اور محبت وغیرہ کی بلندی کی طرف لے آتا ہے۔

شیخ نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انھیں علم کے حجابوں سے ہٹا کر، میدانِ مشاہدہ کی روشنی میں بسا دیتا ہے۔ کیونکہ سننے والے اور دیکھنے والے میں کافی فرق ہوتا ہے۔

شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ اُن کے اوصاف کی ظلمتوں سے خارج کر کے، صفاتِ الٰہی کے انوار میں جگہ دے کر مست و سرشار کر دیتا ہے۔

شیخ ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں اپنے افعال دیکھنے سے نجات دے کر، اکرم الاکرمین کے احسان و فضل ملاحظہ کرنے کی لیاقت بخشتا ہے۔

علم باطن همچو مسکه، علم ظاهر، همچو شیر

کے بود بے شیر مسکه، کے بود بے پیر پیر

یعنی: باطنی علم مکھن کے مانند ہے اور ظاہری علم دودھ کی طرح ہے۔ یا درکھو بغیر

دودھ کے مکھن نہیں بنتا۔ اور استاد بغیر پیر بننا ناممکن ہے۔ لہٰذا رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ ''أدبنی ربّی فاحسن تأدیبی'' میرے علم وادب کا منبع خود ذاتِ الٰہی ہے جس نے مجھے علم وتہذیب کے آخری زینے تک پہنچایا۔

لذت سے نہیں خالی، جانوں کا کھپا جانا
کب خضر و مسیحا نے، مرنے کا مزا جانا

(میر تقی میر)

بروزِ مرگ چو تابوتِ من رواں باشد
گماں مبر کہ مرا میلِ ایں جہاں باشد

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: میری موت کے دن، جب میرا جنازہ شہرِ خموشاں کی طرف رواں ہوگا تو بھول کر بھی یہ نہ سوچنا کہ مجھے اس دنیا میں کچھ دن اور گذارنے کی خواہش باقی رہ گئی ہے۔

برائے من مگری و مگو دریغ دریغ
بدامِ دیو در اُفتی دریغِ آں باشد

یعنی: میرے لیے رونا نہیں اور ہائے افسوس ہائے افسوس نہ کرنا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ تو خود اس دغاباز دنیا کے پھندے میں جان بوجھ کر پھنسا ہوا ہے۔

جنازہ ام چو بہ بینی مگو فراق فراق
مرا وصال و ملاقاتِ آں زماں باشد

یعنی: جب میرا جنازہ دیکھو تو ہائے جدائی جدائی کی صدا نہ لگانا کیونکہ وہ وقت میرے محبوب سے زمانۂ وصال وملاقات ہے۔

فروشدن چو بہ بینی، برآمدن بنگر
غروبِ شمس و قمر را چرا زیاں باشد

یعنی: قبر کے اندر جب میرا اترنا دیکھو تو باہر نکلنے پر بھی غور وخیال کرو کیونکہ سورج اور

چاند کے ڈوبنے میں کچھ نقصان نہیں ہے۔

ترا غروب نماید، ولے شروق بود
لحد مضیقِ نماید، خلاصِ جاں باشد

یعنی: اللہ کے پیاروں، ہم جیسے مستوں کی موت بظاہر غروب ہے لیکن بباطن شروق اور اُبھرنا ہے۔قبر دیکھنے میں تنگ ہے مگر درحقیقت جان وروح کی آزادی ہے۔

کدام دانہ فرو رفت در زمیں کہ نہ رست
چرا بدانۂ انسانت ایں گماں باشد

یعنی: وہ کون سا دانہ ہے جو زمین میں بویا گیا اور نہ اُبھرا۔تو پھر دانۂ انسان کے ساتھ تیرا یہ گمان کیوں ہے؟

اگر دانہ حقیقت میں دانہ ہے تو زمین کے اندر سڑنے کے بجائے ضرور سربلندی اور سرخروئی نصیب ہوگی۔اس لیے اللہ والوں کے مرنے کا خیال وگمان ترک کردے۔وہ زندہ ہیں اور ہمیشگی کی زندگی اُن کا خدائی انعام ہے۔

یونسے دیدم نشستہ برلبِ دریائے دل
گفتمش چونی ؟ جوابم داد برقانونِ خویش
گفت بودم اندریں دریا غذاے ماھیی
پس چوں حرفی نون خمیدم تاشدم ذوالنون خویش

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک یونس کو یعنی ایک عاشقِ سوختہ جگر کو دل کے ساحلِ دریا پر بیٹھا ہوا دیکھا۔مَیں نے اس سے پوچھا کہ کیسے ہو، خیریت تو ہے؟ میرے سوال کا جواب اس نے اپنے وطیرہ کے مطابق یوں دیا اور بولا کہ میں اس دریا کے اندر مچھلی کی غذا بننے والا تھا، جب مَیں اپنے آپ کو نون کی طرح بنا کر اس مالکِ حقیقی کے سامنے جھک گیا تو اس کی رحمت نے جوش میں آ کر مجھے اپنا ذوالنون بنالیا

اور اس کے لیے فنا ہو جانے والے کا لقب عطا فرمایا۔ قرآن پاک میں حضرت یونس علیہ السلام کو ذوالنون سے یاد فرمایا ہے: ''**وذوالنون اذ ذهب مغاضبا فظنّ ان لن نقدر عليه فنادى فى الظلمات الاية**'' نون بن جاؤ ذوالنون ہو جاؤ گے۔ دنیا کے اندھیرے میں شیطان کی غذا بننے سے نجات پا جاؤ گے۔

○ عبرتِ قاہرہ:

سید شریف مصری، حواشی دُر میں ناقل ہیں کہ ایک عالم رات بھر حضرت ﷺ کے ابوین کریمین کے ایمان لانے کے مسئلے میں متفکر رہے۔ اسی فکر میں وہ عالم بے ساختہ چراغ پر جھک گئے کہ بدن جل گیا۔ صبح ایک لشکری آیا کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ راستے میں ایک میوہ فروش اور سبزی فروش ملے جو اپنی دکان کے آگے ترازو لیے بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے اُٹھ کر اُن عالم کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور یہ اشعار پڑھے:

آمنت ان ابا النبى وامه — احيا هما الحى القدير البارى

حتى لقد شهد برسالته — صدقا فبذاک کرامة المختار

وبه الحديث ومن يقول بضعفه — فهو االضعيف عن الحقيقة عار

یعنی: مَیں ایمان لایا کہ رسولِ خدا ﷺ کے ماں باپ کو اُس زندۂ ابدی، قادرِ مطلق، خالقِ عالم جلّ جلالہ نے زندہ فرمایا۔ یہاں تک کہ ان دونوں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیغمبری کی گواہی دی۔ اے شخص اس کی تصدیق کر کہ یہ مصطفیٰ ﷺ کے اعزاز کے لیے ہے۔ اس باب میں حدیث وارد ہوئی۔ جو اُسے ضعیف بتائے وہ آپ ہی ضعیف اور حقیقت میں علم سے خالی ہے۔

یہ اشعار سنا کر اُن عالم سے فرمایا ''اے شیخ انھیں لے اور نہ رات کو جاگ، نہ اپنی جان کو فکر میں ڈال کہ تجھے چراغ جلا دے۔ ہاں جہاں جا رہا ہے وہاں نہ جانا کہ لقمۂ حرام کھانے میں نہ آئے۔''

اُن کے یہ فرمانے سے وہ عالم بے خود ہو کر رہ گئے۔ پھر انھیں تلاش کیا گیا مگر پتا نہ پایا۔ دکانداروں سے پوچھا، کسی نے نہ پہچانا۔ سب بازار والوں نے کہا ''یہاں تو کوئی شخص بیٹھتا ہی نہیں۔''

وہ عالم اس ربانی ہادئ غیب کی ہدایت سُن کر گھر میں واپس آئے۔ لشکری کے وہاں نہ گئے۔

اللہ جل شانہ نے اس عالم کو علم کی برکت سے نظرِ عنایت فرما کر غیب سے کسی ولی کو بھیجا اور اسبابِ مقت وحجاب و بیزاری وعتاب سے بچالیا۔ یہ رجالِ غیب میں سے ایک تھا جن کے وسیلے سے سمندرِ عتاب کے منجدھار میں ڈوبنے والے کو ساحلِ نجات تک پہنچا کر ثواب پانے کا راستہ بتا دیا۔

زنده گردد، مردهٔ صدساله باز
گر ز انوارت بیا بدیك ضیا

(مولانا روم)

یعنی: سوسالہ مردہ دوبارہ زندگی پالیتا ہے اگر ذاتِ پاک کے انوار سے ایک چمک، ذرا سی نورانی رمق سے نوازا جاتا ہے۔

قدم رکھنا سنبھل کر میکدے میں حضرتِ واعظ
یہاں پگڑی اُچھلتی ہے، اسے میخانہ کہتے ہیں

بدستم داد آں یوسف ترنجے
کہ دستِ خویشتن خستم من امروز
بجان بر آسمانِ عشق رفتم
بصورت گر دریں پستم من امروز

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: میرے ہاتھ میں یوسف نے ایک ترنج دیا ہے۔ مَیں آج یوسف کو دیکھ کر اس

درجہ دیوانہ ہوگیا کہ ترنج کے بجائے اپنا ہاتھ کاٹ لیا۔ بباطن درحقیقت مَیں نے آسمانِ عشق کی سیر کی۔ اگرچہ آج اس پستی میں دکھائی دے رہا ہوں۔

O علامہ سبکی علیہ الرحمۃ ''شفاء السقام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''وحیاۃ الشھداء اکمل واعلیٰ فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لا یحصل لمن لیس فی رتبتھم واما حیاۃ الانبیاء اعلیٰ واکمل واتم من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ما کان فی الدنیا.''

ترجمہ: شہدا کی زندگی بہت اعلیٰ و برتر ہے۔ زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جو اُن کے ہم رتبہ نہیں۔ اور انبیاء کی زندگی اعلیٰ واکمل ترین ہے کیونکہ وہ جسم وروح دونوں کے ساتھ ہے۔ جیسی کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ رہے گی۔

مَر کے جی اُٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام
گرچہ ہرذی روح کی منزل ہے آغوشِ لحد

O قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ''تذکرۃ الموتیٰ'' میں رقم طراز ہیں کہ

"اولیاء اللّٰہ گفتہ اند " ارواحنا اجسادنا" یعنی ارواح ایشاں کار اجساد می کنند و گاہے اجساد از غایتِ لطافت برنگ ارواح می برآید۔ میگویند کہ رسولِ خدا ﷺ را سایہ نبود ارواحِ ایشاں از زمین و آسماں و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند و بسببِ ایں ہمیں اجساد حیات آنہارا در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند۔

ابن ابی الدنیا از مالک رحمۃ اللہ علیہ روایت نمود " ارواحِ منین ہر جا کہ خواہند سیر کنند مراداز مؤمنین کاملین اند حق تعالیٰ اجسادِ ایشاں راقوتِ ارواح میدھد کہ در قبور نماز می خوانند و ذکر میکنند و قرآن کریم می خوانند۔"

ترجمہ: اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں یعنی ان کی رواح جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرف ظاہر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ ان کی رواح، زمین و آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہے، آتی جاتی ہے۔ اس لیے قبروں کی مٹی ہمارے جسموں کو نہیں کھاتی، بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ مؤمنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مؤمنین سے مراد کاملین ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے۔ وہ قبروں میں نماز ادا کرتے، ذکر کرتے، اور قرآن کریم کی تلاوت فرماتے ہیں۔

فشانی توبر من اشکے ز دور — فشانم من از آسماں بر تو نور
دعائے تو بر هرچه دارد شتاب — من آمین کنم تاشودمستجاب
مرازنده پندار چوں خویشتن — من آیم بجاں گر تو آئی به تن
مداں خالی از همنشینی مرا — که بینم تراگر نه بینی مرا

(خواجہ نظامی گنجوی)

یعنی: اگر تم دُور سے مجھ پر محبت کے چند قطرے آنسو بہاؤ گے تو مَیں آسمان سے نور کی برسات برساؤں گا۔

تم جب بھی کسی جائز مقصد کے لیے بارگاہِ ربّ العزت میں ہاتھ پھیلا کر گڑگڑا کر دعا کرو گے۔ مَیں تمہاری چاہت کی اجابت کے لیے آمین کرتا جاؤں گا۔

مجھے تم خود جیسا زندہ یقین کرو۔ اگر تم میرے پاس بدن سے حاضر ہوگے مَیں تمہارے پاس روح وجان سے آؤں گا۔

مجھے تم اپنی ہم نشینی سے خالی مت سمجھو کیونکہ اگر چہ تم مجھے نہیں دیکھ پاتے لیکن مَیں برابر تم کو دیکھتا ہوں۔

O شیخ الہند محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح مشکوۃ'' میں فرماتے ہیں کہ

''اولیائے خدائے تعالیٰ نقل کردہ شدند ازیں دارِ فانی بدارِ بقا و زنـده اند نزد پروردگار خود، و مرزوق اندوخوش حال اند و مردم را ازاں شعور نیست الخ''۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں۔ انھیں زرق دیا جاتا ہے وہ خوش حال ہیں اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔

O علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ ''شرح مشکوۃ'' میں لکھتے ہیں:

'' لافـرق لهم في الحالين و الذاقيل اوليا ء اللّٰه لا يموتون بل ينقلبون من دار الى دار''۔الخ

ترجمہ: اولیاء اللہ کی حیات ومَمات کی دونوں حالتوں میں اصلاً فرق نہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

چوں در کفِ سلطان شدم، یك ذرّہ بودم کان شدم
گـر در تـرازو یـم نهی، میداں که میزاں بشکنم

(دیوانِ شمس تبریز)

یعنی: جب میں قادر مطلق، شہنشاہ اکبر کے ہاں پہنچ گیا، اس وقت اگرچہ بندہ ایک ذرّہ تھا اب کان ومعدن بن گیا۔ اگر تم مجھے معمولی سمجھ کر ترازو میں تولنا چاہو گے تو ہوشیار! میں تمہارا ترازو توڑ ڈالوں گا۔ میری سوچ کی وسعت تمہاری ترازو کی طاقت سے بہت بعید ہے۔

امـروز هـمچو عـاصفم، ششیر و فرماں در کفم
تــاگــردنِ گــردن کشاں، پیش سلیماں بشکنم

یعنی: آج میں عاصف بن برخیا کی مانند ہوں۔ تلوار اور فرمانِ الٰہی میرے ہاتھ میں

ہے تا کہ نافرمانوں کی گردنیں سلیمانِ اکبر کے سامنے اُڑا دوں۔

یعنی اس وقت مجھ میں خدا کی بخشی ہوئی خدائی قوت موجود ہے۔ مجھ سے لڑنا جھگڑنا موت کو آواز دینے کے متراوف ہے۔

از رحمة للعالمیں، اقبالِ درو یشاں به بیں
چوں مه منوّر خرقها، چوں گُل معطّر شالها

(مولانائے روم)

یعنی: رحمۃ للعالمین محمد امین ﷺ کے صدقے میں درویشوں کی سربلندی و اقبال مندی دیکھ لو کہ ان کے خرقے چاند کے مانند نورانی اور اُن کی چادریں پھولوں سے بڑھ کر معطر ہیں۔

☆ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ''شرح صدور'' میں اولیائے کرام کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایاتِ مستند لکھی ہیں۔ جو یہاں نقل کی جاتی ہیں:

امام عارف باللہ استاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ سے راوی، کہ مَیں مکہ معظّمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا۔ جب مَیں نے اُس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا ''**یا ابا سعید اماعلمت ان الاحباء وان فاتوا وانما ینقلبون من دار الی دار**'' اے ابوسعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ پاک کے پیارے زندہ ہیں! گرچہ مر بھی جائیں۔ وہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل کیے جاتے ہیں۔''

ائے عشق پیش هر کسے نام و لقب داری بسے
من دوش نـام دیگرت کردم که دردِ بے دوا

(مولانائے روم)

یعنی: اے عشقِ حقیقی! تجھے لوگ قسم قسم کے نام ولقب سے یاد کرتے ہیں لیکن گذشتہ

کل میں نے تیرا ایک انوکھا نام رکھ دیا ہے کہ تو ایک ایسا درد ہے کہ جس کی دوا اس جہاں میں مفقود ہے۔

☆ **علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ**، حضرت سید ابوعلی سے روایت کرتے ہیں ''مَیں نے ایک فقیر کو قبر میں اُتارا، جب کفن کھولا اُن کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ پاک اُن کی غربت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا'' **یا ابا علی تذللنی بین یدی من یدللنی** ''اے ابوعلی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اُٹھاتا ہے؟

مَیں نے عرض کی'' اے سردار! کیا موت کے بعد زندگی ہے؟''

فرمایا: ''**بلی انا حی و کُلّ محب لانصرنک بجاهی غدا**''

ہاں میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے۔ بے شک وہ جاہ ومنزلت جو مجھے روزِ قیامت ملے گی اس سے مَیں تیری مدد کروں گا۔

تنِ زندہ دل، خفتہ در زیرِ گل ... بہ از عالمے زندہ، مردہ دل
دل زندہ ھر گزنگر ددھلاك ... تن زندہ دل گر بمیرد چه باك

(سعدی شیرازی)

یعنی: زندہ دل اولیاء اللہ، زمین کے نیچے آرام سے سوئے ہوتے ہیں۔ وہ مردہ دل زندہ عالموں سے اللہ کے نزدیک بدرجہا افضل واکرم ہیں۔

زندہ دل ہستیاں کبھی بھی ہلاک نہیں ہوتیں کیونکہ ان کے جسم و روح میں تمیز باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا نتیجے میں زندہ دلوں کو خوف و پریشانی کیوں ہو'' **فلا خوف علیهم و لا یحزنون** '' کی صدا پکار پکار کر اعلانِ بے خوفی کر رہی ہے۔

☆ **علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ**، حضرت ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرماتے ہیں کہ'' میرا ایک نوجوان مرید فوت ہوگیا۔ مجھ کو سخت صدمہ ہوا۔ نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی۔ جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی

داہنی کروٹ میری طرف کردی۔ مَیں نے کہا، جانِ پدر! تو سچا ہے، مجھ ہی سے غلطی ہوئی۔

وہی امام، حضرت ابویعقوب سوسی نھر جوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''میں نے ایک مرید کونہلانے کے لیے تختے پر لٹایا۔ اُس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا جانِ پدر! مَیں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے۔ لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔''

ما از لب و دندانِ اجل هیچ نترسیم
چو زنده شدیم از بت خندانِ خرابات

(مولانا روم)

یعنی: ہمیں موت کے لب و دنداں سے کچھ خوف وخطرہ نہیں ہے، جب کہ ہم نے مالکِ مے خانۂ محبت کی مسکراہٹ سے دائمی کی زندگی حاصل کر لی ہے۔

قرار زندگانی آں نگار است — کزو آں بیقراری بر قرار است
همی نالددروں از بیقراری — بداں ماند که جانِ من فگار ست
مرا چوں تا قیامت یار این ست — خراب و مست باشم کار این ست

(مولانا روم)

یعنی: وہ حسین محبوب میری زندگی کا قرار ہے۔ اس سے وصال کی بے قراری اب تک برقرار ہے۔ میرا قلب وجگر ہجر محبوب میں اس طرح رو رہا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ فراق میں میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ قیامت تک کے لیے یارِمَن وحدہ لاشریک کی ذات ہے اور اس کی تلاش میں مست وبرباد رہنا میرا واحد مقصد ہے۔

☆ **علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ** انہی عارف موصوف سے روایت کرتے ہیں کہ ''مکہ معظّمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا۔ پیرومرشد! مَیں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ حضرت ایک اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا۔ مرید مذکور نے آکر طواف کیا پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا، تو روح نہ تھی۔ مَیں نے قبر میں اُتارا، اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ مَیں نے کہا ''کیا موت کے بعد

زندگی ہے؟'' کہا''انا حی و کلّ محبّ اللّٰہ حیّ ''مَیں زندہ ہوں اور اللہ پاک کا ہر دوست زندہ ہے۔

چہ داند کور مادر زاد اصلی رخِ خوب مہ دو ہفتۂ را

(مولانا روم)

یعنی: مادر زاد اصلی اندھا، چودھویں کے چاند کے خوبصورت چہرے کے متعلق کیا جانتا ہے؟ اسی طرح ولی اللہ کی شان اور بلندی وآن بان کو ایک عام انسان کیسے پہچان سکتا ہے۔

O" وسع کرسیه السماوات والارض" بقرة

''کرسية قلب المعارف وهو اوسع من السماوات والارض لانه معدن علوم الالوهية وعلم الذالتي الذى لانها ية له ولا حدّ له''

(تفسیر عرائس البیان للامام البقلی الشیر ازی رضی اللہ عنہ صفحہ ۵۳)

ترجمہ: کرسی جل جلالہ عارف کا قلب ہے اور وہ قلب عارف آسمانوں اور زمین کے طبقوں سے وسیع تر ہے کیونکہ عارف کا قلب علومِ الوہیت اور علمِ ذاتی کا معدن ہوتا ہے جس کہ نہ حد ہے نہ غایت۔

عرش و فرش ولوح و کرسی اندروست
نیست حدّی در حقیقت، زوجدا
حاضر و آگاہ بنشیں می نگر
دمبدم در صنع و کردار خدا
کونشانِ غیر در دارِ وجود
چونکہ او بُد ابتداء و انتہا

(مولانا روم)

یعنی: عرش، فرش، لوح اور کرسی اہل اللہ کے قلوب کے اندر ہیں۔ در حقیقت کوئی حد نہیں جو اس سے جدا ہو۔ اپنے قلب ودل کو حاضر کر کے، بیٹھے تاک لگائے دیکھتے رہو۔ اور

صانع عالم کی صنعت وکردار کا نظارہ کرو۔

اس دارِ وجود و دنیائے دنیٰ میں کسی غیر کا نشان کہاں ہے؟ کیونکہ جب وہی ابتدااور انتہا ہے تو بیچ میں کوئی مداخلت کا مجاز نہیں ہے۔

خارم بگلے گشته، آخرهمه گُل گشته

هم اولِ مارحمت، هم آخر مارحمت

(مولانا روم)

یعنی: میرا کانٹا پھول کے ساتھ رہ کرمکمل پھول بن چکا ہے۔

اب ہمارا اوّل بھی رحمت اور آخر بھی رحمت کا لقب پاچکا ہے۔ اس حد پر آ کر پھول اور کانٹے میں واضح امتیاز مٹ جاتا ہے۔

يك شمع ازان مجلس صدشمع بگیراند

گرمردهٔ باری تو هم زنده شوی باما

چوں دانه شدافگنده، بردست و درختے شد

ایں رمز چو دریابی افگنده شوی باما

باغنچهٔ نابینا، گلها بنظر گویند

چو باز شود چشمت، بیننده شوی باما

(دیوانِ شمس تبریز)

یعنی: محفلِ مے خانۂ وحدت کی ایک شمع سے سوسو شمعیں روشنی وضیاء وصفاء حاصل کرتی ہیں۔ مردانِ خدا، شمع الٰہی ہیں، تم ہزار مردہ کیوں نہ ہو جب اُن کے حلقے میں داخل ہوگا، اُن کی طرح زندہ بن جاؤ گے۔

زرخیز زمین پر گرا ہوا دانہ اُبھر کر درخت بنتا ہے۔ جب تم اس حقیقت کو سمجھ لو گے تو ہم مستوں کی طرح مے خانۂ محبت کے دروازے پر گر پڑو گے۔

چٹکی ہوئی اندھی کلی سے، گلشن کے کھلے ہوئے پھولوں کا کہنا ہے کہ اے غنچے! جب

تیری آنکھیں کھل جائیں گی تو تُو بھی ہماری طرح دیکھنے والا بن جائے گا۔

○رجال الغیب سمّو بذلک لعدم معرفة اکثر الناس لهم. رأسهم قطب الغوث الفرد الجامع. جعله اللّٰه دائرا فی الآفاق الاربعة ارکان الدنیا کدوران الفلک فی افق السماء وقدستر اللّٰه احواله عن الخاصة والعامة غیرة علیه غیرانه یری عالما کجاهل وأبله کفطن وتار کا آخذا قریبا بعیدا سهلا عسرأ منا حذرا.

ومکانته من الاولیاء کالنقطة من الدا ئرة هی مرکز ها به یقع صلاح العالم.

والاوتاد وهم اربعة لا یطلع علیهم الّا الخاصّة واحد بالیمن و واحد بالشام وواحد بالمشرق وواحد بالمغرب.

والابدال وهم سبعة علی الاصح وقیل ثلاثون وقیل اربعة عشر کذاقاله الیافعی رضی اللّٰه عنه وسیأتی حدیث انهم اربعون و حدیث انهم ثلاثون وکل منهما یعکر علی قوله والا صح انهم سبعة.

والنقباء وهم اربعون والنجباء وهم ثلثمائة

فاذا مات القطب ابدل بخیاء الاربعة او احد الاربعة ابدل بخیار السبعة او احدا لسبعة ابدل بخیار الاربعین او احد الا ربعین ابدل بخیار الثلا ثمائة او احد الثلثمائة ابدل بخیر الصالحین فاذا ارادا اللّٰه قیام الساعة اماتهم اجمعین وذلک ان اللّٰه یدفع عن عباده البلاً بهم وینزل بهم قطر السماء.

(فتاویٰ حدیثیه لعلامة الشیخ احمد شهاب الدین بن حجر الهیتمی المکی، ص ۲۳۶)

ترجمہ: **رجال الغیب کی تعریف:**

چونکہ اکثر لوگ انھیں پہچاننے کی قابلیت نہیں رکھتے اس لیے رجال الغیب سے

موسوم کیا گیا ہے۔

قطب یا غوث: تمام رجال الغیب کا سردار قطب ہوتا ہے جو غوث کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ وہ رجال الغیب کی کل صفتوں کا جامع ہستی ہوتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے تمام عالم کی استقامت وسلامتی کے لیے قطب کی ذات کو ایک مضبوط دائرہ بنا رکھا ہے۔ اس کی مثال فضائے آسمان میں فلک کے دوران کا دائرہ جیسا ہوتا ہے۔ غیرتِ الٰہی یہ برداشت نہیں کرتی کہ ان کی حالتوں کو ہر خاص و عام پر آشکار کیا جائے۔ لہٰذا انھیں مستور و پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ سوائے اس کے کہ عالم ان کو جاہل سمجھیں گے۔ ناسمجھ احمق انھیں دانشمند جانیں گے، خدا سے دور بھاگنے والے انھیں پکڑنے والا داروغہ نظر آئے گا۔ قربت چاہنے والے ان کو دور پائیں گے۔

معمولی اور آسان خیال کرنے والوں کے لیے وہ ایک معمہ بن جائیں گے۔ اور امن وسلامتی کا قلعہ گمان کرنے والے انھیں ایک خطرہ محسوس کریں گے۔

قطب یا غوث کا مکان وٹھکانہ، دائرے کے نقطہ جیسا ہے۔ وہی تمام اولیاء اللہ کا مرکز ہے۔ اسی کی بدولت صلاحیتِ عالَم ہے۔

اوتاد: اوتاد چار ہیں انھیں اہلِ خاص کے علاوہ دوسرے نہیں پہچان سکتے۔ ایک یمن میں، ایک شام میں، ایک مشرق اور ایک مغرب میں ہوتے ہیں۔

ابدال: صحیح ترین قول ہے کہ یہ سات ہوتے ہیں۔ بعضوں نے تیس کہا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ چودہ ہیں۔ یہ شیخ یافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اور بعض حدیث میں ان کی تعداد چالیس اور بعض میں تیس بتائی گئی ہے۔ اور سب اپنے اپنے قول پر جمے ہوئے ہیں۔ لیکن صحیح ترین قول یہ ہے کہ جماعتِ ابدال سات پر مشتمل ہے۔

نقباء: ان کا عدد چالیس ہے۔

نخباء: یہ تین سو کی ایک جماعت ہے۔

جب قطب انتقال فرماتا ہے تو چار اوتاد میں سے اللہ پاک اکمل ترین ہستی کو قطبیت

کے لیے منتخب فرماتا ہے۔ جب اوتاد میں سے ایک گذر جاتا ہے تو ابدال کی سات والی جماعت سے بہترین فرد کا انتخاب ہوتا ہے۔ جب ابدالوں کی جماعت میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے۔تو چالیس نقباء میں سے لائق ترین شخص کو جگہ مل جاتی ہے اور جب نقباء میں سے کسی کی وفات ہوجائے تو تین سو والی نجباء کی جماعت سے افضل ترین فرد کو چُن لیا جاتا ہے۔ جب نجباء کی جماعت سے کوئی رحلت کرجاتا ہے تو اس کی جگہ عام صالحین میں سے جس کو اللہ چاہے جگہ مل جاتی ہے۔

جب اللہ جل جلالہ قیامِ قیامت کا ارادہ فرمائے گا تو تمام رجال الغیب کا خاتمہ ہوجائے گا۔ تاکہ اللہ کے بندوں پر سے مصائب و بلیات دفع کرنے والے، آسمان سے بارش برسانے والے تمام ذرائع ختم ہوجائیں اور بربادیٔ عالم کا سامان آسانی سے پیدا و ہویدا ہوجائے۔

اے چرخ ترابندہ وی خلق ز تو زندہ
احسنت زھے خوبی، شاباش زھے زیبا

(شمس تبریز)

یعنی: اے وہ ہستیاں ! جن کا آسمان غلام ہے اور مخلوقِ خدا جن کی بدولت زندہ ہے۔ ہم آپ جیسی ہستیوں کی خوبیاں بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ ہزار زبان سے بھی اگر داد پیش کریں پھر بھی داد کی ادائیگی ناقص ضرور رہے گی۔

مداوائے دورنِ درد منداں — نباشد جزلبِ لعلِ مسیحا
چو مجنونم از ایں قطب معانی — که نورش برترست از عرشِ اعلا

(مولانا روم)

یعنی: دردمندانِ عشق کے دل کی دوا، مسیحائے زماں کے ہونٹ کی سرخی کے سوا نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کی ہر ادا پر فدا ہوجانا قبولیتِ عبادت و دعا کی کنجی ہے۔ اور اُس کی رضا پر دین و دنیا کی کامرانی منحصر ہے۔ مَیں اس شیخِ زماں وقطبِ معانی کی محبت میں دیوانہ ہوں،

جس کا نور و ناز عرشِ اعلیٰ سے بالا ہے۔

دلا گر عاشقی، مردانہ پیش آئی　　وگرنہ بازناں بہ نشیں چولالا
مجرّد شو چو مولانائے رومیؔ　　کہ تا جانت شود مستِ تولا

(مولانا روم)

یعنی: اے دل اگر تو حقیقت میں عاشق مزاج ہے، تو دلیری سے صحرائے محبت میں معشوق کی آزمائش کے لیے کود پڑ۔ ورنہ عورتوں اور پردہ نشینوں کے ساتھ خدمت گاروں اور نوکروں کی جماعت میں بیٹھا رہ۔

اے عاشقِ حقیقی! اس بیکس مولانائے روم کے مانند دنیا و اہلِ دنیا سے مکمل طور پر دامن چھڑا لے پھر تو ملاحظہ کرے گا کہ تیری روح محبت الٰہی میں مست و سرشار ہوگئی ہے۔

O وروی بعضهم عن الخضر عليه السلام انه قال ثلثمائة هم الاولياء وسبعون هم النجبأ. واربعون هم اوتاد الارض وعشرة هم النقباء وسبعة هم العرفاء وثلاثة هم المختارون و واحد هو الغوث.

وجاء عن علی رضی اللّٰه عنه انه قال ”الابدال بالشام والنجباء بمصر والعصائب بالعراق والنقباء بخراسان والاوتاد بسائر الارض والخضر عليه السلام سيد القوم.

قال بعضهم ”لم يذكر رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه و آله وسلم قلبه فی جملة الانبياء والملاكة لانه لم يخلق اللّٰه تعالیٰ فی عالم الخلق والأمر اعزّ وألطف و أشرف من قلبه صلی اللّٰه عليه وآله وسلم فقلوب الملائكة والانبياء والاولياء بالاضافة الی قلبه كاضافة سائر الكواكب الی الشمس.

(فتاویٰ حدیثیہ للشیخ ابن حجر الہیتمی المکی رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ ۲۳۷)

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام سے بعضوں نے روایت کی ہے کہ ”تین سو اولیاء کی جماعت ہر زمانے میں موجود ہے اور ستر نجباء ہیں اور چالیس زمین کے اوتاد ہیں اور دس نقباء

ہیں۔اور سات عرفاء ہیں اور تین مختارین ہیں اور ایک غوث ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''ابدال شام میں ہیں، نجباء مصر میں، عصائب عراق میں، نقباء خراسان میں، اوتاد تمام روئے زمین میں اور خضر علیہ السلام سیّد القوم ہیں۔''

بعض کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کے قلبِ مبارک کا ذکر تمام انبیاء اور ملائکہ کے قلوب کے ذکر کے ساتھ نہیں آیا ہے کیونکہ عالمِ خلق و امر میں اللہ تعالیٰ نے آں حضرت ﷺ کے قلبِ مبارک سے زیادہ معزز، لطیف تر اور اشرف تخلیق ہی نہیں فرمایا۔لہٰذا تمام فرشتوں، نبیوں اور ولیوں کے قلوب کے ساتھ رسولِ انس و جان، محبوبِ ربّ رحمٰن ﷺ کے قلبِ پاک کا موازنہ و مقابلہ کرنا گویا کہ تمام ستاروں کا موازنہ سورج کے ساتھ کرنے جیسا ہوگا (جو اللہ کو گوارا نہ ہوا)۔''

O وفی حدیث الام الرافعی رحمة اللّٰہ علیہ انہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم قال " ان للّٰہ فی الارض ثلثمائة قلوبھم علی قلب آدم و لہ اربعون قلوبھم علی قلب موسیٰ و لہ سبعة قلوبھم علی قلب ابراھیم و لہ خمسة قلوبھم علی قلب جبرئیل و لہ ثلاثة قلوبھم علی قلب میکائیل و واحد علی قلب اسرافیل علیھم السلام فاذا مات الواحد ابدل اللّٰہ مکانہ من الثلاثہ و اذا مات من الثلاثة ابدل اللّٰہ مکانہ من الخمسة و اذا مات من الخمسة ابدل اللّٰہ مکانہ من السبعة و اذ مات من السبعة ابدل اللّٰہ مکانہ من الاربعین و اذا مات من الاربعین ابدل اللّٰہ مکانہ من الثلمثائة و اذا مات من الثلمثمائة ابدل اللّٰہ مکانہ من العامة یدفع اللّٰہ بھم البلاء عن ھذہ الامّة قال الیافعی رحمة اللّٰہ علیہ قال بعض العارفین والواحد المذکور فی ھذا الحدیث ھو القطب و ھو الغوث. (فتاویٰ حدیثیہ، ص۲۳۶)

(اس حدیث شریف کا ترجمہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔)

O ولقد سمعت النجم الاصبهانی رحمة اللّٰه علیه خلف مقام ابراهیم الخلیل علیه السلام یزکران الخضر علیه السلام سال اللّٰه عزوجل ان یقبضه عند ما یرفع القرآن.

والظاهر واللّٰه اعلم ان القطب وسائر الاولیاء المعددین وغیر هم من الموجودین فی ذلک الوقت یطلبون الموت ایضا. اذلیس بعد رفع القرآن تطیب الحیاة لاهل الخیر بلی لا یبقی فی الارض خیر.

(فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۳۷)

ترجمہ: علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مَیں نے نجم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ سے مقامِ ابراہیم کے پیچھے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں یہ عرضی پیش کی کہ اُن کی جان کو اللہ پاک رفع قرآن (قربِ قیامت کے وقت قرآن پاک کا اُٹھالیا جانا) کے وقت قبض فرمائے۔ صاف بات تو یہ ہے کہ قطب اور تمام اولیاء کرام جو رفع قرآن کے وقت موجود ہوں گے، موت ہی تو چاہیں گے کیونکہ رفع قرآن کے بعد اہلِ خیر کے لیے زندگی کی لذت نہ رہے گی جب کہ نیکی کا وجود زمین پر باقی نہ رہے گا۔

من در عجب اُفتادم، ازاں قطب یگانه
کزیك نظرش، جمله وجودم همه جاں کرد

(دیوانِ شمس تبریز)

یعنی: مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ اس قطبِ زمانہ، غوثِ یگانہ حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سخت حیرت و تعجب میں پڑا ہوا ہے۔

کیونکہ اس کی ایک ہی نظر کرم نے، میرے سارے وجود کو روح تاباں بنا کر رکھ دیا۔

O اعلم ان هذا الحدیث لم أرمن خرجه من حفّاظ المحدّثین الذین یعتمد علیهم لکن وردت احادیث تؤید کثیرا ممّا فیه.

منها حديث ابى نعيم فى الحلية:"خيار امّتى كل قرن خمسمأته و الا بدال اربعون فلا الخمسمأته ينقصون و لا الا بدال كلمّا مات منهم رجل ابدل الله تعالىٰ من الخمسمأته مكانه و أدخله فى الاربعين مكانه يعفون عمّن ظلمهم ويحسنون لمن أساء اليهم ويتسامتون فيما أتاهم اللّٰه و هم فى الارض كلها."

ومنها حديث احمد" الابدال فى هذه الامّة ثلاثون رجالا قلوبهم على قلب ابراهيم عليه السلام كلمّا مات رجل ابدل اللّٰه مكانه رجلا" الخ

"ولا تخالف بين المحديثين فى عدد الابدال لا ن ابدال له اطلاقان كما يعلم من الاحاديث الآتية فى تخالف علاقاتهم وصفاتهم أو انهم قد يكونون فى زمان اربعين و فى آخر ثلاثين."

(فتاوىٰ حديثيه، للشيخ احمد شهاب الدين بن حجر الهيتمى المكى رحمة اللّٰه عليه، صفحه ٢٣٧)

ترجمہ: اس حدیث شریف کو معتمد حفاظ المحدثین سے کس بزرگ نے زیرِ قلم کیا ہے، اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ لیکن بہت سی حدیثیں ایسی وارد ہوئی ہیں جو اس حدیث کے اکثر بیانات کی بڑی شدومد سے تائید کرتی ہیں۔ ان تائید کرنے والی حدیثوں میں سے چند احادیث مندرجہ ذیل ملاحظہ ہوں:

پہلی حدیث: حلیہ میں ابی نعیم سے ہے:"ہر زمانے میں میری بہترین اُمت کی تعداد پانچ سو ہے اور ابدال چالیس ہیں۔ خیارِ اُمت اور چالیس ابدال گھٹتے نہیں۔ جب اُن میں سے کوئی شخص وفات پاتا ہے، اللہ جل شانہ اس کی جگہ کو پانچ سو کی جماعت میں سے کسی ایک کو چن کر پوری فرما دیتا ہے۔

ان ہستیوں کی یہ خاصیت ہے کہ جو کوئی اُن پر ظلم کرے، معاف کردیتے ہیں۔ جو اُن کے ساتھ بُرا سلوک کرتا ہے، نیک برتاؤ سے پیش آتے ہیں اور جو کچھ اللہ پاک کی

طرف سے اُن تک پہنچتا ہے، خندہ پیشانی سے قبول فرما کر خدا کی یاد کرتے ہیں۔ اور یہ نیک و بزرگ ہستیاں تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہیں۔

دوسری حدیث: امام احمد سے منقول ہے ''اس اُمت میں تیس اشخاص ابدال ہیں۔ ان کے دلوں کو ابراہیم علیہ السلام کے قلب کے نمونے پر بنایا گیا ہے۔ جب کوئی وفات پاتا ہے۔ اللہ جل جلالہ اس کی جگہ کو دوسرے کسی سے بھر دیتا ہے۔''

ان دونوں حدیثوں کے درمیان، ابدال کے عدد میں کوئی اختلاف نہیں ہے (اگر چہ پہلی حدیث میں تعدادِ ابدال چالیس ظاہر کی گئی اور دوسری حدیث میں تیس پر اکتفا کیا گیا ہے) کیونکہ بدل یعنی جانشین، کریم وشریف کا اطلاق دو طرح سے ہوتا ہے۔ آگے آنے والی حدیثوں سے ان کی علامتوں اور صفتوں کا اختلاف ظاہر ہو جائے گا (لہٰذا ابدال کبھی علامتوں کے اعتبار سے اگر چالیس ہوں گے تو صفتوں کے اعتبار سے تیس بھی ہو سکتے ہیں) یا تو وہ گروہِ ابدال ایک زمانے میں چالیس ہوتا ہے، تو دوسرے زمانے میں تیس ہو جاتا ہے۔

تا تیغ بکف یابی بر نفس دو دستی زن
تاسنگ بکف آید، بر شیشۂ هستی زن

(عرفی شیرازی)

یعنی: ابدال و ابرار و اوتاد کی شان میں عرفی شیرازی فرماتے ہیں کہ اُن کی عادت ایسی ہوتی ہے کہ اگر تلوار ہاتھ آئے تو اپنے ہاتھوں سے نفس پر مارتے ہیں اور اگر پتھر ہاتھ لگے تو اُسے اپنے وجود کے آئینے پر مارتے ہیں۔

O" ان الابدال فی امّتی ثلاثون. بهم تقوم الارض وبهم یمطرون وبهم ینصرون"

وحدیث ابن عساکر " ان الابدال بالشام یکونون وهم اربعون دجلابهم تسقون الغیث وبهم تنصرون علی اعدائکم یصرف بهم عن اهل الارض البلاء والغرق"

و منها حديث الطبرانی:

" الابدال فی اهل الشام وبهم تنصرون وبهم ترزقون "

و منها حديث احمد رحمة اللّٰه عليه :

" الابـدال بالشام وهم اربعون رجلا كلمّا مات رجل ابدل اللّٰه مكانه رجـلا. تسقـون بهـم الـغيث وتنصرون بهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب".

(و منها حديث الطبرانی رحمة اللّٰه عليه صفحه ۲۳۷)

ترجمہ: **تیسری حدیث طبرانی سے مروی:**

"میری اُمت میں بے شک تیس ابدال ہیں۔ اُن کی بدولت زمین قائم ہے۔ برسات ہوتی ہے اور امدادِ الٰہی جاری ہے۔"

ابن عساکر کی حدیث: ابدال ضرور شام میں ہوتے ہیں۔ اور وہ چالیس مرد ہیں۔ ان کی بدولت بارش برستی ہے۔ تمہیں دشمنوں پر فتح مندی نصیب ہوتی ہے۔ غرق و بلا کو اہلِ زمین سے وہ لوگ ہٹا دیتے ہیں۔"

چوتھی حدیث: طبرانی کی روایت:

"ابدال اہلِ شام ہیں۔ ان کی بدولت تمہاری امداد ہوتی ہے اور ان کے وسیلے سے تمہیں رزق ملتا ہے۔"

پانچویں حدیث: امام احمد راوی:

"ابدال شام میں اور وہ چالیس مرد ہیں۔ ایک کی وفات پر دوسرے سے جگہ بھر دی جاتی ہے۔ اُن کی بدولت برسات ہے، دشمنوں پر نصرت ہے اور اہلِ شام سے ان کی بدولت عذاب ہٹائے جاتے ہیں۔"

O و منهـا حـديث الـجـلال الذی رواه فی كرامات الاولياء و رواه الديلمی ايضا.

"الابـدال اربـعـون رجـلا واربـعون امرأة كلّما مات رجل ابدل اللّٰه مكانه رجلا وكلّما ماتت أمرأة ابدل اللّٰه مكانها امرأة"

ومنها خبر الحاكم عن عطاء مرسلا:

"الابدال من الموالی."

ومنها خبر ابن ابی الدنيا مرسلا

" علامة ابدال امّتی انهم لا يلعنون شيأ ابدا".

ومنها خبرابن حبان:

" لاتـخلوالارض من ثلاثين و ثمانين مثل ابراهيم خليل الرحمن بهم تغاثون وبهم ترزقون وبهم تمطرون."

ومنها خبر البيهقی" ان ابدال امتی لم يد خلوا الجنّة باعمالهم ولكن انـمّـا دخـلوها برحمة اللّٰه وسخاوة النفس وسلامة الصدر ورحمة الجميع المسلمين." (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۳۷)

ترجمہ: چھٹی حدیث: علامہ جلال کی حدیث ہے جس کو کراماتِ اولیاء کے ماتحت روایت فرمایا ہے۔اوراس کو امام دیلمی نے بھی روایت کیا ہے۔

"ابدال چالیس مرد ہیں اور چالیس عورت ہیں۔ جب ایک مرد گزر جاتا ہے تو دوسرا مرد اس کی جگہ آ جاتا ہے۔ جب ایک عورت گزر جاتی ہے تو دوسری عورت اس کی جگہ آ جاتی ہے۔"

ساتویں خبر: حاکم کی عطاء رضی اللہ عنہ سے بطریق مرسل:

"ابدال آزادشدہ غلاموں سے ہوا کرتا ہے۔"

آٹھویں خبر: ابن ابی الدنیا سے بطریق مرسل:

"میری اُمت کے ابدال کی علامت یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو لعنت نہیں کرتے۔"

نویں خبر: ابن حبان سے:"تیس اوراسّی ابدالوں سے زمین خالی نہیں ہوتی۔ وہ ابراہیم خلیل الرحمٰن کے نمونے پر ہوتے ہیں۔ان سے پناہ طلب کی جاتی ہے۔ان کی بدولت رزق اور

بارش حاصل ہوتی ہے۔''

دسویں خبر: امام بیہقی سے: ''میری اُمت کے ابدال اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہوں گے، لیکن بسببِ رحمتِ الٰہی، ان کی سخاوتِ نفس، ان کی سلامتِ صدر اور کل مسلمین پر مہربان ہونے کی عادت پر داخلِ جنت ہوں گے۔''

O ومنها خبرابی نعیم فی الحلیة ایضا :

" لایزال الاربعون رجلا من امّتی قلوبهم علی قلب ابراهیم علیه السلام یدفع بهم عن اهل الارض یقال لهم الابدال انهم لم انهم لم یدرکوها بصلاة ولا بصوم ولا بصدقة ! قال ابن مسعود رضی اللّٰه عنه "فبم ادرکوها یا رسول اللّٰه ؟" قال بالسخاوة والنصیحة للمسلمین."

ومنها خبر الطبرانی فی الاوسط:

" لن تخلو الارض من اربعین رجلا مثل خلیل الرحمن بهم تسقون وبهم تنصرون مامات منهم احد الّا ابدل اللّٰه مکانه آخر."

ومنها خبر ابن عدی فی کامله :

البدلاء اربعون اثنان و عشرون بالشام وثمانیة عشر بالعراق کلمّا مات منهم احد ابدل اللّٰه مکانه آخر فاذا جاء الأمر قبضوا کلّهم فعند ذلک تقوم الساعة. (فتاویٰ حدیثیة لابن حجر الهیتمی، صفحه ۲۳۸)

ترجمہ: گیارھویں خبر: خبر ابی نعیم حلیۃ میں: روایت کرتے ہیں

''میری اُمت میں چالیس افراد ہمیشہ ایسے باقی رہیں گے جن کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ آفات ومصائب، اہلِ زمین پر اُن کے وسیلے سے دفع کیے جاتے ہیں۔ وہ لوگ یہ مرتبہ ودرجہ کثرتِ صلوۃ، صوم وکثرتِ صدقہ کی بدولت نہیں پاتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ!

تو کن خصلتوں کی وجہ سے یہ لوگ فضیلت و بزرگی پا لیتے ہیں؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سخاوت اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی بدولت یہ دولت حاصل ہوتی ہے۔"

بارہویں خبر: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی اوسط میں:

"خلیل الرحمٰن جیسے چالیس اشخاص زمین میں ہمیشہ ہوتے ہیں۔ انھیں کی بدولت پانی برستا ہے، امدادِ الٰہی ہوتی ہے۔ جب بھی کوئی ان میں سے گزر جائے، اللہ پاک دوسرے سے جگہ بھر دیتا ہے۔"

تیرہویں خبر: ابن عدی کی خبر ان کی تصنیف "کامل" میں:

"ابدال چالیس ہیں، بائیس ملک شام میں اور اٹھارہ عراق میں۔ جب بھی کوئی گذر جائے اللہ پاک اس کی جگہ کو دوسرے سے بدل دیتا ہے۔ جب قیامِ قیامت کا حکم صادر فرمائے گا اس وقت تمام ابدالوں کی روحیں قبض کی جائیں گی تبھی قیامت کھڑی ہوگی۔

O وممّا جاء فی القطب:

کما قال بعض المحدثین خبر ابی نعیم الحلیۃ:

"ان للّٰہ تعالیٰ فی کل بدعۃ کید بھا الاسلام واھلہ ولیّا صالحا یذبّ عنہ ویتکلّم بعلاماتہ فاغتنموا حضور تلک المجالس بالذّب عن الضعفاء وتوکّلوا علی اللّٰہ وکفی باللّٰہ وکیلا". **(فتاویٰ حدیثیہ، ص ۲۳۸)**

ترجمہ: ضرورتِ قطب کی وجہ: جیسے بعض محدثین نے فرمایا ہے جو حدیث ابی نعیم حلیہ میں مرقوم ہے۔

"بلاشک وشبہ، دنیا میں ہر وقت اللہ پاک کا ایک خاص ولی صالح موجود ہوتا ہے۔ جو ہر جدید خیالات و ایجادات، جن سے اسلام اور اہلِ اسلام کو دھوکہ دینے والے پھنسانا چاہیں، وہ بچالے، اور اُن کے پھندوں سے ہٹالے۔ وہ ان فریبیوں کی علامتوں کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ لہٰذا تم ان کی مجلسوں کی حضوری کو غنیمت سمجھو جو کمزور دل والوں کو

دشمنانِ اسلام کے فریبوں سے ہٹاتے ہیں۔ اللہ پر توکّل رکھو، وہ کافی نگہبان ہے۔''

O و روی عن ابی الدورداء رضی اللّٰہ عنہ انہ قال.'' ان اللّٰہ عبادا یقال لھم الابدال لم یبلغوا بکثرۃ الصوم والصلاۃ والتخشّع وحسن الحلیۃ. ولکن بلغوا بصدق الورع وحسن النیۃ وسلامۃ الصدر والرحمۃ جمیع المسلمین. واصطفاھم اللّٰہ بعلمہ واستخلصھم لنفسہ وھم اربعون رجلا علی مثل قلب ابراھیم علیہ السلام لایموت الرجل منھم حتی یکون اللّٰہ قد انشا ومن یخلفہ واعلم انھم لایسبّون شیأ ولا یلعنونہ ولا یوذون من یخونھم ولا یحقرونہ ولا یحسدون من فوقھم اطیب الناس خیرا والینھم عریکۃ واسخاھم نفسا لا تدارکھم الخیل المجراۃ ولا الریاح العواصف فیما بینھم وبین ربّھم انما قلوبھم تصعد فی السقوف العلیا ارتیا حا الی اللّٰہ تعالیٰ فی استباق الخیرات اولئک حزب اللّٰہ الا انّ حزب اللّٰہ ھم المفلحون'' وھذا بعض کلامہ قال الیافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ.

(نزھۃ الناظرین للشیخ تقی الدین عبدالملک البابی ثم الحلبی رحمۃ اللّٰہ علیہ، خطیب الجامع الکبیر الاموی الشیھر بالشیخ عبیدالضریر رحمۃ اللّٰہ علیہ، صفحہ ۴۳، ۴۲)

ترجمہ: حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنھیں ابدال کہا جاتا ہے۔ وہ لوگ اس رتبے پر کثرتِ صوم وصلوۃ، خشوع وآرائش کی بدولت نہیں پہنچے لیکن پہنچے تو سچی پرہیزگاری، نیک نیتی، سینے کی سلامتی، حسد اور بغض سے خالی اور تمام مسلمانوں پر مہربان ہونے کی بدولت پہنچے ہیں۔ اللہ پاک نے انھیں اپنے علم کے ساتھ نوازا اور ذاتِ باری کی محبت کے لیے سب سے چھڑا دیا ہے۔ حضرات ابراہیم علیہ السلام کے قلب کے نمونے پر وہ چالیس

اشخاص ہوتے ہیں۔ان میں سے اس وقت تک کوئی وفات نہیں پاتا، جب تک اللہ جل شانہ اس کا قائم مقام پیدا نہیں کر لیتا۔

یقین رکھو وہ کسی چیز کو دشنام نہیں کرتے، بُرا نہیں کہتے اور کسی کو لعن طعن نہیں کرتے، خیانت کرنے والے کو ستاتے نہیں اور نہ حقارت کرتے ہیں۔ اپنے سے بلند مرتبے والے افراد کے ساتھ حسد بھی نہیں کرتے۔ بھلائی اور بہتری کے اعتبار سے خوش ترین انسان ہوتے ہیں۔ پاک طبیعت اور خوش مزاج ہوتے ہیں۔ وہ سخی ترین انسانوں کی ایک جماعت ہے۔ اللہ جل جلالہ کے ساتھ اُن کی قربت کی حد تک نہ تیز رفتار گھوڑے اور نہ طوفانی ہوا کی پہنچ ہے۔

بے شک ان کے قلوب کی اُڑان بلندیوں کی چھتوں میں ہے۔ نیکیاں اور ہر کارِ خیر میں سبقت لے جانے کے لیے خوش خوش اللہ تعالیٰ کی طرف گامزن رہتے ہیں۔

وہ لوگ اللہ کے قرابتی ہیں۔ یاد رکھو بے شک اللہ پاک کے قرابتی ہی فلاح ونجات پانے والے ہوتے ہیں۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ان کا کلام ہے:

مطلب و مقصدِ عشّاق دریں دشتِ فناء

نہ علوم ونہ عقول و نہ زیان ست نہ سود

(مولانا روم)

یعنی: اس دنیائے دنیٰ اور وادئ فنا میں عاشقانِ الٰہی کا مطلب ومقصد نہ علوم ہے، نہ عقول ہے اور نہ نقصان ونفع کا خیال ہے۔

یعنی اللہ پاک کے جو قرابتی ہوتے ہیں وہ سب سے بیگانے ہوتے ہیں۔ ان کو صرف خالقِ کل سے لگاؤ ہوتا ہے۔ ان کو نہ علوم کی ضرورت ہے، نہ وہ عقول کے محتاج ہیں، انھیں نقصان کا غم اور نفع کی خوشی بھی نہیں ہوتی۔ وہ اللہ پاک کی محبت اور رضامندی کے لیے اپنی ذات کو فنا سے پہلے فنا کر کے بقائے ابدی کا تمغہ پا کر خدا کے پیارے بن چکے ہیں۔

گویند اصلِ آدمی خاکست وخاکی میشود
کے خاك گردد آنکسے، کو خاكِ ایں درگاہ شدہ

(دیوانِ شمس تبریز)

یعنی: مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا کہنا ہے کہ آدمی کی اصل مٹی ہے۔اس لیے آخرکارا سے مٹی ہونا ہی ہے۔

مجھے اس خیال سے اختلاف ہے کیونکہ جو شخص ان محبوبانِ الٰہی کے دربار کی مٹی بن گیا وہ شخص مٹی کے بجائے جوہر بن گیا ہے۔وہ خاک بننے سے پاک ہوگیا ہے۔معشوقانِ خالقِ زمین وزمان کے متعلق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کنارے نہ دارد بیابان ما قرارے ندارد دل و جانِ ما
چہ بودی کہ یك گوش پیدا شدی شنیدی زبانھائے مرغانِ ما
چہ بودی کہ یك چشم پیدا شدی کہ دیدی درختانِ بستانِ ما
چہ دانم چہ گویم کہ ایں داستاں برون ست ازحدّ امکانِ ما
نہ ھفت آسماں کاں ذکر سیست زیر کہ درعین کرسی ست جولانِ ما
چہ جائے ھو اوبھشت و فلك کہ گلزار و صلت سیرانِ ما

یعنی: مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کلیاتِ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں کہ ہم خدامستوں کے صحرائے عشق کا احاطہ ناممکن ہے کیونکہ یہ عام لوگوں کی نظر کی پہنچ سے بعید ہے۔ ہماری جان و دل کو محبوب کے بغیر سکون حاصل نہیں ہے۔ہمیں علم و عقل، نفع ونقصان کا وہم وگمان تک نہیں آتا۔ ہمارے قلب و جان سے علوم وعقول اور سود و زیاں کا احساس بالکل ہی چلا جاتا ہے۔ہمیں ایک کان اور ایک آنکھ والا پیدا فرمایا ہے اس لیے خالق اکبر کی صدا ہی ہم سنتے رہتے ہیں۔بجز اس کے اور کچھ نہیں سنتے اور اسی کو ہی دیکھتے رہتے ہیں غیر کی طرف نظر نہیں اُٹھتی۔جیسے امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: لو ان عینی الیک الدھر ناظرۃ، جاء ت وفاتی ولم اشبع من النظر.

یعنی اگر تا زندگی تمہاری نظر طرف میری آنکھیں لگی رہیں اور ایسی حالت میں موت آ جائے پھر بھی اس نظارے سے مجھے آسودگی حاصل نہیں ہوگی۔

کیا اچھا ہوتا اگر تم بھی ایک کان والے پیدا ہوتے اور ہماری فضائے عشق والفت کے پرندوں کی صدائیں سن پاتے۔ مگر افسوس! کہ تمہارے دو کان ہیں۔ سینکڑوں اضداد سے تمہارے کان عالمِ بے کلی میں ہیں۔ تمہیں سکون نہیں ملے گا جب تک ایک کان والے نہ بن جاؤ۔

کیا اچھا ہوتا اگر تم بھی ہماری طرح ایک آنکھ والے پیدا ہوتے اور میدانِ لاہوت کے باغوں کے سرسبز و شاداب درختوں کا نظارہ کر کے اپنی آنکھ میں نورانی بینائی بھر لیتے۔ مگر کیا کیا جائے تم دو آنکھیں پائی ہیں۔ مختلف رنگوں کی دید نے تمہیں بینا بنانے کے بجائے نابیناؤں کی صف میں داخل کر دیا ہے۔

اس داستانِ عشق و محبت کے متعلق مجھ رومی کا علم اب تک صفر کی حد سے زیادہ آگے نہ بڑھ سکا۔ لہٰذا وہ بیان کرنے کی جرأت کیوں اور کیسے کرے۔ یقین کرو اس جانثاری و عشق بازی کی تشریح ہمارے لیے حدِّ امکان سے بعید ہے۔

ہم خدا مست انسان، سات آسمانوں سے بالاتر و برتر ہیں۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ آسمان، کرسیِ الٰہی کے نیچے ہے۔ اور ہم دیوانے عین کرسیِ الٰہی میں جھولتے ہیں۔ "**وسع کرسیہ السماوات والارض**" قلبِ عارف، کرسیِ الٰہی کی مانند ہے اور خدا مستوں کے قلوب کرسیِ رب العالمین کی طرح آسمانوں اور طبقاتِ زمین سے وسیع تر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے قلوب علومِ الوہیت کا خزانہ اور علمِ ذاتی کا مخزن ہوا کرتے ہیں، جس کی نہ حد ہے نہ غایت۔

ہوا، فضا، فلک اور بہشت کی بلندی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ ہماری نظر میں ان کی کوئی وقعت نہیں۔ کیونکہ گلزارِ وصالِ حقیقی، ہماری سیر گاہ اور تفریح کا مقام ہے جب باغِ وصلتِ رحمانی کی فضائے اقدس میں ہم ہوا خوری اور سیر کرتے ہیں تو پھر فلک و بہشت کی بلندی کا

ذکر آنا درحقیقت کج فہمی اور سمجھ کی کوتاہی کی دلیل ہے۔

چون و چرادر کارِ تو، عقل زبوں را کَی رسد
فرمان دہِ مطلق توئی، حکمی که خواهی آں کنی

(مولانا روم)

یعنی: شیخ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ئے قادرِ مطلق! ہماری ناقص عقل وفہم کو، تیری کاریگری میں چوں و چرا کرنے کی جرأت کیسے ہوسکتی ہے۔تو حاکمِ مطلق ہے۔ جو چاہتا ہے، حکم فرماتا ہے۔"**لا یسئل عمّا یفعل**" کے آگے سرِ تسلیم خم ہے۔

کبر و تکبّر بگذار و منی　　　کبر کجا سازد باکبریا
پاك شو از خویش وهمه خاك شو　　　تاکه زخاك تو بروید گیا

(کلیاتِ شمس تبریز)

یعنی: علامہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"گھمنڈ، فخر اور خودی کو چھوڑ دے۔ کیونکہ بارگاہِ کبریا میں گھمنڈ کی گنجائش سرے سے ہے ہی نہیں۔ **لایسئل عمّا یفعل** کو سمجھ۔ گھمنڈ اوراعتراض کی وجہ سے **معلم الملکوت** کا انجام کیا ہوا؟ دیکھ لے۔ وہ جگہ سر جھکانے کی ہے، اُٹھانے کی نہیں۔

اپنے ہنر اور اپنی ذات سے پاک وصاف ہوکر خاک بن جا۔ پستی اور کمی کو اپنی قابل ترین صفت جان۔ خود کو دنیا کی ہیچ ترین شے یقین کرلے۔ پھر تیری غلیظ مٹی سے تروتازہ گھاس اور بہارِ بےخزاں کی نمود ونمائش کا جوبن دیکھ لے۔

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

گرد چنیں کعبه کن، اے دل طواف　　　گرد چنیں مائده گردائے گدا
همره پروانه شو، اے دل شده　　　تابرسی گرد سر شمعما

(دیوانِ شمس تبریز)

یعنی: آدم، نوح، ابراہیم واسماعیل علیہم السلام کے ترتیب دیئے ہوئے کالے پتھروں کے گھرنے، جب اللہ پاک کی طرف نسبت پالی تو کعبۃ اللہ بنا اور مستحقِ سجدہ وطواف ہوا۔

ذاتِ ربّ العزت کے دستِ قدرت کا نورانی خمیر، فیوضاتِ ربانی کے فیض سے لبریز ہوکر، جب قطب وابدال کا رتبہ پالیتا ہے، تو وہ نورانی خانۂ خدا بن کر ادب وطواف کے لائق ہوجاتا ہے۔

ان کعبوں کی عزت واحترام کرنے کا سلیقہ سیکھ لے۔ ان ہستیوں کو موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر اترے ہوئے مائدہ جیسا یقین کرکے اُن کے گرد اگرد گھومتا رہ۔ ممکن ہے کہ ایک لقمہ نصیب ہوجائے اور تو دونوں جہاں میں آسودہ وسیراب ہوجائے۔

مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اگر تو سچا عاشق ہے تو پروانوں کے ساتھ رہنا سیکھ تاکہ ایک دن تو بھی پروانوں کی ہمراہی کی بدولت شمع کے سر تک پہنچ سکے۔

اے نامراد، دل جلا انسان، ! حصولِ کامیابی چاہتا ہے تو ان سوختہ جان وجگر ولیوں کا دامن تھام لے اور شمع الٰہی کی روشنی تک پہنچنے کا سامان پیدا کر۔

ھر کــه بـراهِ وفـا خـاك تـر از خاك نيست
در صفِ اهلِ صـفـا، عـاشـقِ چالك نيست

(امیر خسرو)

یعنی: جو راہِ عشق ووفا میں مٹی سے بڑھ کر مٹی نہ بن جائے، وہ اہلِ صفا وولا کی صف میں ہے۔ عاشقِ حقیقی نہیں ہے۔

O قال یزید بن ھارون " الابدال ھم اھل العلم ای النافع الذی ھو علم الظاھر والباطن لا علم الظاھرو حدہ.

وقال الامام احمد رضی اللّٰہ عنہ " ھم ان لم یکونوا اصحاب

الحديث فمن هم؟'' ومراده باصحاب الحديث من هو مثله ممّن جمع بين علمي الظاهر والباطن واحاط بالا حكام والحكم والمعارف والمكامن كالائمة الثلاثة الشافعي و مالك وابى حنيفة واحمد و نظرائهم فان هولآء اخيار الابدال والنجباء والا وتاد.''

وقد اتّفقوا على ان الشافعي رضى الله عنه كان من الاوتاد وفى رواية انه تقطب قبل موته وكذلك جاء هذا عن بعض تابعيه من الفقهاء كالامام النووى رحمة الله عليه وغيره. (فتاوىٰ حديثيه، ص ۲۳۸)

ترجمہ: یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ ''اہلِ علم نافع ابدال ہوتے ہیں۔ یعنی علمِ ظاہر وعلمِ باطن کے حامل علماء ابدال ہوتے ہیں۔ صرف علمِ ظاہر والے ابدال نہیں بن پاتے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اگر ابدال اصحابِ حدیث نہ ہوتو پھر کون ہوں گے؟ امام موصوف کا مقصد، اصحابِ حدیث سے وہ افراد ہیں جو علمِ ظاہر و باطن کے جامع ہوں۔ احکامِ شرع، حکمتہائے حکیم وعلیم اور معارف و مکامن دینِ متین کا گہوارہ ہو۔ جیسے اُن کے علاوہ باقی تین بڑے ائمہ ہیں۔ شافعی، مالک اور ابی حنیفہ پھر احمد اور اُن کی مانند دوسرے اصحابِ علوم بھی شامل ہیں۔ کیونکہ یہ نیک ہستیاں ابدال، نجباء اور اوتاد ہیں۔

علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت شافعی رضی اللہ عنہ اوتاد میں سے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انھیں موت سے پہلے قطبیت کا درجہ حاصل ہوگیا تھا۔ اسی طرح امام شافعی کے متبعین فقہاء میں سے بعض فقہاء جیسے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ دوسرے درجۂ اوتاد پر فائز تھے۔

زهے کہ سرّ دلت " والجبال اوتادا"
که وصف آں" وتد الارض" در وقار بود

(امیر خسرو)

یعنی: تم تو اچھی طرح جانتے ہو کہ اللہ جل جلالہ نے قرآن مجید میں ''والجبال اوتادا'' یعنی ''پہاڑ وکو زمین کی میخیں'' بتایا ہے۔ لیکن نظرِ غائر تمہیں نصیب ہو تو حقیقت میں

''وتـدالارض ''یعنی زمین کی میخ سے اوتاد وابدال کی صفت کا اظہار فرمایا ہے۔ پہاڑ جس طرح زمین کو سطح آب پر اضطراب و تباہی سے سنبھالتا اور روکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس عالم آب و باد کو اوتاد وابدال و جماعتِ اہل اللہ تباہی سے بچاتے ہیں اور بحکمِ الٰہی و بفضلِ باری تعالیٰ اُن ہی کی بدولت رحمت برستی ہے۔ سبزیات اُگتی ہیں اور مدارِ رزق اولیاء اللہ کے وجود پر ہے۔

O و روی الـخـطـيـب فـی تـاريـخ بـغـداد عن الكنانی انه قال ''النقباء ثـلـثـمـائة والـنـجـبـاء سبـعـون والبدلاء اربعون والا خيار سبعة والعمد اربعة والـغـوث واحـد. فمسكن النقباء المغرب ومسكن النجباء بمصرو مسكن ابدال الشام والاخيار سيّاحون فی الارض والعمد زوايات الارض و مسكن الغوث مكّة. فاذا عرضت الحاجة من امرالعامة ابتهل فيها النقباء ثم النجباء ثـم الابـدال ثـم الاخيـار ثـم الـعـمـد فـان اجيبوا والّا ابتهل الغوث. فلا يتم مسئلته حتی تجاب دعوته انتهی. (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۳۸)

ترجمہ: خطیب نے ''تاریخِ بغداد'' میں کنانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرمائی ہے کہ ''نقباء تین سو ہیں اور نجباء ستّر ہیں۔ ابدال چالیس ہیں اور اخیار سات ہیں اور چار عمد ہیں اور غوث ایک ہے۔

نقباء کا ٹھکانہ جزائرِ مغرب میں ہے۔ نجباء کا مسکن مصر میں ہے۔ ابدال رہنے کی جگہ ملک شام ہے اور اخیار تمام روئے زمین پر سیر کرنے والے ہوتے ہیں اور عمد زمین کے چار گوشے میں ہیں اور غوث مکہ المکرّمہ میں سکونت پذیر ہوتا ہے۔

جب عامۃ الخلق کو کوئی حاجت درپیش ہو، اس کی برآری کے لیے اللہ پاک سے پہلے نقباء درخواست کرتے ہیں۔ اگر پوری نہ ہو تو نجباء کی دعائیں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد ابدال کی زاریاں، پھر اخیار کی التماسیں، پھر عمد کی التجائیں قبلۂ حاجات کی طرف جاتی ہیں۔

پوری ہوگئی تو پوری ہوگئی ورنہ آخر میں غوث کی درخواست پیش ہوتی ہے۔ ان کا سوال جاری رہتا ہے حتیٰ کہ مژدۂ اجابتِ کلّی (قبولیت کی خوش خبری) مل جاتی ہے۔

O ماحدّ التصوّف والصوفی؟ ولم سمی بذلک؟

فاجاب: اختلفت عبارة العارفین فی حدّه علی اکثر من الف قول نظرا الی شروطه و آدابه و غایاته وثمراته.

فحدّه السیّد الطائفة الجنید رضی اللّٰه عنه" بان یکون مع اللّٰه بلا علاقة و بان یمیتک الحق عنک ویحییک به وبانّه ذکر مع اجتماع و وجد مع استماع و عمل مع اتباع".

وابو محمد رویم رضی اللّٰه عنه " بانه استر سال النفس مع اللّٰه علی ما یریده".

وابو محفوظ معروف الکرخی رضی اللّٰه عنه "بانّه الاخذ بالحقائق والیاس ممّا فی ایدی الخلائق."

و ابو علی الروذباری رضی اللّٰه عنه " بانه الا ناخة علی باب الحبیب وان طرد."

وابو محمد الحریری رضی اللّٰه عنه " بانّه التحلّی بکل خُلق حسن سنی والتخلّی عن کل خُلق دنئ."

و الحریری ایضاً "مراقبة الاحوال ولزوم الادب."

قال الاستاذ ابوسهل الصعلو کی رضی اللّٰه عنه " التصوّف الاعراض عن الاعتراض. " (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۳۹)

ترجمہ:

تصوف اور صوفی کی تعریف اور وجہ تسمیہ:

شیخ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عارفین کی عبارتیں، تصوف اور صوفی کی

تعریف میں شروط، آداب، غایات اور ثمرات تصوف پر نظر رکھتے ہوئے ہزار اقوال سے زیادہ ہیں۔

سید الطائفہ شیخ جنید رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''اللہ کے ساتھ ہوجانا بغیر کسی سے تعلق رکھے اور حق تعالیٰ کا تجھ کو مار ڈالنا تجھ سے اور زندگی عطا کرنا تجھ کو اس کے ساتھ۔ اور اجتماع میں ذکرِ خدا استماع میں وجدِ الٰہی اور اتباع میں عمل خالق باری تعالیٰ کا نام تصوف ہے۔

شیخ ابو علی الروذباری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''درِ حبیب سے ہزار بھگانے وہا نکنے کے باوجود، پڑے رہنے کا نام ''تصوف'' ہے۔

شیخ ابو محمد حریری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہر بلند و حسن اخلاق سے مزین ہونے اور ہر ناقص و عیب دار، بری خصلتوں سے پاک و صاف ہونے کا نام ''تصوف'' ہے۔

شیخ حریری مزید فرماتے ہیں کہ ''اپنی حالتوں اور کاموں کی نگہبانی کرنا اور ادب کو مضبوطی سے قائم رکھنے کا نام ''تصوف'' ہے۔

استاد ابو سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اعتراض سے اعراض'' کا نام ''تصوف'' ہے۔

از دروں شو آشنا و ازبروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش، کم می بود اندر جہاں

یعنی: اللہ کے ساتھ ہوجانا بغیر کسی سے تعلق کے اور اجتماع میں یادِ خدا کی تعریف شاعر عارف باللہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ

''تو بباطن ہر دم خدا آشنا رہنے کی عادت کرلے اور بظاہر ایسی چال چل کہ لوگ تجھے اللہ سے بیگانہ سمجھیں۔ کیونکہ اس قسم کی خوب ترین چال چلنے والے اس جہان دلدادۂ نمود و نمائش میں بہت کم ہوتے ہیں۔

چنانکہ مدرسہ علم دار آئینہا
بدانکہ مدرسہ عشق راصد آئین ست

(مولانا روم)

یعنی: جس طرح علم کے مدرسے کے کچھ قانون ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح یقین رکھو، مدرسۂ عشق میں سو قانون ہیں۔

سر بہ زمینِ دَرت، بُردن و برداشتن
نے بطریقت درست، نے بہ حقیقت روا

(فیضی)

یعنی: حق تعالیٰ کا تجھ کو مار ڈالنا تجھ سے اور ابدی زندگی عطا کرنا اس کے ساتھ کی حالت کو فیضی رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ''اے خالقِ کونین! تیری چوکھٹ پر سر کو جھکانا اور اُٹھانا، نہ طریقتِ محبت میں ہم صحیح جانتے ہیں اور نہ حقیقتِ فدائیت میں ہم جائز سمجھتے ہیں۔

کیونکہ کسی چیز کو بار بار جھکانا اور اُٹھانا، یہ تو بچوں کا کھیل جیسا ہوا۔ جھکانا ہو تو ایسا جھکا دے جس طرح ''ربّنا ظلمنا انفسنا'' کہنے والے نے جھکا کے بتا دیا۔ اگر جھکانے کے بعد اُٹھانا بھی مقصود ہو تو اس طرح اُٹھائے رکھ، جس طرح ''ابیٰ والستکبر ''اور'' خلقتنی من نار و خلقته من طین '' کی صدا لگانے والے نے اُٹھائے رکھا۔ یہ بار بار جھکا کے اُٹھانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اگر لوگ بظاہر تیرے سر کو گردن پر اُٹھائے ہوئے بھی دیکھیں تو دیکھنے دے لیکن تو بباطن سر کو ہمیشہ تن سے جدا بارگاہِ الٰہی میں جھکا ہوا دیکھ اور سمجھ۔

در سجدہ کہ سر نہ زتن می شود جدا
در ملّتِ وفا، گنہش نام کردہ اند

(فیضی)

یعنی: وہ سجدہ جس میں سر تن سے جدا نہیں ہوتا، مذہبِ عشق و وفا میں ایسے سجدوں کا نام ''گناہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اپنے کو گرا دینے کے بعد اُٹھانے کا نام ''تصوف'' اور اُٹھانے والا ''صوفی'' ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔

خاموش شو، خاموش شو، در عشقِ او مدهوش شو
از حالِ خود بیخویش شو، باز آز فکر ماضٰی

(مولانا روم)

یعنی: مکمل خموشی اختیار کر اور اس کے عشق ومحبت میں مدہوش ہو جا۔ حتی کہ اپنی حالت سے بے خبر بن جا اور گذرے ہوئے معاملات کی فکر کرنا چھوڑ دے۔

يك لحظه زكوئے دوست دوری
در مذهبِ عاشقاں حرام است

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: لمحہ بھر کے لیے یار کے تصور سے جدا ہونا عاشقوں کے مذہب میں حرام ہے۔

روزِ امروز ست ائے صوفیِ وشاں
کے بود از دی و از فرد انشاں
آنکه از حق نیست غافل يك نفس
ماضی و مستقبلش حال ست وبس

(مولانا روم)

یعنی: اے صوفیانہ روش پر چلنے والے! تمہارے لیے دن صرف آج کا دن ہے۔ تم گذشتہ کل اور آئندہ کل کے جھمیلے سے نکل آؤ۔ کیونکہ جو حق تعالیٰ سے ایک لمحہ بھر غافل نہ ہو اس کا ماضی و مستقبل حال ہی حال ہوتا ہے۔

درخلا ور زم این پس عشقِ او — چون نیا بم همدهی اندر ملا
ليك چون معشوق میخواهد ملا — باشد این خلوت خلافِ او خطا
در نخواهد تا شوم من بادشاه — جانِ من دائم گدا بادا گدا
بے رضا ئے او نعیم سرمدی — بر دلِ عاشق بود عینِ عنا

(مولانا روم)

یعنی: اُس کے عشق و محبت کے بعد، جب مجھ بدنام کے لیے کسی مجلس میں جگہ نہ رہی اور ہم دموں نے ساتھ چھوڑ دیا تو مَیں نے خلوت و تنہائی کو قبول کرلیا۔ مگر جب میرے محبوب کو مجلس مرغوب ہوتی ہے تو جھٹ خلوت کو چھوڑ کر جلوت میں پہنچ جاتا ہوں کیونکہ اس کی مرضی کے خلاف کرنا گناہِ عظیم ہے۔ اگر محبوب نہ چاہے کہ مَیں امیر و سردار بنوں تو مجھے تازندگی مسکین و گدا بنا رہنا منظور ہے۔

محبوب کی رضا، نعمتِ ابدی کے حصول کے بغیر عاشق کے دل کے لیے عین عناد و محرومی ہے۔

☆ شیخ ابو محمد رویم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اپنے نفس کو اللہ پاک کے ارادۂ محض پر بالکل ہی چھوڑ دینے کا نام ''تصوف'' ہے۔

تــاخــانــۂ دل خــالی از اغیار نیــابی
بــام و درِ ایں خــانــہ، پُر از یــار نیــابی

(مولانا روم)

یعنی: جب تک اپنے دل کے گھر کو غیروں سے خالی نہ کرو گے۔ غیروں سے بھرے ہوئے گھر کے بام و دَر کو محبوب کی آمد سے محروم پاؤ گے۔ پہلے قلب سے غیر اللہ کو نکال کر صاف کردو، پھر یار کی آمد کا انتظار کرو۔ فیوضاتِ الٰہی کا ورودِ قلب کی پاکیزگی اور صفائی پر منحصر ہے۔

شیخ ابو محفوظ معروف کرخی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حقیقتوں کو مضبوطی سے پکڑنے اور مخلوق کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اُس سے یاس و نا اُمیدی برتنے کا نام ''تصوف'' ہے۔

لـی حـبـیـب حـبـہ یشوی الحشـا　　لـو یشـأ یـمشی علی عینی مشا
آنـچہ باشد کوکند، کاں، ہست خوش　　قـدرضیـنـا یـفـعل اللہ مایشاء
خـارِاوسـرمـایــۂ گـلھـابـود　　انــہ الـمـنـان فی کشف الغشـا

(مولانا روم)

یعنی: میرا ایک محبوب ہے جس کی محبت نے میرے دل وجگر کو کباب بنا رکھا ہے۔ اگر وہ میری آنکھوں پر چہل قدمی کرنا چاہے تو اسے مَیں اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا۔ اسے مَیں چلنے دوں گا اور فخر و ناز کرتا جاؤں گا۔

اس کا ہر فعل و کردار پسندیدہ ہے۔ ہم اس کے ہر فعل پر راضی برضا ہیں کیونکہ وہ ستّار وغفار، مختارِ کل ہے۔ وہ جو چاہے کرے، ہمیں مسرت ہی مسرت ہے۔

اگر وہ ہمارے بدن میں کانٹا چبھودے تو ہمارے لیے پھولوں کا سرمایہ ثابت ہوگا۔ بے شک وہ چلمن گرانے اور نقاب اُلٹ کر ہمارے سامنے آنے میں بڑا فیاض ہے۔

زین دلِ خود کام کارِ من برسوائی رسید
خسروا فرمانِ دل بُردن همیں بار آورد

(امیر خسرو)

یعنی: اس خود غرض دل کی بدولت مجھے رسوائی وضلالت کا منھ دیکھنا پڑا۔ اے خسرو! دل کی خواہشوں کی پیروی کا نتیجہ اس طرح ملتا ہے۔

هر چیز که خواهی دید، در بیخبری بینی
گر با خبری واللّٰه، اوپرده نه بکشاید
تن پرده بدو زنده، جاں پرده بسو زنده
با ایں دو محال دل، از عشق نیا ساید

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "تو ذاتِ پاک کی جھلک میں سے جو کچھ بھی دیکھ پائے گا، بے خبری ہی میں دیکھے گا۔ اگر ذرا بھی تجھے خبرِ خیر ہے تو قسم ذاتِ پاک کی، وہ اپنے چہرۂ قدرت سے نقاب نہیں ہٹائے گا۔

کیونکہ یہ جسم وتن نقاب سینے والا ہے اور جان وروح پردہ جلانے والی ہے۔ ان دو متضاد چیزوں کی وجہ سے دل کو محبتِ الٰہی میں آرام نصیب نہیں ہے۔

ائے صوفیانِ عشق بدرید خرقہا
صد جامہ چاک کر دگل، از لذّتِ صبا

(مولانا روم)

یعنی: اے صوفیوں، اے محبتِ الٰہی کے مارو! اپنے خرقوں کو پھاڑ کر باہر آ جاؤ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بادِ صبا کی لذت سے پھول نے سوسو کپڑے پھاڑ ڈالے ہیں۔ تو پابندِ صوف سے گزر کر "عبدہ" کے لباس میں ملبوس ہو جاؤ۔

گفتم کہ کَے بہ بخشی، برجانِ ناتوانم
گفت آں زماں کہ نبود، جاں درمیانہ حائل

یعنی: حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "محبوب سے ایک دن مَیں پوچھ بیٹھا کہ میری ناتواں جان پر کب رحم فرماؤ گے، وصال سے کب شاد کرو گے؟ تو جواباً فرمایا کہ اُس وقت، جب تیرے اور میرے درمیان تیری جان تک حائل نہ ہو۔ کیونکہ غیر کی موجودگی میں ہماری لِقاء حرام ہے۔

کیسی طلب، کہاں کی طلب؟ کس لیے طلب؟
ہم ہیں تو وہ نہیں ہے، جو وہ ہے تو ہم نہیں؟

(مولانا اسماعیل)

ائے عشق پیش ہر کسے، نام و لقب داری بسے
من دوش نام دیگرت، کردم کہ دردے بے دوا

(مولانا روم)

یعنی: اے عشق و محبت! لوگوں نے طرح طرح کے تیرے نام ولقب رکھ لیے ہیں۔ گذشتہ کل مَیں نے تیرا ایک الگ نام رکھ لیا ہے کہ تو "دردِ بے دوا" ہے۔ تو ایسا درد ہے، جس کی دوا پیدا نہیں ہوئی۔ کیونکہ محبوب بذاتِ خود اس کی دوا ہے۔

Oو اختلفت عبارتهم فی حدّ الصوفی:

فحدّه الجنید رضی اللّٰه عنه "بانّه کالا رض یطرح علیها کل قبیح ولا یخرج منها الّا کل ملیح."

وقال ایضا "انّه کالارض یطؤها البرو الفاجر و کالسحاب یظلّ کل شئی و کالقطر یسقی کل شئی."

وکان الاستاذ ابو علی الدقاق رضی اللّٰه عنه شرح ذلک بقوله احسن ما قیل فی هذا الباب :هذا طریق لا یصلح الّا لاقوام کنست بأرواحهم المزابل."

وابو محمد سهل بن عبداللّٰه رضی اللّٰه عنه "بانّه من صفا من الکدر وتسلی عن الکفر وامتلأ من العبرو انقطع الی اللّٰه من البشر و استوی عنده الذهب والمدر."

وذو النون المصری رضی اللّٰه عنه "بانّهم قوم آثرو اللّٰه علی کل شئی فآثر هم علی کل شئی.

وقال النوری رضی اللّٰه عنه " نعت الصوفی السکون عند العدم والایثار عندالوجود." (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۳۹)

ترجمہ: عارفین کی عبارتیں "صوفی" کی تعریف میں مختلف قسم کی آئی ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی کی یوں تعریف کی ہے کہ "صوفی کی مثال زمین جیسی ہے، جس پر ہر قسم کی غلاظت ڈالی جاتی ہے۔ لیکن اس سے گونا گوں ملاحت ونفاست بھری اشیا نکلتی ہیں۔

مزید فرماتے ہیں کہ "صوفی اس زمین کی مانند ہے جس کو ہر نیک و بد روندتے ہیں۔ اُس بادل جیسا ہے جو ہر چیز پر سایہ ڈالتا ہے اور اُس بارش جیسا ہے جو ہر شئے کو سیراب کرتی ہے۔

استاد ابوعلی دقاق رضی اللہ عنہ نے اس باب میں تمام اقوال سے بہترین ایک قول کے ساتھ شرح فرمائی ہے کہ ''یہ ایک ایسا راستہ ہے جس پر چلنے کی قابلیت صرف ان ہستیوں کو ہوتی ہے، جو اپنی روحوں سے غلاظتوں سے آلودہ انسانی ڈھیر کی صفائی کرتے ہیں۔''

ابومحمد سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''صوفی وہ ہے جس نے کدورت سے صفائی، کفر سے بےغمی و آزادی، عبرتہائے جہاں سے معموری، اللہ کی یاد میں نوعِ انسان سے قطع تعلقی اور جس کی نظر نے سونا اور مٹی کے ڈھیلے میں برابری حاصل کر لی ہے۔''

ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''صوفی وہ لوگ ہوتے ہیں جنھوں نے ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کو ترجیح دی ہو۔ پس اللہ پاک نے بھی ہر چیز پر اُن کو ترجیح بخش دی ہے۔''

شیخ نوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''نہ ہونے پر حصولِ اطمینان اور ہونے پر قربان کرنے والے کو ''صوفی'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔''

ائے عـالماں ائے عالماں، تاجے بسازید از گُل
ائے صـوفیاں ائے صوفیاں، صوفی بپوشید از صفا

(مولانا روم)

یعنی: اے عالمو! اے عالمو! اپنے عمل سے تاج بنا کر سر پر رکھ لو اور اے صوفیو! اے صوفیو! صفائی قلب اور زر و سیم کی طلب سے بیگانے ہو کر موٹے کپڑے پہن لو۔

ائے صوفی صافی گُہر می روچنیں بے پا و سر
از جسـم و جـاں اند گذر، بے ھر دو شو جویانِ ما

(مولانا روم)

یعنی: اے موتی کے مانند چمک دار دل والے صوفی! بغیر پاؤں اور سر کے چلتا بن اور طلبِ راہِ خدا طے کر۔ جسم و جان دونوں سے ہاتھ دھو کر اگر ہمیں ڈھونڈے گا تو ضرور پائے گا۔

گر در آید عاقلے گو راہ نیست ۔۔۔ ور در آید عاشقی صد مرحبا
عقل با تدبیر واندیشه کند ۔۔۔ رفته باشد، عشق بر هفتم سما
عقل تاجوید شتر از بهر حج ۔۔۔ رفته باشد عشق بر کوهِ صفا
عقل را نبود مجالِ سیرِ عشق ۔۔۔ در مقامِ عالمِ لا منتها

(مولانا روم)

یعنی: ہماری مجلس میں اگر کوئی عقل والا پہنچ جائے تو کہہ دو کہ انہیں یہاں تکلیف ہوگی، حضرت واپس تشریف لے جائیے۔ اور اگر کوئی تفتہ جگر عاشق کا سامنا ہو تو انہیں خوش آمدید کہہ کر بیٹھا لیجیے۔ کیونکہ عقل غور و فکر میں اتنی دیر لگا دیتی ہے، جس عرصے میں عشق ہفت آسمان کی سیر کر چکتا ہے۔ عقل فریضۂ حج کی ادائیگی پر سوچ کر سواری کے لیے اونٹ کی تلاش میں رہ جاتی ہے۔ اور اس مدت میں عشق کوہِ صفا و مروہ پر کودتا اچھلتا نظر آتا ہے۔ عقل کی مجال کہاں کہ عشق کا مقابلہ کرے، کیونکہ عالمِ بے نہایت کے مقامات کا عبور سیرِ عشق ہوتا ہے۔ جہاں عقل کا قدم ڈگمگا جاتا ہے۔

کو دست ولب پاك، كه گيرد قدح پاك
كو صوفئ چالاك، كه آيد سُوِ حلوا

(مولانا روم)

یعنی: پاک پیالہ وہ پکڑتا ہے جس کے ہاتھ اور ہونٹ پاک ہوتے ہیں۔ وہی باتمیز صوفی ہوتا ہے جو حلوے کے طشت کی طرف آتا ہے۔

تو سعی کن که دریں بحر شوی ناپدید
وگرنه هر خس و خارے شناوری داند

(صائب)

یعنی: تو اس سمندرِ معرفت و محبتِ الٰہی میں ڈوب کر غائب ہو جانے کی کوشش کر ورنہ سطحِ آب پر تیرنا تو کوڑا کرکٹ بھی جانتے ہیں۔ یہاں ڈوب جانا ہنر ہے۔ اُبھرنا تنگ ظرفی ہے۔

تصور میں خیرؔی یوں ڈوب جانا ابھر کر سطح پر نہ لاش اپنی آنا
یہی آخری آرزو ہے کسی کی فنا ایسی ہو کہ بقا ہاتھ آئے

(خیرؔی)

صوفی صافی شدی، لیکن کجا است
ائے ضیائے عشق را جانت صفا

(مولانا روم)

یعنی: یوں تو صوفیوں کے حلقے میں بیٹھ کر اپنے آپ کو صوفی صافی کی طرف منسوب کرتے ہو لیکن اتنا ذرا بتاؤ کہ عشق کی روشنی سے تیری جان میں کس قدر صفائی آئی ہے؟

ما صوفیانِ را ھیم، ماطبل خوانِ شاھیم
پایندہ دار یارب آں کا سہ راو خوان را

(مولانا روم)

یعنی: ہم راہِ خدا کے صوفی ہیں۔ بادشاہ اعظم، خالقِ دوعالم کے ذکر وثنا خوانی میں مصروف ہیں۔اے مالک! ہمارے کاسۂ ذکر وفکر وخوانِ مدح وثنا کو ہمیشہ جاری وساری رکھ۔

O واختلفوا ایضا فی المنسوب الیه:

فقیل "نسب للصفة التی کانت بمسجد النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم لفقراء المهاجرین"

وقیل " الی الصف الاوّل بین یدی اللّٰه تعالیٰ بارتفاع همَمهم واقبالهم علی اللّٰه بقلوبهم."

وقیل " الی الصوف لانه لباسهم غالبا لکونه اقرب الی الخمول و التواضع والزهد ولکونه لباس الانبیاء علیهم السّلام. وقد جاء ان نبیّنا علیه الصلاة والسلام کان یرکب الحمار ویلبس الصوف.

وفی حدیث مربّا لصخرۃ من الروحاء سبعون نبیّا حفاۃ علیھم العباء ۃ یؤمون البیت الحرام.

وفی آخر یوم کلّم اللّٰہ موسیٰ علیہ السلام کان علیہ جبۃ من الصوف وسراویل من صوف وکساء من صوف.

قال الحسن البصری رضی اللّٰہ عنہ لقد ادرکت سبعین بدریّا لباسھم الصوف.

قال الیافعی رضی اللّٰہ عنہ وھذا القول الثالث ھو المناسب للاشتقاق اللغوی اعنی النسبۃ الی الصوف.

وقیل " أصل ھذا الاسم "صوفی" من الصفا اومن المصافاۃ"

(فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۳۹۔۲۴۰)

ترجمہ: اہل اللہ کو "صوفی" کی طرف منسوب کرنے میں بھی بزرگوں کے مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ بعضوں نے فرمایا کہ "فقراء مہاجرین کا گروہ جو مسجدِ نبوی ﷺ میں رہتے تھے، اُن کی صوف پوشی کی طرف نسبت کی گئی ہے۔"

۲۔ بعضوں کا قول ہے کہ "جو لوگ بارگاہِ الٰہی میں اپنے ارادے اور ہمتوں کی بدولت پہلی صف میں ہیں اور اپنے دل و جان سے اللہ کے حضور پیش قدمی کر چکے ہیں، اُس صفِ اوّل کی طرف منسوب ہے۔"

۳۔ بعضوں کی رائے ہے کہ "صوفی، صوف کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ اُن کا لباس اکثر صوف یعنی اون (بکری کے بال) کا ہوا کرتا ہے۔ جو گمنامی، تواضع اور پرہیزگاری کی نشانی ہے۔"

مزید برآں، وہ انبیاء علیہم السلام کا لباس بھی ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ "ہمارے نبی کریم ﷺ گدھے کی سواری فرماتے تھے اور صوف پہنتے تھے۔"

دوسری حدیث میں ہے کہ ''مشکل گذار، پتھریلی زمین میں، مقامِ روحاء سے ستر نبیوں نے اون کے دھاری دار کمبل اوڑھے، ننگے پاؤں، زیارتِ بیت الحرام کا قصد کرتے ہوئے سفر کیے تھے۔''

آخری دن، آخری بار، جب موسیٰ علیہ السلام نے باری تعالیٰ سے کلام فرمایا، اون کا جبہ، اون کا پائجامہ اور اون کی چادر میں ملبوس تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میری ملاقات ستر اصحابِ بدر سے ہوئی، اس حال میں کہ سب کے سب اون کی پوشاک میں تھے۔''

امام یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''یہ تیسرا قول اشتقاق لغوی کے اعتبار سے یعنی صوف کی طرف منسوب ہونے کی بدولت بہت مناسب قول ہے۔''

اور بعضوں نے فرمایا ہے کہ ''یہ اسم ''صوفی'' کا اصل صفا سے ہے یا صف باندھ کر کھڑا ہونے سے ہے۔''

در مقاماتِ سلوکِ عارفاں پاوسر یکسونہ بے سر بیا
یوسفے از چاہ زنداں چارہ نیست سوئے زہر قصد چوں شکّر بیا
اغنیا، خشك و فقیراں چشم تر عاشقا بے شکل خشك وتر بیا

(مولانا روم)

یعنی: عارفوں کے سلوک کے مقامات میں، سر و پیر کو چھوڑ کر بے سروپا دوڑ آ۔ یہاں ما و شما، سر و پا کی تمیز کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ جب تو یوسف ہے، تو کنویں اور قید خانے سے چارہ نہیں ہے۔ زہر قاتل کی طرف شکر حاصل کرنے کے ارادے سے بھاگ نکل۔

رئیسوں کی آنکھیں خشک ہیں اور فقیروں کی آنکھیں پُرنم و اشک ریز ہیں۔ اے عاشقِ لم یزلی! تو بے شکل خشک و تر سے بے نیاز ہو کر آگے بڑھ۔

نہ تاج خواهد نه قبا، ایں آفتاب از فیضِ حق
اوهست صد گل راکلاه، وزبهر صد عریاں قبا

(مولانا روم)

یعنی: اہلِ نظر کو نہ تاج کی ضرورت ہے نہ عبا و قبا کی چاہت ہے۔ یہ ہستیاں فیوضِ الٰہی کی خورشیدِ جہاں تاب ہیں۔ یہ لوگ بذاتِ خود ہزار پھولوں کا تاج اور ہزار عریانوں کے لیے انمول خلعت ہیں۔

بہر تواضع ائے بشر، بنشست عیسیٰ بر خرے
ورنہ سواری کے کند، بر پشتِ خربادِ صب

یعنی: اے انسان! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گدھے پر سوار ہونا ازروئے تواضع و اظہارِ فروتنی ہے۔ ورنہ بادِ صبا کو گدھے کی پیٹھ سے کیا نسبت ہے؟ تیز و تند ہوا کو خر کی سواری کی کیا حاجت؟

O متی حدثت هذه التسمية؟

بيّن العارف الشهاب السهروردی رضی اللّٰه عنه وقتِ حدوث هذا الاسم. فقال ما حاصله "لم يكن هذا الاسم فی زمن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه و آله وسلم وقال "كان فی زمن التابعين."

ونقل عن الحسن البصری رضی اللّٰه عنه قال "رأيت صوفيا فی المطاف. فاعطية شيأ فقال "معی اربعة دوانق تكفينی". ونحو ما جاء عن سفيان الثوری رضی اللّٰه عنه " لو لا ابوهاشم ماعرفت دقائق الرياء."

وقيل لم يعرف هذا الاسم الی المائتين من الهجرة لان من رأی النبی عليه الصلاة والسلام أحق باسم الصحابی بشرفه علی كل وصف و من رأی الصحابة وأخذ عنهم العلم أحق باسم التابعی لذلک.

(فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۴۰۔۲۴۱)

ترجمہ: ''صوفی'' کا نام کب وجود میں آیا؟

حضرتِ عارف شہاب سہروردی رضی اللہ عنہ نے اس نام کے ظاہر ہونے کا وقت یوں بیان فرمایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ''حضرت ﷺ کے زمانے میں یہ نام نہ تھا۔

تابعین کے زمانے سے یہ نام سننے میں آنے لگا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ ''مَیں نے ایک صوفی کو مطاف (طواف کرنے کی جگہ) میں دیکھا اور کچھ رقم اس کو دینا چاہی۔ وہ صوفی کہنے لگے کہ ''میرے پاس چار دانگ موجود ہیں، جو میرے لیے کافی ہیں۔'' (اور لینے سے انکار کردیا۔ دانگ ایک درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔)

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اگر ابو ہاشم نہ ہوتا تو میں ریاء کی باریکیاں نہیں سمجھ پاتا۔''

بعضوں نے کہا کہ یہ نام ''صوفی'' دوسو ہجری تک کوئی نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ جس نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ صحابی کہلانے کا زیادہ حق دار ہے۔ کیونکہ تمام وصفوں سے زیادہ شرف صحابیت کو حاصل ہے اور جس نے صحابہ کو دیکھا اور اُن سے علم حاصل کیا، وہ تابعی کہلانے کا حق دار ہے کیونکہ صحابیت کے بعد وصفِ اشرف تابعیت کا ہے۔

O ثم لمّا بعد عهد النبوّة و توارى نورها واختلف ايضا الآراء و كدر شرب العلوم شرب الا هوية و تز عزت انبية المتّقين واضطربت عزائم الزاهدين وغلبت الجهالات و كشف حجابها و كثرت العادات و تملكت أربابها و تزخرفت الدنيا و كثر خطابها تفرّد طائفة باعمال صالحة واحوال سنّية واغتنموا العزلة واتخذو النفوسهم زوايا يجتمعون فيها تارة وينفردون أخرىٰ أسوة أهل الصفّة تاركين للاسباب مبتهلين الى ربّ الارباب فاثمر لهم صالح الاعمال سنى الا حوال وتهيأ صفاء الفهوم لقبول العلوم وصار لهم بعد اللسان لسان وبعدا العرفان عرفان وبعد الايمان ايمان كما قال حارثة رضى اللّٰه عنه ''اصبحت مؤمنا حقّا'' كما كوشف بمرتبة فى الايمان غير ما عهد. فصار لهم بمقتضى ذلک علوم يعرفونها واشارات يعدونها فحرّروا

لنفوسهم اصطلاحات تشير الى معارف يعرفونها...... فاخذ ذلک الخلف من السلف حتّى صار ذلک رسما مستمرا وخبرا مستقرافی کل عصر و زمان فظهر هذا الاسم بينهم وتسمّوا به. فالاسم سمتهم والعلم باللّٰه صفتهم والعبادة حليتهم والتقویٰ شعارهم و حقائق الحقيقة اسرارهم. انتهی

(فتاویٰ حديثيه، صفحه ۲۴۱ . ۲۴۰)

ترجمہ: پھر جب زمانۂ نبوت گزرتا گیا، اُس کے انوار و فیوضات پوشیدہ ہوتے گئے، لوگوں کے خیالات بھی بدلنے لگے۔ علوم کے گھاٹوں کو خواہشاتِ نفسانی کے گھاٹوں نے گدلا اور ملگجا بنادیا اور متقیوں کی عمارتیں ہلنے لگیں، زاہدوں کے ارادوں میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہونے لگی، جہالتیں بڑھتی گئیں، نادانی و گمراہی کے پردے کثیف تر ہوتے گئے۔ طرح طرح کی عادتیں اور خصلتیں ظاہر ہونے لگیں، رئیسوں کی حکومتیں دین پر چھا جانے لگیں اور دنیا رنگینیوں میں ڈوبتی گئی، خطابات، تقاریر اور قیل و قال بڑھتی گئیں تو ایک گروہِ اہل اللہ نے اعمالِ صالحہ اور پاکیزہ احوال کے ساتھ علیحدگی اختیار کرلی اور گوشہ نشینی کو غنیمت جانا۔ انھوں نے اپنے نفوس کے لیے خمولیت و گمنامی کو پسند فرمایا۔ کبھی کبھار وہ لوگ اکٹھا ہوتے ہیں پھر اہلِ صفہ کی سیرت پر بکھر جاتے ہیں۔ تارکینِ اسباب بن کر ربّ الارباب کے دربار میں آہ وزاریاں کرتے ہیں۔ جن کی بدولت وہ لوگ نیک اعمال کا ثمرہ اور بہترین اخلاق و احوال کا عطیہ پاتے اور قبولِ علوم کے لیے فہموں کی صفائی پیدا کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زبان سے پرے ایک زبان، عرفان کے بعد مزید عرفان اور بعد ایمان کثیر ایمان کی دولت ہاتھ لگ جاتی ہے۔

جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ''بندہ آج پورا مومن ہو چکا ہے'' جب انھوں نے مرتبۂ ایمان کی اس حد کو دیکھ لیا جو پہلے ان کو معلوم نہ تھی۔

پس وہ جماعتِ اہل اللہ اپنے علوم کے مطابق عرفان حاصل کر لیتی ہے اور ان کو

اشارات میں بتاتی ہے۔ لہٰذا انھوں نے جو معارف و حکمتیں پہچاننے میں آسانی ہو، کچھ اصطلاحات لکھ گئی ہیں۔ پھر خلف نے سلف سے ان اصطلاحات کو اخذ کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اصطلاحات ہمیشہ اور ہر زمانے کے لیے دستورالعمل و منزل کی خبر بن گئی ہیں۔ لہٰذا یہ نام ''صوفی'' ان کے درمیان ظاہر ہونے لگا اور انھیں اس نام سے پکارا جانے لگا۔

پس یہ نام اُن کا نشان و طریقہ بن گیا ہے۔ اور علم اُن کی صفت، عبادت اُن کی عادت، تقویٰ اُن کا امتیازی طرّہ اور حقائق الحقیقۃ اُن کے اسرار و رموز بن چکے ہیں۔

وضوئے عشق همیں، دست شستن از دنیا

همیشه پاك بود، هر که ایں وضودارد

(صائب)

یعنی: حضرت صائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا سے یک لخت ہاتھ دھولینا، عشق و محبتِ الٰہی کا وضو ہے۔ جو ایسا وضو رکھتا ہے، وہ ہمیشہ پاک ہوتا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ سے لو لگانے سے پہلے وضوئے عشق ضروری ہے۔ بغیر وضوئے محبت، بارگاہِ الٰہی کی دہلیز میں قدم رکھنا رَوا نہیں ہے۔

O وسبقه القشيرى رضى اللّٰه عنه فى رسالته الى اكثر من ذلك:

فانه قال ما حاصله " اعلموا ان المسلمين بعد رسول اللّٰه عليه الصلاة والسلام لم يتسم أفاضلهم فى عصرهم بتسمية علم سوى الصحابة اذ لا أفضلية فوقها ثم سمّى من ادركهم التابعين ثم من ادركهم تابعى التابعين ثم تبانيت المراتب فقيل لخواص الناس ممّن لهم شدّة عناية بامر الدين الزهاد والعبّاد ثم ظهرت البدع وحصل التداعى من الفرق فكلّ فريق ادعوا ان فيهم زهدا فانفرد خواص اهل السنّة المراعون انفاسهم مع اللّٰه تعالىٰ الحافظون قلوبهم عن طوارق الغفلة باسم التصوف واشتهر هذا الاسم لهؤلآء الاكابر قبل المائتين من الهجرة. انتهى.

ترجمہ: علامہ قشیری رضی اللہ عنہ اپنے رسالہ ''قشیریہ'' میں اسم ''صوفی'' ظاہر ہونے کا وقت بیان کرنے میں سبقت کر گئے ہیں۔

اُن کے بیان کا ماحصل یہ ہے کہ ''حتمی طور پر مسلمانوں نے رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد، اپنے زمانے کے بزرگوں کو صحابہ کے علاوہ کسی دوسرے نام سے خطاب نہیں کیا ہے۔ کیونکہ صحابیت سے بلند کوئی درجۂ افضلیت نہیں ہے۔

پھر جن لوگوں نے صحابیوں کو پایا ہے۔ انھیں تابعین کے نام سے پکارا گیا ہے اور جن افراد نے تابعین کو دیکھا ہے انھیں تابع التابعین سے موسوم کیا گیا ہے۔

بعد میں فرقِ مراتب پیدا ہوگیا تو خاص خاص اشخاص کو جنھیں دینی اُمور کی حفاظت میں حد درجہ متفکر ومصروف پایا گیا، انھیں زہّاد وعباد پکارا جانے لگا۔

پھر نئے اور اچھوتے خیالات ظاہر ہونے لگے اور جماعتوں میں مقابلے اور اختلافات نے ہاتھ پاؤں پھیلانے شروع کردیئے۔ پس ہر فریق اپنے اپنے استاد اور سربراہ کی برتری کا دعویٰ کرنے لگا۔

اس افراتفری کے زمانے میں، تصوف کے نام کے ساتھ اہلِ سُنّت کا ایک خاص گروہ، جو اللہ کے ساتھ اپنے انفاس کی نگرانی کرنے میں، غفلت کی راہوں سے اپنے قلوب کی حفاظت کرنے میں ممتاز تھا، الگ ہوگیا۔ اور دوسو ہجری سے پہلے پہلے ''صوفی'' کا نام اُن اکابرین کے لیے مشہور ہوگیا۔

پاک کن زآلایش و آرایش خودراہِ را
تاشوی مقبولِ آں سلطان پے در گاہ را
افرینش راھمہ پیٔ کن بہ تیغ لا الہ
تاشوی صافی جھانِ پاک الّا اللہ را
گر رُخ خود سرخ میخواھی برائے آخرت
در غزای نفس پیکاری در افگن راہ را

گر چو یوسف جاه و گاه و ملك میخواهی بیا

همچو اویك چند مسكن ساز قعر چاه را

یعنی: اپنے راستے کو دنیا کی آلائش و آرائش سے پاک و صاف کر۔ تاکہ درگاہِ سلطانِ دوعالم کی پاسبانی کا مستحق بن سکے۔

شمشیر ''لا اله'' سے خلقتِ خالق کی طرف التفات کی نظر کو قید کر کے قتل کر ڈال پھر عالم ''الا اللّٰه'' کا ستھراؤ ہو کر ''صوفیِ صافی'' بن جائے گا۔

اگر آخرت میں اپنی سرخروئی درکار ہے تو اپنے نفس کے ساتھ پہلے برسرِ پیکار ہو جا اور نفس کو اپنے راستے سے ہٹا دے۔

اگر تو یوسف علیہ السلام کی مانند، جاہ وحشمت، ملک و مرتبہ کی خواہش رکھتا ہے تو ہمت کی کمر باندھ اور اُس جیسا کچھ دن کنویں کی تہہ اور قعرِ مذلّت میں گمنام رہنے کو پسند کر۔

قوت جانِ هر دو عالم، عشق و توحید مست وبس

این قدر معلوم باشد، مردم آگاه را

هین بیا، جاروب را بر گیر ابراهیم وار

پیش رو، روب از فلك تو روی مهر و ماه را

(مولانا روم)

یعنی: دوعالم کی روح کی غذا فقط عشق ومحبتِ وحدانیت ہے اور ہر حقیقت شناس انسان اسے بخوبی جانتا اور سمجھتا ہے۔

تو بھی ابراہیم علیہ السلام کی طرح ''لاأحب الافلین'' کی مضبوط جھاڑو پکڑ کے آگے بڑھ اور اپنے قلب ودل سے سورج اور چاند (آلائشاتِ دنیوی) کے چہرے کو صاف و پاک کر دے۔

در ائے صوفی پشمینه برکن

زما فیها مجرّد باش ویکتا

یعنی: اے صوفی آ ؤ اور اس گدڑی کو اُتار پھینکو۔ یادِ الٰہی و تصورِ محبوب میں دو عالم سے بے خبر بن جاؤ اور مجرد و یکتائی ربّ العالمین کی صفت اپنے اندر پیدا کرو۔

وجودِ اھلِ تجرید ست صافی
نجوید خرقہ از صوف وکمخاب

یعنی: وحدہٗ لاشریک کے فدائی، اہلِ تجرید کا وجود صاف رہنا ہے۔ وہ موصوف اور کم خواب کا خرقہ ڈھونڈتا نہیں ہے۔

بھر جانب ترا رنگے نماید
ز رنگِ صبغۃ اللّٰہ گشتہ زیبا

یعنی: اس وقت تم کو ہر طرف رنگ ہی رنگ دکھائی دے گا جب ''صبغۃ اللّٰہ'' کے رنگ میں بطریق اعلیٰ رنگ ہو جاؤ گے۔

O '' صبغة اللّٰه ومن احسن من اللّٰه صبغة''

''صبغة الخاصية التى خلق آدم على تلك الصفة وذلک قوله تعالىٰ ''وخلقت بيدى'' وقال صدر الصوفية ورئيس البرية عليه الصلاة والسلام ''خلق اللّٰه آدم علىٰ صورته'' هذا صبغ الظاهر التى البسها صورة آدم واما صبغ الباطن هو الذى كسا اللّٰه تعالىٰ قلب آدم عليه السلام ولهذا سجدت الملائكة بين يديه واورث اللّٰه تعالىٰ تلک الصفتين اللتين خص بها آدم ارواح ذرّيته من الانبياء والاولياء.'' (تفسیر عرائس البیان، صفحہ ۳۰)

ترجمہ: ''صبغة اللّٰه ومن احسن من اللّٰه صبغة.''

اللہ کا رنگ، یہ وہ خاصیت ہے جس صفت پر اللہ جل جلالہ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا قول پاک ہے ''وخلقت بیدی'' میں نے اپنے قدرتی ہاتھوں سے آدم کو پیدا کیا۔

صدر الصوفیۃ ورئیس البریۃ سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ ''اللہ پاک نے آدم کو

اپنی قدرتی صورت پر پیدا فرمایا ہے'' کیونکہ ذاتِ الٰہی صورت سے بری ہے۔ یہ رنگ ظاہری ہے جو آدم کی صورت پر چپکایا گیا۔لیکن رنگِ باطنی وہ ہے جس سے اللہ پاک نے آدم کے قلب کو رنگ دیا ہے، جبھی تو ملائکہ نے اس کے سامنے سجدہ کیا۔اور یہ رنگ ظاہری و باطنی کی دونوں صفتیں جو آدم کے لیے مخصوص فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے میراث کے طور پر ذرّیتِ آدم علیہ السلام سے انبیاء اور اولیاء کی روحوں کو عطا فرمائی ہے۔

زیں رنگھا مفرد شود، درجنبِ عیسیٰ در رود
در صبغة اللّٰه رونهد، تایفعل اللّٰه مایشاء

(مولانا روم)

یعنی: جو تمام رنگ و آلائش سے مجرد ہوکر، مسیحائے اعظم و عاشقانِ بیدم کے پہلو میں سر جھکاتا ہے تو وہ مرضیِ مولا کے مطابق خالقِ کائنات کے ظاہری و باطنی رنگ میں غرق ہو جاتا ہے۔

O وقال ابی اللیث السمرقندی رضی اللّٰه عنه "یقال اخلاق الابدال عشرة اشیاء."

١. سلامة الصدر ٢. والسخاوة فی المال ٣. وصدق السلسان ٤. وتواضع النفس ٥. والصبر فی الشدّة ٦. والبکاء فی الخلوة ٧. والنصیحة للخلق ٨. والرحمة للمؤمنین ٩. والتفکّر فی الاشیاء ١٠. والعبرة بالاشیاء.

قال ابی القاسم جنید رضی اللّٰه عنه " لوعلمت ان للّٰه علما تحت ادیم السمأ اشرف من هذا العلم الذی نتکلّم فیه مع اصحابنا واخواننا لسعیت الیه ولقصدته."

وقال ایضا "ما أخذ التصوّف عن القال والقیل لکن عن الجوع و

ترک الدنیا وقطع المألوفات والمستحسنات."

(نزهة الناظرين وتنبيه الغافلين)

ترجمہ: فقیہ ابواللیث سمرقندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

" ابدال کی دس صفتیں ہوتی ہیں۔

"۱۔کینہ سے سینے کی صفائی، ۲۔ مال میں سخاوت، ۳۔ زبان کی سچائی، ۴۔ نفس میں عاجزی، ۵۔ مصیبت وسختی میں صبر، ۶۔تنہائی میں آہ وزاری، ۷۔مخلوق کی خیرخواہی، ۸۔ مؤمنین پر رحم وکرم، ۹۔اشیاء میں غوروفکر، ۱۰۔ چیزوں سے حصولِ عبرت۔"

شیخ ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اگر مَیں جانتا کہ اس نیلی چھت کے نیچے کوئی دوسرا علم، اس علمِ عرفان سے بہتر واشرف ہے، جس علم کے ساتھ ہم اپنے ساتھیوں اور دوستوں سے کلام کرتے ہیں۔ تو مَیں ضرور اُس علم کے حصول کا قصد اور کوشش کرتا۔"

انھوں نے مزید فرمایا کہ "ہم لوگوں نے تصوف کو قیل وقال سے حاصل نہیں کیا ہے۔ لیکن اس علم کو بھوک وترکِ دنیا اور پسندیدہ وغیر مکروہ چیزوں تک کو چھوڑنے سے حاصل کیا ہے۔"

خدا جانے یہ کس نے کہہ دیا ہے کم سوادوں سے
کہ جو تیشہ اُٹھا لیتا ہے وہ فرہاد ہوتا ہے

تا در تو، ز پندار تو ہستی باقیست
میدان بیقین کہ بت پرستی باقیست
گفتی کہ بت پندار شکستم رستم
ایں بت کہ تو پندار شکستی باقیست

یعنی: جب تک تجھ میں فخر ودعویٰ کا نشان باقی ہے، یقینی طور پر سمجھ لے کہ اب تک بت پرستی باقی رہ گئی ہے۔

تو کہتا ہے کہ "مَیں نے دعویٰ وپندار کے بُت کو توڑ کر رہائی پالی" مگر حقیقت یہ ہے

کہ فخر و پندار کو توڑ کر مخلصی پانے کا تیرا دعویٰ ایک بُت عظیم باقی رہ گیا ہے۔

قــرب نــے بـــالا و پستـــی رفتـن ســت
قــربِ حـق از جـنـس هستـی رستن سـت

یعنی: اوپر نیچے جانے کو خدا کی قربت کا نام نہیں دیا گیا بلکہ خودی و تکبّر سے اپنی ذات کو سر سے پاؤں تک دور کرنے کا نام "قربِ حق" کہا گیا ہے۔

بـنــدگـــی نبــود بـجـــز افـگـنـدگــی
راســت نـــایـــد خـــواجـگـی بـــابـنـدگـی

یعنی: عاجزی و خاکساری کے سوا بندگی مقبول نہیں ہے۔ امیری کے خیال کے ساتھ، بندگی کی صفت صحیح نہیں بلکہ سراسر غلط و ناپید ہے۔

مـردِ حـق بیـن کـه بـلا را، از خدا می بیند
تیـغ رابــر ســر خـود بـــالِ هُـمـا می بیند

(کلیم)

یعنی: اہلِ صفا وہ ہوتے ہیں جو آفات و مصائب کو اللہ کی بخشی ہوئی نعمت جانتے ہیں۔ اپنے سر پر تلوار کو ہما پرندے کا پر سمجھتے ہیں۔ کیسی ہی سختی و شدت ہو، صبر فرماتے ہیں۔

نظر لگے نہ کہیں اُن کے دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

(غالبؔ)

مـئے می نگردد شیر تا، در خُم نه جوشد مدّتے
خـواهی که دل روش شود، اندك عمل باید ترا

(مولانا روم)

یعنی: انگور کا رس اُس وقت تک شراب نہیں بنتا جب تک مٹکے میں ایک عرصے تک جوش حاصل نہ کرلے۔ اسی طرح اگر تو اپنے دل کو روشن کرنا چاہتا ہے تو کچھ تکلیفیں تو اُٹھانی

ہی پڑیں گی۔

کفر است در طریقۂ ماکینہ داشتن
آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

یعنی: ہمارے اس طریقِ معرفت میں کسی سے کینہ رکھنا کفر ہے۔ سینے کو آئینہ کی طرح صاف وروشن رکھنا قانونِ معرفت ہے۔

ایں شربت عاشقی ست خسرو
بے خون جگر چشید نتواں

(امیر خسرو)

یعنی: اے خسرو! اس شربتِ عاشقی کو مفت پینا حرام ہے۔ اگر پینا چاہو تو اس کی قیمت کے طور پر کچھ خونِ جگر صرف کرنا لازمی ہے۔

O ماالفرق بین التصوف والفقر والزھد؟

امّا الفرق بین التصوّف والفقر والزھد فھو کما قال الامام شھاب السھروردی رضی اللّٰہ عنہ " ھو التصوّف اسم جامع لمعانی الفقر و معانی الزھد مع مزید واضافات لایکون الرجل بدونھا صوفیا وان کان زاھد افقیرا.

بل قیل نھایة الفقر مع شرفه بدایة التصوّف

قال واھل الشام لا یفرقون بین الفقراء والصوفیة فی قوله عزوجل "للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللّٰہ لایستطیعون ضربا فی الارض الاٰیة "والحق ان بینھما فرقالان الفقیر متمسّک بفقرہ مؤثر علی الغنی معلمه بفضائله التی:

منھا ان الفقراء یدخلون الجنة قبل الاغنیاء بخمسمائة عام. فھو لماحظة العوض الباقی معرض عن الحاصل الفانی وھذا عین الاعتلال فی

طریق الصوفیة لانه یتطلع الی الاعواض ولم یترک الغنی الّا لاجلها.

والصوفی یترک الاشیأ لا للاعواض الموعدة بل للاحوال الموجودة فانه ابن وقته.

وایضا الفقیر ترک الحظ العاجل اختیارا منه وارادة والاختیار والارادة علّة فی حال الصوفی لان الصوفی صار قائما فی الاشیأ باراداة اللّٰہ تعالٰی لابارادة نفسه فلایری فضیلة فی صورة فقره ولا فی صورة غناه وانما یری الفضیلة فیما یوفّقه الحق فیه و یدخله علیه ویعلم الاذن من اللّٰہ فی الدخول فی الشیٔ.

فاذا اتضح لک معنی الفرق بین الفقر والتصوّف وان کان الفقر أساس التصوّف وبه قوامه علی الوصول الی رتب التصوّف علی طریقة الفقر لا علی معنی انه یلزم من وجود التصوّف وجود الفقر انتهی.

والفرق بین الفقر والزهد.

ان الفقر فیه تحل بمحاسنه کالا طراح والخمول والتمزق وخدمة الفقراء والوجد والکیاسة والریاضة والادب والتنفقّی من الاوصاف الذمیمة کالکبر والعُجب والحسد.

وهذه قد لا توجد مع الزهد والحاصل ان محاسن الزاهد بعض محاسن الفقیر و محاسن الفقیر بعض محاسن الصوفی.

(فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۴۳)

ترجمہ: تصوف، فقر اور زہد کے درمیان کیا فرق ہے؟

تصوف وفقر اور زہد کے درمیان کے فرق کو امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ فقر اور زہد کے معنوں کا کچھ زیادتی اور بڑھاؤ کے ساتھ، ایک جامع نام کو ''تصوف'' کہا جاتا ہے جس کے بغیر آدمی صوفی نہیں بن سکتا گرچہ وہ کتنا ہی زاہد

وفقیر کیوں نہ ہو۔

بلکہ کہا گیا ہے کہ فقر کا انتہائی درجہ اس کی بزرگی سمیت تصوف کی ابتدائی حد ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ''اہلِ شام فقراء اور صوفیاء کے درمیان کچھ فرق نہیں کرتے۔ بفحوائے قولہ عزّ وجل ''للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللّٰہ یستطیعون ضربا فی الارض الا یۃ۔''

لیکن حق تو یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان واضح فرق ہے۔ کیونکہ فقیر اپنے فقر کے دامن کو مضبوطی سے تھامنے کا ارادہ، امیر پر چند فضیلتوں کے ساتھ ترجیح پانے کے علم و یقین سے وابستہ ہے۔ یہ کہ بے شک جماعتِ فقراء امیروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوگی۔ تو یہ بات باقی عوض کے حصول کا خیال اور نگرانی ہوئی جبھی تو فنا ہونے والی دولت سے اعراض و روگردانی کرنے والا بنا اور یہ چیز طریقۂ صوفیہ میں سخت کمزوری و مرض ہے۔ چونکہ فقیر کو عوضِ بے بدل کی اطلاع ہوچکی تو اس دولت و غنا کو ترک کرنا، اُس اعلیٰ عوض کے حصول کے حرص کی وجہ بنی۔

اور صوفی کا سب چیزوں کو چھوڑ دینا، اللہ کے وعدہ کیے ہوئے عوضوں اور بدلوں کے حصول کی خاطر نہیں ہوتا بلکہ وہ موجودہ احوال کے لیے سب خیالات سے غائب رہتا ہے، کیونکہ وہ اپنے احوال میں گم رہتا ہے۔

اس بات پر بھی نظر رہے کہ فقیر کا نقد حصہ چھوڑ دینا، اختیاری و ارادی ہے حالانکہ اختیار و ارادہ صوفی کے حال میں ایک بڑی کمزوری اور علت ہے۔

اور صوفی تمام اشیاء میں ارادۂ الٰہی پر قائم ہوتا ہے۔ وہ اپنے نفس کے ارادوں کو ختم کر دیتا ہے۔ پس صوفی کی نظر نہ اس کی صورتِ فقر اور نہ صورتِ غنا کی فضیلت پر ہوتی ہے۔ بلکہ اس کی نظر بالکلیہ توفیقِ الٰہی پر ہوتی ہے۔ جس حال میں وہ ہے اور جو حال اس پر داخل ہونے والا ہے اور کسی چیز میں داخل ہونے کی ''اجازت من اللّٰہ'' کو وہ معلوم کر لیتا ہے۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجا تا بکجاست

اب فقر و تصوف کے درمیان امتیازی فرق تم پر واضح ہوگیا ہے۔ یعنی اگر چہ فقر تصوف کی بنیاد ہی سہی اور فقر کے راستے پر سے تصوف کے مراتب تک پہنچنے کے لیے فقر مدد گار ہی کیوں نہ ہو مگر تصوف کے وجود کے لیے فقر کا موجود ہونا لازمی نہیں۔ انتہی

اب فقر اور زہد کے درمیان فرق ملاحظہ ہو۔ بے شک فقر میں، گراوٹ، گمنامی، پھٹے پرانے لباس میں ملبوس ہونا، فقراء کی خدمت، وجد، دانش مندی، ریاضت، ادب اور فخر، عُجب، حسد جیسی بُری صفتوں سے پاکیزگی کی خوبیاں ضرور موجود ہوتی ہیں، مگر ان سب صفتوں کا زہد کے ساتھ پایا جانا ضروری نہیں ہے۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ زاہد کی خوبیاں فقیر کی بعض خوبیاں ہیں۔ اور فقیر کی تمام خوبیاں صوفی کے بعض محاسن ہے۔

(لہٰذا صوفی درجۂ اوّل میں، فقیر درجۂ دوم میں اور زاہد درجۂ سوم میں مکتبِ عشق و عرفان کے طلبا ہوتے ہیں)

در سوادِ اعظم فقر ست دار الملك راز
فقر بگزین، راہ رو، کان سنتِ پیغمبری ست

(مولانا روم)

یعنی: اہل اللہ کی بڑی جماعت میں ''فقر'' شاہی محل کی کنجی ہے، لہٰذا فقر کو قبول کرو اور راہِ طریقت پر چلو کہ یہ سنتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

تشنگانِ غرق اند، در بحر و لاش — در ولایت نیست ایشاں را فنا
از غنائے معرفت گر آگھے — در جھاں ھر گزنمی یابی عنا

(مولانا روم)

یعنی: عشق الٰہی کے پیاسے، محبوب کے بحرِ محبت میں ڈوبے رہنے کے باوجود اُلفتِ معشوق سے آسودہ نہیں ہیں۔ اگر دولتِ معرفت ہاتھ لگنے کی اطلاع مل جائے تو اس کی نظروں سے دنیا کی پریشانیاں اور کلفتیں خود بخود غائب ہوجائیں۔

چــو خـــانـــۂ دل زغـــم تـــنگ شـــود

در وی شـــهِ دل نـــواز تـــنهـــا اســـت

یعنی: جب دل کا کمرہ، غم والم سے بھر جائے اور کوئی گوشہ بغیر درد واندوہ کے باقی نہ رہے، تو سمجھ لو کہ اُس میں شاہ دل نواز، محبوب مہر انگیز تن تنہا حاضر ہے۔ اور یہی تو نعمتِ عظمٰی ہے۔

کسیکــه نـوبــت "الـفـتـر فخـر" زد جـانــش

چــه الـتــفــات نـمــایـد بتــاج وتـخــت ولـوا

(مولانا روم)

یعنی: جس کی روح میں "الفقر فخری" کی صدا گونج اُٹھی۔ وہ تخت، تاج و پرچم کی طرف التفات نہیں کرتا۔ وہ تجلیاتِ خالقِ نورالسماوات والارض میں ہر دَم محو رہتا ہے۔

پـنبـه ز گـوش دور کـن، دیـده بعشق برکشا

نـفس خسیس را بهل، در صفِ عاشقاں در آ

یعنی: کان سے روئی کو نکال اور محبتِ خالق میں آنکھیں کھول۔ کمینے نفس کو چھوڑ کر عاشقوں کی صف میں داخل ہو جا۔

دلا گـر طـالـب یـاری بـر آاز خـویـش بیگانه

وفـائـے جسم وجاں باشد، ورائے شمع و پروانه

(مولانا روم)

یعنی: اے دل! اگر طلبِ یار منظور ہے تو اپنی ذات و وجود سے بیگانہ بن جا۔ کیونکہ جسم و جان کا خیال و پروا، شمع و پروانہ کی عادت و خو نہیں۔

ز ظلمت خانۂ هستی، هر آنکس که بروں آمد

درون حـجـرۂ جـانــش، ز نورِ حق منوّر شد

(مولانا روم)

یعنی: اِس ظلمت آباد دنیا سے جو شخص صاف باہر نکل آیا، اُس کا حجرۂ دل انوارِ الٰہی

سے نورانی ودرخشاں ہوگیا۔

الا ای صوفی پشمیں، بکخ صومعه بنشیں
که در بَر خرقهٔ نیلی، ترا بابت برابر شد

یعنی: ہوشیار! اے بناوٹ کے موٹے کپڑے پہننے والے صوفی! اپنی خانقاہ کے کسی گوشے میں بیٹھا رہ۔ کیونکہ تیرے بدن پر یہ نیلا خرقہ تیرے بُت کے ساتھ یکساں کردیا گیا ہے۔ بُت تو تجھ سے اچھا ہے کیونکہ اس کو رنگین ہونے کا علم اور کس نے رنگین کیا، اِس علم سے وہ عاری ہے۔ اس کو لوگ پوجتے ہیں لیکن اسے پوجے جانے کا نہ خیال ہے نہ گمان۔ مگر تو نے یہ نیلا خرقہ پہن کر صوفی کہلانے کے لیے لوگوں سے عزّت واحترام کا طالب ہے۔ تو نفس کا یار ہے۔ یارِ حقیقی کی طلب تیری جان پر ایک بار ہے۔

زکار وکسب ماندم، کسبم ایں ست
رُخم شُد زرد، مرا دینار ایں ست
نہ عقلے ماندونہ تمیز و نہ دل
چہ چارہ، فعل آں دیدار این ست
جو لب بکشاد، جانها جمله گفتند
شفائے جان هر بیمار ایں ست

(مولانا روم)

یعنی: کاروبار اور حصولِ معاش سے عاجز و ناکارہ ہوجانا ہی میرا کسبِ معاش بن گیا ہے۔ یہ میرا زرد رُخسار میرے لیے اشرفی و دینار ہے۔ جب سے اُس کی محبت کا شکار ہوگیا ہوں، مجھ میں نہ عقل وتمیز باقی رہی اور نہ ہی دل نے ساتھ دیا۔ اب میرے لیے کیا چارہ ہے؟ یہ اُس پر عاشق ہونے اور اُس کے دیدار کا طالب ہونے کی سزا ہے، جو بصد خوشی بھگت رہا ہوں۔ لب کھولتے ہی سب جان مل کر شور مچاتی ہیں کہ بیمارِ محبت کی جان کی شفا صرف تحمّل وخاموشی میں ہے۔ صدا نہ کر، صدا حرام ہے۔

دوستدار دشمن ہے، اعتماد دل معلوم آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل جو تیری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

(مرزا غالبؔ)

شمس الحق تبریزی، باغنچۂ دل گوید

چوں باز شود چشمت، بیننده شوی باما

(دیوان شمس تبریزی)

یعنی: علامہ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کے دل کی ناشگفتہ کلی سے کہتے ہیں کہ (کوشش کیے جاؤ) جب تمہارے دل کا غنچہ کھل جائے گا اور تمہیں نظر حاصل ہوگی، اُس وقت تم بھی ہماری طرح غیب کی چیزوں کو دیکھنے والے بن جاؤ گے۔

گرزانکه امیری تو، در عشقِ اسیر آئی

ور زانکه خداوندی، هم بنده شوی باما

یعنی: مانا کہ تم رئیس و سردارِ قوم ہو۔ اگر ہم جیسے عشقِ الٰہی کے قیدی ہو جاؤ گے، تو تمہارا خودی اور غرور کا سر ٹوٹ کر ہماری طرح بے کس اور عاجز بندہ بننے میں فخر سمجھو گے۔

اسرارِ جهان بینی، اطوارِ نهاں بینی

انوارِ عیاں بینی، زیبنده شوی باما

ترجمہ: اس حالتِ بے کسی میں، اسرارِ جہاں و رموزِ غیبی تم دیکھ پاؤ گے اور دنیا والوں سے پوشیدہ راستے اور طریقے تمہیں نظر آئیں گے۔ پھر انوار و فیوضاتِ حکیم و علیم جلّ شانہ صاف صاف دکھائی پڑیں گے۔ اس وقت تم ہم لوگوں کی صحبت و ہمرہی کے لائق بنو گے۔

عزت لا اِلٰہ الّا اللّٰہ بر گدایانِ محتشم چه خوش ست

بادشاهیم بے سپاه و حشم ملك بے دخیل و بے حشم چه خوش ست

یعنی: **لا اِلـٰه الّا اللّٰه** کی عزت وخوش نودی پر اپنے کو فنا کر دینا، فقیرانِ ذی شان کے لیے ناممکن البیان لذّت کی چیز ہے۔

ہم صوفی، فقیر و زاہد ایسے بادشاہ ہیں جن کو لشکر و سپاہ کی حاجت نہیں۔ حکومت آزادی و غیر محتاجی و بے نیازی کتنی اچھی چیز ہے۔

کسے کو گردنِ تسلیم دارد
ز "کرّمنای" ما دارد دو صد تاج

یعنی: جو شخص قادرِ مطلق کے ارادے کے سامنے گردنِ تسلیم خم رکھتا ہے۔ وہ "**ولقد کرّمنا بنی آدم الآیۃ**" کی شہنشاہیت سے ایک سر کے لیے دوسو تاج پاتا ہے۔

گویند عشق چیست؟ بگو ترک اختیار
ہر کو ز اختیار نرست، اختیار نیست

یعنی: اگر کوئی پوچھے کہ عشقِ کردگار کیا ہے؟ تو کہہ دے کہ عشق کا حقیقی معنیٰ "ترکِ اختیار" ہے۔ اور جس کو اختیار، دعویٰ و پندار سے رہائی نصیب نہیں تو یقین جانو کہ وہ "درگاہِ ربّ کا منتخب" نہیں ہے۔

چوں طلاق تن بدادی، حور بینی صف زدہ
مسلماتِ مؤمنات قانتات تائبات

(مولانا روم)

یعنی: عشقِ باری تعالیٰ میں جب تم اپنے وجود و اختیار اور نام و ننگ سے بیگانہ ہو جاؤ گے تو اپنے ارد گرد، لحظہ بہ لحظہ ہزار حورانِ جنت کو صف زدہ کھڑے دیکھو گے۔ جو مؤمنات، مسلمات، قانتات اور تائبات کی صفتوں سے معمور ہوں گی۔

مالفرق بین الصوفی والمتصوّف والمتشبّہ؟

امّا بیان الفرق بین الصوفی والمتصوّف والمتشبّہ فقد بیّنہ

السهـروردی رضـی الـلّٰه عنه ایضا بان طریق الصوفیة اوّله ایمان ثم علم ثم ذوق. فالمتشبه صاحب ایمان والا یمان بطریق الصوفیة اصل کبیر.

قال سیّد الطائفة ابو القاسم الجنید رضی اللّٰه عنه ”التصدیق بطریقتنا هذا ولایة.“

قال السهروردی رضی اللّٰه عنه ”لان الصوفیة تمیّزوا باحوال عزیزة وآثار مستغربة عند اکثر الخلق لانهم مکاشفون بالقدر و غرائب العلوم واشاراتهم الی عظیم أمر اللّٰه تعالیٰ والقرب منه والایمان بذلک ایمان بالقدرة ولهم علوم من هذا القبیل فلا یؤمن بطریقتهم الّا من خصّه اللّٰه تعالیٰ بمزید عنایته“.

فالمتشبه صاحب ایمان والمتصوّف صاحب علم لان بعدالایمان اکتسب مزید علم بطریقهم والصوفی صاحب ذوق فللمتصوّف الصادق نصیب من حال الصوفی والمتشبة الصادق نصیب من حال المتصوّف.

قال وهکذا سنّة اللّٰه جاریة ان کل صاحب حال له ذوق فیه لابد ان یکشف له علم بحال اعلیٰ ممّا هو فیه. فیکون فی حاله الاوّل صاحب ذوق وفی حال الذی کوشف به صاحب علم وبحال فوق ذلک صاحب ایمان.

ثم قال بعد کلام طویل ”الصوفی فی مقاومة الروح صاحب مشاهدة والمتصوف فی مقاومة القلب صاحب مراقبة والمتشبّه فی مقاومة النفس صاحب مجاهدة ومحاسبة.“ (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۴۳)

ترجمہ: صوفی، متصوف اور متشبّہ کے درمیان واضح فرق:

امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ”صوفیہ کا پہلا راستہ ”ایمان“ ہے، پھر ”علم“ اور اس کے بعد ”ذوق“ ہے۔

تو متشبّہ صاحبِ ایمان ہے۔

سید الطائفہ ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''واجب الوجود کی تصدیق و ایقان کو ہمارے طریقے میں ''ولایت'' کہا جاتا ہے۔

امام سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''چونکہ صوفیہ کرام، گرامی تر اور کمیاب حالتوں کے ساتھ اور نادر علامتوں سمیت، دنیا والوں سے ممیّز وممتاز ہوتے ہیں۔ جب کہ وہ لوگ احکام واندازۂ الٰہی کو کھولنے والے، نوادراتِ علوم بیان کرنے والے اور اللہ جل شانہ کے حکمِ عظیم اور اُس کی قربت کی طرف اشارہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

ان چیزوں کے ایمان ہی کا نام ''ایمان بالقدرۃ'' ہے۔ اور ان بزرگوں کو اس قسم کے اکثر علوم حاصل ہوتے ہیں۔

لہٰذا ان لوگوں کے طریقے پر ہر شخص یقین نہیں کرتا سوائے ان کے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مزید عنایت سے خاص کر چکے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس ''متشبّہ'' صاحبِ ایمان ہے۔ اور ''متصوف'' صاحبِ علم ہے۔ جو ایمان کے بعد مزید علمِ طریقت اکتساب کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور ''صوفی'' صاحبِ ذوق ہوتا ہے۔

تو ایک ''متصوف صادق'' کو صوفی کی حالتوں سے کچھ حصہ نصیب ہوتا ہے۔ اور ایک ''متشبّہ صادق'' کو متصوف کی حالتوں سے تھوڑا بہت حصہ مل جاتا ہے۔

نوٹ: لہٰذا ''صوفی'' درجۂ اوّل میں، ''متصوف'' درجہ ثانی میں اور ''متشبّہ درجۂ ثالث میں واقع ہوتے ہیں۔

اسی طرح عادتِ الٰہی جاری ہے کہ ہر صاحبِ حال کو اس کے حال میں ایک لذت ضرور حاصل ہوتی ہے۔ پھر اُس صاحبِ حال پر اُس سے اوپر کے حال کا علم کھل جاتا ہے تو وہ پہلی حالت میں صرف ایک لذت محسوس کرنے والا تھا۔ پھر جب اُس سے اعلیٰ حال کا کشف ہوتا ہے، وہ صاحبِ علم بنتا ہے۔ پھر ترقی کرتے ہوئے صاحبِ ایمان و ذوق بن جاتا ہے۔

امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ طویل کلام کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''صوفی'' روح کے مقابلے میں ''صاحبِ مشاہدہ'' ہوتا ہے۔ ''متصوف'' قلب کے مقابلے میں ''صاحبِ مراقبہ'' ہوتا ہے۔ اور ''متشبّہ'' نفس کے مقابلے میں ''صاحبِ مجاہدہ و محاسبہ'' ہوتا ہے۔

عشــق بــحـــرِ نــور آمــد، اولیــاء انــوارِ او
درچــناں بحرِ لطافت، جُز چنیں انوار نیست
نــور ضــدِ نار آمد، چوں بیاض و چوں سواد
نــورِ حــق چــوں رونــماید، نار را آثار نیست
هیــچ نــوع از مــا مـجـو، اخبار وتفسیر و ادب
زانــکه اندر جانِ ما جُز عشق و جُز اسرار نیست
قــومِ رنـــدانیــم مـــا، انــدر خــرابــاتِ فــنــا
قبــلــۂ مــادر دو عــالــم، جُز رخِ دلدار نیست

(مولانا روم)

یعنی: عشقِ الٰہی نور کا سمندر ہے۔ اہل اللہ اس بحرِ بے کنار کے انوار ہیں۔ اس بحرِ لطافت میں ان اہل اللہ کے سوا دوسرے کی گنجائش نہیں ہے۔ نور مخالفِ نار ہے، جس طرح سفیدی سیاہی کی ضد ہے۔ جب نورِ حق مقابل ہوتا ہے، نار و آتش کا نشان جاتا رہتا ہے۔ ہم خدامستوں سے تاریخ وتفسیر، ادب ولٹریچر اور اس قسم کی کوئی چیز طلب نہ کرو۔ کیونکہ ہماری روح و جان میں بغیر عشقِ حق و اسرارِ غیب کے کچھ حاضر نہیں ہے۔ ہم لوگ مے خانۂ فنا میں رندانِ عشقِ الٰہی ہیں۔ دونوں جہاں میں ہمارا قبلہ رخسار، دلدار بنا ہوا ہے۔

شــمـــارا اطـــلــــس و شــعـــر و خیـــالــی
خیـــــال خـــوب آں دلـــدار مـــــارا
اگـــر عـــالـــم هــمــه عید ســت و عشــرت
بـــروعـــالـــم شــمـــارا، یـــا رمـــارا

در عشق چوں شمع بر فروزند
بس خرقۂ عاشقاں بسوزند
هم خرقه بسوز، صوفیانه
مابسته شدیم ایں چه دام ست

(مولانا روم)

یعنی: جب اللہ کے دوست، جذبِ محبتِ معبود میں شمعِ شوق جلاتے ہیں۔ اُس شمع کی روشنی میں بہت سے عاشقوں کے خرقے جل کر راکھ بن جاتے ہیں۔

طریقِ صوفیانہ کا دامن ہاتھ میں لیے عاشقوں کے خرقے جلاتے رہوتا کہ شمعِ عشق کی حرارت سے وہ لوگ واقف ہوکر زینہ بزینہ چڑھتے جائیں۔ ہم تو دامِ محبت میں پھنس چکے ہیں۔ اُن کو بھی ذرا سا احساس ہوجانے دو کہ اس جال و پھندے سے بچ نکلنا، چھٹکارا پانا محال ہے۔

یہ دامِ محبت معبود ہے دامِ حرصِ صیاد نہیں ہے

مَدیَم صدفے قرار گیرد کورا بد رو نه گوهری هست

(مولانا روم)

یعنی: سمندر میں صدف کو طمانیت وقرار اس وجہ سے حاصل ہے کہ اُس کے اندر قیمتی موتی موجود ہے۔

در ذاتِ تو ظاهری و باطن مصباح و زجاجه ومشکات
آگاه شود از رموزِ مستاں هر کس که فتد دریں خرابات
گر لذّت جام عشق خواهی مردانه بگوی ترك لذاّت

یعنی: جاں نثارانِ کردگار کی ظاہری و باطنی ذات میں، نورِحق کا چراغ دان اور چراغ مع چمنی کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان پاک ہے کہ "المؤمن ینظر

بنور اللّٰہ'' مؤمن اللہ کے نورِ سے میں دیکھتا ہے۔

اس لیے اسرار ورموزِ اہل اللہ سے وہ شخص آ گاہ ہوتا ہے، جو اس مے خانۂ وحدت میں پہنچ کر سرشار ہوتا ہے۔

آ خر میں گُر کی بات کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم عشقِ الٰہی کے جام کی لذّ ت سے روشناس ہونا اور لذّ ت لینا چاہتا ہے تو دلیرانہ ترکِ لذات کا جذبہ پیدا کر۔

در ذات و صفاتِ حق نہاں شد

از ذات و صفاتِ خویش وارست

(مولانا روم)

یعنی: عارفِ عاشق اپنی ذات وصفات سے رہائی حاصل کرکے، ذات وصفاتِ حق میں بالکل ہی پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ (جس طرح شبنم کا قطرہ سورج کی تپش و جذب سے پھول کی پتی کو چھوڑ کر اپنی اصل میں پیوست ہوجاتا ہے۔ بالکل اسی طرح عارفِ صادق، ذاتِ حق میں فنا حاصل کرلیتا ہے۔

مَیں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا　　میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا

(غالبؔ)

O فتكوين الصوفي بوجود قلبه وتكوين المتصوّف بوجود نفسه والمتشبّه لا تكوين له لان التكوين لارباب الاحوال والمتشبّه مجتهد سالک لم يصل بعد الى الاحوال والكلّ يجمعهم دائرة الاصطفاء في قوله تعالیٰ ''ثم اورثنا الكتاب الذين الاصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد و منهم سابق بالخيرات باذن اللّٰه تعالیٰ'' الاية.

قال بعضهم الظالم يعبد على الغفلة والعادة والمقتصد يعبد على الرغبة والرهبة والسابق يعبد على الهيبة والمنة وقال بعضهم الظالم صاحب الاقوال والمقتصد صاحب الافعال والسابق

صاحب الاحوال. وکل هذه الاقوال قريبة التناسب من حال الصوفی والمتصوف والمتشبه وكلهم من اهل الفلاح والنجاح.

والمتشبّة بالصوفية ما اختار التشبّه بهم دون غير هم من الطوائف الّا لمحبّتهم ايّاهم وهو على قصوره عن القيام بما هم فيه يكون معهم لموضع ارادته ومحبّته.

و ورد عنه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم انه قال ”المرء مع من أحب“ فقال ابوذر رضى اللّٰه عنه ”يا رسول اللّٰه! الرجل يحبّ القوم ولا يستطيع يعمل كعملهم“ قال ”انت يا اباذر مع من أحببت“ قال ”فانی أحب اللّٰه ورسوله“ قال ”فانک مع من أحببت.“ (فتاویٰ حدیثیه، صفحه ۲۴۳)

ترجمہ: پس صوفی کی حرکتیں اور کرامتیں وجودِ قلب سے ہیں۔ اور متصوف کی حرکتیں وکرامتیں ”وجودِ نفس“ سے ہیں اور متشبہ کے لیے حرکت وکرامت نہیں ہے۔ کیونکہ حرکت و کرامت، اربابِ احوال کے لیے ہے۔ اور متشبہ مجتہد سالک ہے۔ جو احوال تک ابھی نہیں پہنچا۔ لیکن بفحوائے قولہ تعالیٰ ”ثم اور ثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا ج فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد ج ومنهم سابق بالخيرات باذن اللّٰه ط ذلک هو الفضل الكبير.“ (سوره فاطر، آیت ۳۲)

مندرجہ بالا سب کے سب دائرۂ اصطفاء (پسندیدگی و رضامندیِ الٰہی) میں جمع ہو جاتے ہیں۔

اس آیت شریفہ کی تفسیر کے بارے میں بعضوں کا قول ہے کہ

ظاؔلم سے مراد وہ شخص ہے جس کی عبادت میں عادت اور غفلت شامل ہے۔

مقتؔصد وہ ہے جو خوفِ الٰہی و رضائے باری تعالیٰ کی خواہش کے ساتھ مصروفِ عبادت ہوتا ہے۔

سابؔق سے مراد وہ ذات ہے جو ہیبتِ ذوالجلال اور احسانِ کردگار کو مدنظر رکھتے

ہوئے عبادت کرتا ہے۔

اور بعضوں کا قول ہے کہ ظالم صاحبِ اقوال یعنی "گفتار کا غازی" ہے۔

مقتصد صاحبِ افعال یعنی "کردار کا غازی" ہے۔

سابق وہ ہستی ہے جو صاحبِ احوال ہوتا ہے۔

اور یہ سب اقوال، صوفی و متصوف اور متشبہ کے حال سے قریبی نسبت رکھتے ہیں اور سب کے سب مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہیں، نجات و کامیابی کے حق دار ہیں۔

متشبہ بالصوفیہ:

جنھوں نے، دوسروں کو چھوڑ کر، صوفیوں کا تشّبہ، از راہِ محبت اختیار کر رکھا ہے۔ باوجود یہ کہ وہ لوگ صوفیوں کے دم قدم پر چلنے سے قاصر ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کی عقیدت و محبت کے باعث وہ لوگ آخرت میں صوفیوں کے ساتھ ہوں گے۔

اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے حدیث یوں وارد ہے کہ "المرء مع من احب"، یعنی آخرت میں ہر شخص اُس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں پیار کرتا ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بول پڑے کے "یارسول اللہ! ایک شخص اپنی جماعت سے محبت ضرور رکھتا ہے لیکن اُن کے عمل کی طرح وہ عمل نہیں کرسکتا، تو اُس کا انجام کیا ہوگا؟ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ "اے ابوذر! تم جس سے پیار کر رہے ہو اُس کی معیت میں ہو گے۔" حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی جھٹ کہہ دیا کہ "حتمی طور پر مَیں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے پیار کرتا ہوں" جواب میں سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا "بے شک تم اپنے پیاروں کے ساتھ ضرور ہو گے۔"

O قال الشهاب السهروردی رضی اللّٰه عنه جاء فتی الی الشیخ احمد الغزالی رضی اللّٰه عنه ابن أخی حجّة الاسلام یرید منه ان یلبسه الخرقة فارسله الی شیخنا ای والظاهر انّه عمّه ابوالنجیب لیذکر له معنی

الخرقة . فجاء اليه فذكر للمبتدى له شروطها و آدابها و حقوقها. فجبن الرجل عن ذلک و رجع الغزالی رحمة رضی اللّٰه عنه فاستحضره وقال له ماذكرته صحيح. ولكن اذا ألزمنا المبتدى بذلک نفرو عجز عن القيام به. فنحن نلبسه الخرقة حتّى يتشبّه بالقوم و يتزيأ بزيهم فيقربه ذلک من مجالسهم و محافلهم فببركة مخالطته بهم و نظره الى احوال لقوم و مسيرهم يحبّ ان يسلک بذلک مسلكهم و يصل بذلک الى شئى من احوالهم.

(فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۴۳)

ترجمہ: شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ، جو میرے بھائی حجۃ الاسلام کا بیٹا ہے، کے پاس ایک نوجوان خرقۂ صوفیہ پہننے کے ارادے سے آیا۔ تو احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ہمارے شیخ یعنی اُن کے چچا شیخ ابوالنجیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا تاکہ اُسے خرقہ کے معنی سمجھائیں۔ وہ جوان اُن کے پاس حاضر ہوا۔ شیخ ابوالنجیب نے اس سلسلے میں نئے داخل ہونے والوں کے لیے کیا کیا شرائط، آداب اور حقوق ہیں، بتائے۔ اُس نے سُن کر ہمت ہار دی اور واپس شیخ احمد غزالی کے پاس آیا۔ شیخ احمد غزالی نے فرمایا کہ جو کچھ تم کو بتایا گیا ہے، سب صحیح و درست ہے۔ لیکن جب ہم کسی نئے داخل ہونے والے کو یہ سب بتاتے ہیں تو وہ بدک جاتا ہے۔ اور اُن سب کو بجالانے سے اپنے کو عاجز سمجھتا ہے۔ پھر بھی ہم خرقہ پہنا دیتے ہیں، تاکہ جماعتِ صوفیہ کی کم سے کم مشابہت حاصل کرلے اور اُن کا بھیس اختیار کرلے۔ پھر اسی صورت اور بھیس میں صوفیوں کی مجلسوں میں آیا جایا کرے۔ اس اختلاط وصحبت کی برکت سے اور جماعتِ صوفیہ کے عادات، اطوار اور حالتوں کو دیکھ کر اس مسلک پر چلنے کو پسند کرلے اور اسی کی بدولت تھوڑے بہت احوالِ صوفیہ تک رسائی ہوجائے۔

چوں نظر کردم ندیدیم هیچ کس راهو شیار
هر یکے از جام دیگر مست و ما ازیار مست

از مئے حق بُد منصور از تجلّی راز گفت
از سرمستی انا الحق گفت او بردار مست

(مولانا روم)

یعنی: دنیاوالوں کے مزاج کا معائنہ کیا تو کسی کو بھی ہوشیار وانجام کی فکر میں نہ پایا۔ کسی کو مال میں مست دیکھا، تو کسی کو جاہ ومنصب میں مست پایا۔ اسی طرح سب کو قسم قسم کے نشے میں مخمور دیکھا، سوائے عاشقان عارفان کے۔ وہ لوگ صرف عشقِ الٰہی میں مست و شیدا ہیں۔

یہ صرف مئے وحدت کی تجلّی تھی کہ منصور حلاج نے سرشار ہوکر راز کی بات کہہ دی۔ وہ سرمست ہوکر ''انا الحق '' کی صدائیں لگاتے ہوئے، عالمِ بےخودی میں دار پر چڑھ گئے اور موت کے مقابل ہنستے ہوئے دار پر بھی ''اناالحق '' کہتے گئے۔

O قال الشهاب السهروردی رضی اللّٰه عنه فالمتشبّه الحقیقی له ایمان بطریق القوم و عمل بمقتضاه وسلوک واجتهاد لانّه صاحب مجاهدة و محاسبة کمامّر.

ثم یصیر متصوّفا صاحب مراقبة ثم یصیر صوفیا صاحب مشاهدة. فامّا من لم یقصد اوائل مقاصدهم بل هو علی مجرّد تشبّه ظاهر من ظاهر التشبّه والمشارکة فی الزی والصورة دون السیرة والصفة فلیس متشبّها بالصّوفیة لانه غیر محاک لهم فی الدخول فی بدایاتهم فاذا هو متشبّه بالمتشبّة یعزی الی القوم بمجرّد لبسه ومع ذلک هم القوم لا یشقی بهم جلیسهم وقدورد '' من تشبّه بقوم فهو منهم.''

(فتاویٰ حدیثیه، صفحه ۲۴۳)

ترجمہ: شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقی متشبّہ کو جماعتِ

صوفیہ کے طریقے پر ایمان حاصل ہے اور ضرورت کی حد تک عمل بھی پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ صوفیوں کی راہ پر چلنے کی کوشش پائی جاتی ہے کیونکہ متشبّہ صادق، صاحبِ مجاہدہ ومحاسبہ ہوتا ہے، جس کا ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے۔

متشبہ صادق کے مراحل طے کرنے کے بعد متصوّف اور صاحبِ مراقبہ بنتا ہے۔ اس کے بعد صوفی صاحبِ مشاہدہ کا درجہ آتا ہے۔

لیکن جو شخص اس راہ کے ابتدائی مراحل کو طے کرنے کا ارادہ نہیں کرتا وہ صرف ظاہری تشبّہ کے مقام میں رہ جاتا ہے۔ وہ صورت اور بھیس میں صوفیوں کا شریک تو ہو جاتا ہے لیکن سیرت وصفت حاصل نہیں کرتا۔ وہ متشبّہ بالصوفیہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ابتدائی درجے میں داخل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ تو وہ صرف متشبّہ کا متشبّہ ہوا۔ وہ صرف اپنے لباس اور بھیس کی وجہ سے جماعتِ صوفیہ میں عزّت پالیتا ہے۔ تاہم وہ ''متشبہ بالمتشبہ'' صوفیوں کے ہم جلیس ہونے کی بدولت، بے نصیب نہیں رہتا۔

کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: ''من تشبّہ بقوم فھو منھم'' یعنی جو کسی جماعت کی مشابہت قبول کرتا ہے وہ اُسی جماعت میں شمار ہوتا ہے۔

O قال الامام العارف شاہ ابن شجاع الکرمانی رحمۃ اللّٰہ علیہ

'' ما تعبّد متعبّداً باکثر من التحبّب الی اولیاء اللّٰہ لانّ محبّتھم دلیل علی محبّۃ اللّٰہ عزوجل.

وقال ابوالقاسم القشیری رحمۃ اللّٰہ علیہ '' قبول قلوب المشائخ للمرید أصدق شاھد لسعادتہ ومن ردّہ قلب شیخ من الشیوخ فلا محالۃ یری غب ذلک ولو بعد حین ومن خذل بترک حرمۃ الشیوخ فقد أظھر رقم شقاوتہ و ذلک لا یخطیٔ. انتھی'' (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۴۳)

ترجمہ: امام عارف شاہ بن شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''کسی عبادت کرنے والے نے اولیاء اللہ کی محبت سے زیادہ بڑھ کر کوئی عبادت نہ کی۔ کیونکہ اُن کی محبت، اللہ جل شانہ کی محبت کا ثبوت ہے۔''

شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''مرید کو مشائخ کے قلوب کا قبول فرما لینا، مرید کی سعادت وارجمندی کا مضبوط ترین ثبوت ہے اور جس کو شیوخ میں سے کسی شیخ کے قلب نے ردّ کر دیا تو ضرور بالضرور وہ نقصان و بدبختی دیکھ کر رہے گا۔ اگرچہ کچھ دیر بعد ہی کیوں نہ ہو۔ جو شیوخ کی حرمت ترک کر کے رسوائی مول لے تو سمجھ لو کہ اُس کی قسمت میں بدنصیبی کا قلم چل گیا ہے اور یہ چیزیں خطا ہونے والی نہیں ہیں۔''

آن خانۂ نشیب ونہ فراز ست
آن جانہ سکوت و نہ کلام ست
بیروں زدو کون منزلے ہست
کانجانہ غم ست نہ غمام ست
بیرون زجہاں لامکانیست
مُلکیست کہ لا مکانش نام ست
گرمالك و ملك لامکانی
اقبالِ جہاں ترا غلام ست
ایں رمز کسے وقوف دارد
کو مست میئ غمش مدام ست

(مولانا روم)

یعنی: مستانِ خدا کی منزلِ وہاں ہے جہاں نہ نشیب ہے، نہ فراز ہے، نہ سکوت ہے، نہ کلام ہے۔ وہ مکان و منزلِ دو جہاں سے ورا ہے۔ جہاں غم اور گھٹائے ظلمت کا نام نہیں ہے۔ اس دنیائے دنیٰ سے دور ایک جہانِ لامکاں ہے، جس کا نام ملکِ لامکاں ہے۔ اگر

ملکِ لامکاں کی ملکیت تیرے ہاتھ آ جائے تو اس دارِ فانی کی تمام اقبال مندیاں تیری غلام بن جائیں۔ اس راز سے وہ شخص واقفیت رکھتا ہے جو ہمیشہ مالکِ حقیقی کی غمِ فرقت کی شراب میں مست و بےخود رہتا ہے۔

صوفیاں جمعے نشستہ، در مقامِ بیخودی
خرقہ مست و شملہ مست و شبلی و منصور مست

(مولانا روم)

یعنی: عارف اور صوفیہ جب مقامِ بےخودی میں جمع ہو کر بیٹھتے ہیں تو اُن کے خرقے اور شملے تک جذبۂ محبتِ ایزدی میں جھومنے لگتے ہیں۔ شبلی و منصور اپنے وجود سے گم ہو کر دائرۂ نورِ لم یزل میں رقصاں نظر آتے ہیں۔

زاھدِ خلوت نشیں و صوفیِ پرھیز گار
خرقھا بر تن دریدہ برسرِ بازار مست

یعنی: تنہائی پسند زاہد اور پرہیزگاری صوفی، جب مقامِ جلوہ نمائی و میقاتِ انوار فشانی تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں تو عالمِ بےخودی میں اپنے جسم سے خرقوں کو پھاڑ کر شرم و حیا سے بےخبر ہو کر بیچ بازار دوڑنے لگتے ہیں۔

"المرء من أحب"

مرحبا ائے بادۂ عشقِ جلال لایزال
گشتہ ازبویت بمعنی ھفت وپنج وچار مست
عالم وشیخ و خطیب و صوفی خلوت نشین
مفتی و قاضی و حافظ، زاھد وابرار مست
مسجد و محراب و منبر، عالمان وزاھدان
صوفیاں خرقہ پوش، از ماتمِ پندار مست

(مولانا روم)

یعنی: اے عشقِ جلالِ لایزال کی شراب! تجھے کس زبان سے دعا دوں؟ کہ صرف تیری محبت کے جام کی بُو نے ابدال واخیار واوتاد کے دماغوں سے عقلیں اُڑا دی ہیں۔ عالم، شیخ وخطیب اور تنہائی پسند صوفی، مفتی و قاضی، حافظ و زاہد اور تمام ابرار کی پگڑیاں اُچھل کر سر سے دور جا پڑی ہیں۔ تمہاری محبت کی قدر و منزلت دیکھ کر مسجد و محراب و منبر، عالم و زاہد تمام کے تمام سروپا بے خبر عالمِ بے خودی میں اُفتاں وخیزاں ہیں۔ اور خرقہ پوش صوفیہ اپنی صفائی و صفوۃ پر ماتم کناں میدانِ تحیر میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اے عشقِ ذوالجلال کی شراب! صد آفریں! تمہاری اک ادنیٰ سی ادا پر عالم کا ذرّہ ذرّہ ہوش باختہ رقصاں وشور کناں ہے۔

ہر کہ صافی گشت از توحیدِ تو   سالکِ تجرید شد بے انخبات

(مولانا روم)

یعنی: جو تیرے نورِ وحدت سے دل کو آراستہ و پیراستہ کر لیتا ہے وہ راہِ تجرید اختیار کر کے تن تنہا چلتا ہے۔ خلائق سے ملنے سے پرہیز کرتا ہے اور خبیث دنیا سے اجتناب کرتا ہے۔

ہمہ عالم خیال اند رخیال ست
وجودی جُز و جودِ حق محال ست
کسے ناقص مداں در کار خانہ
کہ ناقص نیز از اہلِ کمال ست

(مولانا روم)

یعنی: یہ سارا جہاں خیال اور عالمِ خیالی ہے۔ حق کے وجود کے سوا کسی دوسرے کا وجود محال و ناممکن ہے۔ کارخانۂ قدرت میں کسی کو ناقص مت سمجھو کیونکہ یہ تمہاری عقل کا نقص ہے۔ بسا اوقات ناقص بھی اہلِ کمال ہوتا ہے۔

ہزار رنگ دریں کارخانہ درکار است
مگیر نکتہ نظیری ہمہ نکو بستند

(نظیری)

یعنی: اس کارخانۂ قدرت میں ہزار رنگوں کی حاجت ہے۔ اے نظیریؔ تو تنقید کرنا بند کردے اور یقین کرلے کہ خالقِ اکبر نے ہر شے کو ایک خاص خوبی پر تخلیق فرمایا ہے۔

آں شنیدی کہ خضر تختۂ کشتی بشکست
تاکہ کشتی زکف ظالم جبّار برست

(مولانا روم)

یعنی: تم نے تو سنا ہے کہ خضر علیہ السلام نے مسکین کی کشتی کا تختہ توڑا ہے۔ وہ توڑنا اس لیے تھا کہ ظالم و جابر بادشاہ کے ہاتھ سے اس کشتی کو نجات مل جائے۔ اسی طرح مشاہدۂ حق سے پہلے مجاہدہ ومحاسبہ سے اپنی کشتیِ جسم کو توڑنا لازمی ہے تاکہ ظالم وسرکش نفس کے ہاتھ سے رہائی نصیب ہو۔

خضرِ وقت تو عشق ست کہ صوفی زشکست
صافی است و مثل درد بہ پستی بہ نشست

(مولانا روم)

یعنی: تمہاری زندگی کا خضر عشقِ حنّان ومنّان ہے۔ کیونکہ صوفی نے جب اپنی ہستی کے پیالے کو توڑ دیا تو جامِ محبت کی شراب صاف ہوگئی۔ اور اس کی تمام کدورتیں اس جامِ مئے وحدت کی تہہ میں تلچھٹ کی مانند نیچے بیٹھ گئیں۔

ھر کسے را قبلۂ دیگر شدہ است
قبلۂ ما در گھہ یار آمدہ است

(عارف روم)

یعنی: ہر قوم و مذہب کے لیے الگ الگ قبلہ ہوتا ہے۔ لیکن اہلِ ولا کا قبلہ اپنے محبوب کی درگاہ ہوتا ہے۔

در دلِ دلدار مقبلِ اوبود
کزو وجودِ خویشِ بیزار آمدہ ست

(مولانا روم)

یعنی: دلدار کے دل میں وہ شخص قبولیت اور محبوبیت کا مقام حاصل کرسکتا ہے۔ جو اپنے معشوق کے سوا خود اپنی ذات سے بیزار ہوجاتا ہے۔

آں راکہ حضرتم بغلا می قبول کرد
با ایں بلند منزلت ایمن ز خسروی ست

(مولانا روم)

یعنی: جس کو اس کے شیخ نے غلامی میں قبول کرلیا، وہ اس بلند مرتبے کے حصول پر بادشاہی وخسروی سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔

O اعلم ان الیقین ھو نھایة المعرفة ومراتبة ثلاثة

ا . علم الیقین وھو ماینشأ عن النظر والا ستدلال

۲ . وعین الیقین وھو ما یکون من طریق الکشف النوال.

۳. وحق الیقین وھو مشاھدة الغیب مشاھدة العیان کما یشاھد الرائی.

فالاوّل للاولیاء والثانی لخواصھم والثالث للانبیاء. وحقیقة اختص بھا نبیّنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم. (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۲۶)

ترجمہ: سمجھ لے کہ بے شک ''یقین'' معرفے کی انتہا ہے۔اس کے تین درجے ہیں:

ا۔ علم الیقین: جو نظر وفکر اور دلیلوں کی فراہمی سے پیدا ہوتی ہے۔

۲۔عین الیقین: جو بطریق کشف اور بخشش وعطیہ الٰہی سے ہاتھ آتا ہے۔

۳۔حق الیقین: جب غیب کا مشاہدہ بطریق عیاں و بے حجاب ہوتا ہے۔

جس طرح کوئی دیکھنے والا آنکھوں سے دیکھتا ہے وہ غیب کا مشاہدہ اس طور پر کرتا ہے (جسے کشف عیانی کہا جاتا ہے۔)

پس اوّل یعنی علم الیقین اولیاء کے لیے ہے۔

اور دوم یعنی عین الیقین خاص خاص ولیوں کو حاصل ہے۔

اور سوم یعنی حق الیقین نبیوں کے لیے ہے۔

جس کی حقیقت کو حضرت علیہ ﷺ کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

O فعلم اليقين على موجب اصطلاحهم ماكان بشروط البرهان. و عين اليقين ماكان بحكم البيان وحق اليقين ماكان بنعت العيان.

فعلم اليقين لارباب العقول و عين اليقين لاصحاب العلوم و حق اليقين لاصحاب المعارف. (رساله قشيرية، صفحه ٥٦)

ترجمہ: تو علم الیقین، صوفیوں کی اصطلاح کے مطابق وہ ہے جو بشرائط دلائل ہوتا ہے۔

اور عین الیقین: جو بیان کے حکم کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔

اور حق الیقین: جو عیاں وظاہر صفت کے ساتھ مزین ہوتا ہے۔

پس علم الیقین: ''اربابِ عقول'' کے لیے ہے۔

عین الیقین: ''اصحابِ علوم'' کے لیے ہے۔

اور حق الیقین: ''اصحابِ معارف'' کے لیے ہے۔

علم اليقين بيان ست عين اليقين عيان ست

حق اليقين نشان ست، باقی همه گمان ست

(مولانا روم)

یعنی: علم الیقین بیان ہے۔ عین الیقین عیاں وکشف ہے۔ حق الیقین، نشان ومشاہدہ ہے۔ باقی سب کا سب وہم وگمان ہیں۔

O " ومن يؤت الحكمة أوتى خيرا كثيرا "

وقال اللّٰه تعالىٰ فى بعض اخباره التى اخبر نبيه عليه الصلوة والسلام " لايزال العبد تقرب الىّ بالنوافل حتى كنت سمعه الذى يسمع بى وبصره الذى يبصرى بى ولسانه الذى ينطق بى وقلبه الذى يعقل بى"

فاذا كان جميع وجوده مستغرقافي رؤية خالقه فكيف لايطلع على مكنونات الغيب ومطلعه بنعت صفت الخاص هو اللّٰه تعالىٰ.

وقال معروف الكرخي رحمة اللّٰه عليه ”من حسن علمه نزلت الحكمة فى قلبه“

وقال بعضهم ”الحكمة اربعة اشياء. العلم والحلم والعقل والمعرفة.“

وقال ابوبكر الوراق رضى اللّٰه عنه ” لافاقه مع الحكمة قال اللّٰه تعالىٰ ومن يؤتى الحكمة فقد اوتى خيرا كثيرا.

(تفسير عرائس البيان، صفحه ٦٠)

O ”ومن يؤت الحكمة فقد أوتى خيرا كثيرا“

تفسیر عرائس البیان میں، اس آیت شریفہ کے ماتحت امام بقلی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں کہ ”اللہ جل شانہ نے اپنے بعض اخبار میں، جس کی خبر آں حضرت ﷺ کو دی گئی ہے فرماتا ہے کہ

”میرا بندہ جب مجھ سے کثرتِ محبت اور کثرتِ یاد کے باعث میری قربت حاصل کرلیتا ہے تو مَیں اُس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اُس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے، اُس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سمجھ اور شعور حاصل کرتا ہے۔“

پس جب کسی بندے کا سارا وجود، اپنے خالق کے نظارے میں غرق رہتا ہے تو کیوں غیب کی پوشیدہ چیزوں کی اطلاع اس کو نہ ہو؟ اور مکوناتِ غیب، ظاہر ہونے کی جگہ سے وہ کیوں واقف نہ ہو؟ جب کہ اُس نے خاص صفتِ الٰہیہ سے رنگین ہونے کا مقام پالیا ہے۔

شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”جس نے عالمِ معرفت کو بطریق احسن اکتساب کرلیا ہے تو اس کے قلب میں حکمتِ الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے۔

بعضوں کا قول ہے کہ ”حکمت چار چیزوں کا نام ہے: علم، حلم، عقل اور معرفت۔“

شیخ ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جس کو حکمتِ الٰہیہ عطا کی گئی ہے اس سے غربت و احتیاج کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''مَیں نے جس کو حکمت کی باتیں بتادیں، یقین جانو کہ اس کو خیرِ کثیر مل چکی ہے۔ کیونکہ عطائے خیرِ کثیر کے بعد ''احتیاج'' کا باقی رہنا محال ہے۔

بشوے دست ز خویش وبیا بخواں بنشیں
بخواں کسے بنشیند که دستِ خود شوید
ترا بگویم پنہاں کہ گل چرا خندد
کہ گل راخویش بکف گیردوھمی بوید

(مولانا روم)

یعنی: تو خود اپنے سے ہاتھ دھوڈال اور آ کے نعمتِ الٰہی کے دسترخوان پر بیٹھ جا کیونکہ دستورِ دنیا ہے کہ جو ہاتھ دھو لیتا ہے وہ دسترخوان پر بیٹھتا ہے۔ اسی طرح فیوضاتِ الٰہی کے دسترخوان پر بیٹھنے سے پہلے ذاتِ باری کے علاوہ ہر چیز سے ہاتھ دھوڈال۔

تجھے مَیں پوشیدہ طور پر بتا دیتا ہوں کہ پھول باغ میں کیوں ہنستا ہے؟ پھول اس لیے ہنستا ہے کہ حسین اور نازنین اس کو نازک ہتھیلیوں میں لے کر سونگھتی ہیں۔

تم بھی جب دستِ قدرت میں پہنچ کر مقامِ رضا سے نوازے جاؤ گے اُس وقت تمہارا رواں رواں مارے خوشی کے ایسے ہنس پڑے گا کہ سنبھالے نہ سنبھلے گا۔

بی یسمع وبی یبصر، بی یبطش وبی تمشی
سرے ست بسے غامض، تدریہ ولا تغشی

یعنی: عاشقِ خدا، خدا کے کان سے سنتا ہے، اُس کی آنکھ سے دیکھتا ہے، اُس کے ہاتھ سے پکڑتا ہے اور اُس کے پاؤں سے چلتا ہے۔

یہ بھید سخت پوشیدہ اور غیر واضح ہے۔ جب حجاباتِ نفس کی تاریکیوں سے اپنے کو آزاد کرسکو گے تو ضرور ادراک ہوکر رہے گا۔

گویند سوزِ آتش باشد از نصیب کافر
محروم ز آتش تو، جز بولھب ندیدم

(مولانا روم)

یعنی: لوگ کہتے ہیں کہ جہنم کی آگ میں جلنا کافر کے لیے مقدر کیا گیا ہے۔ مگر میں رومی کہتا ہوں کہ محبتِ الٰہی کی آگ میں جلنے سے وہ محروم ہوتا ہے جس کا نصیب ابولہب جیسا ہوتا ہے۔

O قوله تعالیٰ: للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللّٰه یستطیعون ضربا فی الارض الایة."

"الذین حبسوا أنفسهم عن المیل الی غیر اللّٰه فی مجلس مراقبة اللّٰه ناظرون من اللّٰه الی اللّٰه وراضون بقضاء اللّٰه فی مراد اللّٰه صابرون فی بلاء اللّٰه محتسبون للّٰه فی مجاهدة أنفسهم لاینقضون عهود میثاق الازل الی الاجل ولا یتفرقون عن مجالستهم و مراقبتهم من قوة الحال وغلبة الذکر و اشتغالهم بمشاهدة سیدهم و شدة محبّتهم و کثرة عشقهم و حقیقة یقینهم بربهم لطلب معاشهم و حوائجهم لانّه قد غلب علیهم صحة التوکل و حسن الرضا و حقیقة التسلیم وهم کانوا یفوضون جمع امورهم الی اللّٰه ویسکنون بوعده لانه منان باولیائه و اهل طاعته اهل الثناء والمغفرة بحفظ اوقاتهم عن الخطرات والزلات"

(تفسیر عرائس البیان، صفحه ٦٣ . ٦٢)

ترجمه: قوله تعالیٰ "للفقراء الذین احصروافی سبیل اللّٰه لا یستطیعون ضربا فی الارض الایة"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فقراء وہ ہیں جنھوں نے اپنے نفوس کو، خدا کے سوا کسی غیر کی طرف مائل ہونے سے مقید کر رکھا ہے۔ وہ اللہ پاک کی طرف یکسوئی سے منتظر رہنے کی مجلس

میں ڈٹ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اللہ سے اللہ کی طرف پاسبانی میں منہمک رہتے ہیں۔ ارادۂ الٰہی میں حکمِ الٰہی کے ساتھ راضی برضا رہتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کی آزمائشوں پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں اپنے نفوس کے مجاہدے میں، اللہ ہی کے لیے، داروغہ ومحتسب بنے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ اختتامِ زندگی تک، ازل میں کیے ہوئے وعدوں کی پابندیوں کو نہیں توڑتے۔

وہ لوگ، اپنی حالت کی توانائی، کثرتِ ذکر و یادِ محبوب، مالک کے مشاہدے کی مشغولیت، شدتِ محبت و کثرتِ عشق اور اپنے پروردگار پر یقینِ محض کی بدولت، اپنی مجلسوں اور مراقبوں سے اپنی ضروریات وتلاشِ معاش میں دَم بھر کے لیے بھی ہٹتے نہیں۔ کیونکہ ان پر صحتِ توکل، حسنِ رضا اور انتہائی تسلیم کی صفتیں غالب آ گئی ہیں۔ وہ لوگ اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ، ثنا ومغفرت کا اہل، محبوبِ برحق جل جلالہ، جو اپنے جاں نثاروں اور فرماں برداروں پر بے حساب احسان وفضل کرنے کا وعدہ کر چکا ہے۔ اس وعدۂ کامل پر، یہ لوگ مکمل اطمینان سے ڈٹے ہوئے اپنے اوقات کو، دنیوی ونفسانی خیالات ولغزشوں سے حفاظت کیے ہوئے ہوتے ہیں۔

حضوری گر همی خواهی، ازو غافل مشو حافظ
متی ما تلق من تهوی، دع الدنیا واهملها

(حافظ شیرازی)

یعنی: اگر محبوب کا سامنا چاہتا ہے تو اس کے انتظار و پاسبانی سے لمحہ بھر کے لیے غافل نہ رہ۔ کیونکہ کس کو خبر ہے کہ تو جس سے ملاپ کی خواہش رکھتا ہے وہ کب ملاقات کو آئے۔ اس لیے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر، اُس کے خیال وتصور میں چوکیدار کی طرح دم سادھے بیٹھا رہ۔

روبر در دل بنشین، کاں دلبر خبر گاهی
وقتِ سحری آید، یا نیم شبے باشد

یعنی: جا اور اپنے دل کے دروازے پر چُستی ہوشیاری سے پاسبانی کر۔ کیونکہ وہ

بزرگ خوشحال محبوب، ممکن ہے سحری کے وقت تشریف لائے یا آدھی رات کو نزول فرمائے۔ دم بھر کی غفلت سے تیری ساری کوششیں ضائع ہوسکتی ہیں۔

رفتم كه خار از پا كشم، محمل نهاں گشت از نظر
يك لحظه غافل گشتم و صد ساله راهم دور شد

یعنی: محبوب کا پیچھا کرتے کرتے اچانک پاؤں میں ایک کانٹا گھس پڑا۔ اسے نکالنے کی طرف متوجہ ہوتے ہی محبوب کا کجاوہ نظر سے پوشیدہ ہوگیا۔ ہائے محرومیِ قسمت! لمحہ بھر کی غفلت سے، سوسال کی دوری کا راستہ پیدا ہوگیا۔

O وقيل "احصروا في سبيل اللّٰه الذين وقفوا مع اللّٰه بهممهم فلم يرجعوا منه الى غيره."

وقيل "لا يستطيعون ضربا في الارض" اى لا تحركون لطلب الارزاق."

وقال محمد بن الفضل رحمة اللّٰه عليه في هذه الآية. "يمنعهم علو همتهم عن رفع حوائجهم الّا الى مولاهم."

وقال ابن عطاء رضي اللّٰه عنه "يحسبهم الجاهل بخالهم أغنياء في الظاهر وهم اشد الناس افتقار الى اللّٰه تعالىٰ في الظاهر فاستغثائه في الباطن."

قال الاستاذ في قوله تعالىٰ "الذين احصروا" اى أخذ عليهم سلطان الحقيقة كل طريق لهم فلا لهم في الشرق مذهب ولا لهم في الغرب مشرب كيف مانظروا راؤ سرادقات التوحيد محدقة بهم كان فجاج الارض ضاقت برحبها."

ترجمہ: بعضوں کا قول ہے کہ "احصروا في سبيل اللّٰه" سے یہ مراد ہے کہ "وہ لوگ اپنی ہمت و ارادے سے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ یوں مشغول ہیں کہ غیر کی طرف التفات کرنے کی راہیں مسدود ہوگئی ہیں۔"

بعضوں نے کہا ہے کہ ''لا یستطیعون ضربا فی الارض سے مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ طلبِ رزق کے لیے حرکت فرمانے سے مجبور ہیں۔''

شیخ محمد بن فضل رضی اللہ عنہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ''ان لوگوں کی بلندیِ ہمت، انھیں رفعِ حوائج سے روکتی ہے۔ ذکر و فکر الٰہی کے سوا کچھ بھی ان کے شاملِ حال نہیں ہے۔''

شیخ ابن عطاء کا قول ہے کہ ''ان لوگوں کی حالتوں سے ناواقف لوگ، انھیں بظاہر رئیس سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ ظاہر میں اللہ جل جلالہ کی طرف بے حد محتاج ہوتے ہیں اور باطن میں صفتِ استغنائیت سے موصوف ہوتے ہیں۔''

ہمارے استاد رحمۃ اللہ علیہ نے قولہ تعالیٰ ''للذین احصروا فی'' کا بیان اس طرح فرمایا ہے کہ ''ان لوگوں کی تمام راہوں کو، سلطان الحقیقت ربّ الارباب نے بالکل ہی بند فرما دیا ہے۔ لہٰذا نہ انھیں مشرق کی طرف چلنے کا راستہ ہے، نہ مغرب کی سمت کوئی پینے کا گھاٹ ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ جب بھی یہ لوگ نظر اٹھاتے ہیں تو وحدانیت کے پردے دکھائی پڑتے ہیں جو ٹکٹکی باندھے ان کی طرف مصروفِ نظارہ ہیں۔ گویا زمین کی راہیں اپنی وسعت کے باوجود ان کے لیے تنگ سے تنگ ہوگئی ہیں۔''

مسکین شو مسکین شو، بے تازی وبے زین شو
ازھر دو جھاں بگذار، دریاب شھہ مارا

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: مسکین بن، مسکین بن، نہ عربی گھوڑا رکھ، نہ زین پوش رہ۔ دو جہاں سے بے نیازی حاصل کر پھر ہمارے مالکِ یوم الدین کی قربت حاصل کر۔ جنت و جہنم ہیچ ہے۔ معّیتِ رب سے بڑھ کر نعمتِ عظمیٰ کہاں؟

حالِ عارف ایں بود میخواب ھم
گفت یزداں "ھم رقود" زیں مرم

خفتہ از احوال دنیا روز و شب
چوں قلم در پنجۂ تقلیب رب

(مولانا روم)

یعنی: عارف کا حال اور حیات، انتظارِ مشاہدۂ مالک میں بے خوابی کے ساتھ گزر جاتی ہے۔ وہ خدا کے ساتھ باہوش اور دنیا و مافیہا سے مکمل بے ہوش ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ جلّ جلالہ نے کلام مجید میں فرمایا ہے کہ ''ھم رقود'' یعنی وہ لوگ میری یاد وتصور میں بے خوابی کی زندگی گزارتے ہوئے، دو جہاں سے اس قدر بے خیالی ہوگئے ہیں کہ دنیا کہتی ہے کہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں وہ میرے لیے ہر آن جاگتے رہتے ہیں اور باقی تمام اشیا سے گویا کہ وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ جس طرح قلم مقلب القلوب کے نیچے گھومتا ہے، اہل اللہ بھی تصورِ خالق کے اردگرد چکر لگاتے رہتے ہیں۔ وہ رات و دن، دنیا کی حالتوں سے بے خبر سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔

آں کیست کو خراب نشد، از شرابِ عشق
و آں کیست کہ برھنے نشد، درقمار ما

یعنی: ایسا کوئی ہے؟ جو شرابِ عشقِ الٰہی نوش کرنے کے بعد مست، بے خبر اور خراب حال ہونے سے بچ گیا ہو۔

اور ایسی کوئی ہستی بتاؤ، جو عشقِ لایزالی کے قمار خانے میں لٹ نہ گئی ہو۔ یہ ایسا جوا گھر ہے، جہاں پہنچ جانے پر بدن کے کپڑے تک نکل جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ حقیقی عشقِ الٰہی انسان کو اپنے وجود سے بیگانہ بنا دیتی ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو　　عجب چیز ہے لذت آشنائی

بکٹ کہانی میں کہوں، سنو سکھیو تم آئے
پی کو ڈھونڈھن میں گئی، آئی آپ گنوائے

''تعریف فقر''

فقر در نیستی قدم زدن ست

بر سرِ کوہِ غم علم زدن ست

فقر بیگانگی ست ازبد ونیك

بر خوداز بیخودی رقم زدن ست

آتشِ لا الٰه الا اللّٰه در وجود و عدم بهم زدن ست

یعنی: نیستی میں قدم رکھنے کا اور آفات کے پہاڑ کی چوٹی پر جھنڈا گاڑنے کا نام ''فقر'' ہے۔

نیک و بد کے خیال سے گزر کر اپنے وجود پر ''مستِ عرفان'' کی سُرخی رقم کرنے کا جذبہ ''فقر'' کہلاتا ہے۔

لا الٰـہ اللّٰـہ کی آتشِ الفت کو ہستی وعدم میں ایک دوسرے پر مارنے کا نام ''فقر'' ہے اور اس قسم کے ''فقر'' پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ''الفقر فخری''

یك لحظه زکونے دوست دوری   در مذهبِ عاشقاں حرام ست

(مولانا روم)

یعنی: عاشقوں کے مذہب وطریق میں، کوئے دوست سے لمحے بھر کے لیے غفلت و دوری حرام ہے۔

کوس سلطانی زند در ملك فقر

کو ز گنج معنوی درویش نیست

یعنی: وہ شخص فقر کی دنیا میں آ کر بادشاہی کا ڈھول پیٹتا ہے جو دولتِ باطنی سے عاری اور گنجِ معرفت سے سراسر خالی ہوتا ہے۔

خواب بجوید، بگریزد خواب

آنکه بدیدست تماشائے شب

(دیوانِ شمس تبریزی)

یعنی: نیند میری آنکھوں کو ڈھونڈھتی ہے، میری آنکھیں نیند سے بھاگتی ہیں۔ کیونکہ میری آنکھوں نے رات کا تماشا دیکھ لیا ہے۔

پیش تو شب ہست چو دیگ سیاہ　　چوں نچشیدی توز حلوائے شب

دست مرابست شب از کسبِ کار　　تابسحر دست من وپائے شب

(دیوان شمس تبریزی)

یعنی: مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیرے نزدیک رات کالی دیگ جیسی ہے۔ یہ کیونکہ تونے کالی رات کی سیاہ ہانڈی سے حلوائے خوش مزہ چکھا ہی نہیں ہے۔

کالی رات نے میرے ہاتھوں کو کسب رزق اور کمائی کے کاموں سے بند کر رکھا ہے۔صبح صادق تک میرا ہاتھ، رات کے پاؤں سے جدا نہیں ہوتا۔

ازاں شراب بکنعانِ نوح گر برسیدی

بصد گناہ نگشتی چو سام و حام و یافت

(مولانا روم)

یعنی: اگر اطاعتِ الٰہی، مشغولیتِ ربّ اور یادِ خالقِ کُل کی شرابِ محبت کا حصول، حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند کنعان کو نصیب ہوجاتا تو وہ سام وحام اور یافت کے مانند گناہِ عظیم میں ملوث نہ ہوتا۔ محبتِ الٰہی ایک ایسی نادر چیز ہے جو انسان کو شوقِ واحد وصمد خالق کی مقید وگرویدہ کردیتی ہے۔

نہ دل نہ دین نہ دنیا، نے اشیاقِ عقبی

جائیش کردہ ناگھہ، در ذات محو لذات

(مولانا روم)

یعنی: عارفانِ مشتاقاں کی یہ حالت ہے کہ انھیں نہ دل، نہ دین و دنیا کا خیال رہتا ہے اور نہ آخرت کی نعمتوں کا اشتیاق ہوتا ہے۔ کیونکہ یک بیک ان کی روحیں دیدارِ ذاتِ حق کی لذتوں میں یکسر محو وفنا ہوجاتی ہیں۔

شہید محبت نہ کافر نہ غازی — محبت کی رسمیں نہ ترکی نہ تازی
مرا فقر بہتر ہے اسکندری سے — یہ آدم گری ہے، وہ آئینہ سازی

(علامہ اقبال)

O قال عمرو المكى رحمة اللّٰه عليه ”من أحب شيئا كان به ضنينا و من أحب شيئا كان به أنيسا ومن أحب شيئا كانه له اثيرا.“

وقال النصر ابادى رحمة اللّٰه عليه ” الفقير ينبغى ان يكون له قناعة وعفة. ويتبرز بالقناعة ويرتدى بالعفة لان النبى صلى اللّٰه عليه وآله وسلم قال ”القناعة مال لا ينفد“ فاذا كان الفقر بهذه الصفة دخل فى جملة حديث النبى صلى اللّٰه عليه وآله وسلم ” يد خل الفقراء الجنة قبل الاغنياء بخمسائة عام. “

قال الثورى رضى اللّٰه عنه ”تعرفهم بسيماهم“ يفرحون بفقرهم و استقامة احوالهم عند موارد البلاء عليهم.“

قال ابو عثمان رحمة اللّٰه عليه ”تعرفهم بسيماهم“ بايثار مايملكون مع الحاجة اليه.“

وقال الجنيد رضى اللّٰه عنه ” كلت السنتهم عن سوال من تملك الملک فیک من لا يمكها؟ (تفسیر عرائس البیان، صفحہ ۶۳-۶۴)

ترجمہ: شیخ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”جس چیز سے کسی کو، جب سخت پیار اور اُنس ہوجائے“ یا یوں کہیے کہ ”جو جس چیز کو زیادہ پسند اور پیار کرتا ہے، وہ اس چیز کے معاملے میں نہایت بخیل ہوتا ہے۔ یعنی اُس محبوب شے کو کسی کے ہاتھ لگنے نہیں دیتا۔ اس چیز سے انتہائی محبت اور اُنس پیدا ہوجاتا ہے اور اپنی نظر سے جدائی پسند نہیں کرتا۔ مزید برآں وہ اس شے کے لیے ہر قربانی دینے پر آمادہ و تیار ہوتا ہے۔

شیخ نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''فقیر وہ ہے جس کے پاس قناعت و عفّت کی صفتیں بدرجہٗ اتم موجود ہوں۔ وہ قناعت کے ساتھ نمایاں حیثیت کا حامل ہو اور عفّت و پاک دامنی کی چادر میں ملبوس ہو کیونکہ قناعت ایسی دولت ہے جو زوال پذیر نہیں'' تو فقیر ان صفتوں سے آراستہ ہو، تو وہ قولِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے کہ ''فقراء اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔''

ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں '**تعرفهم بسيماهم**'' یعنی فقراء کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی مفلسی و رنج و غم پر راضی رہتے ہیں اور ورودِ بلا و مصیبت پر ان کا قدم مرکزِ استقامت سے بالکل نہیں ہٹتا۔

کبابِ سیخ ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدلتے ہیں
جو جل اُٹھتا ہے یہ پہلو، تو وہ پہلو بدلتے ہیں

شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ '**تعرفهم بسيماهم**'' سے مراد یہ ہے کہ ''وہ لوگ محتاج ہونے کے باوجود، اپنے پاس جو کچھ رکھتے ہیں، دوسروں پر نچھاور کر دیتے ہیں۔''

شیخ جنید رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''جو دو جہاں کا مالک و مختار ہے، اس سے سوال کرنے میں بھی، ان لوگوں کی زبانیں گونگی بن گئی ہیں۔ تو پھر یہ لوگ دوسروں سے کس طرح سوال کریں، جب کہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں؟''

ما از لب و دندانِ اجل هیچ نترسیم
چون زنده شدیم، از بُت خندانِ خرابات

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: جب ہم مے خانۂ وحدت کے ساقی کی مسکراہٹ سے ابدی زندگی پا چکے ہیں تو پھر رنج و بلا، فقر و فاقہ حتیٰ کہ موت و اجل تک سے بالکل خوف نہیں کھاتے۔

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری　　اک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہانگیری

اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری   اک فقر سے مٹی میں خاصیتِ اکسیری
ایک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری   میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبیریؔ
(علامہ اقبال)

کسیکہ نوبت "الفقر فخر" زد جانش
چہ التفات نماید بتاج و تخت ولوا

(مولانا روم)

یعنی: جس نے قولِ رسولِ پاک ﷺ ''الفقر فخری'' کی صدا کو اپنی جان میں حفاظت سے سنبھال رکھا وہ کب تاج وتخت اور لواو پرچم کی طرف التفات کرتا ہے۔

O وقال الجنيد رضى اللّٰه عنه " وسئل عن الفقير الصادق متى يكون مستو جبالدخول الجنة قبل الا غنياء بخمسمائة عام ؟

قال " اذا كان هذا الفقير معاملا لِلّٰه بقلبه موافقا فى جميع احواله منعاً وعطاء يعد الفقر من اللّٰه نعمة عليه يخاف على زوالها كما يخاف الغنى على زوال غناء كان صابرا محتسبا، مسرورا باختيار اللّٰه له الفقر صانيا لدينه كاثمار لفقرة يظهره الاياس من الياس مستغنيا بربه فى فقره كمال قال اللّٰه تعالىٰ "للفقراء الذين احصروا فى سبيل اللّٰه لايستطيعون ضربا فى الارض يحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف، تعرفهم بسيماهم لايسئلون الناس الحافا: الآية فاذا كان الفقير بهذه القفة دخل الجنة قبل الاغنياء بخمسمائة عام ويكفى يووم القيامة مؤنة الموقف."

(تفسير عرائس البيان، صفحه ٦٤)

ترجمہ: شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے جب فقیر صادق کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کب امیروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہوتا ہے؟

تو جواب میں فرمایا کہ ''جب فقیر کا معاملہ اللہ کے ساتھ، اللہ ہی کے لیے قلب سے

ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے تمام حالات میں یعنی محرومی وعطا کی صورت میں، اللہ تعالیٰ سے راضی برضا رہتا ہے۔ فقر ومحتاجی کو اپنے لیے نعمتِ الٰہی اس درجہ یقین کرتا ہے کہ اس کے زائل ہونے سے خوف کھاتا ہے۔ جس طرح امیر اپنی دولت وثروت کے زوال سے ڈرتا ہے۔

فقیر صادق، صبر کرنے والا، اپنا محاسبہ کرنے والا اور فقیر کو اللہ جل جلالہ کے اپنے لیے اختیار کرنے اور اپنے لیے پسند فرمانے پر وہ پھولے نہ سمانے والا ہوتا ہے۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ یہی حالت اس کے دین کی محافظ ونگہبان ہے۔

جس طرح میوے سے لدی ہوئی ڈالیاں ناز ودلیری کرتی ہیں۔ بالکل اسی طرح فقیر اپنی حالتِ محتاجی وپریشانی کے باوجود اپنے پروردگار کی دولتِ معّیت سے سرشار ہوکر دنیا ومافیہا سے بے پرواہ بن جاتا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللّٰہ الآیۃ''

جب فقیر اس معیار پر پورا پورا اُتر جاتا ہے تو وہ اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوتا ہے اور میدانِ حشر کی سختیوں سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔

در دلِ عاشق کجا یابی، غمِ ہر دو جہاں
ہمیں بمکّے قدر کے باشد امیر حاج را

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم عاشقِ الٰہی کے دل میں دنیا وعقبیٰ کا غم کہاں پاؤ گے۔ وہ تو خالقِ دوعالم کی معّیت میں ہر دم مست وسرشار رہتا ہے۔

جس طرح مکّہ المکرّمہ کے باشندے کے سامنے ''امیر حاج'' کی کوئی قدر قیمت نہیں ہے، بالکل اسی طرح خدا مستوں کے دلوں سے غمِ ہر دو جہاں ناپید ہے۔

عاشقاں را مبتلا داں، زخم خوار و زخم دوست
عاشقانِ عافیت را، باچنیں سودا چہ کار

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: اللہ کے عاشقوں کو، اللہ کے ساتھ مبتلا سمجھو، وہ لوگ زخم کھانے والے اور زخم کو پسند کرنے والے ہوتے ہیں۔

جو لوگ خیریت و عافیت، آرام وسلامتی کے عاشق ہیں۔ انھیں اللہ سے پیار کرنے کا خیال ترک کر دینا لازمی ہے۔

ز فقر و فاقہ مارا عار ناید
کہ عار دیگراں فخر ست مارا

یعنی: ہم خدامستوں کو، فقر وفاقے سے شرم وحیا نہیں آتی ہے۔ کیونکہ دوسروں کے لیے جو چیزیں باعثِ شرم وندامت ہوتی ہیں، وہ چیزیں ہمارے لیے باعثِ صد فخر وناز ہیں۔

O وقال ابراهیم بن ادهم رضی اللّٰه عنه لشقیق بن ابراهیم رضی اللّٰه عنه حین قدم علیه من خراسان. ”کیف ترکت الفقراء من اصحابک؟“

قال ”ترکتهم ان اعطوا شکروا وان منعوا صبروا“ وظنّ انه لما وصفهم من ترک السوال قداثنی علیهم عندابراهیم ادهم رضی اللّٰه عنه.

قال له ابراهیم بن ادهم رضی اللّٰه عنه ” هکذا ترکت کلاب بلخ“

قال له شقیق بلخی رضی اللّٰه عنه ”کیف الفقراء عندک یا ابا اسحاق؟“

فقال ” الفقراء عندنا ان منعو اشکروا وان اعطوا آثروا“

فقبل راسه وقال ”صدقت یا استاذ!“

(تنبیه المغترین لقطب الربانی سیدنا عبدالوهاب الشعرانی، صفحه ۴۳)

وقد کان داؤد علیه السلام یقول ”اللّٰهم اجعلنی من الذاکرین لک واذا رایتنی جاوزت مجلس الذاکرین الی مجلس الغافلین فاکسر رجلی فانها نعمة منک علی.“ (نزهة الناظرین، صفحه ۲۴۱)

ترجمہ: شیخ ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں، جب خراسان سے شقیق بن ابراہیم بلخی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو شیخ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ "تم ساتھی فقرا کو کس حالت میں چھوڑ آئے ہو؟" شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ "ان کو اس حالت میں چھوڑ آیا ہوں کہ کچھ کھانے پینے کی چیزیں ملنے پر شکر بجالاتے ہیں اور جب نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔" حضرت شقیق بلخی کا گمان تھا کہ اُن کے ساتھیوں کے ترکِ سوال یعنی کسی دوسرے سے کچھ نہ مانگنے کی صفت سن کر شیخ ابراہیم ادھم خوشی سے تعریف فرمائیں گے۔ مگر معاملہ اُلٹا نکلا۔ شیخ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ "تم بلخ کے کتوں کو ایسی حالت میں چھوڑ آئے۔" شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے گھبرا کر پوچھا کہ "حضرت کے ہاں جو فقرا ہیں ان کی حالت کیسی ہوتی ہے؟"

ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "ہمارے فقرا کی یہ حالت ہے کہ جب کچھ نہیں ملتا تو شکرِ الٰہی بجالاتے ہیں اور جب کچھ مل جاتا ہے تو دوسروں پر نثار کر دیتے ہیں۔" یہ سُن کر شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد شیخ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے سر کو بوسہ دے کر فرمایا کہ "اے استاد! آپ نے بالکل سچ فرمایا۔"

حضرت داؤد علیہ السلام کی دربارِ الٰہی میں ہمیشہ یہی التجا ہوتی تھی کہ "اے میرے پروردگار! مجھے اپنی یاد کرنے والوں میں داخل و شامل فرما دے اور جب تو اپنی یاد کرنے والوں کی مجلس سے، غافلوں کی مجلس کی طرف مجھے جاتا ہوئے دیکھے تو میرا پاؤں توڑ دے۔ یہ تیری طرف سے میرے لیے ایک بڑی نعمت ثابت ہوگی۔"

زخمِ تیر و تیغِ ژوپیں است اینجاهر طرف
جمعِ خاتونانِ نازك ساق رعنا راچه كار

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: شہرِ عاشقاں ومستاں میں، ہر طرف تیز تلوار اور نیزوں کے واروں کی برسات ہے۔ یہاں نرم و نازک، خوبصورت پنڈلیوں والی عورتوں کا اجتماع وشرکت فضول ہے۔

آں حـــریـفـــان حـق و آں ســـاقیـــان جـــاوداں
در لـطـافت مثل آب و در سخاوت چوں سحاب

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: ہمیشہ جامِ معرفتِ الٰہی پلانے والے، وہ محبوبانِ رب ومعشوقانِ حق، لطافت میں پانی کے مانند اور سخاوت میں بادل جیسے ہوتے ہیں۔

مــــا زادۂ قــضـــــا و قــضــــا مــــادرِ هــمــه
چـوں کـود کـان رواں شـده ایم از پـس قفـا
مـا شیـر او خـوریـم، وهـمـه درپیـش دویم
گــر شــرق و غــرب تـــازد، وگــر جـــانبِ سما

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: ہم درویش وفقیر، حکمِ رب اور مرضیِ الٰہی کے فرزند ہیں اور قضائے الٰہی ہماری ماں ہے۔ اس لیے ہم لوگ بچوں کے مانند ماں کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ ہم اپنی ماں، قضائے الٰہی کا دودھ پیتے ہیں اور خوشی خوشی اس کے آگے آگے دوڑتے ہیں۔ خواہ مشرق یا مغرب کی طرف دوڑے یا آسمان کی طرف ہم اس کی ہم راہی میں دوڑتے رہتے ہیں۔

مـا گــوی ســر گــردانِ تــو، انـدر خم چوگان تو
گــه خــوانیــش ســوئے طرب، گه را نیش سوئے بلا

یعنی: ہم تیری مرضی پر دوڑنے والے اس گیند کی طرح ہیں جو تیرے چوگان کے خم میں ہے۔ تو اپنی مرضی کے مطابق کبھی مستی وطرب کی طرف بلاتا ہے اور کبھی رنج وغم کی طرف ہانکتا ہے۔ ہم ہر حال میں راضی برضا ہیں۔ اعتراض و بے زاری کی خو اور خصلت سے ہم عاری ہو چکے ہیں۔

O أخبـرنـا الشيـخ الامـام رضـى الدين القزوينى رحمة الله عليه قال

حدثنی عبدالله بن الحسن قال حین نزلت هذه الاية. وَتَعِيُهَا اُذُنَ وَاعِيَة" قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وآله وسلم لعلی رضی الله عنه 'سألت الله سبحانه ان يجعلها اذنک یا علی" قال علی رضی الله عنه فما نسیت شيأ بعد وما کان لی ان انسی.

قال ابوبکر الواسطی رضی الله عنه آذان وعت عن الله اسراره" ومن القلوب ما هو بمثابة الاخاذات ای الغدران. والغدير الذی یجتمع فیه الماء فنفوس العلماء الزاهدین من الصوفية والشیوخ تزکت و قلوبهم صفت فاختصت بمزيد الفائدة فصاروا اخاذات.

قال مسروق رضی اللّٰه عنه "صحبت اصحاب رسول الله علیه الصلوٰة والسلام فوجدتهم کالاخاذات لان قلوبهم کانت واعية فصارت اوعية للعلوم بما رزقت من صفاء الفهوم. فانبتت اراضی قلوب العلماء الکلاء والعشب بما قبلت من میاه الحیاة من الهدیٰ والعلم قال الله تعالیٰ "انزل من السماء فسالت اوية بقدر ها."

(عوارف المعارف، عارف بالله شهاب الدين السهروردی، صفحه۶)

ترجمہ: ہمارے شیخ امام رضی الدین قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کے عبداللہ بن حسن سے یہ حدیث مروی ہے کہ "جب آیۃ کریمہ "وتعيها اذن واعية "(یادرکھے اس کو کوئی کان یادرکھنے والا) نازل ہوئی۔ حضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "اے علی! مَیں نے اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا ہے کہ وہ تمہارے کانوں کو سننے اور توجہ کرنے والے بنادے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اُس دن سے لے کر آج تک مَیں نے جو کچھ سُنا نہیں بھولا اور بھول جانا میری فطرت سے خارج ہوگیا۔

شیخ ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ "وہ کان جس نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسرار و رموز کو جمع کر لیے۔"

اہل اللہ کے قلوب تالابوں کے مانند ہوتے ہیں۔ تالاب وہ ہے جہاں پانی جمع ہوتا ہے۔ جس سے جماعتِ صوفیہ کے علمائے زاہدین اور شیوخ کے نفوس پاک اور قلوب صاف ہوتے ہیں۔ پھر مزید فائدوں سے وہ ہستیاں مخصوص ہو جاتی ہیں تو نتیجتاً وہ لوگ ''مخزنِ اسرار و معدنِ رموزِ الٰہی'' بن جاتے ہیں۔

مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''مَیں نے رسولِ پاک ﷺ کے اصحاب کی صحبت پائی ہے۔ میں نے انھیں لبریز تالابوں کی طرح پایا کیونکہ ان کے قلوب علوم کی حفاظت کرنے والے برتنوں کی طرح تھے۔ لہٰذا اہل اللہ کے قلوب، سمجھ کی پاکیزگی اور صفائی کی بدولت، علوم الاحکام والاسرار سے لبریز جھیلیں بن گئیں۔ تو ان علمائے راسخین کے قلوب کی سطحِ زمین، جو ہدایت وعلم کے آبِ حیات سے سیراب ہو چکے ہوتے ہیں، ان میں علم الاحکام والاسرار کی ہری ہری خوشنما گھاس رونما ہوتی ہے۔ اللہ جل شانہ کا قول ہے

''انزل من السماء ماءً فسالت اودیة بقدرھا۔''

(آسمان سے علومِ رحمت کی بارش ہوتی ہے اور وادیوں میں ان کے ظرف کے مطابق بہتی ہے۔)

من قدوۂ جا نہایم، مقبول روا نہایم
من کعبۂ روحانی، نہ مسجد سنگینہ
در مدرسۂ دنیا، در خانقاہِ عالم
من طالب دل صافم، نہ صوفیِ پشمینہ
از طالب و از صوفی، ماند ورق و خرقہ
ما راست صفای دل، اندر صدف سینہ

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: مَیں جانوں کا پیشوا اور روحوں کا پسندیدہ امام ہوں۔ مَیں روحانی کعبہ ہوں۔ پتھروں سے بنی ہوئی مسجد نہیں ہوں۔

دنیا کے مدارس اور خانقاہوں میں، یہ بندۂ کمترین صاف دل، طالبِ حق ہے۔ اُون اورموٹے کپڑے پہننے والا صوفی نہیں ہے۔

طالب علم کے لیے ورق اور صوفی کو خرقے کی ضرورت ہے۔ ہماری ضرورت، سینے کے صدف میں صفائیِ قلب کے سوا کچھ نہیں ہے۔

O قال ابوبکر الوسطی رضی اللّٰه عنه "خلق اللّٰه درة صافية فلاحظها بعين الجلال فذابت حياء منه فسالت فقال "انزل من السماء ماءً فسالت اودية بقدرها" فصفاء القلوب من وصول ذلک الماء اليها."

وقال ابن عطاء رضی اللّٰه عنه "انزل من السماء ماءً" هذا مثل ضربه اللّٰه تعالیٰ للعبد و ذلک اذا سأل السيل فی الاودية لا يبقی فی الاودية نجاسة الّا كنسها وذهب بها كذلک اذا سأل النور الذی قسمه اللّٰه تعالیٰ للعبد فی نفسه لاتبقی فيه غفلة ولا ظلمة "انزل من السماء ماء" يعنی قسمة النور فسالت اودية بقدرها يعنی فی قلوب الانوار علی ما قسم اللّٰه تعالیٰ لها فی الازل.

قيل للحسن البصری رضی اللّٰه عنه "هكذا قال الفقهاء! فقال وهل رايت فقيهاً قطُّ؟ انّما الفقيه الزاهد فی الدنيا" فالصوفية اخذوا حظا من علم الدراسة فافادهم علم الدراسة العمل بالعكم فلما عملوا بما علموا افادهم العمل علم الوراثة فهم مع سائر العلماء فی علومهم وتميّزوا عنهم بعلوم زائدة هی علوم الوراثة وعلم الوراثة هو الفقه فی الدين.

فمورد العلم والهدی رسول اللّٰه عليه الصلوٰة والسلام اَوَّلًا ورد عليه الهدی والعلم من اللّٰه تعالیٰ فارتوی بذلک ظاهر او باطنا فظهرا من ارتواء ظاهره الدين والدين هوالانقياد والخضوع مشتق من الدون فكل شئی

اتضع فهو دون فالدين ان يضع الانسان نفسه لربه قال اللّٰه تعالىٰ ''شرع لم من الدين ما وصى به نوحا الآية.'' (عوارف المعارف، صفحہ ۷)

ترجمہ: شیخ ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ جل شانہ نے ایک چمک دار جوہر تخلیق فرمایا، پھر اس کو چشمِ جلال سے دیکھا۔ وہ جوہر مارے شرم وحیا کے پگھل کر بہنے لگا۔ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے: ''انزل من السماء ماءً فسالت اودية بقدرها''، یعنی آسمان سے پانی برسا اور وادیوں میں اُن کے حصے کے مطابق بہہ گیا۔

شیخ ابن عطاء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''انزل من السماء'' بندے کے لیے ایک خدائی ضرب المثل ہے۔ کیونکہ جب وادیوں میں سیلاب کا پانی زور سے بہتا ہے تو وہاں کی تمام نجاست اور کوڑے کرکٹ کی مکمل جاروب کشی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب انوارِ ربانی کا سیلاب، جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے ان کے نفسوں میں بانٹ رکھا ہے، اُمنڈ پڑتا ہے تو ان کے دلوں کی ساری غفلتیں، کدورتیں اور ظلمتیں ناپید ہو جاتی ہیں۔ قولہ تعالیٰ ''انزل من السماء'' تقسیمِ نورِ ازلی کی طرف اشارہ ہے'' فسالت اودية بقدرها'' جو قلوب کی وادیوں میں بقدر ظرف بہتا ہے۔ یعنی نورِ الٰہی کی تجلیاں، بندوں کے دلوں میں تقسیمِ ازلی کے ڈھنگ پر چمکتی ہیں۔

شیخ بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ ''فقیہوں نے اس طرح بتایا ہے'' تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''کیا تم نے کبھی کوئی فقیہ دیکھا بھی ہے؟ فقیہ وہ ہوتا ہے جو دنیا سے بے غیب، الگ تھلگ ہوتا ہے۔''

تو صوفیہ پہلے علمِ دراست سے کچھ حصہ حاصل کرتے ہیں۔ پھر یہ علمِ دراست اُن کو علم کے مطابق عمل کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ جب وہ اپنے علم کے مطابق عمل کر چکتے ہیں تو وہ عمل اُن کو علمِ وراثت تک پہنچا دیتا ہے۔ ایسے صوفیہ تمام علماء کے ساتھ اپنے علمِ دراست میں ہم پایہ تو ہوتے ہیں لیکن علمِ دراست والوں سے یہ لوگ کچھ زائد علوم یعنی علومِ وارثت کے ساتھ ممتاز ہوتے ہیں اور علمِ وراثت ہی کو دین کی سمجھ ''فقه فى الدين'' کا نام بخشا گیا ہے۔

علم و ہدایت اُترنے کا اصلی مقام اوّلاً ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ سب سے پہلے اللہ جل جلالہ کی طرف سے علم و ہدایت نے اُن پر ورود فرما کر، اُن کے ظاہر و باطن کو سیرابی عطا کی۔

پس ان کی ظاہری و جسمانی سیرابی سے ''دین'' ظاہر ہوا اور دین سے مراد فرماں برداری و عاجزی ہے۔ جو ''دون'' یعنی نیچے سے مشتق ہے۔ تو ہر وہ چیز جو نا اہل و ذلیل ہے وہ ''دون'' ہے تو ''دین'' کا مطلب ہوا کہ انسان اللہ پاک کے سامنے اپنے نفس کو ذلیل و خوار یقین کرتے ہوئے افگندہ اور گرائے رکھے۔

یک جوہرے ز فیضش جوشید و گشت دریا
کف کرد کف زمین شد، و ز دودِ او مسما شد

(مولانا روم)

یعنی: ایک جوہرِ قدرت، فیضِ جلالِ الٰہی کا تاب نہ لا کر پگھل پگھل کر دریا بن گیا۔ اس کے جھاگ سے زمین اور بخارات سے آسمان کی تخلیق ہوئی۔

اللہ جل شانہ کا فرمان ہے ''شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا الأية''

خاکساراں را در آں درگاہ قربِ دیگر ست
سجدہ گاہ خلق شد سجّادہ از افتادگی

یعنی: دربارِ باری تعالیٰ میں خاکساروں کے لیے ایک مخصوص مقامِ قربت ہے۔ بطور مثال دیکھو کہ سجّادہ یعنی مصلّی و جائے نماز نے اپنی گراوٹ و افتادگی کی وجہ سے لوگوں کے سر رکھنے کا مقام پالیا۔

خلاف طریقت بود کاولیاء تمنا کنند از خدا جز خدا

(شیخ سعدی شیرازی)

یعنی: اولیاء اللہ کے اخلاق و ہمت کے خلاف ہے کہ خدائے تعالیٰ سے خدائے پاک کے علاوہ کسی اور چیز کی تمنّا کریں۔

مـــکـــن نـــامـــوس بـــاقلّاش بـــنشیـــں
کـہ پیـشِ عـاشـقـاں چـہ خاص وچہ عام

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: عزت و ناموری کا خیال چھوڑ دے۔ ہرکس و ناکس اور ذلیل وخوار کے ساتھ بیٹھ جا۔ کیونکہ اللہ کے عاشقوں کے نزدیک اونچ نیچ نہیں ہے۔ وہ تو اپنے آپ کو سب سے ہیچ سمجھنے والے ہوتے ہیں۔

مرتبۂ عشق چو بچارگی ست فـخـر بـدیـں مرتبۂ ناچار بہ

(امیر خسرو)

یعنی: عشق کا مرتبہ جب خاکساری اور بیچارگی ہے۔ تو اس ناچارگی اور انکساری کے مرتبے پر فخر و ناز کرنا بہت بہتر ہے۔

O والـقـلـب فـی ارتـوائـہ بـالعلم بمثابۃ البحر فصار قلب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم بالعلم والھدی بحر امـوّاجاثم وصل من بحر قلبہ الی الـنـفـس فـظھـر عـلی نفسہ الشریعۃ نضارۃ العلم وریّۃ. فتبدلت نعوت الـنـفـس واخلاقھا ثم وصل الی الجوارح جدول فصارت ریانۃ ناضرۃ فلما استتـم نـضارۃ وامتلاء ریا بعثہ اللّٰہ تعالیٰ الی الخلق فاقبل علی الامۃ بقلب موّاج بمیاہ العلوم واستقبل جداول الفھوم وجری من بحرہ فی کل جدول قسط ونصیب وذلک القسط الواصل الی الفھوم ھو ”الفقہ فی الدین“.

قـال الشیـخ ”اذا وصـل الـعـلـم الـی القلب انفتح بصر القلب فابصر الـحق والبـاطـل وتبیـن لـہ الـرشـد“ قولہ تعالیٰ ”لااکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغي الآیۃ“ (عوارف المعارف، صفحہ۸)

ترجمہ: علم و ہدایت سے قلب کی سیرابی سمندر کی طرح ہے۔ تو قلبِ محمدی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم، علم و ہدایت کا ایک بیکراں بحرِ موجزن بن گیا۔ پھر ان کے بحرِ قلب سے نفس کی طرف علم و ہدایت پہنچی تو ان کے نفس مبارک میں علم و ہدایت کی تازگی، رونق اور سیرابی ظاہر ہوئی اور نفس کی صفتیں اوراخلاق بدل گئے۔ پھر نفسِ مذکورہ کی تازگی وسیرابی سے اعضا کی طرف نہریں (ندیاں) بہنے لگیں۔ تو تمام اعضا علم و ہدایت سے روشن، تازہ اور سیراب ہو گئے۔ جب رونق و تازگی حدِ انتہا کو پہنچی اور سیرابی سے بدرجہ اکمل اختیار حاصل کر لیا تو اللہ جل جلالہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمت کے پاس ایک ایسا قلب لے کر تشریف لائے جو بحرِ علوم کے آبِ حیات سے موجزن تھا، جس سے وہ سمجھ کی ندیاں بہانے لگے۔ اُن کے بحرِ علوم و فہوم سے مخلوق کی جسمانی اور روحانی ہر ندی میں اُن کے ظرف کے مقدار برابر پانی بہنے لگا۔ لوگوں کی فہم و سمجھ میں پہنچنے والے حصے و مقدار کا نام "فقه في الدين" یعنی دین کی سمجھ ہے۔

شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "جب علم کی رسائی قلب تک ہو جاتی ہے تو قلب کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس وقت وہ حق و باطل کو صاف دیکھ پاتا ہے۔ سچا اور سیدھا راستہ قلب پر منکشف ہو جاتا ہے۔

اللہ پاک کا قول ہے "قد تبين الرشد من الغی الأية".

عشق نہ جامیست کش بے خبرے را دھند
اشك نہ لعلیست کاں بد گہرے را دھند

(امیر خسرو)

یعنی: اللہ کی یاد سے غافلوں کو، مے خانۂ وحدت سے جامِ عشق و محبت نہیں ملتا۔ بد خصلتوں اور بے ادبوں کو، گوہرِ اشک، معدنِ عرفان سے نصیب نہیں ہوتا۔

ترکِ خویش و ترکِ خویشاں میکنم
ہر کہ خویشِ ماکنوں اغیارِ ماست

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: مَیں نے اُن کی محبت میں اپنی ذات کو چھوڑا اور جملہ خویش و اقارب کو بھی چھوڑ دیا۔ جو بھی میرا یگانہ ہے، اب سارے کے سارے میرے بیگانے ہیں۔

O وقیل ''لمّا خاطب اللّٰہ السماوات والارض بقولہ ''ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا أتینا طائعین'' نطق من الارض و اجاب موضع الکعبۃ ومن السماء ما یحاذ بھا.''

وقد قال عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہ ''أصل طینۃ رسول اللّٰہ علیہ الصلاۃ والسلام من سرّۃ الارض بمکۃ'' فقال بعض العلماء ھذا یشعر بان ما اجاب من الارض ذرّۃ المصطفیٰ محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم و من موضع الکعبۃ دحیت الارض فصار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ھو الأصل فی التکوین والکائنات تبع لہ والی ھذا الاشارۃ بقولہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ''کنت نبیا و آدم بین الماء والطین''.

وقیل لذلک سمی امّیا لان مکۃ ''ام القری'' و ذرتہ ''ام الخلیقۃ'' و تربۃ الشخص مدفنہ فکان یقتضی ان یکون مدفنہ بمکّۃ حیث کانت تربتہ منھا. ولکن قیل ''الماء لما تموج رمی الزبدالی النواحی فوقعت جوھرۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الی ما یحاذی تربۃ بالمدینۃ فکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم مکیا مدنیا حنینہ الی مکۃ وتربتہ بالمدینۃ.''

(عوارف المعارف، صفحہ ۸)

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اپنے اس قول سے مخاطب فرمایا کہ ''أتیا طوعا او کرھا'' تم دونوں حاضر ہو جاؤ خواہ مرضی ہو یا نہ ہو۔ جواب میں زمین و آسمان بول اُٹھے ''أتینا طائعین''، ہم دونوں مطیع ہو کر حاضر ہوتے ہیں۔ زمین سے جواب کی صدا آنے کا مقام موضعِ کعبہ تھا اور آسمان سے جواب آنے کا مقام وہ تھا جو سیدھا کعبہ سے اوپر کی فضا کا حصہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی اصل طینت، نافِ زمین یعنی مکہ سے ہے۔“

بعض علماء کا قول ہے کہ ”اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین سے جس نے، فرمانِ ربّ الارباب کا جواب دیا، وہ ذرّۂ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ اور مقامِ کعبہ سے زمین کو جب پھیلایا گیا تو لامحالہ ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکوین کی اصل بنے اور کل کائنات اس کی فرع۔ اسی بات کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قولِ پاک اشارہ فرماتا ہے کہ ”کنت نبیا و آدم بین الماء والطین“ ”مَیں اس وقت سے نبی تھا جب کہ آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

کہا گیا ہے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ”اُمّی“ کے نام سے پکارا گیا کیونکہ جب نافِ زمین مکہ ہے، اور وہ آبادیوں کی ماں ہے تو ”ذرّۂ مصطفوی“ حتمی طور پر مادرِ خلقت ہے۔ جس کی تخلیق جس خاک سے ہے، وہ اس کا مدفن ہوتا ہے۔ لہٰذا اصولی حیثیت سے مدفنِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ ہی ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ اُن کی خاک مکہ سے ہے۔ لیکن علماء فرماتے ہیں کہ ”جب وہ جوہر فیوضِ ربانی، نظرِ قدرت و جبروت سے جوش کھا کر موجزن ہوا۔ موجوں نے جھاگ کو ایک جانب ڈھکیل دیا اور جوہرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں جا پڑا، جہاں اس وقت روضۂ اقدس ہے۔ تو آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام مکّی بھی ہوئے اور مدَنی بھی بنے۔ وہ مشتاقِ مکّہ رہے اور سکونت پذیرِ مدینہ ہوئے۔

یك جوہرے زفیضش جوشید و گشت دریا
کف کرد و کف زمیں شد شدوز دودِ اوسماشد

○ والاشارة فيما ذكره من ذرّة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم هو ما قال اللّٰه تعالىٰ ”واذ أخذ ربک من بنى آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على أنفسهم ألست بربكم قالوا بلى“ الآية“

وكان ذلك ببطن نعمان واد بجنب عرفة بين مكة والطائف فلمّا خاطب الذر واجابو بِبَلٰى كتب العهد فى ورق ابيض واشهد عليه الملائكة والقم الحجر الاسود فكانت ذرة رسول اللّٰه عليه وآله وسلم هى المجيبة من الارض والعلم والهدىٰ فيه معجونان فبعث بابعلم والهدى موروثا له و موهوبا. (عوارف المعارف صفحہ۹)

ترجمہ: جو کچھ ہم نے ذرّۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بیان کیا وہ اللہ پاک کے اس قول کی تشریح ہے "واذ أخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على النفس ألست بربكم؟ قالو ابلىٰ!" جب اللہ تعالیٰ نے آدم کی پیٹھ سے تمام ذرّیت کو نکال کر پوچھا کہ "کیا مَیں تم سب کا ربّ نہیں؟" تو ان کی اپنی زبانوں سے بطورِ میثاق یہ جواب نکلا کہ "ہاں! آپ ہمارے ربّ ہیں۔"
(یہ لفظ "بلیٰ" یعنی ہاں! سب سے پہلے ذرّۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب تھا۔ جس کے اتباع میں تمام ذرّیت نے ہاں سے ہاں ملائی۔)

وادیِ نعمان جو مکّہ اور طائف کے درمیان عرفہ کے قریب ایک وادی ہے، وہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ جب ذرّیتِ آدم سے اثبات میں جواب پایا تو اس عہد و میثاق کو ایک سفید کاغذ پر لکھا گیا۔ پھر ملائکہ کی شہادت ہو جانے کے بعد حجرِ اسود نے اُس "عہدنامے" کو نگل لیا۔ جب ذرّۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین سے جواب دینے میں سبقت فرمائی، جو علم و ہدایت کی دو معجون تھیں۔ پس اللہ پاک نے میراثِ علم و ہدایت کے ساتھ اُن کو مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا۔

الست گفت حق و روحها بلے گفتند
برائے صدق بلیٰ، حق ره بلا بکشاد
خمش کن و شنواز قلائلانِ روحانی
ره فنا چو به بندی در بقا بکشاد

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: اللہ پاک نے جب ''ســـوال ألســـت ''فرمایا اور روحوں نے ''بلیٰ'' کی صدائیں بلند کیں تو اس ''بلیٰ'' یعنی ہاں کی سچائی کے ثبوت کے لیے حق تعالیٰ نے رنج وغم اور بلا ومصیبت کا دروازہ کھول دیا۔

اے صوفی! چپ رہ اور غیبی و روحانی صدائیں سُن کہ جب تو فنا کی راہوں کو طے کر چکا ہوگا تو ہمیشہ باقی رہنے والا رب تعالیٰ تیرے لیے بقا کا دروازہ کھول دے گا۔

گفــت ألســت اوچــو تــو گـفتـی بلـیٰ
شــکــرِ بلـی چیســت ؟ کشیـدن بـلا
ســر بــلا چیســت؟ کـــه یـعـنـی مـنـم
حــلـــقـــه زدن در گـــهِ فــقـر و فـنــا
جــائـے بـمــاں ائـے دل بـے جــائـے شـو
جــاز کـجــا، حــضــرت بـے جـا کـجـا

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: اس نے ''الســت'' کہا پھر جب تم نے بلیٰ کہہ دیا تو اس لفظ ''بلیٰ'' یعنی ہاں کہنے کی توفیق عطا ہونے کا شکریہ کس چیز سے ادا کرو گے؟ سُن لو اس کی ناقص ادائیگی راہِ خدا میں رنج والم جھیلنا ہے۔

جانتے ہو؟ رازِ رنج و بلا کیا ہے۔ یہ میری حکمرانی وشہنشاہی کی دلیل ہے۔ تمہیں میرے سامنے، فقر وفنا کے آستانے کا چکر لگانا ہے۔

اے دل! ہستی مٹا دے۔ یہاں تو اپنے لیے جگہ، رتبہ چاہتا ہے۔ ہوش رکھ۔ جگہ تیرے لیے نہیں بنی۔ تو بے جا بن جا۔ کیونکہ جگہ تو مکان ہے۔ ارے نادان! مکان کہاں اور مالک لامکان کہاں۔ مکان کے خیال سے باز آ۔ مالکِ لامکان کی آغوشِ رحمت وعنایت ڈھونڈھ۔

فخرم نه درمالِ و حسب، حرصم نه در جاه و نسب
مـی گـویـم وپـر خنده لب، هذا جنون العاشقین

(مولانا روم)

یعنی: مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نہ مجھے مال وحسب پر فخر ہے، نہ مجھے نسب اور مرتبے کا لالچ ہے۔ اس احمقانہ اعلان کو دنیا والوں کے سامنے ہنس ہنس کر پیش کرتا ہوں اور مزید گذارش کرتا ہوں کہ ''عاشقوں کی دیوانگی کا ایک ادنیٰ سا نشان ہے۔''

ھیچ نخواند ولی خواندۂ ہر دو سرائے
خانۂ او بے شکم حامل وحی خدائے

(امیر خسرو)

یعنی: اللہ کے شیدائیوں نے دنیا والوں سے کچھ پڑھا لکھا اور سیکھا نہیں ہے۔ وہ مالکِ دو جہاں کے سکھائے اور پڑھائے ہوئے طلبہ ہیں۔ اس کے کُل وجود میں پیٹ نہیں ہے۔ وہ تو جل جلالہ کے احکامِ محبت اور اخبارِ مودت کو اٹھائے پھرتے ہیں۔

جانِ من جانِ تو، جانت جانِ من
ہیچ کس دیدست جائے دو دو تن؟
بسکہ جستم آبِ حیراں خضر گفت
بے وصالش آں نیابی جاں مکن

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: میری جان تیری جان ہے، تیری جان میری جان ہے۔ کیا کسی نے کسی دو بدن میں ایک جان دیکھی بھی ہے؟ مَیں محبت محبوب میں فنا ہو کر دوئی سے دور اور وصفِ بقا سے مشہور ہو چکا ہوں۔

آبِ حیات کو مَیں جگہ بہ جگہ بے حد ڈھونڈتا رہا۔ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آخر ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے ''ارے بیوقوف! کیوں وقت ضائع کر رہا ہے؟ خالقِ آبِ حیات کو پہلے ڈھونڈھ۔ اُسے پائے بغیر آبِ حیات پانا محال محض ہے۔

O وقیل لمّا بعث اللّٰہ جبرئیل ومیکائیل لیقبضنا قبضۃ من الارض

فابت حتی بعث اللّٰہ تعالیٰ عزرائیل فقبض قبضة من الارض کان ابلیس قد وطئ الارض بقدمیه فصار بعض الارض بین قدمیه و بعض الارض بین موضع اقدامه فخلقت النفس مماس قدم ابلیس فصارت ماویٰ الشر وبعضها لم یصل الیه قدم ابلیس فمن تلک التربة اصل الانبیاء والاولیاء. وکانت ذرّة رسول اللّٰه علیه الصلاة والسلام موضع نظر اللّٰه تعالیٰ من قبضة عزرائیل لم یمسها ابلیس فلم یصبه حظ الجهل بل صار منزوع الجهل موفرا حظه من العلم فبعثه اللّٰه تعالیٰ بالهدیٰ والعلم انتقل من قلبه الی القلوب ومن نفسه الی النفوس فکانت قلوب الصوفیة اقرب مناسبة فاخذت من العلم حظا وافرا وصارت بواطنهم اخاذات فعلموا وعملوا کالاخاذا الذی یسقی منه ویزرع منه. **(عوارف المعارف، صفحه ۹)**

ترجمہ: منقول ہے کہ اللہ پاک نے جب جبرئیل و میکائیل کو زمین سے ایک مُشت مٹی لانے کو کہا اور دونوں نے معذوری و مجبوری ظاہر کی۔ تو عزرائیل کو بھیجا گیا۔ تو وہ زمین سے ایک مٹھی اُٹھا کر لے گئے۔ چونکہ اس سے قبل ابلیس پوری زمین پر اپنے قدموں سے سیر کر چکا تھا۔ تو بعض زمین اس کے قدموں تلے آنے سے بچ گئی اور بعض زمین کو اس کے قدموں نے روندا۔ اللہ پاک نے ان مٹّیوں سے جن کو قدمِ ابلیس نے چھوا، نفس کو پیدا فرمایا جو برائیوں کی آماج گاہ بنا۔ اور وہ زمین جہاں ابلیس نہیں پہنچا۔ ان مٹیوں سے انبیاء و اولیاء کو وجود بخشا۔ حضرت محمد ﷺ کو جس ذرّے سے نسبت ہے، یہ وہ مٹی تھی جو عزرائیل کی مشت میں نظرِ الٰہی کی موضع بنی رہی۔ جسے ابلیس نہ چھو پایا۔ اس لیے ''ذرّۂ مصطفوی ﷺ'' کو جہل و نادانی کا حصہ بالکل مس نہ کر پایا۔ بلکہ جہالت وغفلت کو یک لخت اپنے سے دور چھوڑا اور علم و دانائی سے بھرپور حصہ پایا۔ پس اللہ پاک نے ان کو علم و ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ پھر یہ علم و ہدایت ان کے قلبِ مبارک سے تمام قلوب میں، اور اُن کے نفس مبارک سے تمام نفوس میں منتقل ہوئی جو محمد ﷺ سے زیادہ قریبی مناسبت رکھتے تھے۔ جبھی تو

ان صوفیوں کے قلوب نے علم سے وافر حصّہ اخذ کیا۔ اور ان کے باطن تالابوں کی طرح ہوگئے۔ تو انھوں نے علم حاصل کیا اور بمطابق علم، عمل فرمایا۔ پس صوفیہ کے قلوب ان تالابوں کی طرح ہیں جو زمین کو سیراب کرکے سرسبز وشاداب کھیت پیدا کرتے ہیں۔

و یار جیس دانائی که اہل علم و صدق از تو
ھمی یابند در عالم سعادتہا و دولتہا

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: قلبِ محمد ﷺ حکمت و دانائی عطا فرمانے میں برجیس یعنی مشتری ستارہ کے مانند ہے۔ کیونکہ اہل اللہ، علم وصدق اور ہدایت کی سعادتیں اور عشق واُلفت کی دولت دنیا میں ان سے پاتے ہیں۔

زظلماتِ عدم می آمدی و پیش روآدم
چراغ بودبردستش ہم از نور، نخستینت

(امیرخسرو)

یعنی: اے رسولِ اکرم ﷺ! آپ کے عدم کے اندھیرے سے آدم سے پہلے وجود میں آئے۔ اور آئے بھی تو اس صورت میں کہ آپ کے ہاتھوں میں نظرِ الٰہی کا نورانی چراغ تھا اور اس شمعِ اوّلین سے انبیاء واولیاء کے دلوں کو روشن ومنور فرمایا۔

ید اللّٰہ کو سعت آستینِ غیب پوشیدہ
فشاندہ آستین وریختہ درہائے تحسینت

(امیرخسرو)

یعنی: یارسول اللہ ﷺ! آپ دستِ قدرت ہیں، جسے غیب کے آستین میں چھپا کر رکھا ہے۔ آپ نے اپنی آستین کو جھاڑا تو تمام حسن وبصیرت کے دروازے کھل گئے۔

O اعلم : والصوفی ھو المقرّب ولیس فی القرآن اسم الصوفی

واسم الصوفی ترک وضع للمقرّب. فیعلم انا نعنی بالصوفیة المقربین ومن تطلع الی مقام المقرّبین من جملة الابرار فهو متصوف مالم یتحقق بحالهم. فاذا تحقق بحالهم صار صوفیاو من عدا هما ممن تمیز بزی و نسب الیهم فهو متشبه وفوق کل ذی علم علیهم

(عوارف المعارف، صفحه ۱۰)

ترجمہ: جان لو کہ ''صوفی'' اللہ کے مقرب بندے کو کہتے ہیں۔ قرآن میں صوفی کا نام نہیں آیا۔ صوفی کا نام ''ترکِ دنیا و مافیہا'' ہے۔ یہ لفظ صوفی مقرب بندے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ پس ہمارا مقصد ''صوفیہ'' سے مقربینِ بارگاہ الٰہی ہے۔ تمام صالحین میں سے جنھیں مقامِ مقربین کی اطلاع ہو جائے وہ ''متصوف'' کہلاتے ہیں۔ جب تک انھیں اپنی حالتوں کی حقیقت کا علم نہ ہو۔ اور جب اپنی حالتوں کا علم متحقق ہو جائے وہ ''صوفیہ'' بن جاتے ہیں۔ صوفی اور متصوف کے علاوہ جو صوفیہ کے بھیس اور نسبت کی وجہ سے ممیّز ہوں وہ ''متشبہ'' کہلاتے ہیں۔ اور ہر صاحبِ علم سے بالاتر، بڑھ کر جاننے والے ہو جاتے ہیں۔

غازی بدستِ پدر خود شمشیر چوبیں زاں دہد
تا او در آں استاد شود شمشیر گیرد در غزا
عشقے که در انسان بود، شمشیر چوبیں آں بود
آں عشق بار حمٰن بود، چوں آخر آید ابتلا

(مولانا روم)

یعنی: غازی اپنے لڑکے کے ہاتھ میں لکڑی کی تلوار مشق کے لیے اس وجہ سے دیتا ہے کہ وہ پہلے اس سے مشق کر کے شمشیر زنی میں اُستاد بن جائے۔ پھر اس کے بعد وہ غزوہ یا جنگ میں فولادی تلوار ہاتھ میں لینے کے قابل ہو جائے گا۔

اسی طرح انسانی عشق و محبت برمثالِ چوبی تلوار ہے۔ وہ چوبی تلوار ابتلائے آزمائش کے بعد فولادی شمشیر بن کر عشقِ ربانی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

عشق زلیخا ز ابتدا، بر یوسف آمد سالہا
شد آخر آں عشقِ خدا، میکرد بر یوسف قفا
بگریخت او یوسف زپس، زد دست در پیراہنش
بدریدہ شد از جذبِ او، برعکس حالِ ابتدا

(مولانا روم)

یعنی: زلیخا کی محبت برسوں یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابتدائی حالت میں تڑپتی رہی۔ لیکن عشقِ مجازی نے آخر میں عشقِ حق بن کر یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منہ پھیر لیا۔ جب عشقِ الٰہی کے دام میں زلیخا پھنس گئی تو ملاپ کے بعد زلیخا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھاگنے لگی۔ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام نے پیچھے سے دوڑ کر جب زلیخا کے کپڑے کو کھینچا، دامن دریدہ ہوگیا اور مقلب القلوب نے حالتوں میں تقلیب فرمادی۔

گفتش قصاصِ پیرھن بردم زتو امروز من
گفتا بسے زینہا کند، تقلیب عشقِ کبریا
مطلوب را طالب کند، مغلوب را غالب کند
اے بس دعا گورا کہ حق کرد از کرم قبلہ دعا

(مولانا روم)

یعنی: زلیخا بولی کہ آج مَیں تم سے اپنے کپڑے کی پھٹنے کا بدلہ لے چکی ہوں۔ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کہنے لگے کہ ہاں! ضرور۔ عشقِ ربانی اس جیسا بہت انقلاب پیدا کرتا ہے۔ مطلوب کو طالب بنا دینا اور مغلوب کو غلبہ عطا کرنا مالکِ حقیقی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کیونکہ اُس نے اپنے فضل وکرم سے بہت سے دعا گو کو قبلۂ دعا بنا کر رکھ دیا ہے۔

O والحق ان التصرّف ثمرة جميع علوم الشريعة وليس قواعد مخصوصة مدونة وسمى بالتصوف لغلبة الصوف على اهله كالمرقعات. وحكمتها

كما قاله الشيخ الشعرانى رحمة اللّٰه عليه "انهم لا يجدون ثوبا كاملا من الحلال بل قطعا قطعا.

وقيل لتشبههم باهل الصفة وقيل للصفاء.

قال سهل بن عبداللّٰه رضى اللّٰه عنه "الصوفى من صفا من الكدر و امتلأ من العبر وانقطع الى اللّٰه عن البشر وتسارى عنده الذهب والمدر"

وينسب سيدى بدالغنى النابلسى رضى اللّٰه عنه:

ياواصفى انت فى التحقيق موصوفى وعارفى لاتغلط انت معروفى
ان الفتى من بعهده فى الازل يوفى صافى فصوفى لهذا سمى الصوفى

وما احسن ما انشده الشيخ ابن الحاج فى كتابه المدخل:

ليس التصوف لبس الصوف ترقعه ولا بكاؤك ان غنى المغنونا
ولا صياح ولا رقص ولا طرب ولا اختياط كأن قد صرت مجنونا
بل التصوف ان تصفو بلا كدر وتتبع الحق والقرآن والدنيا
وان ترى خاشعا للّٰه مكتئبا على ذنوبك طول الدهر محزونا

(تحفة المريد على جوهرة التوحيد للشيخ ابراهيم البيجورى، صفحه ۱۲۲)

ترجمہ: حق تو یہ ہے کہ "تصوف" جملہ علومِ شریعت کا ثمرہ و نتیجہ ہے۔ اس کے کوئی خاص مدوّن قواعد نہیں ہیں۔ جویانِ الٰہی کا کثرت سے اُون آور پیوند لگے ہوئے کپڑوں میں ملبوس ہونے کی بدولت "تصوف" کا نام پڑ گیا ہے۔

پیوند پر پیوند لگے ہوئے کپڑے پہننے کی حکمت، حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ یہ بتاتے ہیں کہ انھیں اپنے پورے لباس کے لیے اکٹھا اس قدر حلال کپڑا میسر نہیں آتا تھا۔ بلکہ حلال کپڑوں کے ٹکڑے ہاتھ لگتے تھے۔

بعضوں نے فرمایا ہے کہ "اہلِ صفہ" کی مشابہت حاصل کرنے کے لیے یہ لوگ پیوند پر پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے۔

سھل بن عبداللہ کا قول ہے کہ ''صوفی وہ ہے جس نے اپنے قلب کو ہر کدورت سے صاف، عبرتوں سے معمور اور یادِ الٰہی میں انسانوں سے منقطع کرلیا۔ اور جن کے سامنے سونے اور مٹی میں فرق باقی نہ رہا۔

شیخ عبدالغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

''اے میرے تعریف کرنے والے! تو خود فی الحقیقت میری تعریف کا مستحق ہے۔ اے مجھے پہچانے والے! غلطی مت کر تو میرا پہچانا ہوا ہے۔

بے شک جواں مرد وہ ہے جو اپنے ازلی عہد کو پورا کرتا ہے۔ وہ صاف دل ہے، پس وہ صوفی ہے۔ اس لیے اس کو ''صوفی'' سے موسوم کیا گیا ہے۔

شیخ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے ''المدخل'' میں کیا بہترین اشعار لکھے ہیں:

''اون کے پیوند لگے ہوئے، موٹے کپڑے پہننے کا نام ''تصوف'' نہیں ہے۔ کسی گانے والے کی خوش گلوئی پر رو پڑنے کا نام بھی ''تصوف'' نہیں ہے۔ اور نہ چیخنے، ناچنے، بہت خوش ہونے اور مجنون کی طرح خبط الحواس ہونے کا نام ''تصوف'' ہے۔

بلکہ تصوف، اپنے سے جملہ کدورتوں کو دور کرنے، حق، قرآن، اور دین کی تابع داری کا نام ''تصوف'' ہے۔

خوفِ الٰہی سے شکستہ حال اور عاجز اور تازندگی اپنی خطاؤں پر غمگین دل رکھنے کا نام ''تصوف'' ہے۔

در ژنـده در آیـکـدم، تـا زنـده دلاں بیـنـی
اطلـس بـدر اندازی، هـم زنده شوی بـامـا
چوں دانه شد افگنده بر رست و درختی شد
ایں رمـز چـود دریـابـی، افـگـنده شوی باما

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: کچھ عرصے کے لیے پیوند لگی گدڑی میں ملبوس ہوجا، تاکہ زندہ دل لوگوں کا

عرفان میسر ہوسکے۔ ریشم اور کم خواب کا لباس نکال پھینک، پھر تو بھی ہماری طرح بقا حاصل کرلے گا۔

جب دانہ مٹی میں گر گیا، اس کے بعد اُس نے نکالا اور عظیم درخت بن گیا۔ اس بھید کو جب پالے گا، پھر تجھے بھی ہم جیسا عاجز وخوار بننا خود بخود مرغوب ہوجائے گا۔

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے — کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے

عاشقِ حیراں چه می داند، عتاب ولطف چیست
میخورد چوں آب شیریں ریگ تلخ آب را

(صائب)

یعنی: عاشقِ خودرفتہ، لطف اور ڈانٹ و پیار میں تمیز کرنا نہیں جانتا۔ وہ کڑوے اور کھارے پانی کی ریت اور بالو کو سرد اور میٹھے پانی کی طرح پی جاتا ہے۔

بندگی نه بود بجز افگندگی
راست ناید خواجگی با بندگی

یعنی: گرواٹ کی خاصیت کے سوا بندگی اور غلامی نہیں ہے۔ غلامی اور خواجگی ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ امیری اور خواجگی کی عبا وقبا میں، غلامی اور بندگی کا پیوند ہرگز نہیں لگ سکتا۔

تنگ بود حوصلۂ آدمی — ازتفِ وو قلزم وعمان شود
روبدل اهلِ دل جانے گیر — قطرۂ یم لولؤِ مرجان شود

یعنی: افسوس! انسان کا حوصلہ اور ہمت حد درجہ ضعیف وتنگ ہے۔ ورنہ اس کے تُف سے بحرِ قلزم وعمان بن سکتا ہے۔

دلی عقیدت کے ساتھ، کسی اہلِ دل کے پاس چل اور اُس کے دل میں اپنے لیے جگہ پیدا کرلے۔ کیونکہ اس کی نظرِ عنایت قطرۂ دریا کو لؤلؤ ومرجان بنا دیتی ہے۔

O قال اللّٰه تعالیٰ ”ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهید“ قال الشبلی رضی اللّٰه عنه ”موعظة القرآن لم قلبه حاضر مع اللّٰه لایغفل عنه طرفة عین“ قال الحسین ابن منصور رضی اللّٰه عنه ”لمن کان له قلب لا یخطر فیه الا شهود الرب.“

ولقد نقل عن جعفر الصادق رضی اللّٰه عنه انه قال ”تجلی اللّٰه تعالیٰ لعباده وهو فی الصلاة. فسئل عن ذلک فقال مازلت اردد الایة حتی سمتها من المتکلم بها.“

فالصوفی لمّا لاح له نور ناصیة التوحید والقی سمعه عند سماع الوعد والوعید وقلبه بالتخلص عما سوی اللّٰه صار بین یدی اللّٰه حاضرا شهیدا یری لسانه آولسان غیره فی التلاوة کشجرة موسیٰ علیه الصلاة والسلام حیث اسمعه اللّٰه منه خطابه ایاه ”بانی انا اللّٰه“ فاذا کان سماعه من اللّٰه تعالیٰ واستماعه الی اللّٰه صار سمعه بصره و بصره سمعه وعلمه عمله وعمله علمه وعاد الاخرة اوّله و اوّله آخره.

ومعنی ذلک ان اللّٰه تعالیٰ خاطب الذر بقوله ”الست بربکم“ فسمعت النداء علی غایة الصفا ثم لم تزل الذرات تتقلب فی الا صلاب و تنقتل الی الارحام قال اللّٰه تعالیٰ ”الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین.“

فاذا اراد اللّٰه تعالیٰ بالعبد حسن الاستماع بان یصیره صوفیا صافیا لایزال یرقیه فی رتب التزکیة والتحلیة حتی یخلص من ضیق عالم بالحکمة الی فضاء القدرة فیصیر سماعه الست بربکم کشفا و عیانا و توحیده و عرفانه تبیانا و برهانا.

قال بعضهم ”انا ذکر خطاب ”الست بربکم“ اشارة منه الی هذا

الحال فاذا تحقق الصوفی فی بھذا الوصف صارقته سرمدا وشھوده مؤبدا وسماعه متوالیا متجددا یسمع کلام اللّٰه تعالیٰ وکلام رسوله حق السماع.
قال اللّٰه تعالیٰ "ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید."
(عوارف المعارف السھروردی، صفحہ ۱۴. ۱۱)

ترجمہ: شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت شریفہ ''ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید'' کا خلاصہ بیان فرماتے ہیں کہ ''قرآن مجید کی موعظت اس شخص کے لیے خاص ہے جس کا قلب اللہ تعالیٰ کے پاس دائماً حاضر ہے اور وہ لمحہ بھر، پلک جھپکنے کے برابر بھی غافل نہیں ہے۔''

حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''موعظتِ قرآن اُس فرد کے لیے نافع ہے جس کے پاس حضوریِ رب کے علاوہ کچھ خیال نہ آنے والا قلب وجگر موجود ہے۔''

حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ''بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی تجلیات قرآن میں موجود ہیں۔ لیکن وہ انہیں دیکھنے کی بصیرت نہیں رکھتے۔''

انھوں نے مزید فرمایا ہے کہ ''وہ ایک بار حالتِ نماز میں بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ بعد افاقہ لوگوں نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مَیں نماز میں ایک آیت شریفہ کی تکرار کر رہا تھا یعنی بار بار دُہرا رہا تھا، یہاں تک کہ مَیں نے اس آیت شریفہ کو متکلم یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کی زبانِ قدرت سے سُنا اور میرا ہوش جاتا رہا۔''

جب آستانِ وحدانیت کا نور، صوفی پر چمکتا ہے اور اپنے کان کو ثواب وعقاب اور وعد ووعید کی شنوائی پر دھرتا ہے۔ اس حال میں کہ اس کا قلب ماسویٰ اللہ سے عاری ہوتا ہے اور تلاوت میں زبانِ قدرت یا دوسرے کے زبان کو دیکھ لیتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے نورِ وحدانیت کو درخت میں دیکھ لیا اور اللہ پاک نے اس درخت سے اپنا خاص خطاب اُن کو سنا دیا کہ ''انـنـی انـا اللّٰـه ''یعنی اے موسیٰ بے شک یہاں تیرا رب بذاتِ خود ظاہر ہے۔

پس جب صوفی کا سننا اللہ کی جانب سے اور اُس کا کان دھرنا اللہ پاک کی طرف ہوتا ہے تو اس کا سننا دیکھنا اور دیکھنا سننا بن جاتا ہے۔ اس کا علم عمل اور عمل علم ہو جاتا ہے اور اس کا اوّل آخر کی طرف اور اس کا آخر اوّل کی سمت پلٹ جاتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے آدم علیہ الصلاۃ السلام کی پیٹھ مبارک سے ذرّیتِ آدم نکال کر خطاب فرمایا ''الست بربکم'' تو وہ صدا نہایت صفائی کے ساتھ سنائی دی۔ پھر وہ تمام ''ذرّات'' باپ کے اصلاب میں پھرتے رہے اور ماں کے رحموں کی طرف منتقل ہوتے گئے۔ بفحوائے کلام قدیم ''الذی براک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین۔''

پس جب اللہ جل شانہ، کسی بندے کو صاف دل صوفی بنانے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو حضوریِ قلب سے کان دھرنے کی خاصیت عطا فرماتا ہے۔ پھر وہ دائماً پاکیزگی، آراستگی اور نفاست کے زینوں پر چڑھتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس عالم کی تنگنائی سے چھٹکارا حاصل کر کے فضائے قدرت و جبروت کی طرف قدم اُٹھاتا ہے۔ اس وقت وہ صدائے ''الست بربکم'' کو کشفی اور عیانی طور پر سُن لیتا ہے۔ اور اس کی توحید و عرفان، روشن عیاں اور ثبوتِ ظاہر بن جاتی ہے۔

بعضوں کا قول ہے کہ ''خطابِ الٰہی ''الست بربکم'' مجھے اب تک یاد ہے'' یہ قول مذکورہ حالت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

پس جب ''صوفی'' اس وصف سے متصف ہو جاتا ہے تو اس کی زندگی ابدی اور حضوری دائمی اور شنوائی و سماعت پے درپے اور نو بہ نو بن جاتی ہے۔ وہ کلام اللہ اور کلامِ رسول ﷺ کو حقیقی طور پر سماعت فرماتا ہے۔

طوفِ ماپیوستہ زاں، در گردِ تُست　　　بلبلا نیم و تو گل اندر چمن
ترجمانِ گفت حلاَج ست ایں　　　یا صغیر السن یار طب البدن

(مولانا روم)

یعنی: ہم دیوانوں کا ہمیشگی کا طواف، اے محبوب! تیرے خیال اور تیری گلی کے چکر کا نام ہے۔ کیونکہ تو باغ کے اندر کا پھول اور ہم پھول کے چاروں طرف گھومنے والی بلبلیں ہیں۔ یہ شعر منصور حلاّج کی گفتگو کا ترجمہ ہے۔ اے کم عمر اور تازہ جسم والے نوجوان (سمجھنے کی کوشش کر)۔

الست عشق رسید، ہر آنکہ گفت بلے
گواہ گفت بلے ہست بے شمار بلا

(مولانا روم)

یعنی: جس نے سوال ''الست بربکم'' کے جواب میں بلیٰ یعنی اثبات میں ہاں کہہ دیا تو اس کو عشقِ ربانی کا ایک حصّہ نصیب ہوا۔ پھر اس ''بلیٰ'' یعنی ''ہاں'' کا گواہ بے شمار رنج والم کی صورت میں ظاہر ہوا۔

ہر آں کہ غافل از حق یك زمان است
در آں دم کافر ست ما نہاں ست

یعنی: جو شخص حق تعالیٰ سے لمحہ بھر کے لیے غافل ہے۔ وہ اسی لمحہ میں کافر ہو گیا ہے گرچہ اس کا کفر پوشیدہ ہے۔

جلوہ مفت است چو خورشید مگر
حیف من تاب ندارم چہ کنم

یعنی: جلوۂ الٰہی سورج کی روشنی کی طرح مفت بٹ رہا ہے۔ لیکن صد افسوس! کیا کروں؟ مجھے اس جلوہ گری کے نظارہ کرنے کی تاب وطاقت نصیب نہ ہوئی۔

جمالك فی عینی و ذکرك فی فمی
وحبك فی قلبی فاین تغیب

یعنی: اے محبوب! تیرا حسن میری آنکھوں میں، تیری یاد میرے منھ میں اور تیری محبت میرے دل میں سما گئی ہے۔ پھر تو ہی بتا، کیسے ہم سے چھپے گا۔

دوست نزدیك ترا زمین بمن است

ایں عجب ترکه من ازوے دورم

چه کنم باکه تواں گفت

درکنارِ من ومن مهجورم

یعنی: میرا محبوب، میرے وجود سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس سے عجیب ترین تماشا دیکھ کہ اتنی قربت کے باوجود مَیں اس سے دور ہوں۔ کیا کروں اور کس سے جا کر کہوں کہ وہ میری آغوش میں ہے اور مَیں اس سے جدا اور اس کے وصال سے محروم ہوں۔

حیف از کورئ خود نشناختم

بردرم دلدار آمد بارہا

یعنی: افسوس، اپنی کوری و نابینائی کی بدولت، مَیں نے اس کو نہیں پہچانا۔ حالانکہ میرا محبوب میرا دلدار، میرے دروازے پر کئی بار تشریف لایا۔ قصور میری بے بصری کا ہے۔

الست از ازل ہچنانش بگوش

بفریاد "قالوا بلی" در خروش

یعنی: ازل سے الست کی صدا اب تک میرے کان میں ہے اور جملہ ذرّات کی فریاد "قالوا بلیٰ" میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

O عن انس رضی اللّٰه عنه قال "کنا عند رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه واله وسلم فقال صلی اللّٰه علیه وآله وسلم "هل فیکم من ینشدنا ؟" فقال بدوی نعم یا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فانشده

قَدْ لَسَعَتْ حَیَّةُ الْهَوٰی کَبَدِیْ فَلَا طَبِیْبَ لَهَا وَلَا رَاقِیْ

اِلَّا الْحَبِیْبَ الَّذِیْ شُغِفْتُ بِه فَعِنْدَهٗ رُقْیَتِیْ وَ تِرْیَاقِیْ

فتواجد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وتواجد اصحابه حتی

سقط ردائه عن منكبه فلما فرغوا اوى كل واحد الى مكانه فقال معاوية بن ابى سفيان "ما احسن لعبكم يا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم! "فقال يا معاوية ليس بكريم من لم يهتز عندالمساع الحبيب" ثم قسم صلى اللّٰه وآله وسلم ردائه ممن حضره بار بعمائة قطعة.

(كف الرعاع للامام ابن حجر المكى الهيتمى، صفحة ۴۰)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا "ہم لوگ ایک دن حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک رسولِ خدا ﷺ کا ارشاد ہوا "کیا تم میں کوئی ہمیں شعر سنانے والا موجود ہے؟" ایک دیہاتی آدمی جھٹ بول دیا "ہاں! یارسول اللہ ﷺ" یہ کہہ کہ اُس نے دوشعر پڑھے۔ جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

بے شک محبت وعشق کے سانپ نے میرے کلیجے کو کاٹ کھایا ہے۔ اب اس کے مداوا کے لیے نہ کوئی طبیب ہے، نہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے۔ بجز اس محبوب کے جس پر مَیں فریفتہ ہوں۔ صرف اس کے پاس منتر اور تعویذ اور تریاق ہے۔ بغیر اس کے کسی سے یہ زہرِ قاتل کا زائل کرنا محال ہے۔"

یہ سُن کر سرورِ دوعالم ﷺ پر وجد آ گیا، دل بھر آیا اور ذوق وشوق میں جھومنے لگے۔ صحابہ کرام بھی جھوم جھوم اُٹھے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ اس قدر جھومے یہاں تک کہ اُن کے کندھے مبارک سے چادر نیچے گر پڑی۔ جب اس حال سے فارغ ہوئے اور سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو معاویہ بن ابی سفیان نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! آپ لوگوں کی یہ حرکتیں، یہ تماشا کیا اچھا کھیل ہے۔" حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "اے معاویہ! وہ شخص شریف، سخی اور جواں مرد نہیں ہے جو محبوب کی باتیں سُن کر نہ خوش ہوا اور نہ جھوم اُٹھے۔"

بعدہٗ حضرت سرورکائنات ﷺ نے اپنی چادر کے چارسوٹکڑے کر کے حاضرین میں تبرکاً تقسیم فرما دیئے۔

(نوٹ: محبوب کی باتیں سُن کر، رسول اللہ ﷺ کا وجد میں آنا دلیلِ عاشقی و جواں مردی ہے۔)

ردائے احمد مرسل بگیرائے عاشق

صلائے عشق شنو، ہر دمے زروح بلال

(مولانا روم)

یعنی: اے مستانۂ مہیمن و اے عاشق خالق! چادرِ محمد مختار ﷺ تھام لے اور اعلانِ عشق الٰہی روحِ بلال سے ہردم ہر آن سنتا جا۔

ہر نغمہ نے انھیں کی طالب کا دیا پیام　　　ہر ساز نے انھیں کی سنائی صدا مجھے

(حسرتؔ موہانی)

دعوی عشق وانگہ ناموس ونام ننگ

ما ننگ راخریدہ واز عار فارغیم

بررفت وبرگذشت سرِ ما از آسماں

کز ذوقِ عشق از سرو دستار فارغیم

(مولانا جلال الدین)

یعنی: اللہ جل جلالہ کی محبت کا دعویٰ کرنا، اور پھر اپنی شہرت، عزّت اور حیا و شرم کا خیال باقی رکھنا، دو مختلف چیزیں ہیں۔ ہم نے اپنی عزّت و ناموس کو فروخت کر کے ان کی راہ میں ذلّت و بے حرمتی کو خرید لیا ہے۔ ہم ننگ و عار، شرم و حیا سے بہت دور الگ جا پڑے ہیں۔ اس وجہ سے ہمارا سر آسمان سے گذر گیا ہے۔ تو ہم عشق کی مستی و شرابِ محبت سے مخمور ہو کر اپنے سر اور دستار سے بیزار ہو چکے ہیں۔

شیشہ عشق را فراغتہاست

گر برو صد ہزار سنگ آمد

ننگ و ناموس کے محل دارد

زانکہ او دلربائے سنگ آمد

صد ہزاراں چو آسماں و زمیں
پیشِ میدانِ عشق تنگ آمد

(مولانا روم)

یعنی: عشق و محبت کا آئینہ لاکھوں پتھروں کی مار سے بے نیاز ہوتا ہے۔ عزت و عار کی کیا بات ہے جب کہ عشقِ مولا پتھروں کا عاشق ہوتا ہے۔ لاکھوں آسمان اور زمین، میدانِ محبت کے مقابلے میں نہایت تنگ ہیں ''وسع کرسیه السماوات الارض'' الایۃ

قلبِ عاشق و عارف کرسیِ الٰہی ہے جو آسمانوں اور طبقاتِ زمین سے وسیع تر ہے۔ کیونکہ قلبِ عاشق، علومِ الوہیت اور علمِ ذاتی کا معدن ہے۔ جس کی نہ حد ہے اور نہ غایت۔

علم التصوف علم لیس یعرفه
الا اخو فطنة بالحق معروف
ولیس یعرفه من لیس یشهده
وکیف یشهد ضوء الشمس مکفوف

یعنی: علمِ تصوف وہ علم ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں پاتا۔ ہاں! وہ دانش مند ذہین دوست اس علم کو دریافت کرسکتا ہے جو اللہ پاک کے ساتھ شناسائی رکھتا ہے۔

پھر اللہ جل وعلا کی شناخت وہ شخص نہیں کرسکتا جو دولتِ مشاہدہ سے محروم ہے کیونکہ نابینا، سورج کی روشنی کا مشاہدہ کس طرح کرسکتا ہے۔

دولتِ دل اک منظرِ ربّانی ہے — حجرۂ ابلیس کو دل نہیں کہا جاتا

خونِ دوئی را ریختم یا یوسفی آمیختم
در روی اوسر خی شوم، در موی تاریکی شوم

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: دوئی کے خون کو خارج کرکے مَیں نے اپنے محبوب سے اس درجہ یکتائی و آمیزش پیدا کرلی کہ اس کے چہرے کے روبرو سرخ ہوجاتا ہوں اور اس کے بالوں اور

زلف کے مقابل جب ہوتا ہوں تو سیاہ بن جاتا ہوں۔

بر درختِ تن اگر باد خوشش نمی نہ وزد
پس دو صد برگ دو صد شاخ چہ لرزاں شدہ است

یعنی: اگر جسم کے درخت پر ذوقِ خالق کی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا نہ پہنچے تو اس درخت کی سوسو پتیاں اور سوسو شاخیں کیوں لچک رہی ہیں؟ یہ وجد جذبِ الٰہی کا اثر ہے اسے تو تکلّف اور تماشا ہرگز نہ سمجھو۔

در دیدہ یارم در آ، در چشم او بنگر مرا
زیرا بروں از دیدہا منزلگہ بگزیدہ ام

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: اگر مجھے دیکھنا چاہو تو میرے محبوب کے پاس آؤ اور اس کی آنکھوں میں مجھے دیکھو، کیونکہ دنیا کی تمام آنکھوں سے دور، ایک ٹھکانہ مَیں نے پسند کرلیا ہے۔

اس درجہ بلند پر ہے آہنگ ''نغمہ'' کیوں؟ پنہاں لباسِ درد میں تیری صدا ہے کیا؟

(حسرت موہانی)

آیا کہاں سے نغمۂ نَے میں سرورِ مئے؟ اصل اس کے نَے نواز کا دل ہے کہ چوبِ نَے؟

(علامہ اقبال)

اندر چمن ز غیب عزیزاں رسیدہ اند
رو رو کہ قاعدہ است کہ ''القادم یزار''

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: چمن میں غیب سے، اللہ کے پیارے پہنچے ہوئے ہیں۔ چلو چلو جلدی چلو! کیونکہ یہ دستورِ دنیا ہے کہ دور سے آنے والے کی زیارت وملاقات کرنی ضروری ہوتی ہے۔

ائے طائفہ پاکو بید، چوں حاضر آں خوبید
باشد کہ سعادت پا، درپائے شما کو بد

پــاکــوفــت خــلــیــل الــلــــه، در آتــشِ نمرودی
تــا خــلـــقِ ذبیــح الــلـــه، بــر تیــغ بــلا کــوبــد

(مولانا روم)

یعنی: اے گروہِ عاشق الٰہی! جب محبوب کی تجلیاں پیشِ نظر ہوں تو خوب ناچو اور ہاتھ پاؤں مارو، ممکن ہے محبوب کے پاؤں کی سعادتیں تمہارے پاؤں کو جنبش میں لے آئیں۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فیوضیاتِ ربّانی پر ناز کرتے ہوئے نمرود کی بڑی آگ میں رقص فرمایا ہے۔ تا کہ اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے حلقوم پر آزمائش وامتحان کی تلوار رقص میں آ جائے۔

O سـمـی الابـدال ابـدالا لتـحسیـن الاخلاق وتبدیل النعوت والسرّ الاکبـر فی ذلک واللسان ان قلب الصوفی بدوام الاقبال علی اللّٰہ تعالیٰ و دوام الـذکـر بـالـقلب واللسان یرتقی الی ذکر الذات ویصیر حینئذ بمثابة الـعرش فالعرش قلب الکائنات فی عالم الخلق والحکمة والقلب عرش فی عالم الامر والقدرة.

قـال سهـل بـن عبـدالـلّٰـه التستری رحمة اللّٰه علیه " القلب کالعرش والـصـدر کـالکرسی" وقد وردعن اللّٰه تعالیٰ " لایسعنی ارضی ولا سمائی ویسعـنـی قلب عبدی المؤمن " فاذا اکتحل القلب بنور ذکر الذات وصار بـحـراً مـوّاجـاً مـن نسـمـات القرب جری فی جداول اخلاق النفس صفاء النعوت والصفات وتحقق التخلق باخلاق اللّٰه تعالیٰ.

(عوارف المعارف، صفحه ۱۲۵)

ترجمہ: ابدال کا ابدال نام رکھنے کا سبب اس کی صفتوں کی تبدیلی اور تحسینِ اخلاق سے ہے۔ رازِ کبیر اس میں یہ ہے کہ صوفی کا قلب دائماً اللہ کی جانب جھکا رہتا ہے اور وہ

قلب وزبان سے ذکرِ دوام میں مصروف رہتا ہے۔ جس کی بدولت وہ یادِ ذاتِ باری تک ترقی کر لیتا ہے۔ اس وقت وہ قلبِ عرش کے مانند بن جاتا ہے۔ پس عرش، عالمِ خلق و حکمت میں کائنات کا قلب ہے اور قلب، عالمِ امر وقدرت میں عرش ہے۔

سہل ابن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''قلب عرش کے مانند ہے اور سینہ کرسی جیسا ہے''۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ پاک کا فرمان ہے ''زمین و آسمان میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میری گنجائش ہو سکے لیکن میرے مؤمن بندے کے قلب کی وسعت میں میری گنجائش ہوتی ہے۔''

پس جب قلب، ذاتِ باری کے ذکر سے سرمہ لگا لیتا ہے اور قربتِ روحانی سے سمندرِ بے پایاں و بحرِ موّاج بن جاتا ہے۔ تو اس کے نفس کے اخلاق کی نہروں میں صفائیِ صفات کی لہریں جاری ہوتی ہیں۔ تب وہ ''تخلیق باخلاق اللّٰہ'' کا تمغا پایا جاتا ہے۔

O قال فی قولہ تعالیٰ ''لا تدرکہ الابصار'' ای الابصار المحجوبۃ ''وھو اللطیف الخبیر'' ای لطیف بعبادہ حیث تجلی لھم علی قدر طاقتھم وضعفھم عن حمل تجلیۃ الاقدس علی ما تعطیہ الالوھیۃ. ''

(الکبریت الاحمر للشیخ عبدالوھاب الشعرانی، صفحہ ۱۰)

جملۃ الاقطاب المکملین فی الامم السابقۃ عھد آدم علیہ السلام الی زمان محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم خمسۃ وعشرون قطبا. اشھد نیھم الحق تعالیٰ فی مشھد اقدس فی حضرۃ برزختہ وانا بمدینۃ قرطبۃ.

واما القطب الواحد فھو روح محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الممد لجمیع الانبیاء والرس والاقطاب من حین النشی الا نسانی الی یوم القیامۃ واللّٰہ اعلم.

(الکبریت الاحمر للشیخ عبدالوھاب الشعرانی، صفحہ ٦)

ترجمہ: شیخ امام عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ ذیل قولِ باری تعالیٰ کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ "**لاتدرکہ الابصار**"، یعنی اللہ جل جلالہ کو چشمہائے محجوب یعنی پردہ پڑی ہوئی آنکھیں نہیں دیکھ پاتیں۔

"**وھو اللطیف الخبیر**" حالانکہ وہ باری تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد مہربان رحمت وعظمت خبر گیری کرنے والا ہے۔ جبھی تو وہ اپنے بندوں کی تاب وطاقت کے موافق جلوہ فرماتا ہے۔ اور الوہیت کی عطا کردہ اس کے تجلی اقدس کا وزن اُٹھانے سے جتنا ضعیف ہے۔ اُس ضعف کی ہم مقدار بندوں پر جلوہ فگن ہوتا ہے۔

گذری ہوئی امتوں میں، جملہ مکمل اقطاب، حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے محمد ﷺ کے زمانے تک کُل پندرہ قطب گزرے ہیں۔ اللہ جل شانہ نے، ان کی حضوری اقدس میں درمیانی حجاب کے نزدیک مجھے ان قطبوں کو دکھلایا ہے جب کہ مَیں شہر قرطبہ میں تھا۔

لیکن قطب یکتا وسید الاقطاب روح محمد ﷺ ہے جو انسانی نشو ونما کی ابتدا سے لے کر روزِ قیامت تک کے لیے تمام نبیوں، رسولوں اور قطبوں کی عون ومدد فرمانے والا ہے۔ **واللہ اعلم۔**

من در عجب افتادم، ازاں قطب یگانہ
کزیک نظرش جملہ وجودم ہمہ جاں کرد

(مولانا روم)

یعنی: مَیں سخت تعجب میں پڑ گیا ہوں اس قطب یکتا وبے ہمتا سے جس کی ایک نظر نے، میرے تمام وجود کو، روح میں بدل ڈالا۔

کسیکہ دید ترا گرچہ دوزخی بجرم
بساط آتش سوزانش، لالہ زار بود

یعنی: یارسول اللہ ﷺ! جس نے آپ کو ایمان ومحبت سے دیکھا وہ اگرچہ اپنی خطاؤں کے ماتحت دوزخی ہوں کیوں نہ ہو۔ وہ جلتا ہوا آگ کا بچھونا، اس کے لیے پھولوں

کی سیج و گلشن بن جائے گا۔

عشــق جــز دولــت وہـدایــت نیســت
جــز کشــاد دل و عــنــایــت نیســت
لا یــجــوز و یــجــوز تــا اجـل اســت
عــلــمِ عشــق را نہــایــت نیســت

(مولانا روم)

یعنی: عشقِ الٰہی دولت و ہدایت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ عشقِ الٰہی فتح دل اور عنایت ہی کا نام ہے۔ جائز اور ناجائز کا فتویٰ تو انسان کی موت تک کے لیے ہے۔ لیکن علمِ عشقِ الٰہی کی غایت وانتہا نہیں ہے۔

O فاما القطب فقد ذكر الشيخ انه لا يتمكن القطب ان يقوم فى القطابة الا بعدان يحصل معانى الحروف التى فى اوائل السور المقطعة مثل الم والمص ونحوهما. فاذا اوفقه اللّٰه تعالىٰ على حقانقهار معانيها تعينت له الخلافة وكان اهلا لها.

فما علامة القطب؟

قدذكر الشيخ ابوالحسن الشاذلى رضى اللّٰه عنه " ان للقطب خمس عشرة علامة ان يمد يمدد العصمة والرحمة والخلافة والنيابة و مدد حملة العرش العظيم ويكشف له عن حقيقة الذات واحاطة الصفات ويكرم بكرامة الحلم والفضل بين الموجودين انفصال الاول عن الاول وما انفصل عنه الى منتهاه وماثبت فيه وحكم ماقبل وما بعدوحكم من لاقبل له ولا بعد وعلم الاحاطة بكل علم و معلوم مابدأمن السر الاول منتهاه ثم يعوده اليه."

" وقال الشيخ من شان القطب الوقوف دائما خلف الحجاب الذى بينه وبين الحق جل علافلاير تفع حجابه حتى يموت فاذا مات لقى اللّٰه عزوجل فهو كالحاجب الذى ينفذاومر الملك وليس له من اللّٰه تعالىٰ صفة الخطاب لا الشهود." (اليواقيت والجواهر الشعرانى، صفحه ٨٠-٧٩)

ترجمہ: قطب کے متعلق شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ "کوئی مقامِ قطبیت پر اس وقت تک فائز نہیں ہو پاتا جب تک قرآنی سورتوں کے شروع میں آنے والے حروف مقطعات جیسے الم۔ المص اور ان دونوں جیسے جتنے الفاظ ہیں، سب کے معانی کا علم حاصل نہ ہو جائے۔ جب اللہ پاک ان حروفِ مقطعات کے حقائق اور معانی اس کے قلب پر اُجاگر فرمادے تو اس کے لیے خلافت الٰہیہ متعین ہو جاتی ہے اور وہ اس کا اہل چن لیا جاتا ہے۔"

علامتِ قطب:

شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "قطب کی پندرہ علامتیں ہیں۔ وہ اللہ پاک کی طرف سے عصمت، رحمت، خلافت اور نیابت کی مدد کے ساتھ مستفیض ہو۔ اس کو عرشِ عظیم کے اُٹھانے والے فرشتوں کی مدد حاصل ہو۔ حقیقتِ ذاتِ الٰہی اس پر منکشف ہو جائے۔ صفاتِ الٰہیہ سے وہ بالکل ہی مزّین ہو، اس کو حلم اور فضل کی صفت سے متصف کیا جائے اور جو صفات اور نعمتیں، جن وانس کے درمیان موجود ہیں۔ وہ اگلوں سے جدا اور اس سے انتہائی سلسلے تک جو جدا ہیں ان سے وہ الگ تھلگ اور جو کچھ اس کے اندر ثابت ہیں ان سے بھی وہ بالکل جدا و بیگانہ ہوگا۔" وہ اپنے اگلے اور پچھلے ولیوں کا حاکم ہوگا۔ وہ ان پر بھی حاکم ہوگا جو اس کے پہلے بھی اور بعد میں بھی مقامِ قطبیت پر نہ پہنچ پائے۔

تمام علم اور معلوم جو سرّ اوّل کی ابتدا و انتہا ہے۔ سب علوم اس کے احاطے میں ہوں گے۔ اور یہ کل علوم اس کی طرف لوٹ آئیں گے۔

شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ "قطب کی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ جل شانہ اور اس کے درمیان جو حجابِ نور ہے اس کے پیچھے کھڑا رہتا ہے۔ یہ حجاب اس کی موت تک نہیں

اُٹھے گا۔ جب وہ رحلت کرے گا بقائے الٰہی سے شادوکامراں ہوگا وہ گویا دربانِ حجاب الٰہی ہے جو بادشاہ کے احکام نافذ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے صرف خطاب میسّر ہے۔ صفتِ شہود زندگی میں حاصل نہیں البتہ بعد رحلت صفت شہود سے لذّت یاب ہوگا۔''

سبعین سنہ طاعتِ ایشاں بیکے فکرت

فرمود پیمبر ایں حق گفت شہِ والا

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: عاملوں کی ستر سال کی عبادات اولیاء اللہ کے چند لمحوں کی فکر کے برابر ہوتی ہے۔ یہ قول سرکارِ دوعالم ﷺ کا ہے اور حضرت نے حق فرمایا ہے۔

مزدور بود در گل، در رنج و بلا تاشب

مزدش درمے باشد، چوں اونبود بنا

(شمس تبریز)

یعنی: مزدور پانی اور کیچڑ میں صبح سے شام تک محنت کرتا ہے۔ لیکن تنخواہ صرف ایک درہم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ معمار اور انجینئر نہیں ہے۔

معمار مہندس ہم، بے خشت زدن برہم

افزوں پردار از ہر دو چوں اوست در آں اُستا

یعنی: معمار اور انجینئر بغیر پتھر اُٹھائے اور اینٹ پر اینٹ رکھے مزدور اور نوکر سے دوگنی، سہ گنی مزدوری پاتا ہے کیونکہ وہ عمارت گری کا اُستاد ہوتا ہے۔

O قال الشیخ محی الدین رضی اللّٰہ عنہ وقد اجتمعت بالخضر علیہ السلام وسالتہ عن مقام الامام الشافعی رضی اللّٰہ عنہ فقال " کان من اوتاد الاربعة" فسألتہ عن الامام احمد رضی اللّٰہ عنہ فقال "ھو صدیق" ثم قال فی قولہ تعالیٰ "یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم

الاية المراد باولى الامر الاقطاب والخلفاء والولاة لكن فيما لا يخالف شرعا ما مورا به."

(اليواقيت والجواهر للشعرانى، صفحه ٨٣ - ١٨/ج٢)

"هل يكون محل اقامة القطب بمكة دائما كما هو المشهور؟"

هو بجسمه حيث شاء الله لايتقيد بالمكث فى مكان بخصوصه.

ومن شانه الخفاء فتارة يكون حدادا و تارة تاجراو تارة يبيع الفول نحو ذلك. (نفس مصدر، صفحه ٢/٨٣)

"هل التطور الذى يقع للاولياء كمال أم نقص؟"

فالجواب "هو كمال يدل على فناء بشريتهم وقوة ارواحهم حتى صاروا كاهل الجنة يلبسون من الصور ماشاؤا فان من غلبت بشريته على روحانيته فهو كشف لايصح له تطور اذ التطور من خصائص الارواح."

(نفس مصدر، صفحه ٢/١٠٦)

ترجمہ: شیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ مَیں نے ان سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ دریافت کیا۔ تو جواباً فرمایا کہ "وہ چار اوتاد میں سے ایک تھے۔" پھر مَیں نے امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کے رتبے کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "وہ صدیق ہیں" اس کے بعد کلام پاک کی آیت شریفہ "يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله الرسول واولى الامر منكم الاية" سے "اولى الامر" کی تشریح کی کہ اولی الامر سے مراد اقطاب، خلفاء، اور ولاۃ یعنی حاکم ہیں۔ لیکن ہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شریعتِ الٰہیہ کی خلاف ورزی نہیں فرماتے۔

اقامتِ قطب: کیا قطب کے رہنے کی جگہ ہمیشہ مکّہ ہی ہے؟ کیونکہ یہ بات عام لوگوں کی زبان پر شہرت حاصل کر چکی ہے۔

جواب یہ ہے کہ وہ اپنے جسم کے ساتھ جہاں چاہے رہ سکتا ہے۔ کسی خاص جگہ میں

ٹھہرے رہنے کی قید اس پر نہیں ہے۔ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہنا اس کی شان ہے۔ کبھی وہ لوہار کی شکل میں، کبھی تاجر، کبھی میوہ فروش اور کبھی دوسری صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

تطوّر: انقلاب وتبدیلی جس کو عارفوں کے محاورہ میں ''تطور'' کہا جاتا ہے۔ جو بعض اولیاء اللہ میں پایا جاتا ہے۔ کیا یہ انقلاب وتبدیلی ان کا کمال ہے یا نقص؟

جواب یہ ہے کہ یہ انقلاب وتبدیلی کمالِ محض ہے جو اُن کی بشریت کی فنا اور روحانی قوت پر دلالت کرتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ اہلِ جنت کی طرح ہو جاتے ہیں اور جو صورت بھی چاہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جس کی روحانیت پر بشریت غالب رہے اس سے کشف صادر ہوتا ہے۔ تطوّر انقلاب وتبدیلی ان کو حاصل نہیں کیونکہ تطوّر روحوں کی خاصیتوں میں سے ہے۔

O وقد ذكر الشيخ محى الدين رضى اللّٰه عنه ان الحلاج رضى اللّٰه عنه كان يدخل بيتا عنده يسميه بيت العظمة. فكان اذا دخله ملأه كله بذاته فى عين الناظرين حتى ان بعض الناس نسبه الى علم السيميا لجهلهم باحوال الفقراء فى تطوراتهم ولما دخلوا عليه ليا خذوه للصلب كان فى ذلک البيت فما قدر احد يخرجه من ذلک البيت لان الباب يضيق عنه فجاء الجنيد رضى اللّٰه عنه وقال "سلم لِلّٰه تعالىٰ واخرج لما قضاه و قدره" فرجع الى حالته المعهودة و خرج فصلبوه وكان ينشد وهو يرفل فى قيوده حال ذهابهم به الى الصلب. (اليواقيت والجواهر للشعرانى، صفحه ١٠٦)

ترجمہ: شیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منصور حلاّج کے پاس ایک مخصوص گھر تھا۔ جس کا نام انھوں نے ''بیت العظمۃ'' رکھا تھا۔ جب وہ اس گھر میں داخل ہوتے تھے تو لوگوں کی نظروں میں اُن کا جسم بڑھتے بڑھتے پورے گھر کو گھیر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ جو اللہ والوں کے احوالِ تطوّرات کو نہیں سمجھ پاتے، ان کو علمِ سیمیا کی

طرف نسبت کرنے لگے۔ جب اُن کو سولی کا حکم ہوا اور شاہی لشکر پکڑنے آیا۔ اس وقت حلاّج اُسی بیت العظمۃ میں تھے۔ اُن کو گھر سے نکالنے کی صورت کسی کو نظر نہیں آئی کیونکہ حلاّج سے پورا گھر بھر گیا تھا اور دروازہ تنگ تھا۔

اتنے میں حضرت جنید رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حلاّج سے خطاب کیا کہ "تم اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردو اور قضائے قدرِ الٰہی کی طرف نکل پڑو"۔ یہ سُن کر حلاّج اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے اور بیت العظمۃ سے باہر نکلے اور ان لوگوں نے انہیں سولی دی۔ حضرت منصور حلاّج بیڑیاں پہنے ہوئے، اشعار گنگناتے ہوئے، خوشی خوشی، ناز و انداز سے چلتے ہوئے دار کی طرف بڑھ رہے تھے۔

خود جلوه گری کردی، در آئینۂ جانم
تا صورتِ روحانی در آئینه شد پیدا
حلاج چو پیدا شد، اسرار ہویدا شد
منصور شد والحق میگفت زہوی وہا
حق بود غلط کردی، حلاج کجا باشد
خود گفت وشنیدا از خود، حلاج شده رسوا

(مولانا روم)

یعنی: اے میرے خالق! میری جان کے آئینے میں خود ہی تو نے جلوہ فرما کر اس آئینۂ قلب میں اپنی صورتِ روحانی کو پیدا اور نمایاں فرمایا۔ پھر تو نے خود کو دیکھ کر "انا الحق" کا نعرہ لگایا۔ اس بھید کو کیوں چھپا کر مجھ بے پرواعاشق کو سولی پر چڑھاتا ہے۔ اگر تجھے اس میں مزہ آتا ہے تو مجھے بھی بڑی مسّرت ہوتی ہے۔ جب حلاّج پیدا ہوا، اسرار ظاہر ہوئے۔ منصور نے "انا الحق" کی جو صدا لگائی، وہ کثرتِ عشقِ الٰہی سے حالتِ مجبوری میں تھی۔ اگر تو نے یہ کہہ دیا کہ حلاّج نے "اناالحق" کا نعرہ لگایا تو یہ تمہاری زبردست غلطی ہے کیونکہ وہاں حلاّج کہاں اور اس کی جرأت کیسی؟

حالانکہ یہ صدائے انا الحق خود خدا کی تھی اور اسی نے اس کو سماعت فرمایا۔ بیچ میں بے چارہ حلاّج رسوا ہوا۔

دی گئی منصور کو سولی ادب کے ترک پر
تھا ''انا الحق'' حق مگر اک حرفِ گستاخانہ تھا

گفت انا الحق که یکے، در دلت افتاد شکے
زانکه ترافهم نشد آن بدو گفتارِ خدا

(مولانا روم)

یعنی: حلاّج نے ''انا الحق'' کہہ دیا۔ تیرے دل میں شک پیدا ہو گیا کیونکہ تو سمجھ نہ پایا کہ وہ درحقیقت گفتارِ خدا تھی۔

O قال ابو علی الجوزجانی رضی اللّٰہ عنه ''کن طالب الاستقامة لا طالب الکرامة فان نفسک متحرکة فی طلب الکرامة وربّک یطلب منک الاستقامة.

فسبیل الصادق مطالبة النفس بالاستقامة فهی کل الکرامة ثم اذا وقع فی طریقة شئی من ذلک جاز و حسن. وان لم یقع فلا یبالی ولا ینقص بذلک.

جاء رجل الی معاذ رضی اللّٰہ عنه قال اخبرنی عن رجلین احدهما مجتهد فی العبادة کثیر العمل قلیل الذنوب الّا انه ضعیف الیقین یعتوره الشک قال معاذ رضی اللّٰہ عنه لیحبطنّ شکّه عمله. قال فاخبرنی عن رجل قلیل العمل الّا انّه قوی الیقین و هو فی ذلک کثیر الذنوب فسکت معاذ رضی اللّٰہ عنه.

فقال الرجل واللّٰہ لئن احبط شک الاوّل اعمال برّه لیحبطنّ یقین هذا ذنوبه کلّها قال فأخذ معاذ رضی اللّٰہ عنه بیده وقال ''مارأیت الذی هو

أفقه من هذا.'' (عوارف المعارف، صفحه ۱۸)

ترجمہ: شیخ ابوعلی جوز جانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''استقامت کا طلب گار بن۔ کرامت کی طرف دھیان نہ دے کیونکہ بے شک تیرا نفس کرامت کی طلب میں کوشاں ہے۔ اور تیرا پروردگار، تجھ سے استقامت چاہتا ہے۔ لہٰذا عارفِ صادق کا طریقہ، نفس کا مطالبہ استقامت کے ساتھ ہے اور یہی استقامت تمام کرامتوں کا مجموعہ ہے۔ پھر اگر عارف سے کرامت جیسی کوئی چیز صادر ہو جائے تو یہ جائز اور خوب ہے اور اگر کرامت صادر نہ ہو تو کوئی غم و پرواہ نہیں۔ اس سے عارفِ صادق کی بزرگی و درجے میں کچھ نقص نہیں آتا۔ (کیونکہ یقین معرفت کی نہایت ہے جس کا خلاصہ اوپر گزر چکا)

ما برائے استقامت آمدیم
نہ برائے کشف و کرامت آمدیم

(مجدّد الف ثانی)

یعنی: ہم جاں نثارانِ خالق کائنات، استقامت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ کشف و کرامت سے ہمیں غرض نہیں، نہ ہمیں اس کی خواہش ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آ کر پوچھا کہ ''مجھے دو آدمی کے بارے میں خبر دیجیے۔ ایک ان میں عبادت و مجاہدے میں حد درجہ محنت کش ہے، کثیر العمل ہے اور قلیل الذنوب ہے مگر یہ کہ وہ ضعیف الیقین ہے۔ اس کے دل کو شک و شبہات ادھر اُدھر لچکاتے ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''اس کے عمل کو اس کا شک ضرور برباد کر دے گا۔''

سائل نے پوچھا کہ دوسرا شخص قلیل العمل ہے مگر حد درجہ قوی الیقین ہے۔ اس کے باوجود کہ وہ کثیر الذنوب ہے۔ اس کے متعلق ارشاد کیجیے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے سکوت اختیار فرمایا، تو سائل نے کہا کہ ''خدا کی قسم! اگر پہلے کا شک اُس کے نیک اعمال کو تباہ و رائیگاں کر دیتا ہے تو ضرور دوسرے کا یقینِ کامل اس کے تمام گناہوں کو منہدم کر دے گا۔''

راوی کہتا ہے کہ یہ سُن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے ہاتھ کو پکڑا اور کہا کہ ''مَیں نے اس شخص سے زیادہ دین کو سمجھ رکھنے والا کسی کو نہ دیکھا۔''

گفتا کجاست آفت، گفتم که کوئے عشقت
گفتاکه چونی آں جا، گفتم دراستقامت

(مولانا روم)

یعنی: ہاتفِ غیبی نے صدا دی کہ اے رومی! آفت و پریشانی کہاں ہے؟ مَیں نے جواب دیا کہ ''مالک! تیری محبت وشوق کی گلی میں ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ تیرا حال اس گلی میں اب کیسا ہے؟ مَیں نے عرض کی کہ بندہ مستقل طور پر دامنِ استقامت مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔

آں نشنیدی فلاطوں چه گفت
مور آں به که نباشد پرش

یعنی: کیا تم نے افلاطون کی ناصحانہ گفتگو پر غور نہیں کیا۔ اُس نے کہا کہ وہ چیونٹی اچھی ہے جس کے پر نہ ہوں، کیونکہ چیونٹی کے پَر نکل آنے سے وہ خطرے سے قریب ہو جاتی ہے۔

○ الادب و مكانه فی التصوّف:

روی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم انه قال ''ادبنی ربّی فاحسن تادیبی'' فالادب تهذیب الظاهر والباطن فاذا تهذب ظاهر العبد وباطنه صار صوفیا أدیبا.

قال یوسف بن الحسین رحمة اللّٰه علیه ''بالادب یفهم العلم وبالعلم یصح العمل وبالعمل تنال الحکمة وبالحکمة یقام الزهد وبالزهد تترک الدنیا وبترک الدنیا یرغب فی الاخرة وبالرغبة فی الاخرة تنال الرتبة عنداللّٰه تعالیٰ.''

قیل لمّا ورد ابو حفص رضی اللّٰه عنه العراق جاء الیه الجنید رضی اللّٰه عنه فرای اصحاب ابی حفص وقوفا علی رأسه یأتمرون لامره لایخطی

احد منهم. فقال ''يا أبا حفص أدّبت اصحابك أدب الملوك؟'' فقال ''لا يا باالقاسم ولكن حُسن الأدب في الظاهر عنوان الأدب في الباطن.''

(عوارف المعارف، صفحه ١٤٥. ١٤٦)

تصوف میں ادب کا مقام:

ترجمہ: حضرت ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ ''مجھے میرے رب نے ادب سکھایا ہے اور بہترین طریقے پر ادب کی تعلیم فرمائی ہے'' لٰہذا ادب ظاہر و باطن کی اصلاح و درستی ہے۔ پس جب بندے کا ظاہر و باطن مہذّب بن جاتا ہے، اس وقت وہ صوفی اور ادیب بنتا ہے۔

یوسف بن حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ادب سے علم کی سمجھ پیدا ہوتی ہے اور علم سے عمل صحیح ہوتا ہے اور عمل سے حکمت و عرفان کا حصول ہوتا ہے اور حکمت سے زہد و پرہیز گاری جڑ پکڑتی ہے اور زہد و پرہیز گاری سے دنیا کا خیال مٹ جاتا ہے۔ پھر ترکِ دنیا سے آخرت کی رغبت کا جذبہ اُبھرتا ہے اور رغبتِ آخرت سے عنداللہ رتبہ حاصل ہوتا ہے۔

جب شیخ ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ عراق میں وارد ہوئے تو سیدالطائفہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ ان کی ملاقات کو تشریف لائے۔ انھوں نے شیخ ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کو، ان کے اردگرد حکم بجالانے میں سبقت کرنے کے لیے اپنی اپنی جگہ پر ڈٹے مودّب کھڑے ہوئے دیکھا۔

تو شیخ جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''اے ابوحفص! تم نے تو اپنے شاگردوں کو شہنشاہوں کا ادب سکھا رکھا ہے۔'' شیخ ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا کہ ''اے شیخ ابوالقاسم جنید ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن ظاہری حسنِ ادب، حقیقت میں باطنی ادب کا عنوان وسرخی ہے۔''

نگاہ دار ادب در طریقِ عشق و نیاز
کہ گفتہ اند طریقت تمامِ آداب است

یعنی: عشق و نیاز کے راستے میں ادب کا خیال رکھ کیونکہ درحقیقت تمام آداب کے

مجموعہ کا نام ''طریقت'' ہے۔

حافظا علم و ادب ورزکہ در خدمتِ شاہ

ہر کرا نیست ادب لائق خدمت نبود

یعنی: اے حافظ شیرازی! علم کو ادب کے ساتھ قبول کر جب کہ تو شاہِ کونین ﷺ کی خدمت کا ارادہ رکھتا ہے کیونکہ جو ادب سے محروم ہوتا ہے وہ خدمت کے قابل و مستحق نہیں ہوتا۔

ادب تا جیست از لطفِ الٰہی

بنہ ہر سر برو ہر جا کہ خواہی

یعنی: ادب لطف وعنایتِ الٰہی کا تاج ہے۔ تو تاجِ ادب کو سر پر رکھ کر جہاں جی چاہے چلا جا۔ ہر وقت ہر جگہ الطاف وعنایتِ ہائے ربانی تیری معّیت میں ہوں گی۔

امت زھد را ادب صفتی ست

امتہ العشق کلھم آداب

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: جماعتِ زہاد وعبّاد سب سے بڑی صفت ادب ہے۔ عشق ومحبتِ الٰہی سے سرشار جماعت، ازسرتاپا بحرِ آداب میں غرق رہتی ہے۔

عشق نہ جامیست کش بیخبری را دہند

اشك نہ لعلیست کاں بدگہری را دہند

(امیر خسرو)

یعنی: عشقِ الٰہی ایسا جام نہیں ہے جو ہر بے خبر اور ضعیف الاعتقاد کو دیا جائے۔ آنسو وہ لعل وگوہر نہیں ہے جو کسی کم زاد اور قدر ناشناس کو بخشا جائے۔

دوستی در اندرون خود خدمتے بپوست ہست

ہیچ خدمت جز محبت در جہاں پیوست نیست

(مولانا روم)

یعنی: دوستی و یاری دل کے اندر ہوتی ہے اور خدمت ظاہر چمڑے میں ہے۔ محبت کے بغیر کوئی خدمت دنیا میں لائقِ پیوستگی نہیں ہے۔

O قصد ابویزید البسطامی رحمة اللّٰه علیه بعض من وصف بالولایة فلما وافی مسجده قعده ینتظر خروجه فخرج الرجل و رمیٰ بزاقه بحاذ القبلة. فانصرف ابویزید ولم یسلم علیه وقال " هذا رجل غیر مامون علی أدب من آداب الشریعة فکیف امینا علی اسرار الحق؟

(الرسالة القشریة، صفحه ۱۶۸)

شخصے بنزدیکِ شیخ ابوسیعد ابوالخیر رضی اللّٰه عنه در آمد نخست پائے چپ اندر مسجد نهاد شیخ اور اگفت باز گرد که هر کس در خانه دوست به ادب آمد ندارد مارا نشاید که باری صحبت دارهم.

(نفحات الانس لملا عبدالرحمن جامی، صفحه ۱۰)

قال عبداللّٰه بن مبارک رضی اللّٰه عنه " ادب الخدمة اعزمن الخدمة" حکی عن ابی عبید القاسم بن سلام رحمة اللّٰه علیه قال " دخلت مکة فکنت ربما اقعد بحذا الکعبة وربما کنت استلقی و آمد رجلی. فجاء تنی عائشة المکیة رضی اللّٰه عنها فقالت لی " یا ابا عبیدا !بقال انک من اهل العلم اقبل منی کلمة لا تجالسه الا بأدب والا فیمحی اسمک من دیوان القرب " قال اعبید" وکانت من العارفات."

(عوارف المعارف، صفحه ۱۴۶)

ترجمہ: حضرت یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور ولی کی تعریف سُن کر ان کی ملاقات کی نیت سے روانہ ہوئے۔ جب اس شہرت یافتہ ولی کی مسجد تک پہنچے۔ ان کے نکلنے کے انتظار میں باہر بیٹھے رہے۔ کچھ دیر بعد وہ صاحب مسجد سے نکلے اور قبلہ کی طرف تھوکا۔

یہ دیکھ کر حضرت یزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ ان کو سلام کیے بغیر واپس لوٹ آئے اور فرمایا کہ ''یہ شخص شریعت کے آداب سے صرف ایک ادب کی امانت تک جب سنبھال نہ سکا تو بھلا وہ کیسے اسرارِ الٰہی کا امانت دار ہوسکتا ہے؟''

ایک شخص ابوسعید ابوالخیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس شخص نے مسجد میں داخل ہوتے وقت اپنا بایاں پاؤں پہلے رکھا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ ''تم واپس لوٹ جاؤ کیونکہ جو شخص دوست کے گھر میں ادب سے آنا نہیں جانتا ہے اس کو اپنا ہم قرین و ہم نشین کرنے کی ہم میں ہمت نہیں ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''خدمت کا ادب، خدمت سے زیادہ معزز ہے۔''

شیخ ابی عبید القاسم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''مَیں مکہ شریف میں گیا تو بسا اوقات میں کعبہ کے بالکل سامنے بیٹھا رہتا اور بسا اوقات میں چت لیٹ جاتا اور کعبہ کی سمت پاؤں پھیلا دیتا۔ دریں اثنا میرے پاس عائشہ مکیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور مجھ سے کہنے لگیں کہ ''اے عبید! لوگ کہتے ہیں کہ تم صاحبِ علم ہو۔ مجھ سے ایک بات قبول کرلو کہ خانۂ خدا میں بجز ادب کے مت بیٹھو۔ چہ جائیکہ پاؤں پھیلانا ورنہ تمہارا نام مقربین کے دفتر سے مٹا دیا جائے گا۔''

حضرت ابوعبید القاسم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''یہ عائشہ مکیہ رضی اللہ عنہا عارفات میں سے ایک بڑی عارفہ تھیں۔''

استاد خدا آمد بے واسطہ صوفی را
استاد کتاب آمد، صابی و کتابی را

(مولانا روم)

یعنی: صوفی کا استاد، بغیر کسی درمیانی واسطے کے، بذاتِ خود، خود خدا ہوتا ہے۔ اس لیے عرفانِ سرورِ کائنات ﷺ ہے کہ ''ادبنی ربی فاحسن تادیبی'' کتابیوں اور غیر مذہبی

افراد کا استاد ''کتاب'' ہے۔ یعنی صرف کتابی علم کا حامل عالمِ ربّانی نہیں کہلاتا ہے۔

مــردِ خــدا عـــالــم از حـق بـود
مـردِ خــدا نیسـت فـقیــه از کتـاب

(مولانا روم)

یعنی: اہل اللہ، اللہ ہی سے سیکھ کر عالم ہوتا ہے۔ عارفِ حق کتابیں پڑھ کر فقیہ نہیں بنتا۔ اس کا علم، علم لدنی اور القائے ربّانی ہوا کرتا ہے۔

ادب آمــوز زاں ادیـب کــه او — ادب از حـضـر خدا آموخت
برکسے خواں سبق که درہمه حال — سبـق از لـوحِ کبریا آموخت

یعنی: ادب سیکھو تو اُس استاد سے سیکھو جس نے حضرتِ الٰہی سے بے واسطہ سیکھا ہے۔ ہر حالت میں اُس ہستی کے سامنے زانوئے ادب خم کر کے سبق پڑھو، جس نے ربّ الارباب کی تختی سے سبق سیکھا ہو۔

O وقـال ابـن عـطـاء رضی اللّٰه عنه ''النفس مجبولة علی سوء الادب والعبـد مـامور بملازمة الادب والنفس تجری بطباعها فی میدان المخالفة والعبـد یردها بجهده الی حسن المطالبة فمن اعرض عن الجهد فقد اطلق عنان النفس وغفل عن الرعایة ومهما اعانها فهو شریکها.''

وقـال الـجـنید رضی اللّٰه عنه ''من اعان نفسه علی هواها فقد اشرک فی قتل نفسه لان العبودیة ملازمة الادب. والطغیان سوء الادب.

قـال السـری الـقسطی رضی اللّٰه عنه ''صلیت وردی لیة من اللیالی و مـددت رجـلـی فـی الـمـحرات فنودیت یاسرّی هکذا تجالس الملوک'' فـضـمـمـت رجـلـی ثم قلت ''وعزتک لامددت رجلی ابدا.'' قال الجنید رضی اللّٰه عنه ''فبقی ستین سنة مامدرجله لیلا ولانهارا.''

وقيل من أدب رسول اللّٰه صلى اللّٰه وآله وسلم انه قال "رؤيت لى الارض فاريت مشارقها ومغاربها" ولم يقل "رايت".

(عوارف المعارف، صفحه ١٤٦)

ترجمہ: حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "نفس کی فطرت و جبلت بے ادبی پر ہے اور بندے کو اللہ پاک نے ادب کی ملازمت و مدامت کا حکم فرمایا ہے۔ نفس اپنی طبیعت کے مطابق سرکشی اور مخالفت کے میدان میں دوڑتا ہے۔ اور بندہ اپنی کوشش و مجاہدے سے نفس کو نیکی کی جستجو کی طرف کھینچ لاتا ہے۔ جو شخص اس محنت و مجاہدے سے منھ پھیر لیتا ہے وہ نفس کی لگام کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔ پھر وہ نفس کی نگرانی سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور جب جب اس نے اپنے نفس کو ہوس رانی کے لیے چھوڑ دیا، تو گویا وہ نفس کا ہم نفس اور شریک بن گیا۔"

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جس نے خواہشاتِ نفسانی میں نفس کی اعانت کی، اُس نے ضرور نفس کے مارنے میں شرک اختیار کر لیا کیونکہ عبودیت اور بندگی کا معنیٰ ادب کے ساتھ لگے رہنا ہے اور سرکشی و گمراہی سخت بے ادبی ہے۔"

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک رات مَیں نے اپنے معمول کے مطابق اپنے اوراد و نوافل سے فارغ ہو کر کسی قدر سستانے کی خاطر محراب میں پاؤں کو سیدھا پھیلا دیا۔ اس وقت غیب سے آواز آئی کہ "اے سرّی! یہ تو بادشاہ کی بیٹھک ہوئی! تو بندہ ہو کر مجھ شہنشاہ اکبر کے سامنے یوں پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے؟" مَیں نے یہ سن کر جھٹ پاؤں کو سمیٹ لیا اور کہا "اے مالک! قسم تیری عزّت و جبروت کی۔ آج سے لے کر دمِ آخر تک ہرگز پاؤں نہیں پھیلاؤں گا۔"

رسول اللہ ﷺ کے ادب کے متعلق یہ بات شائع و ذائع ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا "اللہ پاک نے تمام روئے زمین کو میری نظر کے سامنے پیش فرمایا اور اس کے مشرقوں اور مغربوں کو مجھے دکھلایا گیا" ایسا نہیں فرمایا کہ "مَیں نے نہیں دیکھا" کیونکہ مَیں نے

دیکھا'' کے جملہ میں دعویٰ و کبرو بے ادبی شامل ہے اور ''مجھے دکھلایا گیا'' کے فقرے میں اپنی بے بسی، عاجزی اور ادب مضمر ہے۔ یہ ہے ادبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اللہ تعالیٰ جل جلالہ۔

گناہ اگرچہ نبود اختیارِ ما حافظؔ
تو در طریقِ ادب کوش کو گناہِ من است

(حافظ شیرازی)

یعنی: اے حافظ! اگر چہ بندے سے گناہ بھی قضائے الٰہی سے صادر ہوتا ہے جس میں بندے کی طاقت واختیار کو بالکل دخل نہیں ہے۔ پھر بھی تم راہِ ادب سے ہٹنے کی کوشش مت کرو اور اقرار کرلو کہ خدایا گناہ میرا ہے اور مجھ سے صادر ہوا ہے۔ یہ طریقۂ ادب ہے۔ جسے ابوالبشر آدم علیہ السلام اپنی اولاد کو سکھا گئے ہیں کہ گندم کھانا میرا قصور ہے۔ الٰہی تو مغفرت کا اہل ہے، عاجز کو معاف کردے۔ ''ربّنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین.''

گفت شیطاں کہ بما اغویتنی
کرد فعلِ خود نہاں دیو دّنی

(مولانا روم)

یعنی: عزازیل ملعون نے قادرِ مطلق پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اے مالک تو نے مجھے کیوں اور کس لیے گمراہ اور اپنی رحمت سے نامید کردیا؟ شیطان نے اپنی بے ادبی اور بدفعلی پر نظر نہ کرتے ہوئے خالقِ اکبر پر الزام لگایا۔ اور اس نے اپنے قصور کا اعتراف نہ کیا اور اللہ پاک کو نعوذ باللہ بے انصافی کا ہدف ٹھہرایا۔

گفت آدم کہ ظلمنا انفسنا
اوز فعلِ حق نہ بود غافل چوما

یعنی: آدم علیہ السلام نے اپنے گناہ کا اعترف کرکے بارگاہِ الٰہی میں درخواست کی کہ اے

میرے پروردگار! مجھ سے خطا سرزد ہوگئی ہے۔ مَیں نے نافرمانی کرکے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ بندہ تیری مغفرت کا طالب ہے۔ حالانکہ آدم علیہ السلام ارادۂ مولیٰ اور قدرتِ الٰہی سے ہم جیسے ناشناس نہ تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ مجھ سے یہ فعل صادر فرمانے والی مرضیِ خالق وحکمِ ربّ الارباب ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی انھوں نے ادب کا پاس رکھا اور ظلم کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا۔ یہ تھا ادب مع اللہ جس کا سبق باوا آدم نے اپنی اولاد کو تعلیم فرمایا۔

در گنہ او از ادب پنہانش کرد
زاں گنہ بر خود زدن او بر بخورد

یعنی: آدم علیہ السلام نے بطریقِ ادب اپنے آپ کو گناہ میں پوشیدہ کرلیا۔ پھر گناہ و خطا کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرکے، لباسِ گناہ میں ملبوس ظاہر کرنے کی وجہ سے مغفرت، رحمت اور مراتبِ اعلیٰ کا ثمرہ حاصل کیا۔

بعدِ توبہ گفتش اے آدم نہ من
آفریدم در تو ایں جرم و محن

یعنی: بعدِ مغفرت و رضامندی اللہ جل شانہ نے آدم سے پوچھا کہ اے آدم! تیرے اس جرم وقصور، غم و درد کو پیدا کرنے والا کیا مَیں خدا نہیں ہوں؟ تیرے ہر فعل کا خالق میرے سوا کون ہوسکتا ہے؟ کیا تجھے علم نہیں کہ ایک ذرّہ بھی میرے ارادہ و حکم کے بغیر حرکت نہیں کرسکتا؟

نَے کہ تقدیر و قضائے من بد آں
چوں بوقتِ عذر کردی آں نہاں

یعنی: کیا گندم کی طرف تیرا ہاتھ جانا میری قضا و قدر سے نہ تھا؟ پھر تو نے عذرخواہی کے وقت اس مضمون کو کیوں چھپا رکھا؟ تمام تر جرم وقصور کو اپنے اوپر کیوں دھرلیا؟

گفت ترسیدم، آدب نگذاشتم
گفت من ہم پاسِ آنت داشتم

یعنی: آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے پروردگار! میرے دل میں، ہاتھ سے ادب چھوٹ جانے کا خطرہ لاحق ہوا اور مَیں نے حد درجے گھبرا کر جرمِ گناہ کو اپنی ذات کی طرف نسبت دے دی۔ تو اللہ پاک نے خوش ہوکر فرمایا کہ جبھی تو مَیں نے تیرے ادب کا پاس رکھتے ہوئے اپنی رحمت ومغفرت کا خزانہ تجھ پر لُٹا دیا۔

از خدا خواهیم توفیقِ آدب
بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

یعنی: اے اللہ پاک! تو ہمیں ادب عطا فرما۔ تجھ ہی سے ہم ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ بے ادبی کے خذلان سے ہمیں محفوظ رکھ کیونکہ بے ادب ہمیشہ فضلِ رب سے محروم ہوتا ہے۔

بے ادب تنہا نہ خود رادشت بد
بلکہ آتش درہمہ آفاق زد

یعنی: بے ادب فرد، تنہا اپنے کو محروم وبدنصیب نہیں بناتا بلکہ بے ادب کی حرکتوں سے پوری دنیا میں آگ لگ جاتی ہے۔ ایسی ایک ذات کے باعث سارے جہان کے تباہی و بربادی کے منھ میں گرنے کی نوبت آجاتی ہے۔

از ادب پُر نور گشت ست ایں فلك
و زادبِ معصوم و پاك آمد ملك

یعنی: اس آسمان کی صفائی وروشنی ادب سے ہے اور ادب ہی کے باعث فرشتے پاک اور معصوم بن گئے ہیں۔

ادبو النفس ایها الا صحاب
طُرَق العشق کلها آداب

(مُلاّ عبدالرحمٰن جامی)

یعنی: اے اللہ کی تلاش میں نکل پڑنے والے! پہلے اپنے نفس کو مودّب ومہذّب

بنالے کیونکہ عشق ومحبتِ الٰہی کے تمام راستے آداب درآداب ہی سے طے ہوتے ہیں۔

مــــایـــــۂ دولـــت ابـــد ادب اســـت
پــــایــــۂ رفـعـــت خـــرد ادب اســـت

یعنی: دولتِ ابدی و مایۂ سرمدی ادب سے ہے۔ خردمندی و اقبال مندی کی بلندی کا زینہ ادب کے سوا کوئی چیز نہیں ہے۔

چیســـــــت ادب ؟ دادِ بـــنـــدگـــــی دادن
بـــــر حـــدودِ خـــدائـــــی ایســــنـــــادن

یعنی: ادب کیا چیز ہے؟ ادب بندگی کا حق ادا کرتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ قدم کو خدائی حدود سے ذرّہ بھر آگے نہ بڑھانے کا ہردم خیال رکھنا ہے۔

قـــول و فـــعـــــل وشـــنیـــدن و دیـــدن
بـــمـــــوازیـــــنِ شـــــرع ســــنـجیـــدن

یعنی: بندگی کا حق ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے قول، فعل، سننا اور دیکھنا بلکہ ہر حرکت کو شرعِ محمدی ﷺ کے ترازو پر تولتے رہنے کی عادت پیدا کرکے فطرتِ ثانیہ بنالے۔

دیـــــنِ اســــلام در ادب طـــلـبـــــی ســـــت
کــفـــر و طــغیـــان رســـومِ بے ادبی ست

یعنی: ادب ڈھونڈھنے اور اختیار کرنے کا نام ''دین اسلام'' ہے۔
ہر رسم بے ادبی، کفر وضلالت کی راہ اور سرکشی وگمراہی کی پگڈنڈی ہے۔

عشــــق جـــز دولـــت و هـــدایـــت نسیـــت
جـــــز کشـــــاد دل و عـــنـــــایـــت نیســـت
لا یـــجـــوز و یـــجـــوزتــــا اجـــل ســــت
عــــلـــــمِ عشـــق رانہـــــایـــت نیســـــت

(مولانا رومی)

یعنی: عشقِ مولیٰ، دولتِ ہدایت، شرحِ صدر اور عنایتِ محض کے سوا اور کچھ نہیں۔ جائز اور ناجائز کی آخری حدود صرف موت تک ہیے۔ لیکن علمِ عشق الٰہی کی غایت وانتہا نہیں ہے۔

مکتبِ عشق اور انداز نرالے ہیں　　اُس کی چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

ہر کرا نیست نم گرچہ نماید خدمت
خدمت او بحقیقت ہمہ زرق ست وریا

(مولانا روم)

یعنی: جس کے پاس ادب نہیں ہے اگرچہ وہ خدمت کرکے دکھائے۔ لیکن حقیقت میں اس کی ساری خدمت کو دھوکا، فریب اور دکھاوا ہی سمجھو۔

O قال انس رضی اللّٰہ عنه " الادب فی العمل علامه قبول العمل."

وقال اب عطاء رضی اللّٰہ عنه "الآداب الوقوف مع المستحسنات، من قیل ما معناه؟ قال "ان نعامل اللّٰہ سرّاو علنا بالادب فاذا کنت کذلک کنت ادیبا وان کنت اعجمیا."

وروی عن ابن المبارک رضی اللّٰہ عنه انه قال " نحن الی قلیل من الادب احوج منا الی کثیر من العلم."

وعنه ایضا انه قال "الادب للعارف کالتوبة للمستأنف."

وروی عن ابی نصر الطوسی رضی اللّٰہ عنه یقول "الناس فی الادب ثلاث طبقات. اما اهل الدنیا فاکثروا آدابهم فی الفصاحة والبلاغة و حفظ العلوم وأسماء الملوک واشعار العرب. واما اهل الدین فاکثر آدابهم فی ریاضته النفوس وتادیب الجوارح و حفظ الحدود ترک الشهوات.

واما اهل الخصوصیة فاکثر آدابهم فی طهارة القلوب ومراعاة الاسرار والوفا بالعهود حفظ الوقت وقلة الالتفات الی الخو اطرو حسن

الادب فی مواقف الطلب واوقات الحضور و مقامات القرب."

وقیل مدّ ابن عطاء رضی اللّٰہ عنہ رجلہ یوما بین اصحابہ وقال "ترک الادب بین اھل الادب" ویشھد لھٰذہ الحکایۃ الخبر الذی روی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کان عندہ ابوبکر و عمر رضی اللّٰہ عنھما فدخل، عثمان رضی اللّٰہ عنہ فغطی فخذہ وقال "الا استحیی من رجل لتستمی منہ الملائکۃ" نبہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم "ان حشمۃ عثمان رضی اللّٰہ عنہ وان عظمت عندہ فالحالۃ التی بینہ وبین ابی بکر و عمر رضی اللّٰہ عنھما کانت اصفی."

وقال الجنید رضی اللّٰہ عنہ "اذا صحت المحبۃ سقطت شروط الادب." (رسالۃ القشیریۃ للامام شھاب الدین السھروردی، صفحہ ۱۲۹)

سمعت الاستاذ ابا علی رضی اللّٰہ عنہ یقول فی قولہ عزوجل "وایوب اذ نادیٰ ربہ انی مسنی الضروانت ارحم الرحمین" قال لم یقل " ارحمنی" لانہ حفظ آداب الخطاب. وکذلک عیسی علیہ السلام حیث قال "ان تعذبھم فانھم عبادک" وقال "ان کنت قلتہ فقد علمتہ" ولم اقل" رعایۃ الاداب الحضرۃ.

سمعت الجنید رضی اللّٰہ عنہ یقول " جاء بعض الصالحین یوم جمعۃ فقال لی ابعث معی فقیراً یدخل علیّ سرورا ویاکل معی شیئا فالتفت فاذا انا بفقیر شھدت فیہ الفاقۃ فدعوتہ وقلت لہ امض مع ھذا الشیخ و أدخل علیہ سرورا فمضی فلم ألبث ان جاء نی الرجل و قال لی یا ابا القاسم لم یأکل ذلک الرجل الّا لقمۃ و خرج فقلت لعلک قلت کلمۃ جفاء علیہ فقال لی لم اقل شیأ فالتفت فاذا أنا بالفقیر جالس. فقلت لہ لِمَ لم تتمّ علیہ

السرور؟ فقال یا سیّدی خرجت ن الکوفة و قدمت بغداد ولم آکل شیأ و کرهت ان یبدو سوء أدب منّی من جهة الفاقة فی حضرتک فلمّا دعوتنی سررت اذجریٰ ذلک ابتداء منک فمضیت و أنا الا أرضی له الجنان فلما جلست علی مائدة سوّی قمة وقال کل فهذا أحبا لیّ من عشرة الآف درهم فلما سمعت هذا منه علمت انه دنئ الهمّة. فتظرفت ان آکل طعامه فقال الجنید رضی اللّٰه عنه ألم اقل لک انک أسأت أدبک معه فقال یا ابا القاسم التوبة فسأله ان یمضی معه ویفرحه."

(رسالة القشریة، صفحه ۱۶۹)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ "عمل میں ادب کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا قبولیتِ عمل کی علامت ہے۔"

حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "محسنات کی حد پر رُک جانا ادب کہلاتا ہے۔" تو ان سے پوچھا گیا کہ حضرت کے قول کے کیا معنیٰ ہے؟ فرمایا کہ "تم ظاہری اور مخفی طور پر، ادب کے ساتھ اللہ پاک سے معاملہ رکھو۔ جب اس طرح بن جاؤ گے تو تم ادیب کہلاؤ گے۔ چاہے تم عجمی ہی کیوں نہ ہو۔"

حضرت ابن المبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم قدرِ قلیل ادب والوں کے مقابلے میں کثرتِ علم والے، ہم سے زیادہ ادب کے محتاج ہیں۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ "عارف کے لیے ادب، مبتدی کے لیے توبہ کے مانند ہے۔" یعنی مبتدی کا آغاز توبہ سے ہوتا ہے اور عارف کا آغاز ادب سے ہوتا ہے۔

شیخ ابی نصر الطّوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ادب میں لوگوں کے تین گروہ ہیں۔ پہلا گروہ اہلِ دنیا ہے۔ ان کے اکثر آداب، فصاحت و بلاغت، علوم اور شاہوں کے ناموں اور عرب کے اشعار کا حفظ کرنا ہوتا ہے۔

دوسرا اہلِ دین ہے۔ ان کے اکثر آداب، ریاضتِ نفوس، اعضا و جوارح کو مودّب

بنانا، حدودِ شرع کی حفاظت اور ترکِ شہوات پر کمر باندھنا ہوتا ہے۔

تیسرا اہلِ خصوصیت ہے۔ ان کے اکثر آداب، دلوں کی پاکیزگی، اسرارِ الٰہیہ کی نگرانی، عہدو میثاقِ ازلی کی وفا، وقت کی حفاظت و پاسداری، خواطرِ نفس سے باالتفاتی، طلبِ محبتِ الٰہی کی منزلوں میں حُسنِ ادب، ہر لمحہ حضوریٔ قلب کی طرف دھیان اور مقاماتِ قرب کی جستجو ہوتی ہے۔"

کہا گیا ہے کہ شیخ ابن عطاء رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے ساتھیوں کے درمیان لمبے پاؤں تانے اور فرمایا کہ "مودّبوں اور مہذّبوں کے درمیان ادب کو چھوڑنا بھی ادب ہے۔"

(کیونکہ اہلِ ادب راحت وحرکت کی ضرورت کو بخوبی پہچانتے ہیں لیکن مبتدی سمجھ نہیں پاتے اور اس نافہمی سے بے ادبی صادر ہوجاتی ہے۔ وہ بھی شیخ کو دیکھ کر، اس قسم کی حرکتیں کرنے لگتے ہیں۔ جس کی بدولت انھیں محرومی و بدنصیبی ہاتھ آتی ہے۔)

حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ، عارفوں کے درمیان، پاؤں کھینچنے کے جواز پر حضرت ﷺ کی اس حدیث کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں "ایک دن حضرت سرورِ کائنات ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔ حضرت ﷺ نے دورانِ گفتگو اپنے تہبند کو ران مبارک تک کھینچ رکھا تھا کہ اتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپہنچے۔ حضرت ﷺ نے جھٹ اپنی ران کو ڈھانک لیا اور فرمایا کہ "کیا مَیں اُس شخص سے نہ شرماؤں جس سے فرشتے تک شرماتے ہیں؟" اس فرمان سے حضرت اقدس ﷺ نے اپنی امّت کو متنبہ فرمایا کہ "اگر چہ عثمان کی عزّت و بزرگی، رسول اللہ کی نظر پاک میں بہت بڑھی ہوئی ہے لیکن رسول اللہ اور ابوبکر وعمر کے درمیان جو نزدیکی و یاری ہے وہ عثمان کی قدر و منزلت سے بدرجہا اعلیٰ و افضل ہے۔"

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب محبت کامل ہوجاتی ہے تو ادب کے شرائط ساقط ہوجاتے ہیں۔"

(شیخ ابوعثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب محبت میں پختگی آ جاتی ہے تو عاشق پر ادب کی ملازمت، انتہائی درجہ ضروری و لازمی بن جاتی ہے۔"

حضرت جنید رضی اللہ عنہ اور شیخ ابوعثمان رضی اللہ عنہ کے اقوال میں گو بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت دونوں قول اپنی اپنی جگہ پر صحیح و بجا ہیں۔ مثال کے طور پر نماز ادا کرنے کے لیے قبلہ کی طرف منہ کرنا لازمی ہے۔ لیکن اگر کوئی صحرا یا کوئی ایسی جگہ میں ہو جہاں پر وہ تمیز نہیں کرسکتا ہو کہ قبلہ کس طرف ہے۔ اس وقت اس کے لیے غور و فکر کے بعد جس سمت اس کا ظنّ غالب ہو، اُس سمت نماز ادا کرسکتا ہے۔ اُس حالت میں اگر وہ غیر قبلہ کی طرف سجدہ کرلیا تو بھی اُس کی نماز ادا ہو جائے گی۔

یہاں بھی حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ جب محبت اس درجے تک پہنچ جائے کہ یگانگت سے دوئی کا گمان ختم ہو جائے، اُس وقت شروطِ ادب کی ضرورت مطلقاً باقی نہیں رہتی۔

حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ کے قول کا مقصد یہ ہے کہ اپنی محبت کی پختگی پر اعتماد کرکے، بے پرواہی برتنا غلطی سے خالی نہیں ہے کیونکہ تمہارے گمان کے مطابق تمہاری محبت کی پختگی، اگر محبوب کی نظر میں غیر پختہ و ناتمام قرار پائے تو تمہارا ترکِ ادب تمہیں ضرور ضرر پہنچا کر رہے گا۔ لہٰذا صحتِ محبت کے اعتماد پر بھی، دامنِ ادب کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا واجب ہے۔

(یاد رہے ایک ہی مسئلے کا جواب حالات کے اختلاف پر مختلف ہوا کرتا ہے)

شیخ استاد ابوعلی رضی اللہ عنہ کو کلامِ پاک کی مندرجہ ذیل آیت شریفہ کے متعلق فرماتے ہوئے مَیں نے سنا کہ "وایّوب اذ نادیٰ ربّہ انی مسّنی الضروانت ارحم الراحمین" حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے حالتِ مرض میں اللہ پاک سے یوں فریاد کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے بدحالی و بیماری نے ضرر پہنچا رکھا ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔"

یہاں پر حضرت ایوب علیہ السلام نے ''ارحمنی'' ''مجھ پر رحم کر'' نہیں فرمایا بلکہ یوں کہاں کہ تو ''ارحم الرّاحمین'' ہے۔ یہ جملہ اللہ پاک کو خطاب کرنے میں، انتہائی ادب کو ملحوظ رکھنے کی قرآنی مثال ہے۔

بعینہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''ان تعذبھم فانھم عبادک'' اے پروردگار! اگر تو میری نافرمان اُمت پر عذاب فرمائے تو تیری مرضی! مجھ سے کیا سروکار! کیونکہ وہ تو تیرے ہی بندے ہیں۔ تو جو چاہے کرے۔ مجھے بیچ میں دخل اندازی کی ہمت کیسے ہوسکتی ہے؟

اگر کجرو ہیں انجم، آسماں تیرا ہے یا میرا
مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو، جہاں تیرا ہے یا میرا
اُسے صبحِ ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر
مجھے معلوم کیا! وہ رازداں تیرا ہے یا میرا

(علامہ اقبال)

پھر عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے ''ان کنت قلته فقد علمته'' اگر مَیں نے تیری نافرمانی کی نیت سے ایسی بات کہہ دی تو اس کا علم تیرے پاس بدرجۂ اتم موجود ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں یوں نہ کہا کہ ''اے پروردگار! مَیں نے تو ایسا بالکل نہیں کہا'' یہ ہے حضرتِ الٰہی کے آداب کی نگرانی ورعایت کی نہایت۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا ہے کہ میرے سوا تمہیں اور تمہاری ماں کو الگ دو خدا سمجھیں؟ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا ''ان کنت قلته فقد علمته'' اگر مَیں نے ایسا کہا ہے تو وہ تیرے علم سے باہر نہیں ہے۔ کیونکہ تو عالم الغیب والشھادۃ ہے۔ یہاں میرے اقرار وانکار کی حاجت ہی نہیں۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے مَیں نے سنا کہ

''جمعہ کے دن ایک مردِ صالح نے میری خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی کہ

حضرت کسی فقیر و مسکین کو میرے ساتھ کر دیجئے تا کہ اس کی ہم نشینی سے مجھے قدرے مسرّت حاصل ہو اور وہ میرے ساتھ کچھ تناول بھی کر لے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک فقیر کو سامنے پایا جس میں بھوک کا اثر ظاہر تھا۔ میں نے اس فقیر کو بلایا اور کہا کہ اس جناب کے ساتھ جا کر انھیں خوش کرو۔ یہ سُن کر وہ میرے سامنے سے اُٹھا اور اس شخص کے ساتھ چل پڑا۔ ابھی چند منٹ بھی نہیں گزرے کہ وہ مدعو کرنے والا شخص میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ اے ابا القاسم جنید! اس فقیر نے ایک ہی لقمہ کھایا اور میرے مکان سے نکل گیا۔ میں نے اس سے کہا "شاید تم نے اس سے کوئی دل آزادی کی بات کہہ دی ہوگی۔ اس شخص نے انکار کرتے ہوئے کہ "مَیں نے اس سے اس قسم کی کوئی بات نہیں کی" پھر مَیں نے سامنے کی طرف دیکھا تو اس فقیر کو اپنے سامنے بیٹھا ہوا پایا۔ میں نے اُس سے کہا کہ تم نے اس کی خوشی میں پورا پورا ساتھ کیوں نہ دیا؟ فقیر نے جواب دیا کہ اے میرے سردار! بندہ کوفہ سے چل کر بغداد پہنچا اور کوئی چیز کھائی یا پی نہیں تھی۔ پھر مجھے یہ بھی نہیں بھایا کہ آپ کے سامنے بھوک کی وجہ سے مجھ سے کوئی بے ادبی صادر ہو جائے۔ جب آپ نے مجھے بلا کر اس شخص کے ساتھ کر دیا مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میرا پہلا فعل آپ ہی کی طرف سے شروع ہوا۔ پس میں چلا، حالانکہ میں اس کے سرور میں شرکت پر راضی و خوش نہ تھا۔ پھر جب بندہ اس کے دسترخوان پر بیٹھا، اس نے ایک لقمہ برابر کر کے بولا کہ "کھاؤ یہ لقمہ میرے نزدیک دس ہزار درہم سے زیادہ عزیز و مرغوب ہے۔ یہ سن کر مجھے اس بات کا علم ہو گیا کہ یہ شخص پست ہمّت ہے۔ لہٰذا اس کا کھانا کھانے سے باز رہنے کو معقول سمجھا اور بندہ پلٹ آیا۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ اے شیخ! کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ ضرور تم نے اس کے ساتھ بے ادبی کا برتاؤ کیا ہے؟ اس شخص نے اعتراف کرتے ہوئے حضرت جنید کے سامنے توبہ کی۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے اس فقیر سے کہا کہ اب اس کے ساتھ چل اور اُسے خوش کر۔"

مائدہ از آسماں درمی رسید
بے صداع بیع وبے رنجِ خرید

از میانِ قومِ موسیٰ چند کس
بے ادب گفتند کو سیر و عدس
منقطع شدنان خوان از آسماں
ماند رنج زرع وبیل و داسماں

(مثنوی مولانا روم)

یعنی: موسیٰ علیہ السلام کی التجا نے کھانے سے چُنا ہوا دسترخوان آسمان سے خرید و فروخت کی تکلیف کے بغیر مہیّا کیا۔ لیکن قومِ موسیٰ کے چند بے ادبوں نے پروردگار کی رحمت محض سے آسودہ نہ ہوکر، دال اور لہسن کا مطالبہ کیا۔ جس کے نتیجے میں خوانِ رحمتِ الٰہی آسمان سے اُترنا بند ہوگیا اور بنی اسرائیل اس بے ادبی کی بدولت زراعت، کدال اور پھاوڑے کی کلفت و مشقت میں پھنس گئے۔

باز چوں عیسیٰ شفاعت کرد حق
نان فرستاد و غنیمت پُر طبق
مائدہ از آسماں شد عائدہ
چونکہ گفت انزل علینا مائدہ
ہر کہ گستاخی کند اندر طریق
گردد اندر وادیٔ حیرت غریق

یعنی: پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ جل جلالہ سے خوانِ نعمتِ غیبی کی درخواست کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مفت بھرپور نان وحلوے کا طبق بھیجا۔ اب خوانِ الٰہی آسمان سے پھر آنا شروع ہوا کیونکہ لسانِ رسول خدا عیسیٰ بن مریم علیہما الصلاۃ والسلام کی صدا ''ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء'' بیکار نہیں جا سکتی۔

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خوب آسودہ ہوکر کھانے کو کہا لیکن کل کے لیے ذخیرہ کرنے، جمع رکھنے سے منع فرمایا کیونکہ خزانۂ قدرت میں کچھ کمی نہیں ہے۔ مگر کم

بختوں نے مارے حرص و وسوسہ کے پوشیدہ طور پر جمع کرنے لگے۔ اس بے ادبی پر، دریائے کرم کی روانی، مائدہ کا اترنا پھر بند ہوگیا۔)

لٰہذا حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص عشق ومحبتِ الٰہی کی راہ میں گستاخی کرتا ہے وہ آخرکار حیرت وندامت کی وادی میں ڈوب مرتا ہے۔

ناقة اللّٰه بزاده بدعائے صالح
جهت معجزۂ دیں زکمرگاهِ جبل
هاں دهاں ناقۂ حقّیم، تعرّض مکنید
تا نبرد سرِتاں صارم حق عزّوجل

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے، دین کی خاطر معجزے کے طور پر، پہاڑ کے درمیان سے اونٹنی کو پیدا فرمایا۔

ہم جاں نثارانِ وحدہ لاشریک بھی ''ناقۃ اللہ'' اللہ کی اونٹنیاں ہیں۔ ہمارے ساتھ گستاخی سے پرہیز کرو اور ہم سے لڑنے مت آؤ۔

اگر آؤ گے تو تمہارا سر اور گردن حق تعالیٰ کی شمشیر سے دوٹکڑے کردی جائے گی۔ جو حالت قومِ صالح علیہ السلام کے بے ادبوں اور سرکشوں کی ہوئی تمہاری بھی وہی حالت ہوکر رہے گی۔

اولیاء چشم غیب بکشانید
باقیاں جمله کورو کرمیرند
عارفان جانب نعیم روند
غافلان خوار و بیخبر میرند
وآنکه ایں جاعلف پرست بودند
گاؤ بودند و جمله خر میرند

وآنکہ اخلاقِ مصطفیٰ شاں بود
بندۂ آل و باخبر میرند

(مولانا روم)

یعنی: اولیاء اللہ غیب کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور باقی سب اندھے اور بہرے بن کر مرتے ہیں۔ جماعتِ عارف نعمتِ عظمیٰ جنتِ نعیم کو سدھارتے ہیں اور غافل لوگ ذلیل وخوار ہو کر بے خبری میں مرتے ہیں۔

جو شخص اس جہانِ رنگ و بو میں صرف علف پرست ہوتا ہے یعنی صرف گھاس کی تلاش، جستجوئے معاش کی طرف مائل ہوتا ہے وہ گویا کہ گائے اور بیل ہے اور ایسے افراد گدھے کی موت مرتے ہیں۔

لیکن جو اخلاقِ مصطفیٰ سے آراستہ ہوتا ہے وہ دوست، رشتے دار اور پیروکار بن کر عالمِ ہوشیاری میں مرتا ہے اور جہانِ سدابہار کی طرف خوش خوش رواں دواں ہوتا ہے۔

عمل ایں وآنگہے لبِ نغمہ پرداز
کہ مسکین ایں ندارد و آں ندارد
مکافاتِ عمل ارزاق خلق ست
ہوائے نفس قوتِ جاں ندارد
زنا فرمانی و ناشکرئ حق
ہزاراں عید ویك قربان ندارد
چناں از بے زاری شادلت عرفیؔ
کہ پنداری بزر ایماں ندارد

(شیخ جمال الدین عرفی، صفحہ ۱۰۵)

یعنی: اللہ کی طلب اور اس کے لیے عمل، پھر شکوہ و شکایت کے گیت گانا کہ مسکین کے پاس یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے، بڑے تعجب کی بات ہے۔ اللہ کی طلب کے ساتھ کسی دوسری

شے کی طلب شرک کے مترادف نہیں ہے؟
عمل کی جزا، مخلوق کا رزق ہے۔ خواہشاتِ نفس میں روح کی غذا و خوراک نہیں ہے۔
اللہ پاک کی اس قدر نافرمانی و ناشکری! تم کہ ہزار ہا عید وخوشی عطا ہوتی ہے مگر تم میں ایثار وقربانی کی صفت صفر کے برابر ہے۔
عرفی ناداری و بے بسی سے اس درجہ خوش ہے کہ تم دیکھ کر یقین کر لو گے کہ وہ زر و سیم اور دولت وثروت پر ایمان نہیں رکھتا۔

قالو اغدا العيد، فاأنت لابسه ‏ فقلت خلعة ساق حبه جرعا
فقر و صبر هما ثوباى تحتهما ‏ قلب يرى الفه الاعيار والجمعا
احرى الملابس ان تلقى الحبيب به ‏ يوم التزاور فى الثوب الذى خلعا
الدهرى لى ماتم ان غبت يا املى ‏ والعيد ما كنت لى مرأى و مستمعا

(رسالة القشيرية صفحه ١٦۴)

ترجمہ: احباب پوچھتے ہیں کہ کل عید ہے تم کیا پہنو گے؟ تو مَیں کہتا ہوں کہ وہ لباسِ محبت، جو اُس کی محبت نے گھونٹ گھونٹ پلا کر سیراب کر دی ہے۔ وہی خلعتِ محبت تو پہنوں گا۔
فقر اور صبر، یہ دونوں میرے کپڑے ہیں جن کے نیچے مَیں اپنے دل کی نظر سے محبوب کی عیدوں اور جمعیتوں کی مسرتوں کو دیکھ پاتا ہوں۔
محبوب سے ملاقات کے لیے نہایت مناسب و موزوں ترین لباس، بروزِ لقاوہ کپڑے ہوتے ہیں جو خود محبوب نے منتخب فرما کر عطا کیے ہوں۔
اے میرے محبوب! اے میری امیدوں کی آماجگاہ! اگر تو میری نظروں سے پوشیدہ ہے تو زمانہ وزندگی میرے لیے غم و ماتم کا وجود ہے لیکن تیری دید اور تیرے کلام کی سماعت میرے لیے ہزار عید سے زیادہ ہے۔

هزار گونه ادب، جاں ز عشق آموزد
که آں ادب نتواں یافتن بمکتب ها

خــرد نـدانـد و حیــران شـودز مذہـبِ عشق
اگــرچــہ واقف بــاشـد زجـمـلـہ مذہـب ھـا

(مولانا روم)

یعنی: مکتبِ عشق سے عاشق کی جان ہزار ہا قسم کے آداب حاصل کرتی ہے جو آداب دنیا کے مکتبوں سے حاصل نہیں ہوتے۔ عقل ان چیزوں کو سمجھ نہیں پاتی اور طریقۂ مذہبِ عشق سے متحیر ہوجاتی ہے۔ اگرچہ وہ تمام مذہبوں کے رسم وراہ سے واقف کار ہی کیوں نہ ہوں۔

در عشــق طــلـب بــایـد، در راہ ادب بــایـد
آں را کـــہ بــود دولـت، در رہِ ادبـی بـاشـد

یعنی: عشقِ الٰہی میں طلب ضروری ہے۔ اور راہِ طلب میں ادب لازمی ہے۔ جس کی قسمت میں دولتِ محبت لکھی جاچکی ہے وہ راہِ ادب سے ذرّہ برابر ہٹنا گوارا نہیں کرتا۔

ز آدم اگــر بــگــردی، ادبـی خـدای نیسـت
ابــلیـــس وار ســنـگ خـوری از کفِ خـدا
آری خــدای نیســـت ولیــکــن خــدائے را
ایـں سُـنّــتـی سـت رفتــہ در اســرارِ کبریـا

(مولانا جلال الدین)

یعنی: اگر آدم علیہ السلام کو یعنی اہل اللہ کو ادب کرنے سے تم نے سرتابی کی۔ یہی سرتابی اللہ کے نزدیک حتمی طور پر بے ادبی ہے کیونکہ یہ تمہاری سرتابی حکمِ ایزدی کی سرتابی کے مترادف ہے۔

یقیناً اہل اللہ، ربّ اکبر ہرگز نہیں ہیں۔ لیکن یہ سُنّتِ الٰہی اور عادتِ خداوندی ہے جو اسرارِ کبریا میں جاری وساری ہے۔ اُس کے ہر حکم کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے مان لینا ہی بندگی کا دوسرا نام ہے۔ اعتراض کرنا بندۂ خدا کا کام نہیں ہے۔ یہ تو ملعون ابدی شیطانِ رجیم کی خصوصیت ہے۔ اعتراض سے اعراض کا نام ''تصوف'' ہے۔ بندے کے لیے فعلِ الٰہی

پر لب کشائی کرنا حرامِ مطلق ہے۔''لایسئل عما یفعل وھم یسئلون۔''

آں راکہ دریں سودا، علم و ادبی باشد
در آخرایں سودا، سودِ عجبی باشد
روزے ز طلبگاری، مطلوب بدست آید
گرزانکہ ترا دل، عشق و طلبی باشد

(مولانا روم)

یعنی: سودائے عشق و محبت میں، جس نے علم کے ساتھ ادب کو لازم ملزوم رکھا، وہ انجام کار ایک سودِ عجیب و نفع عظیم کا مالک ہوتا ہے۔ اگر دل میں عشقِ مولا کی طلب ہے تو ایک نہ ایک دن علم و ادب کی بدولت مطلوب ہاتھ آئے گا۔

گفتگوئے عاشقاں در کارِ ربّ
جوششِ عشق ست، نے ترکِ ادب
ہر کہ کرداز جامِ حق یك جرعہ نوش
نے ادب ماندد رو، نے عقل و ہوش

یعنی: اللہ جل شانہ کی اطاعت میں، عاشقانِ سرمست کی گفتگو، عشق و محبت کے جذبات سے لبریز ہوتی ہے۔ وہاں ترکِ ادب صادر ہونے کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ جس نے محبتِ الٰہی کے پیالے سے ایک گھونٹ پی لیا، اُس پر خدا مستی اس قدر چھا جاتی ہے کہ اُس میں نہ عقل و ہوش باقی رہتا ہے، نہ ادب و تمیز کا فرق سوجھتا ہے۔ اُس وقت وہ مرفوع القلم بن جاتا ہے۔

یك نفس کہ دلِ یارِ ما، ز ما برمید
چرا رمید زما لطفِ کردگار چرا؟
مگر کہ لطفِ خدا، اوست ما غلط کردیم
و گرنہ خوبئ او، گشت بے کنار چرا؟

(مولانا روم)

یعنی: لمحہ بھر کے لیے جب اپنے محبوب مرشد و خدامست کا دل ہم سے برہم ہو جاتا ہے تو لطفِ پروردگار ہم سے کیوں دور ہو جاتی ہے؟ افسوس مَیں نے سمجھنے میں غلطی کر دی۔ کیونکہ ولی مرشد و خدامست کامل ہستی بذاتِ خود لطفِ کردگار کا مخزن ہوتا ہے۔ ورنہ اس کی خوبیوں اور سربلندی کے سمندر کی پہنائی اس درجہ عمیق و بے کنار کیسے ہو گئی ہے؟

O قال موسیٰ علیه السلام " الهی اسألک ان لا یقال لی مالیس فی" فاوحی اللّٰه تعالیٰ الیه" ما فعلت ذلک لنفسی فکیف افعله لک؟"

وحکی ان ابراهیم بن ادهم رضی اللّٰه عنه خرج الی بعض البراری فاستقبله جندی. فقال این العمران؟ فاشار الی المقبرة. فضرب رأسه و أوضحه فلمّا جاوزه قیل له انه ابراهم بن ادهم زاهد خراسان. فجاء ه یعتذر الیه. فقال انک لمّا ضربتنی سألت اللّٰه لک الجنة. فقال لِمَ ؟فقال "علمت انی أوجر علیه فلم أردان یکون نصیبی منک الخیر و نصیبک منّی الشرّ؟"

حکی ان ابا عثمان الحیری رضی اللّٰه عنه دعاه انسان الی ضیافته فلمّا وافی باب داره قال یا استاذ لیس الاٰن وقت دخولک وقدندمت فانصرف. فرجع ابوعثمان رضی اللّٰه عنه فلما وافی منزله عادالیه الرجل وقال یا استاذ ندمت وأخذ یعتذر وقال "احضر الساعة" فقام ابو عثمان و مضیٰ فلمّا وافی باب داره قال مثل ما قال فی الاولیٰ ثم کذلک فعل فی الثالثة والرابعة وابو عثمان ینصرف و یحضر. فلما کان بعد مرّات قال "یا استاذ أردت اختبارک" وأخذ یعتذر ویمدحه. فقال ابوعثمان رضی اللّٰه عنه "لاتمدحنی علی خُلُق تجد مثله مع الکلاب، الکلب اذا دعی حضر. واذا زجرا نزجر."

(رسالة القشیریة، صفحه ۱۴۵)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے درخواست کی کہ ''اے میرے مالک! مَیں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ لوگ میری مخالفت میں وہ باتیں نہ کہیں جو درحقیقت مجھ میں نہیں ہیں۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ ''اے موسیٰ! جو چیز مَیں نے خالقِ کائنات ہوکر اپنی ذات کے لیے نہیں کی، وہ چیز تمہارے لیے کیسے کروں؟

مانجی اللّٰہ والرسول معاً　　　من لسان الوریٰ فکیف أنا

یعنی: اللہ اور اللہ کے رسول تک لوگوں کی زبان سے بچ نہ سکے پھر ہماری اور تمہاری بات تو بہت دور کی ہے۔

○ نقل ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کسی صحرا کی طرف نکل پڑے۔ اچانک ایک سپاہی نے سامنے آکر پوچھا کہ ''آبادی کہاں ہے؟'' ابراہیم ادھم رضی اللہ عنہ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا۔ سپاہی نے مذاق خیال کرتے ہوئے غصے میں آکر اُن کے سر پر ڈنڈا مارا اور پھوڑ ڈالا۔ پھر جب سپاہی آگے بڑھا۔ اور لوگوں سے اس مجنون کی بے ادبی اور اس پر کاری ضرب لگانے کا قصہ سنایا تو لوگ بول پڑے کہ جناب وہ تو خراسان کے مشہور ومعروف زاہد حضرت ابراہیم ادھم رضی اللہ عنہ ہیں۔ سپاہی نے واپس حضرت ابراہیم ادھم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر معذرت چاہی۔ شیخ ابراہیم ادھم نے فرمایا کہ ''جب تم نے مجھے مارا مَیں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے جنت کی درخواست کردی'' سپاہی نے پوچھا کہ ''یہ کیسے؟'' شیخ ابراہیم ادھم نے فرمایا کہ ''جب مجھے اس بات کا علم ہے کہ تمہاری ایذا رسانی پر صبر کرنے سے مَیں عنداللہ ماجور ہوں گا، تو مَیں نے یہ نہیں چاہا کہ تمہاری طرف سے مجھے نیکی اور ثواب ملے اور میری طرف سے تمہیں برائی وعقاب کا حصہ نصیب ہو۔''

بخش دے اُس بتِ سفاک کو اے داورِ حشر
خون خود مجھ میں تھا، خون کا دعویٰ کیسا؟

نقل ہے کہ شیخ ابوعثمان حیری رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے کچھ تناول فرمانے کے لیے بلایا۔ جب شیخ صاحب اس کے دروازے پر پہنچے تو میزبان نے کہا کہ اے استاد! یہ وقت آپ کے داخل ہونے کا نہیں ہے۔ مَیں نادم ہوں۔ آپ لوٹ جایئے۔ حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے۔ جب گھر پہنچے وہ مدعو کرنے والا شخص پھر آیا اور کہنے لگا کہ مجھے حیا آتی ہے، میری معذرت قبول کیجیے اور براہِ کرم اس وقت تشریف لایئے۔ حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ اُٹھ کر چلنے لگے۔ جب اُس شخص کے دروازے پر پہنچے اُس نے پھر وہی برتاؤ کیا جو پہلے کیا تھا۔ حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ کو نامراد لوٹ آنا پڑا۔ اسی طرح تیسری اور چوتھی دفعہ بلایا اور بار بار لوٹایا۔ حضرت ابوعثمان لوٹ جاتے اور بلانے پر پھر حاضر ہوجاتے تھے۔ اسی طرح متعدد مرتبہ کے بعد میزبان کہنے لگا کہ ''اے استاد! مَیں نے آپ کو آزمانے اور پرکھنے کے ارادے سے یہ حرکتیں کی ہیں'' وہ عذرخواہی کرنے لگا اور حضرت کی ازحد ستائش کرنے میں مصروف ہوگیا۔ حضرت ابوعثمان نے فرمایا کہ ''ایک ایسی خصلت پر جو تمام کتوں میں پائی جاتی ہے۔ میری تعریف کرنا فضول ہے کیونکہ کتّے کو جب ہڈی دکھا کر بلایا جاتا ہے وہ حاضر ہوجاتا ہے اور جب اسے ڈانٹ پلا کر دفع کیا جاتا ہے وہ رک جاتا ہے اور لوٹ جاتا ہے۔

درِ زاہدے شکستم، بدعا نمود رغبت
کہ برو کہ روزگارت ہمہ باقرار بادا

(مولانا روم)

یعنی: جب مَیں نے ایک عابد کے گھر کا دروازہ توڑا۔ دعا کی رغبت سے اُس نے ہاتھ پھیلا دیا اور کہا کہ جاؤ تمہاری پوری زندگی اللہ پاک مسرتوں سے بھر دے۔

سپہر بیضۂ عنقا بود کنوں دریاب
کہ تو بدعوئ ہستی چہ ژاژ میخائی

(عرفی شیرازی)

یعنی: آسمان بیضۂ عنقا کی طرح معدوم ہے۔ عقل کا ناخن پیدا کر۔ ناحق ہستی کا دعویٰ کرنا، بے ہودہ گپ مارنا ہے۔

مگو کہ جوہر الماس و مصئون از سنگ
کہ دھر سنگ بکف حاضر و تو مینائی

یعنی: یہ مت سوچو کہ تم جوہرِ الماس ہو اور پتھر کی مار سے محفوظ ہو کیونکہ زمانہ یعنی موت ہاتھ میں پتھر لیے تمہارے شیشۂ وجود کو توڑنے کے لیے حاضر ہے۔

مبصران ہمہ تن چشم در حریم وصال
تو جملہ دست و شکم پیش منّ وسلوائی

یعنی: مشتاقانِ الٰہی پورے جسم کو آنکھ بنا کر مشاہدۂ معشوقِ حقیقی میں مستغرق ہیں اور تم پورے وجود کو ہاتھ اور پیٹ بنائے منّ و سلویٰ کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ کچھ تو ذکر و فکرِ حق کی طرف خیال کرو۔

چگونہ شاہد عصمت ز تونہ پرہیزد
کہ در شکستن ناموس نا شکیبائی

یعنی: وہ خالقِ ازل و ابد تم سے کیوں دور نہ رہے۔ تم اب تک ناموس و عزت کے پردے کی دریدگی پر افسردہ و پریشان و بے صبری کا شکار ہو۔

عصا بکف نہ و تکبیر فتح خواں وبرو
کہ نشنود ز توہمّت کہ ناتوانائی

یعنی: ہاتھ میں عصا لو اور فتح کی تکبیر پڑھتے ہوئے راہِ عشق طے کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری ہمت و ارادت، تمہاری ناتوانی و کمزوری بھانپ لے۔

نہ قرار ماند مارا، نہ دل از دعائے یاری
کہ بخونِ ماست تشنہ کہ خداش یار بادا

یعنی: میرا دل تمہارے لیے دعاؤں سے مدد کرنے کے سوا قرار و طمانیت نہیں پاتا۔

میرے خون کا پیاسا، میری فنا کا خواستگار، میرا محبوب خالقِ ارض وسما ہے۔ جب یہ کام تمہارے ہاتھوں سے پورا ہوا تو تمہیں دعا دینے کے سوا میرے پاس اور کیا رکھا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تم سے راضی رہے۔

تو خیر اندیش خلقی، پس چنیں باید دعائے تو
کہ یارب آنچہ بہر خلق اندیشی ہماں بینی

(عرفی)

یعنی: عرؔفی جب تم مخلوقِ خدا کے خیر خواہ ہو تو تمہاری دعا ایسی ہونی چاہیے کہ اے خالقِ کائنات تو اپنے بندوں کے لیے جس قسم کی بہبودی چاہتا ہے، ویسا ہی ہونے کی استدعا کرتا ہوں۔

چو جان زار بلا دیدہ، با خدا گوید
کہ کس بجز تو ندارم چہ خوش بود بخدا
جوابش آید ازاں سو، کہ من ترا ازیں پس
بہ ہیچ کس نگذارم، چہ خوش بود بخدا

(مولانا روم)

یعنی: جب کوئی مصیبت زدہ، سوختہ جگر خدا تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ اے مالک! تیرے سوا بندہ کسی کو یار و مددگار نہیں پاتا۔ قسم بخدا یہ بات قدر خوب ہے کہ حدِ بیان سے باہر ہے۔ اس وقت قادرِ مطلق کی جانب سے جواب آتا ہے کہ اب سے لے کر مَیں تجھ کو کسی کی حمایت کا محتاج نہ کروں گا۔ اس جواب کی خوبی کیا کوئی بیان کرسکتا ہے؟

خمش باش وکن از بود خویشتن توبہ
کجاست آں دمِ مستغفرین بالا سحار
دریں زماں کہ عسلہائے فقرمی لیسم
بچشم مامگسے می شود سپہ سالار

(مولانا روم)

یعنی: خاموش رہو اور اپنے وجودِ ہستی سے توبہ کرلو۔ مستغفرین بالاسحار یعنی صبح کے وقت خشوع وخضوع سے دربارِ الٰہی میں استغفار کرکے اپنی ہستی وخودی سے باہر نکل پڑنا کیا تمہارے ذہن سے خارج ہوگیا ہے؟

اس عرصے میں جب مَیں فقر کا شہد چاٹتا ہوں میری نظر میں ایک مکھی سپہ سالار دکھائی دیتی ہے۔ بڑائی اور کبریائی مالک کو زیب دیتی ہے۔ مسکینی و بے چارگی بندے کا زیور وتمغہ ہے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

اے ذوق کس کو چشمِ حقارت سے دیکھیے
سب ہم سے ہیں زیادہ، کوئی ہم سے کم نہیں

طریقِ عشق ہمہ مستی آمد و پستی
کہ سیل پست رود کے رود سوئے علیا

یعنی: عشقِ الٰہی کی راہ ہمہ مستی وسراسر بے خودی اور عجز کی آخری حد ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ سیلاب پستی کی طرف دوڑتا ہے۔ بلندی کی جانب رواں کہاں دیکھا ہے؟

دیکھا تو خاکساری ہی عالی مقام ہے
جوں جوں بلند ہم ہوئے پستی نظر پڑی

بہرِ تواضع اے بشر بنشست عیسیٰ بر خرے
ورنہ سواری کے کند، بر پشتِ خر بادِ صبا

یعنی: کمتری و بے بسی کے اظہار کی خاطر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گدھے کی سواری کی۔ ورنہ ابن مریم کہاں اور پشتِ خر کہاں؟ سبقِ ابن مریم اگر ازبر نہ کرلوگے تو زبر کو چھوڑ کر زیر کی مشق میں زندگی گزر جائے گی۔

چنداں همی کن یاد حق کز خود فراموشت شود
تامحودر مدعو شوی، بے ریب داعی و دعا

یعنی: یادِ حق کی کثرت سے خود فراموشی حاصل ہونے تک کوشاں رہو۔ تا کہ بلانے والا اور بلاوے سے گزر کر جس کو بلایا یا پکارا جا رہا ہے، اُس میں تم محو ہو جاؤ۔

مکن ناموس با قلّاش بنشیں
کہ پیش عاشقاں چہ خاص و چہ عام

یعنی: اپنی عزت و بزرگی کی طرف نظر نہ کرو۔ ہر کس و ناکس، ہر بلند قد و پست قامت کے پاس بیٹھو تا کہ نفس افسردہ و پژمردہ ہو جائے۔ کیونکہ عاشقانِ الٰہی کا دھیان ہمیشہ محبوب کی طرف ہوتا ہے۔ خاص و عام کا خیال ذہن سے خارج رہتا ہے۔

قرب نَے بالا و پستی رفتن است
قربِ حق از جنس ہستی رستن است

یعنی: اوپر نیچے کے سفر کو رب کی قربت نہیں کہا جاتا۔ اپنی خودی و ہستی سے چھٹکارا پانے کا نام "قربِ حق و دوستیِ داور" کہا جاتا ہے۔

پاك شو از خویش وہمہ خاك شو
تاکہ ز خاكِ تو بروید گیاہ
ورچو گیاہ خشك شوی، خوش بسوز
تاکہ زسوزِ تو فروزد ضیا
ورشوی از سوز چو خاکستری
باشد و خاکستر تو کیمیا

(دیوان شمس تبریز)

یعنی: اپنی خودی سے پاک ہو کر ہمہ تن خاک بن جاؤ تا کہ تمہاری مٹی سے گھاس پیدا ہونے لگے۔ جب تمہاری یہ گھاس سوکھ جائے گی تو خوب جلے گی اور اس کے جلنے سے روشنی بڑھے گی۔

تمہاری مٹی سے اُگی ہوئی گھاس خشک ہو کر اور جل کر روشنی پیدا کرنے کے بعد جب

راکھ بن جائے گی تو پھر یہ راکھ کیمیا کی صورت اختیار کرلے گی۔ یہاں سے تمہاری کامیابی کا آغاز ہے۔اب جو بھی تمہاری صحبت اختیار کرے گا وہ سونا بن جائے گا۔

یوسفی درچاہ تو شاہی ولیك
بے سریری، بے کلاھی بے لوا
چاہ راچوں قصرِ قیصر کردۂ
کیمیائی، کیمیائی، کیمیا

یعنی: اے یوسف علیہ السلام! تم کنویں کے اندر بادشاہ بنے ہوئے ہو۔لیکن ایسا بے نظیر بادشاہ جو نہ تخت رکھتا ہے، نہ تاج اور نہ ہی پرچم۔

تاریک کنویں کو تم نے قیصر روم کا شاہی محل بنادیا ہے۔یہی تو پتھر کو سونے میں تبدیل کرنے کا حقیقی علمِ کیمیا ہے۔جو اللہ والوں کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

راہ این ست سعدیؔ کہ مردانِ راہ
بعزّت نکردندر خود نگاہ
ازیں برملائك شرف داشتند
کہ خود رابہ از سگ نہ پنداشتند

(شیخ سعدی)

یعنی: اے سعدیؔ! اللہ کی راہ پر گامزن ہونے والوں کا ہمیشہ یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ لوگ اپنے نفس کو عزت کی نظر سے نہیں دیکھتے اور ہمیشہ اپنے کو سب سے کم یقین کرتے ہیں۔

جبھی تو وہ لوگ مشرف و بزرگی میں فرشتوں سے برتری حاصل کرلیتے ہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کو کتے سے بہتر نہیں گمان کرتے۔

ہنرور چنیں زندگانی کند
جفا بیند و مہربانی کند

(شیخ سعدی)

یعنی: خدا شناس ہستیاں اپنی زندگیاں یوں بسر کرتی ہیں کہ جب غیروں سے جفا و ستم دیکھتی ہیں تو اس کے عوض میں مہربانی کرتی ہیں اور رنج و ملال پہنچانے والوں کے لیے خیریتِ عقبٰی و بہبودی دنیا چاہتی ہیں۔

شربِ گل از ابر بود، شرب دل از صبر بود
ابـــر حـــریفِ گیـاہ، صبـــر حـــریف ضیـاء

(مولانا روم)

یعنی: زمین کی سیرابی سے بادل ہے اور دل کی آسودگی صبر کی بدولت ہے۔ گھاس کی دوستی ابر سے ہے اور روشن ضمیری کا یار صبر و تحمل ہے۔

بیـنـد ازم مـن ایـں سـرابـه پیشـش
اگـرچـه سـربـه پیـشِ اوحـقیرسـت

(مولانا روم)

یعنی: اپنے محبوب کے مقابل میں اپنے سر کو گرائے رکھتا ہوں گر چہ میرا سر اس کے سامنے ایک حقیر سی چیز ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن میرے پاس اس سے زیادہ قیمت کی کوئی شئے موجود ہی نہیں، ورنہ پیش کر دیتا۔

مشـو نـومیـد از دشـنـام دلـدار
کـه بـعـدِ رنـج روزہ روزِ عید یسـت

یعنی: محبوب کی تلخ کلامی و دل آزاری سے نا امید ہرگز نہ ہو جیسے ''لا تقنطوا من رحمة الله '' کیونکہ روزوں کی مشقت و ملال کے بعد عید اور عیدی حاصل کرنے کا دن بھی موجود ہے۔

بـلا دُرّیسـت در عـالـمِ نہـانی　　　　که بر ما گنج و بر بیگانه مارست

(مولانا روم)

یعنی: رنج والم، آفت و بلا، عالمِ برزخ و جہانِ آخرت میں عاشقانِ وحدہ لاشریک کے لیے موتیوں کی مانند ہیں کیونکہ یہ درد و غم خدا شناسوں کے لیے دولتِ ابدی ہیں اور محبتِ

الٰہی سے بیگانوں کے لیے زہریلے سانپ ثابت ہوں گے۔

برائے تشنگانِ عشق باقی
زکویت خاک صافی ترزآب ست

یعنی: عشقِ باقی کے پیاسوں کے لیے، اے محبوب! تمہاری گلی کی صاف مٹی وخشک ریت، پانی سے زیادہ نم وتر ہے۔

تو تیغِ آتشیں زن بر سرِ نفس
کہ اوراروی سخت آہنیں ست
کہ آہنِ نرم جز آتش نگردد
دوائے آنچناں علّت چنیں ست
دِلا دعویِٔ دانائی تو کم کن
کہ پیشت پیش رو، راہ بین ست

(مولانا روم)

یعنی: اے عاشقِ الٰہی! اپنے نفس کے سر پر آگ کی تلوار زور سے مار، کیونکہ نفس کا رخسار سخت فولادی ہے۔ اور فولاد بغیر تیز آگ نرم نہیں ہوتا۔ اس قسم کی بیماری دفع کرنے کا یہی راستہ ہے۔ اے دل اپنی دانش مندی کا دعویٰ کم سے کمتر کردے۔ کیونکہ تیرے آگے چلنے والا رہبر راستہ خوب جانتا ہے۔

بجز بازوی خوبت عشقبازی
حرامست و حرامست و حرامست
چو چشمِ خود بمالم خود بجز تو
کدامست و کدام ست وکدام ست
غم و شادی مادر پیشِ تختت
غلام ست و غلام ست و غلام ست

(مولانا روم)

یعنی: خوبی و بلندیٔ اخلاق کے بغیر عشق بازی حرام ہی حرام ہے۔

جب اپنی آنکھوں کو مَل کر دیکھتا ہوں تو تمہارے سوا کوئی نظر میں نہیں ہے، کوئی نہیں ہے۔ تمہارے تختِ جبروتی کے سامنے مسرّت و ملال کی کچھ حقیقت نہیں۔ وہ سب تمہارا عطا کردہ غلام ہی غلام ہے۔

O ایک شخص اُس جنگل سے گزر رہا تھا، جہاں ایک فقیر گدڑی پوش رہتا تھا۔ اتنے میں اُسے اچانک فقیر کی جھونپڑی سے کتے کے بھوکنے کی آواز سُنائی دی۔ تو وہ شخص درویش کی غذا و توشے کی حفاظت کی خاطر جھونپڑی کے اندر آ کر دیکھا تو عارف پیر کو عبادت میں مشغول پایا۔ وہاں کوئی کتا نہ تھا۔ شرمندہ ہو کر جب واپس جانے لگا تو جھونپڑی کے اندر سے گدڑی پوش عارف نے کہا کہ دوست! واپس نہ جا اور اندر آ۔ تاکہ مَیں بتادوں کہ جو کتے کی آواز تم نے سُنی ہے حقیقت میں وہ میری آواز تھی۔ (بوستان سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

چو دیدم کہ بیچارگی می خرد
نہادم ز سر کبر و رای و خرد
چو سگ بر درش بانگ کردم بسے
کہ مسکیں تر از سگ ندیدم کسے

یعنی: مَیں نے اپنے مالک کو خاکساری کا خریدار جب سے پایا، اپنے سر پر سے عقل و خرد، کبر و خود رائی کو اُٹھا کر پھینک دیا۔ اور جب کتے سے زیادہ غریب و مسکین مخلوقِ الٰہی میں کسی کو نہ دیکھا تو سیرتِ مسکینی حاصل کرنے کے لیے دربارِ الٰہی میں کتا بن کر کتّے کی طرح آوازیں نکال رہا ہوں۔ تاکہ وہ مجھے اپنی غلامی کے لیے خرید لے۔

چو خواہی کہ در قدرِ والا رسی
زشیبِ تواضع ببالا رسی

یعنی: سعدی فرماتے ہیں کہ اگر تم رفعت پسند و قدر کے طالب ہو تو یاد رکھو کہ عاجزی

کی پستی، اس فراز و بلندی کا زینۂ اوّل ہے۔

O وقال ابراهيم بن ادهم رضى اللّٰه عنه " ماسررت فى اسلامى الّا ثلاث مرّات. مرة كنت فى سفينة و فيها رجل مضحاك. كان يقول كنّا نأخذ العلج فى بلاد الترك هكذا و كان يأخذ بشعر رأسى ويهزّنى فيسرنى ذلك لا لم يكن فى تلك الفية أحدا حقر فى عينه منّى.

والاخرى كنت عليلا فى مسجد. فدخل المؤذّن وقال أخرج. فلم أطق فأخذ برجلى و جرنى الى خارج المسجد.

والثالثة كنت بالشام وعلىّ فرو فنظرت فيه فلم أميّز بين شعره وبين القمل لكثرته فسرنى ذلك."

وفى حكاية اُخرىٰ عنه قال "ماسررت بشئى كسرورى انى كنت يوماً جالساً فجاء انسان وبال علىّ.

قال ابن عطاء رضى اللّٰه عنه " التواضع قبول الحق ممن كان."

" وقيل ركب زيدبن ثابت رضى اللّٰه عنه فدنا ابن عباس رضى اللّٰه عنه ليأخذ بركابه فقال مهه يا ابن عمّ رسول اللّٰه. فقال هكذا أمرنا نفعل بعلمائنا. فأخذ زيدبن ثابت يدابن عباس فقبّلها وقال هكذا أمرنا ان نفعل باهل بيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم."

(رسالة القشيرية، صفحه ۱۹)

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری اسلامی زندگی میں تین مرتبہ اتنی مسرت حاصل ہوئی جس کی مثال میری پوری زندگی میں نہیں ملتی۔

پہلی بار: مَیں ایک جہاز میں سوار تھا۔ مسافروں کے درمیان ایک حد درجے مذاقیہ مسخرہ شخص بھی تھا۔ وہ میرے قریب آ کر اپنے ہمراہیوں سے کہتا تھا کہ ہم ترکستان میں

چھوٹے چھوٹے کھجوروں کے درخت تو یوں پکڑتے تھے۔ یہ کہہ کر وہ میرے سر کے سفید بالوں کو مضبوطی سے پکڑ کر خوب کھنچتا اور مجھے ہلاتا اور سب کو ہنساتا تھا۔ اس حرکت نے مجھے بے حد مسرور کر دیا۔ کیونکہ جہاز پر اس کی آنکھوں میں مجھ سے زیادہ حقیر و مسکین کوئی نہ تھا۔

دوسری بار: مَیں ایک مسجد میں بیمار تھا۔ کچھ دیر بعد موذن صاحب تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ نکل جا۔ مجھ میں نکلنے کی طاقت نہ تھی تو اُس نے میرے ایک پاؤں کو پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مسجد سے باہر پھینک دیا۔

تیسری بار: مَیں ملکِ شام میں تھا۔ میرے بدن پر ایک پوستین تھی۔ جب مَیں نے پوستین کو دیکھا تو اس کے بالوں میں جوؤں اور موذی کیڑوں کی کثرت کی بدولت تمیز نہ کر سکا کہ کہاں پوستین ہے اور کہاں جوئیں ہیں۔ اس بات پر مجھے بے حد مسرت ہوئی کیونکہ اب مجھے عین الیقین ہو گیا ہے کہ روئے زمین پر مجھ سے زیادہ ذلیل و فقیر کوئی نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل ہے کہ مجھے اور ایک دفعہ از حد مسرت یوں عطا ہوئی کہ مَیں رنجور و غمگین ایک سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور مجھے آدمی کی صورت میں دیکھتے ہوئے بھی عمداً میرے سر و بدن پر پیشاب کر کے چلا گیا۔ مجھے اپنے نفس کی موت پر حیاتِ ابدی پانے کی طرح خوشی ہوئی۔

شیخ ابن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''خاکساری و فروتنی ہر حال میں نظرِ حق میں قبولیت کی دلیل ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو قرنِ اوّل کے رئیس العلماء تھے، جب سفر کے ارادے سے گھوڑے پر سوار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اُن کے قریب جا کر اُن کے پاؤں رکھنے کے لیے رکاب کو تھامنے لگے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی! خدارا رُک جایئے۔ اپنے مبارک ہاتھ سے رکاب نہ پکڑیئے۔ حضرت ابن عباس فرمانے لگے کہ حضرت! ہمارے رسول نے اپنے علماء کے ساتھ اس ہی طرح کے برتاؤ کا حکم فرمایا ہے۔ یہ سُن کر حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابن عباس کے دستِ مبارک کو پکڑ کر چوم لیا اور

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کے اہلِ بیت سے اس قسم کے سلوک کا حکم فرمایا ہے۔

بزرگوں واہلِ بیت کے ادب کا یہ ایک بے مثال نقشہ ہے۔

حـریـص وجهـان سـوز وسرکـش مبـاش
زخـــاك آفـــريـد نـــت آتـــش مبـــاش

(شیخ سعدی)

یعنی: لالچی، دنیا میں آگ لگانے والے اور نافرمان مت بنو۔ جب تمہیں مٹی سے تخلیق کیا گیا ہے پھر آگ بننے کے کیا مطلب ہے؟

طـريـقـت جـز ايـں نيسـت درويـش را
کـــه افـــگـنـده دار دتـنِ خـويـــش را
بـــلـــنـديـت بـايـد، تـواضـع گـزيـں
کـــه ايـں بـام را نيسـت سُـلّـم جـزيں

یعنی: رب کی معرفت کی کنجی، ہوشیار درویش کی نظر میں اس کے سوا نہیں ہے کہ اپنے وجود کو سب کے مقابل گرائے رکھے۔

اگر تمہیں بلندی وسرفرازی کے حصول کی چاہت ہے تو ہر قربانی اور ہر قیمت پر خاکساری و بےبسی قبول کرلو کیونکہ بامِ ربّ اعلیٰ کے قریب رسائی کے لیے صرف یہی ایک سیڑھی ہے۔

O وقيـل تشـا جـرابوذر رضى اللّٰه عنه و بلال رضى اللّٰه عنه فعير ابو ذر بـلالا بـالسـواد فشكاه الى النبى صلى اللّٰه عليه وآله وسلم فقال يا أباذر انـه بـقى فى قلبـک من كبر الجاهلية شئى ! فألقى ابوذر نفسه و حلف ان لا يرفع رأسه حتّى يطأ بلال خدّه بقدمه فلم يرفع حتى فعل بلال ذلک.

وقيـل قسـم عمر بن الخطاب رضى اللّٰه عنه الحلل بين الصحابة من

غنیمته فبعث الی معاذ رضی اللّٰہ عنه حلّة یمنیة فباعها واشتری ستة اعبد وأعتقهم فبلغ عمر رضی اللّٰہ عنه ذلک فکان لقیم الحلل بعده فبعث الیه حلّة دون تلک. فعاتبه معاذ رضی اللّٰہ عنه فقال له عمر رضی اللّٰہ عنه لامعاتبة لانک بعث الاولیٰ فقال معاذ رضی اللّٰہ عنه وما علیک أدفع الی نصیبی وقد خلفت لاضربنّ بها رأسک فقال عمر رضی اللّٰہ عنه هذا رأسی بین یدیک وقدیر فق الشیخ بالشیخ. (رسالة القشیریة، صفحه ۱۹۱)

ترجمہ: نقل ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوگیا تھا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو سیاہ رنگ حبشی ہونے کا طعنہ دے کر شرم دلائی۔ حضرت بلال نے سرکار دو عالم ﷺ کے پاس آ کر شکایت کردی۔ حضرت ﷺ نے ابوذر کو بلا کر فرمایا کہ ''اے ابوذر! تمہارے دل میں اب تک جاہلیت کا غرور کسی قدر باقی رہ گیا ہے۔'' یہ سنتے ہی ابوذر نے اپنے جسم کو زمین پر گرادیا اور قسم کھائی کہ اس وقت تک مٹی سے سر کو نہ اٹھاؤں گا، جب تک بلال میرے چہرے کو اپنے پاؤں سے نہ کچلیں۔'' ابوذر زمین پر پڑے رہے۔ آخر انھیں اٹھانے کی خاطر بلال کو اُن کے گال پر پاؤں رکھنا ہی پڑا۔

نقل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایامِ خلافت میں ایک روز اموالِ غنیمت میں سے چادریں صحابیوں کے درمیان بانٹیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قیمتی یمنی چادر بھیجی۔ جس کو معاذ رضی اللہ عنہ نے بیچ کر چھ غلام خریدے اور راہِ خدا میں آزاد کردیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچ گئی۔ بعد میں جب پھر اموالِ غنیمت بانٹنے کا وقت آیا تو معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس یمنی چادر کے بجائے ایک معمولی چادر بھیجی گئی۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے غصے میں جھگڑنا شروع کردیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''غصہ و ملامت کرنے کی حاجت نہیں۔ تم نے میری بھیجی ہوئی پہلی چادر بیچ ڈالی۔'' معاذ رضی اللہ عنہ کہنے لگے ''تمہارا اس سے کیا تعلق؟ میرا حصہ مجھے دو۔ کیونکہ مَیں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اگر تم نہ

دو گے تو اس چادر سے تمہارے سر پر ماروں گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سر کو ان کے سامنے جھکاتے ہوئے فرمایا کہ ''لو یہ میرا سر حاضر ہے جو تمہارے سامنے خم ہے۔ جتنی مرضی ہو مارلو، حالانکہ مجھے تو صرف یہ علم ہے کہ معمّر شخص اپنے جیسے عمر رسیدہ فرد کے سامنے نرمی اور دوستی سے پیش آتے ہیں۔''

چہ خوش گفت شیدائے شوریدہ سر
جوابی کہ شاید نوشتن بزر
دلم خانۂ مہر یار و بس
ازاں مے نگنجد در و کینِ کس

(سعدی شرازی)

یعنی: کیا خوب فرمایا ہے ایک شوریدہ سر وسوختہ جگر دیوانے نے جب اس کے دل کی حالت و کیفیت کے متعلق پوچھا گیا۔ اس خدا مست کے جواب کو سونے سے لکھ کر رکھنا چاہیے۔ اُس نے کہا کہ ''میرا دل میرے محبوب کی محبت کا ایک ٹھکانہ و منزل ہے اور بس۔ میرے اس دل و خانۂ محبوب میں کسی کا کینہ، کسی کی دشمنی کی گنجائش نہیں ہے۔''

اگر تو عاشقِ عشقی و عشق را جویا
بگیر خنجرِ تیزو ببر گلوی حیا

(مولانا روم)

یعنی: اگر تو محبت الٰہی میں سرگشتہ ہوکر اس کی محبت کا متلاشی ہے تو ایک تیز خنجر لے کر حیا و شرم کے گلے کو کاٹ دے۔

ہزار گونہ جنوں ازچہ کرد آں مجنوں
ہزار شید بر آورد آں گزیں شیدا

یعنی: ہزار قسم کی دیوانگی مجنوں نے کیوں کر دکھائی اور ہزار ہا فریب و بہانہ اس شیدائی نے کیوں اختیار کیا؟

گہی قبا بدرید و گہی بکوہ دوید

گہی ز زھر چشید و گہی گزید فنا

یعنی: کبھی دامن کو پھاڑا اور کبھی کوہ و بیاباں میں بے اختیار دوڑا۔ کبھی مشقت اُٹھائی اور کبھی موت کو پسند کیا۔

چو عنکبوت چناں صیدہائے زفت گرفت

بہ بیں چہ صید کند دامِ ربّی الاعلیٰ

یعنی: جب مکڑی اس قدر سخت و توانا شکار پکڑ لیتی ہے تو ذرا غور کرو کہ **"ربّی الاعلیٰ جل جلالہ"** کا جال اور پھندا کس قدر مضبوط اور طاقتور شکار پکڑنے میں طاق ہوگا۔"

ہر کہ مارا یار نبود، ایزد او را یار باد

وآنکہ مارا رنجہ دارد، راحتش بسیار باد

ہر کہ او در راہِ ما، خارے نہداز دشمنی

ہر گُلے از باغِ عمرش، بشگفد بے خار باد

(شیخ نظام الدین اولیا)

یعنی: جو ہمارے ساتھ دوستی نہیں رکھتا، ہماری دعا ہے کہ خدا اُس کا دوست بن جائے اور جو ہمیں تکلیف پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی فرحت و راحت میں کثرت فرما دے۔ جو دشمنی سے ہمارے راستے میں کانٹے، کوڑا کرکٹ اور غلاظت پھینکتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے گلشنِ حیات میں ہر ہر قسم کے پھول کھلائے، جن میں کانٹوں کا نام نشان نہ ہو۔

آنکہ خور شید بلا بر سرِ اوتیغ زدہ است

گستراں بر سراو، سایۂ احسان و رضا

(مولانا روم)

یعنی: جو شخص آفات و آلام کی گرمیِ خورشید کی تلوار تیرے سر پر مارتا ہے، تو اس کے سر پر احسان و خوشنودی کا سایہ پھیلا دے۔

کسے خواہد کہ او بیدار گردد
کہ خفتہ اومیانِ بوستاں ست

(مولانا روم)

یعنی: جو شخص گلشن کے بیچ، پھولوں کی خوشبوؤں سے دماغ کو معطر کیے ہوئے سویا ہوا ہوتا ہے، وہ ہرگز بیدار ہونا نہیں چاہتا۔ حتیٰ کہ وہ جگانے پر بھی گہری نیند کا بہانہ بنا کر پھر سو جاتا ہے۔ جو خاکساری میں عنایتِ خداوندی کا لامحدود خزانہ پالیتا ہے، وہ تلوار کے وار کو ہاتھ سے روکنا تک نہیں چاہتا۔ بلکہ اُسے جان کی قربانی دے کر اس دولتِ سرمدی کی حفاظت منظور و مرغوب ہوتی ہے۔

عرش کی یہ بلندیاں فرش کی پستیوں سے ہے
ان کا غرور دیکھ کر، بن گئے خاکسار میں

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی "اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ"

(سعدی شیرازی)

یعنی: بُرائی کے بدلے بُرائی کرنا ایک بہت آسان بدلہ ہے۔ اگر تم باہمت و جواں مرد ہو تو قولِ رسول اللہ ﷺ "اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ" پر عمل کرو۔ یعنی علامتِ جواں مردی یہ ہے کہ جو تمہارے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے تو اس کے ساتھ نیکی و خوش سلوکی سے پیش آؤ۔

نہ بینی کہ در کرخ تربت بسے ست
بجُز گورِ معروف، معروف نیست
بدولت کسانی سر افراختند
کہ تاجِ تکبّر بیند اختند

(بوستانِ سعدی)

یعنی: کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ کرخ شہر میں ہزار ہا قبریں ہیں، مگر حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ شریف کے مانند کوئی قبر مشہور و معروف نہیں ہے۔

دولتِ معرفت و خلقت کی نظر میں مقبول ہونے کی خلعت سے وہ شخص کامیابی و سرفرازی پاتا ہے جس نے اپنے سر سے گھمنڈ کی پگڑی اور غرور کا تاج پھینک دیا ہے۔

بر از شاخِ طوبیٰ کسے بر نداشت
کہ امروز تخمِ ارادت نکاشت
ارادت نداری سعادت مجوی
بچوگان خدمت تواں برد گوی

(سعدی شیرازی)

یعنی: جو دنیا آج کی زندگی میں، بزرگوں اور اولیاء سے ارادت و عقیدت کا دانہ اپنے دل میں نہیں بویا۔ وہ کل درختِ طوبیٰ کی شاخ سے پھل توڑنے اور کھانے کی تمنا چھوڑ دے۔

اگر عقیدتِ اولیاء اللہ و ارادتِ بزرگاں سے تمہارا دامن خالی ہے تو دارین کی سعادت و نیک بختی کی تلاش و جستجو سے خود کو پریشان نہ بناؤ۔ کامیابی و نیک انجامی سے تیری قسمت نے آنکھ میچ لی ہے۔ یاد رکھو! صرف خدمتِ بزرگاں کے چوگان ہی کی بدولت کامیابی و رضائے الٰہی کا تمغہ حاصل ہوسکتا ہے۔

O قال النبی صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم " انکم لن تسعوا الناس باموالکم فسعوهم ببسط الوجه و حسن الخلق."

قال الحسن البصری رضی اللّٰه عنه فی قوله تعالیٰ "وثیابک فطهر" ای وخُلقک فحسن.

وقیل کان لبعض النساک شاۃ. فرآها علی ثلاث قوائم. فقال من فعل هذا؟ فقال غلام له "أنا" فقال، لِمَ؟ قال لأغمک بها! فقال "لا بل

لأغمنّ من أمرک بذلک. أذهب انت حُرّ.

وقیل کان اویس القرنی رضی اللّٰہ عنہ اذا رآہ الصبیان یرمونہ بالحجارۃ فیقول ان کان لابدّ فارمونی بالصغار کَی لا تدقوا ساقی فتمنعونی عن الصلاۃ.

وشتم رجل الا حنف بن قیس رحمۃ اللّٰہ علیہ وکان یتبعہ فلمّا قرب من الحی وقف وقال یافتی ان بقی فی قلبک شئی فقلہ کَی لا یسمعک بعض سفھاء الحی فیجیبوک.

و روی ان امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ دعا غلاما لہ فلم یجبہ فدعا ثانیا و ثالثا فلم یجبہ فقام الیہ فرآہ مضطجعاً فقال اَمَا تسمع غلام؟ فقال نعم ! قال فما حملک علی ترک جوابی؟ فقال أمنت عقوبتک فتکاسلت. فقال أمض فأنت حُرّ لوجہ اللّٰہ تعالیٰ.

(رسالۃ القشیریۃ، صفحہ ۱۴۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ "تم لوگ اپنے اموال سے لوگوں کو فارغ البالی اور آسودگی نہ پہنچاؤ گے۔ تو کم از کم خندہ پیشانی، خوش آمیزی اور نیک سلوک سے راحت پہنچاؤ۔"

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کلامِ پاک کی اس آیت شریفہ "**وثیابک فطھر**" یعنی اپنے کپڑوں کو پاک کرلو کے معنیٰ یوں بیان فرماتے ہیں کہ تم پہلے اپنے اخلاق کو درست کرلو۔

کہتے ہیں کہ ایک پارسا کے پاس ایک بکری تھی۔ ایک دن اُنھوں نے اپنی بکری کو تین پاؤں پر چلتے دیکھا اور ایک پاؤں کو ٹوٹا ہوا پایا۔ پوچھا کہ اس بکری کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا۔ ان کے غلام نے جواب دیا کہ میں نے کیا ہے۔ تو پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ غلام بولا کہ آپ کو غمگین و پریشان کرنے کی خاطر میں نے یہ حرکت کی ہے۔ تو وہ زاہد پارسا فرمانے لگے۔ نہیں مَیں اُس کو غم و ملال میں ڈالوں گا جس نے تجھے اس کام کا خیال

دلایا ہے۔یعنی اس شیطان کو مَیں رنجور کروں گا جس نے مجھے غمگین کر کے شکایتِ الٰہی کا سامانِ خطا پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔اب تم جاؤ مَیں نے تم کو اللہ کی رضا مندی و خوشنودی کے لیے آزاد کر دیا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو جب لڑکے دیکھ لیتے تھے تو سب مل کر ان پر پتھر برساتے تھے۔حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ان سے گذارش کرتے تھے کہ اگر تمہارے لیے مجھ پر پتھر پھینکنا ضروری ہے تو مہربانی فرما کر چھوٹے چھوٹے پتھر برسایئے تاکہ بڑے پتھروں سے میری پنڈلی زخمی نہ ہوجائے اور نماز سے باز رکھنے کا تم لوگ سبب قرار نہ پاؤ۔

شیخ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو ایک شخص گالی گلوچ کرتے ہوئے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔گاؤں کے قریب پہنچے تو شیخ احنف رک گئے اور کہنے لگے کہ اے جوان! اگر تمہارے دل میں اور کچھ کہنا باقی رہ گیا ہو تو وہ سب یہاں پر کہہ ڈالو۔تاکہ گاؤں کے ناسمجھ لوگ تمہاری سبّ وشتم سُن کر اُلٹا تمہیں جواب دینے نہ لگیں۔مَیں تمہیں لوگوں کی گالیاں سُنا کر شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔

امیرالمؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو پکارا۔اُس نے سُن کر بھی جواب نہیں دیا۔اسی طرح تین بار بلایا گیا مگر غلام خاموش رہا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اُٹھ کر آئے تو غلام کو لیٹے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ ''کیا تم سنتے نہیں ہو؟'' غلام بولا، کیوں نہیں، ضرور سنتا ہوں۔حضرت علی نے دریافت کیا کہ پھر تم نے میرے بلانے پر لبیک کیوں نہ کہا؟ غلام نے جواب دیا کہ آپ کی نافرمانی پر آپ کبھی سزا نہیں دیتے ہیں۔اس لیے میں آپ کی سزا و شدّت سے بے پرواہ ہوگیا اور سستی میری طبیعت میں بَس گئی ہے۔حضرت علی نے فرمایا کہ ''جاؤ! مَیں نے تم کو اللہ ہی کے لیے آزاد کر دیا ہے۔

یکے گفت باصوفئ با صفا
ندانی فلانت چہ گفت از قفا

بگفتا خموش ائے برادر بخفت
ندانسته بهتر كه دشمن چه گفت

(سعدی)

یعنی: ایک صاف دل صوفی سے کسی نے آ کر کہا کہ کیا آپ کو خبر نہیں ہے کہ فلاں شخص کس درجہ آپ کو گالی گلوچ کر رہا ہے، اور آپ پر بے جا ظلم کر رہا ہے؟

تو اُس آزاد مرد صوفی نے فرمایا کہ اے بھائی! خاموش رہو اور آرام سے رہو۔ کیوں کسی کی باتوں سے اپنے دل کو جلاتے ہو۔ دشمن و بدگمان شخص کی باتیں نہ سننا اور نہ جاننا ہی بہتر ہے۔

بَداں را نوازش کن ائے نیك مرد
که سگ پاس دارد چونانِ تو خورد

یعنی: اے نیک انسان! اوباشوں کے ساتھ احسان و مہربانی سے پیش آ، کیونکہ کتا بھی جس کی روٹی کھاتا ہے، اس کا ادب اور لحاظ رکھتا ہے۔

O وقيل كان ابوذر رضى اللّٰه عنه على حوض يسقى ابلاله، فاسرع بعض الناس اليه فانكسر الحوض. فجلس ثم اضطجع، فقيل له فى ذلك. فقال ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم أمرنا "اذا غضب الرجل ان يجلس فاذا ذهب عنه والّا فليضطجع."

وقيل مكتوب فى الانجيل "عبدى اذكرنى حين تغضب، ذكرك حين أغضب"

قيل ان ابا عثمان رضى اللّٰه عنه احباز بسكة وقت الهاجرة. فألقى عليه من سطح طست رماد. فتغيّر اصحابه وبسطوا ألسنتهم فى الملقى. فقال ابا عثمان "لا تقولوا شيأ من استحق ان يصب عليه النار فصولح على

الرماد لم يجزله ان يغضب."

وقيل كان لعبد اللّٰه الخياط رضى اللّٰه عنه حريف مجوسى يحيط له ثيابا ويدفع اليه دراهم زيوفا وكان عبداللّٰه يأخذها فاتفق انه قام من حانوته يوما لشغل. فجاء المجوسى بالدراهم الزيوف فدفعها الى تلميذه فلم يقبلها فدفع اليه الصحاح. فلمّا رجع عبداللّٰه قال لتلميذه أين قميص المجوسى؟ فذكر له القصّة. فقال بئسما عملت! أئمّة مذمدّة يعاملنى بمثلها وأنا أصبر عليه وألقيها فى بئر لئلّا يغرّ بها غيرى.

ترجمہ: منقول ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک حوض پر اپنے اونٹ کو پانی پلا رہے تھے کہ کچھ لوگوں نے وہاں اونٹوں کو پانی پلانے میں جلد بازی کی اور حوض ٹوٹ گیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، پھر زمین پر لیٹ گئے۔ لوگوں نے ان کی اس حرکت کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ جب کسی کو غصہ آ جائے تو بیٹھ جائے۔ غصہ فرو ہو جائے تو بہتر ورنہ وہ لیٹ جائے تا کہ غصے کا شعلہ بھڑک نہ پڑے۔ نقل ہے کہ انجیل میں مرقوم ہے کہ "اے میرے بندے! مجھے یاد کر جب تجھے غیض وغضب ستائے تو مَیں تجھ کو یاد کروں گا، جب مجھے تجھ پر غصہ آ جائے۔"

ظفرؔ اس کو آدمی نہ جانئے گا کہ ہو کتنا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہا، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

نقل ہے شیخ ابوعثمان رضی اللہ عنہ ظہر کے وقت ساتھیوں کے ہمراہ ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ کہ اچانک چھت پر سے کسی نے راکھ کا برتن اُن کے سر پر گرا دیا۔ اُن کے ہمراہیوں کو غصہ آیا اور وہ گرانے والے پر زبان درازی کرنے لگے۔ ابوعثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خبردار! کچھ نہ کہو۔ جس پر آگ گرائی جانا مناسب ہے، اُس پر راکھ گرا کر اکتفا کیا گیا ہے، اس کے لیے غصہ ہونا جائز نہیں بلکہ شکر ادا کرنے کا مقام ہے۔

نقل ہے کہ عبداللہ الخیاط (درزی) رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں ایک مجوسی رہتا تھا، جو

عبداللہ خیاط رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ کپڑے سلواتا تھا اور اُجرت دیتے وقت کھوٹے روپے ہاتھ میں تھما دیتا تھا۔ جناب عبداللہ جان بوجھ کر قبول کر لیتے تھے۔ ایک دن جناب عبداللہ کسی کام کے لیے دکان سے باہر گئے ہوئے تھے اور اپنے شاگرد کو دکان پر بٹھا کر رکھا تھا۔ اس وقت وہ مجوسی اپنے کپڑے لینے آیا۔ کپڑے لے کر عبداللہ خیاط کے شاگرد کو کھوٹے روپے دیئے۔ شاگرد نے قبول نہیں کیا تو مجوسی کھرا اور اصلی درہم ادا کر کے چلا گیا۔ جب عبداللہ واپس آئے تو شاگرد سے پوچھا کہ مجوسی کی قمیص کہاں ہے؟ شاگرد نے تمام واقعہ سنا دیا۔ تو جناب عبداللہ نے فرمایا ''تم نے بہت برا کیا ہے۔ وہ مجوسی مدّت سے میرے ساتھ یہی معاملہ کرتا آ رہا ہے اور مَیں صبر کرتا رہا ہوں اور اس کے روپیوں کو کنویں میں پھینک دیتا ہوں تا کہ وہ ان کھوٹے درہموں سے میرے سوا کسی دوسرے کو دھوکہ نہ دے۔''

بہت فریب دیئے مجھے زمانے نے
کچھ اور دن مجھے یونہی فریب کھانے دو

بلرزد دست وقتِ زر شمردن — چو بازرگان بداند قدرِ کالا
رہا کن صدر و ناموس و تکبّر — میانِ جاں بجو صدر معلا
کُلاہ رفعت و تاج سلیمان — بہر کَل کَے رسد حاشا و کلّا

(مولانا روم)

یعنی: جو تاجر اپنے مال و اسباب کی قدر و قیمت جانتا ہے، مال فروخت کر کے اشرفی گنتے وقت اس کا ہاتھ کانپتا ہے۔ اگر تو بھی گوہر شناس ہے اور معرفتِ الٰہی کی قدر رکھتا ہے تو بلندی، ناموری اور گھمنڈ کے ارادے چھوڑ دے۔ اور اپنے مقصدِ واحد کی طرف جستجو کا منھ پھیر دے کیونکہ دستارِ عزت اور تاجِ سلیمان ہر گنجے کے سر ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

کرم خوانده سیرتِ سروراں
غلط گفتم اخلاق پیغمبراں

(سعدی شیرازی)

یعنی: دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور کرم فرمانا سرداروں کی خصلت ہوتی ہے۔نہیں نہیں! مَیں نے غلط کہہ دیا بلکہ یہی تو پیغمبروں کے اخلاق ہیں۔

رہ نیک مــــردانِ آزادہ گیـــر　　چـو استـادۂ دسـتِ افتادہ گیر

جواں مرد گرراست خواہی ولی ست　　کرم پیشۂ شاہِ مرداں علی ست

(سعدی)

یعنی: دنیا سے آزاد، نیک ہستیوں کی راہ پر چلو۔جب تم میں توفیقِ الٰہی سے کھڑے ہونے کی قوت ہے تو گرے ہوئے لوگوں کی خبر لو اور عاجزوں کی دستگیری کرو۔

اگر سچّے جواں مرد، سخی و کریم و صاحبِ ہمت کو دیکھنا چاہتے ہو تو کسی دوستِ خدا و مقّربِ الٰہی ولی اللہ کا چہرہ جا دیکھو۔ تمام ولیوں کا بادشاہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کشورِ جود و کرم کے شہنشاہ اعظم ہیں۔

کـہ اے نـفس من در خورِ آتشم　　بـخا کستری روی درہم کشم!

بـزرگـان نکردند در خود نگاہ　　خدا بینی از خویش بیں مخواہ

بزرگی بناموس و گفتار نیست　　بـلـنـدی بدعویٰ و پندار نیست

تـواضـع سـرِ رفـعـت افرازدت　　تـکـبّـر بـخـاك انـدر انـداز دت

بـگـردن فتد سرکش تند خوی　　بـلـنـدیـت بـاید، بلندی مجوی

(سعدی)

یعنی :اے نفس! بندہ مستحقِ آتش ہے۔وہ ایک طبق راکھ سے بیزاری کیوں ظاہر کرے۔اہل اللہ اپنی حیثیت پر نظر نہیں کرتے ہیں۔خود بیں اشخاص سے خدا بینی حاصل نہیں ہوتی۔

بزرگی دائرۂ شہرت و اقوال سے باہر ہے۔اقبال مندی و سرفرازی کی سعادت، دعویٰ، تکبّر اور ظن وگمان سے کوسوں دور ہے۔

خاکساری، تمہاری رفعت و نیک نامی کے سر کو بلند کرتی ہے اور گھمنڈ وغرور تمہیں مٹی

پردے ماریں گے۔

نافرمان، بدخصلت اوندھے سر گرتا ہے اور کوئی خبر گیری بھی نہیں کرتا۔ اگر تمہیں عزت و بلندی چاہیے تو فخر و تکبر کے پاس ہرگز نہ پھٹکو۔ یہ ذلت اور بھٹکنے کی راہ ہے۔

O ”میزانِ محبتِ منعم“

عن ابی هريره رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه و آله وسلم ”من أحبّ لقاء اللّٰه احبّ لقاء. ومن لم يحبّ لقاء اللّٰه لم يحبّ اللّٰه تعالىٰ لقاء.“

وفی شرح الكلام و عبارات الناس كثيرة:

فبعضهم قال ”الحُبّ اسم الصفاء المودّة“ لا العرب تقول لصفاء بياض الاسنان ونضارتها ”حبّب الاسنان.“

وقيل ”الحباب ما يعلو المأ عند المطر الشديد“ فعلى هذا المحبّة غليان القلب و ثورانه عند العطش والاحتياج الى لقاء المحبوب.

وقيل ”الحبّ ماخوذ من الحبّ وهوا لقرط قال الشاعر؎

تبيت الحيّة النضناض منه　　　مكان الحبّ يستمع السرارا

وسمّى القرط حبّا للزومه للأذن.

وقيل ”الحبّ هی الخشبات الاربع التی توضع عليها الجرة. فسميت المحبّة حبّا لانّه يتحمل عن محبوبه كل عزّو ذل.

(رسالة القشيرية، صفحه ١٨٩.١٨٧)

ترجمہ: ”منعم کی محبت کی میزان“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اللہ جل و علا بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے۔ اور جو لقائے الٰہی کو پسند نہیں کرتا، اللہ پاک بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتا۔

شرحِ محبت میں لوگوں کے مختلف اقوال ہیں:

بعض کا قول ہے کہ ''محبت صفائے مودّت کا نام ہے۔ کیونکہ دانتوں کی سفیدی اور چمک کو عربی محاورے میں ''حبب الاسنان'' کہا جاتا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ ''محبت حباب سے ماخوذ ہے، یعنی شدید بارش کے وقت جو کف اور جھاگ پانی کے اوپر آ جاتا ہے۔ تو مقصد یہ ہوا کہ محبت قلب کا جوش مارنا ہے، پیاس کے وقت دل میں شورش ظاہر ہونا اور لقائے محبوب کا ولولہ پیدا ہونا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''حبّ ماخوذ ہے اس لفظ حُبّ سے جس کا معنیٰ قرط یعنی عورتوں کے کان کی بالی کو کہتے ہیں۔ کان کی بالی یعنی قرط کو اس لیے حبّ نام رکھا ہے کیونکہ بالی کان سے جدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح محبت ایک ایسی شئے ہے جو محبّ سے دوری کی متحمل نہیں۔

بعضوں نے کہا ہے کہ ''حُبّ ان چار لکڑیوں کو کہا جاتا ہے۔ جس پر پانی کا گھڑا اور ٹھلیا رکھی جاتی ہے۔ لہٰذا محبت کو حُبّ کہا گیا ہے کیونکہ عاشق اپنے محبوب کی طرف سے آنے والی ہر عزت و ذلّت کو برداشت کرتا ہے جس طرح وہ چار لکڑیاں، ٹھلیا اور گھڑے کے وزن کو اٹھاتی ہیں۔

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

محبت اک سوزِ مشترک ہے، ہم اس کی تشریح کیا کریں گے
نگاہ و دل کا معاملہ ہے، نگاہ و دل فیصلہ کریں گے

در بیشۂ شیراں شو، و از زخم میندیش
کلندیشہ و ترسیدن اشکال زنانہ است

یعنی: شیروں کی جھاڑیوں میں، زخم سے لاپرواہ ہو کر زندگی کرنا سیکھو کیونکہ ڈرنا اور لرزنا خواتین کا شیوہ ہے۔

O واما اقاويل الشيوخ فيه:

فقال بعضهم "المحبّة الميل الدائم بالقلب الهائم"

وقيل "موافقه الحبيب فى المشهد والمغيب"

وقيل "محوالمحب بصفاته واثبات المحبوب بذاته"

وقيل: "خوف ترک الحرمة مع اقامة الخدمة"

قال ابو يزيد البسطامى رضى اللّٰه عنه "المحبّة استقلال للكثير من نفسک. واستكبار القليل من حبيبک"

وقال سهل رضى اللّٰه عنه "الحبّ معانقة الطاعة مباينة المخانقة"

وسئل الجنيد رضى اللّٰه عنه عن المحبّة فقال "دخول صفات المحبوب على البدل من صفات المحب" اشار بهذا الى استيلأ ذكر المحبوب حتى لايكون الغالب على قلب المحب الّاذكر صفات المحبوب والتغافل بالكلية عن صفات نفسه والا حساس بها.

قال ابوعلى الروذبارى رضى اللّٰه عنه "المحبّة الموافقة."

قال ابو عبداللّٰه القرشى رضى اللّٰه عنه "حقيقة المحبّة ان تهب كلک لمن أحببت، فلا يبقى لک منک شئ."

ترجمہ: **شیوخ کے اقوال، تعریفِ محبت میں:**

بعض کہتے ہیں کہ "محبت ایک خواہشِ دائمی ہے، پریشان و پیاسے دل کے ساتھ"

بعض کا قول ہے کہ "حاضر غائب ہر صورت میں محبوب کی موافقت کا نام محبت ہے"

کہا گیا ہے کہ "عاشق کا اپنی تمام صفتوں کا مٹا کر محبوب کی ذات کو ثابت و اُجاگر کرنے کا نام محبت ہے۔"

بعض کا فرمان ہے کہ "خدمتِ محبوب میں ہمہ تن مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ، اُن کی عزت و حرمت میں حرف آنے کے خوف سے بیقرار رہنے کا نام "محبت" ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اپنی طرف سے کثرت کو قلیل سمجھنا اور محبوب کی جانب سے تھوڑی چیز کو کثیر سمجھنے کو ''محبت'' کا نام دیا ہے۔''

قلیل منك یکفینی ولکن

قلیلك لا یقال له قلیل

یعنی: تمہاری طرف سے تھوڑی مرحمت میرے لیے کافی سے زیادہ ہے کیونکہ تمہاری طرف سے قدرِ قلیل کو قلیل کہنا نافہمی کی دلیل ہے۔ درحقیقت تمہارا تھوڑا، بہت زیادہ سے بڑھ کر ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''محبت، طاعت سے گلے لگانا اور مخالفت سے گریز کرنے کا نام ہے۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے محبت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ '' عاشق کو اپنی صفتوں سے عاری ہوکر، صفاتِ محبوب کو داخل کر کے خانہ پری کرنے کو محبت کہتے ہیں۔

انھوں نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ محبوب کی یاد اس قدر انتہا کو پہنچ جائے کہ قلبِ عاشق پر محبوب کی صفتوں کی یاد کے سوا کوئی شئے غلبہ حاصل نہ کر سکے اور اپنے نفس و وجود کے احساس وصفات سے بالکل ہی غفلت برتے۔

حضرت ابوعلی روزباری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''محبت موافقت کا دوسرا نام ہے''

شیخ ابوعبداللہ القرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''محبت کی حقیقی یہ ہے کہ تم اپنے کُل کو اس طرح اپنے محبوب کے لیے ہبہ کردو کہ تمہارے لیے تم سے کوئی شئے باقی نہ رہے۔''

ہر خامہ کہ بر صفحۂ ہستی راند

عاشق ہمہ زاں صفاتِ جاناں خواند

ہر جاکہ سخن زحُسن و خوبی گذرد

مجنوں ہمہ راصفاتِ لیلی داند

یعنی: اس صفحۂ ہستی میں ہر ہر قلم کی تحریر کو عاشق صادق اپنے محبوب کی صفات کا

مضمون سمجھتا ہے۔ جہاں بھی حسن و خوبی کی بات چلتی ہے، ان تمام کلمات کو مجنوں صفاتِ لیلیٰ تصور کرتا ہے۔

مپندار گر طاعتے کردۂ — کہ نزلے بدیں حضرت آوردۂ
باحسانی آسودہ کردند دلے — بہ از الف رکعت بھر منزلے

(سعدی)

یعنی: اگر تم نے خدا تعالیٰ کی کچھ عبادت کر لی تو یہ سمجھ نہ بیٹھنا کہ ''نزلا من غفور رحیم'' پروردگار کو راضی کر کے، نعمتِ الٰہی کا خوان تمہارے ہاتھ آ پہنچا ہے۔
غیض و غضب کو چھوڑ کر، احسان و کرم اور تحمل سے ایک انسانی دل کو خوش و آسودہ کرنا درحقیقت ہر ہر منزل پر ہزار رکعتیں ادا کرنے سے افضل تر ہے۔

دل بدست آور حج اکبر ست
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

یعنی: کسی کی حاجت کو پورا کر کے، حاجت مند کے دل کو خوش کرنا حج اکبر کے مانند ہے۔ کیونکہ ہزاروں کعبے سے اللہ پاک کے نزدیک ایک خدا شناس دل کو مسرور کرنا، اللہ جل وعلا کو مسرّت بخشنے کے مترادف ہے۔

O وقال الشبلی رحمة الله علیه '' سمی المحبة محبة لانها تمحو من القلب ما سویٰ المحبوب.''

وقال ابن عطاء رضی الله عنه ''المحبّة اقامة العتاب علی الدوام.''

وقال یحییٰ بن معاذ رضی اللّٰه عنه ''حقیقة المحبّة مالاینقص بالجفاء.''

وقال الجنید رضی اللّٰه عنه ''اذا صحت المحبّة سقطت شروط الأدب'' وفی معناه سمعت الاستاذ.

ابا علی رضی اللّٰہ عنه ینشد.

اذا صفت المودّة بین قوم　　　　ودام و دادهم سمج الثناء

وقال الکتانی رضی اللّٰہ عنه "المحبّة الایثار للمحبوب"

وقال محمد بن الحسین رضی اللّٰہ عنه، سمعت بندار بن الحسین رضی اللّٰہ عنه یقول "روئ مجنون بن عامر فی المنام فقیل له مافعل اللّٰہ بک؟ فقال غفرلی و جلعنی حجّة علی المحبّین."

وقال ابو یعقوب السوسی رضی اللّٰہ عنه "حقیقة المحبّة قیامک مع محبوبک یخلع او صافک."

وقال محمد بن الفضل رضی اللّٰہ عنه "المحبّة سقوط کُلّ محبّة من القلب الّا حُبّة الحبیب."

وقیل "الحبّ اوّله ختل و آخره قتل.

(رسالة السیریة، صفحه ۱۹۰ . ۱۸۹)

ترجمہ: شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "محبت کو بایں وجہ محبت نام رکھا ہے، کیونکہ وہ عاشق کے قلب سے محبوب کے سوا سب کچھ مٹا دیتی ہے۔"

حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ کا قول ہے "محبت وہ شئے ہے جس کے ساتھ ملامت و ناز ہمیشہ قائم رہتا ہے"۔

شیخ یحیٰی بن معاذ رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ "محبت کی حقیقت یہ ہے، جو ظلم وستم سے نہ گھٹے۔"

جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب محبت میں پختگی آ جاتی ہے، ادب کی شرط گر جاتی ہے۔"

اس کلام کی تشریح میں استاد ابا علی رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا ہے۔

اذا صفت المودّة بین قوم　　　　و دام و داد هم سمج الثناء

یعنی: جب کسی جماعت کے درمیان خالص محبت جڑ پکڑ لیتی ہے، اُن کی دوستی اور بے لوث محبت کے آگے مدح وثنا کی صورت بگڑ جاتی ہے۔

شیخ کتانی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''محبوب کے لیے ہر شئے کی قربانی کا نام محبت ہے۔''

شیخ بندار بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''خواب میں مجنون بنی عامر کو دکھلایا گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ اللہ پاک نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو اس نے کہا کہ میری مغفرت ہوگئی اور اللہ نے مجھے محبت کرنے والوں کے لیے ایک دلیل وحجت بنا ڈالا۔''

ابو یعقوب السوسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''حقیقتِ محبت اپنے اوصاف کو اُتار کر، محبوب کے ساتھ اُن کے اشارے پر چلنے کا نام ہے۔''

محمد بن الفضل رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''اپنے قلب سے سوائے محبتِ محبوب کے تمام محبتوں کو نکال دینے کا نام محبت ہے۔''

وبعض اہل اللہ کا بیان ہے کہ ''محبت کا پہلا زینہ شکاری کی تاک میں آنا اور آخری زینہ قبر کی خاک ہونا ہے۔ زینۂ اوّل ختل ہے پھر آخری زینہ قتل ہے۔

محبت ایسا نغمہ ہے، محبت ایسا جذبہ ہے
جسے محسوس کرسکتا ہے دل، سمجھا نہیں سکتا

چو بازم کرد صید، زندہ گردم　　　نگردم ہمچو زاغاں گردِ اموات

(مولانا روم)

یعنی: جب مجھے عشقِ الٰہی نے شکار کیا تو موت یہ دیکھ کر فرار ہوگئی۔ اب مَیں کیوں چیل کوّوں کی طرح مُردوں کے اِردگرد پھرا کروں؟

جفا میکن جفایت جملہ لطف ست　　　خطا میکن خطائے تو صواب ست
عجب که چشم ما دریائے خون ست　　　که عالم ها ز موجِ او خراب ست

یعنی: اے عشقِ لم یزل! خوب جفا کر کیونکہ تیری جفا میرے حق میں لطفِ بے انتہا ہے۔ اور جتنا چاہو، مجھ سے ناانصافی کرو کیونکہ تیرا ستم میرے نزدیک کمالِ عدل ہے۔

تعجب ہے کہ پھر بھی تیرے اشتیاق میں، میری آنکھوں سے دریائے خون جاری ہے۔جس کی بے پناہ موجوں سے پوراعالم خراب ہوکرعشق کی مستی کے قریب تر ہوتا جارہا ہے۔

یکے گوید کہ آں از عشقِ ساقی ست
یکے گوید کہ از فعلِ شراب ست
منے و ساقی چہ باشد، نیست جُز حق
خدا داند کہ ایں عشق از چہ بات ست

یعنی: کوئی کہتا ہے کہ میرا عشق و مستی ساقی کی بدولت ہے اور کوئی کہتا ہے کہ یہ شراب کی تیزی کا کام ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ محبتِ حق کے علاوہ، ساقیوں کی آنکھوں میں اور جامہائے شراب میں نشہ بالکل ہی مفقود ہے۔ ہم جام وساقی سے مست نہیں ہوتے، بلکہ خالقِ جام وساقی کی محبت میں دیوانے ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس کا عشق کس عالم و جہاں سے ہے۔

O سمعت الاستاذ ابا علی رضی اللّٰه عنه یقول فی معنی قوله صلی اللّٰه علیه وآله وسلم" حبّک للشئ یعمی ویصم" فقال یعمی عن الغیر غیرة وعن المحبوب هیبة."

قال الشبلی رضی اللّٰه عنه "المحب اذا سکت هلک والعارف ان لم یسکت هلک"

وقیل "المحبّة نار فی القلب تحرق ما سوی مراد المحبوب"

وقیل "المحبّة بذل المجهود والحبیب یفعل ما یشاء"

قال النوری رضی اللّٰه عنه "المحبة هتک الاستار و کشف الاسرار"

قال ابو یعقوب السرسی رضی اللّٰه عنه "لاتصح المحبّة الّا بالخروج عن رؤیة المحبّة الی رؤیة المحبوب بفناء علم المحبّة"

سمعت سمنونا رضی اللّٰہ عنه وهو جالس فی المجلس یتکلم فی المحبّة اذ جاء طیر صغیر فقرب منه ثم قرب فلم یزل یدنو حتّی جلس علی یده ثم ضرب بمنقاره الارض حتّی سال منه الدم ثم مات.

(الرسالة القشیریة، صفحه ۱۹۱)

ترجمہ: استاد ابوعلی رضی اللہ عنہ کو مندرجہ ذیل حدیث شریف کی وضاحت کرتے ہوئے مَیں نے سنا کہ قولِ رسول ﷺ ''حبّک للشیٔ یعمی ویصم ''یعنی کسی چیز کی تمہاری شدید محبت تمہیں اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ حضرت ابوعلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا محبتِ حقیقی غیرت کی بدولت محبوب کے علاوہ غیر کی طرف نظر کرنے سے نابینا بن جاتی ہے اور محبوب کی ہیبت سے غیر کی بات سننے سے بہری بن جاتی ہے۔

شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''عاشق کے لیے خموشی ہلاکت ہے اور عارف کے لیے گویائی سببِ ہلاکت ہے۔

(کیونکہ عاشق اگر سوزِ جگر کی حرارت کو روزنِ دہان سے خارج نہ کرے گا تو وہ سوزِ دروں سے فنا ہو جائے گا۔ اور عارف اگر اسرارِ نہاں کو عیاں کرے گا تو مخلوق گمراہ ہوگی اور ممکن ہے اس کے گلے پر خنجر چلے یا دیوانِ اولیاء اللہ سے نام خارج ہو جائے، جو سب سے بڑی موت ہے۔)

بعض کا قول ہے کہ ''محبت قلب میں آگ جیسی ہے جو مقصدِ محبوب کے سوا ہر شئے کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔''

مَیں نے سُنا ہے کہ سمنون رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں بیٹھ کر محبت کی وضاحت فرما رہے تھے کہ ایک چڑیا اُن کے پاس آئی۔ آہستہ آہستہ قریب ہوتے ہوتے اُن کے ہاتھ پر بیٹھ گئی، پھر زمین پر چند بار اپنی چونچ کو اس زور سے ماری کہ اس سے خون بہنے لگا۔ اس کے بعد وہ مرگئی۔

منحصر قربت و دُوری پہ نہیں ہے اُلفت　　　تم بچھڑ جاؤ، بچھڑ جانے سے کیا ہوتا ہے

پھونک دے نغمۂ جاں سوز سے سامانِ قفس　　　بلبل تفتہ جگر! شکوۂ صیّاد نہ کر

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

O قیل حبس الشبلی رضی اللّٰہ عنہ فی المارستان فدخل علیه جماعة فقال من انتم؟ قالوا محبوک یا ابا بکر! فاقبل یرمیهم بالحجارة ففرّوا فقال ”ان ادعیتم محبّتی فاصبروا علی بلائی“ وأنشد الشبلی ؎

یا ایها السیّد الکریم　　　حبّک بین الحشیٰ مقیم
یارافع النوم عن جفونی　　　أنت بما مربّی علیم

کتب یحییٰ بن معاذ رضی اللّٰہ عنه الی ابی یزید رضی اللّٰہ عنه ”سکرت من کثرة ما شربت من کأس محبّة“ فکتب الیه ابو یزید رضی اللّٰہ عنه ”غیرک شرب بحور السماوات والارض وما روی بعد ولسانه خارج ویقول ”هل من مزید“ وانشدوا ؎

عجبت لمن یقول ذکرت ربّی　　　فهل أنسی فاذکر ما نسیت
أموت اذا ذکرتک ثم احیا　　　ولولا حُسن ظنّی ما حییت
فاحییٰ بالمُنیٰ واموت شوقا　　　فکم احیا علیک وکم أموت
شربت الحبّ کاسأ بعد کاس　　　فما نفد الشراب وما رویت

(الرسالة القشیریة، صفحه ۱۹۱)

ترجمہ: حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کو معالجے کی خاطر شفا خانے میں رکھا گیا۔ علالت کی خبر سُن کر عیادت کے لیے ان کے ہاں ایک جماعت داخل ہوئی۔ حضرت شبلی نے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ یاروں نے جواب دیا کہ ”اے ابا بکر شبلی! ہم سب آپ کے دوست ہیں۔“ یہ سُن کر شیخ شبلی نے اُن پر پتھر برسانا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر عیادت کو آنے والے سب

بھاگ گئے۔ تو شیخ شبلی نے فرمایا ''اگر تم میرے ساتھ محبت کے دعوے دار ہو تو بھاگتے کیوں ہو۔ میرے چند پتھروں کی مار پر ذرا صبر بھی تو کرو۔''

بسے سنگ اندر و بندد، چو صادق بود می خندد
چرا شیریں نخندد خوش، کہ از خسرو نثار آمد

(مولانا روم)

یعنی: عاشق و عارف، حیّ لا یموت، قیوم لم یزل کی طرف سے سنگ ہائے ستم کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے مگر عاشقِ صادق خوشی سے مسکراتا ہے۔ کیونکہ یہ ستم نما کرم عطا، جب خسرو کی جانب سے ہو تو شیریں کو مسرّت بالائے مسرّت کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے؟

اس کے بعد شبلی رضی اللہ عنہ نے کچھ اشعار پڑھے ؎

ترجمہ: اے میرے مالک! اے عطا و کرم کے معدن! تیری محبت میرے قلب و جگر میں جائے گیر ہے۔

اے میری آنکھوں سے نیند اُڑا لے جانے والے! مجھ پر کیا گذر رہی ہے، اس کو تو بخوبی جانتا ہے۔

حُسنِ شگفتہ رو کی اللہ رے ادائیں　　نظریں بھی ہیں مجھی پر، پردہ بھی ہے مجھی سے

(شکیلؔ)

یعنی: شیخ یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے شیخ ابا یزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خط لکھا کہ ''ذات پاک کے پیالۂ محبت سے کثرت نوشی نے مجھے مخمور بنا دیا ہے۔'' جواب میں شیخ بایزید نے ان کو لکھا کہ ''تمہارے دوست بایزید آسمانوں اور زمین کے عشق و محبت کے بحروں سے پیتا ہی رہ گیا، مگر اب تک آسودگی و سیرابی نہ ہوئی اور تمہارے دوست کی زبان باہر کی طرف لٹکی ہوئی ہے اور ''ھل من مزید'' کی صدا لگا رہی ہے یعنی پیاس نہ بجھنے پر اور زیادہ کی طلب گار ہے۔'' پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''مجھے اس بات پر بے حد حیرت ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ مَیں نے اپنے محبوب کو یاد کیا ہے۔ یاد کرنا تو اُس

وقت ہے جب ہم اُن کو بھول جائیں۔ یہاں تو بھولنے کی موت ہو چکی ہے، پھر یاد کرنے کا کیا معنی؟ جب میں اُس کو پکارتا ہوں تو پکارتے پکارتے مجھے موت آ جاتی ہے، پھر وہ مجھے زندہ فرماتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ میرا حسنِ ظن شاملِ حال نہ ہوتا تو مجھے زندگی عطا نہیں کی جاتی۔ اس کی تمنا و شوق مجھے مارتی اور جلاتی ہے۔ اس طرح کب تک جیوں اور کب تک مروں؟

شرابِ محبت کا جام، یکے بعد دیگرے، پیتے پیتے اختتامِ زندگی کی حد تک پہنچ چکا ہوں مگر نہ خُمِ شراب میں کمی پیدا ہوتی ہے اور نہ مجھے سیرابی حاصل ہوتی ہے۔ میرے مقابل ایک مشکل لاینحل ہے۔

جام پر جام پیا، بادۂ الفت کا مگر نہ ہوئی مئے میں کمی اور نہ ہوا دل سیراب

کہاں کی دید اور کہاں کا عرفاں، حواس گم ہے نظر پریشاں
جو ایک پردہ اُٹھا رہے ہو، تو لاکھ پردے گرا رہے ہیں

(جگرؔ مراد آبادی)

هـزار مَشك هـمـی خـواهـم و هـزار شكـم
كـه آبِ خـضـر لـذيـذست و من دار استسقـا

(مولانا روم)

یعنی: مجھے آسودگی کے لیے شرابِ محبت کی ہزار مَشک اور ہزار پیٹ کی حاجت ہے کیونکہ خضرِ عشق کے تالاب کا پانی میٹھا ہے اور مَیں پیاس کی بیماری میں مبتلا ہوں۔

O قيل اوحیٰ اللّٰه تعالیٰ الی عيسیٰ عليه السلام "انّی اذا اطلعت علی قلب عبد فلم أجد فيه حُبّ الدنيا والآخرة ملأة من حبّی."

وكان الاستاذ ابو علی رضی اللّٰه عنه جارية تسمّی فيروز وكان يحبّها اذا كانت خدمتهٔ كثير افسمعته يقول "كانت فيروز تؤذينی يوما و تستطيل علیّ بلسانها" فقال لها ابو الحسن القاری رحمة اللّٰه عليه "لِمَ

تؤذين هذا الشيخ؟'' فقالت ''لانّی أحبّه.''

قال يحيیٰ بن معاذ رضی اللّٰه عنه ''مثقال خردلة من الحبّ أحبّ الیّ من عبادة سبعين سنة بلا حُبّ''.

وحكى ان بعض اهل الهند عشق جارية:

فرحلت الجارية فخرج الرجل فی وداعها فدمعت احدیٰ عينيه دون الاُخریٰ فغمض التی لم تدمع اربعا و ثمانين سنة ولم يفتحها عقوبة لها لانها لم تبک علی فراق حبيبته. وفی معناه أنشدوا ؎

بكت عينی غداة البين دمعا　　واخری بالبكاء بخلت علينا
فعاقبت التی بخلت بدمع　　بان غمضتها يوم التقينا

(رسالة القشيرية، صفحه ۱۹۲)

ترجمہ: نقل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وحیِ آئی کہ ''جب مَیں کسی بندے کے قلب کو دیکھتا ہوں اور اُس میں دنیا و آخرت کی محبت و خواہش نہیں پاتا تو اُس کے قلب کو اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہوں۔''

استاد ابوعلی رضی اللہ عنہ کے پاس فیروز نامی ایک لونڈی تھی جس کی کثیر خدمات کی بدولت اُن کا دل آ گیا تھا۔ مَیں نے ایک دن شیخ ابوعلی کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ''مجھے فیروز دن کو ستاتی ہے اور میرے ساتھ زبان درازی کرتی ہے۔'' ابوالحسن قاری نے فیروز سے پوچھا کہ ''تم اس بزرگ ہستی کو کیوں ستاتی ہو؟'' فیروز بولی'' کیونکہ مجھے اُن سے محبت ہے''۔

نہ دیکھے اور دلِ عاشق پہ پھر بھی نظر رکھے
قیامت ہے نگاہِ یار کا حسنِ خبرداری

(حسرتؔ موہانی)

کیا یہ کم ظلم ہے کچھ غور تو کیجیے دل میں
آپ ہنستے ہیں مَیں فریاد کیے جاتا ہوں

(شکیلؔ بدایونی)

کبھی رونا، کبھی ہنسنا، کبھی حیران ہو رہنا
محبت کیا بھلے چنگے کو دیوانہ بناتی ہے

(میر درد)

یعنی: یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''رائی کے وزن برابر محبت، میرے نزدیک ستّر سال بے محبت کی عبادت سے زیادہ عزیز ہے۔''

سبعین سنہ طاعت، ایشاں بہ یکے فکرت
فرمود پیمبر ایں، حق گفت شہِ والا

(مولانا روم)

یعنی: عامیوں کی ستّر سال کی عبادت کا ثواب، عارف ایک لمحہ محبتِ الٰہی کی فکر سے حاصل کر لیتا ہے۔ جیسے حدیث شریف میں پیغمبر برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

منقول ہے کہ دیارِ ہند میں کسی باشندے کے پاس ایک لونڈی تھی۔ جس سے مالک کو محبت ہوگئی تھی۔ قضارا وہ لونڈی گزر گئی۔ مالک اس کی وداعِ آخری کو جب چلے تو اس کی ایک آنکھ سے آنسو بہنے لگا مگر دوسری آنکھ تر نہ ہوئی۔ تو مالک نے اپنی زندگی کے باقی چوراسی سال اُس آنسو نہ بہانے والے آنکھ کو سزا دینے کے مقصد سے بالکل نہیں کھولا اور ہمیشہ بند رکھا کیونکہ اس کی حبیبہ کی جدائی پر اس آنکھ نے بے وفائی ظاہر کی۔ اسی مضمون پر چند اشعار پڑھے۔

ترجمہ: صبحِ فراق، میری ایک آنکھ خوب روئی مگر دوسری آنکھ نے رونے میں بخیلی کی، اس لیے مَیں نے آنسو کی بخیل آنکھ کو یہ سزا دی کہ محبوب سے ملاقات کے دن تک کے لیے اس کو کچھ دیکھنے سے بند کر دیا۔

O قیل ادعیٰ رجل الاستہلاک فی محبّة شخص. فقال لہ الشاب ''کیف ہذا؟'' ''وہذا أخی أحسن منّی وجہا واتم جمالا'' فرفع الرجل رأسہ

يلتفت. وكانا على سطح فالقاه من السطح وقال ”هذا أجر من يدعى هوانا وينظر الى سوانا“.

قال ابو بكر الكتانى رضى اللّٰه عنه ”جرت مسئلة فى المحبّة بمكّة ايّام الموسم. فتكلّم الشيوخ فيها. وكان الجنيد رضى اللّٰه عنه اصغرهم سنّا. فقالو اله ”هات ماعندک يا عراقى“ فأطرق رأسه ودمعت عيناه ثم قال ”عبد ذاهب عن نفسه، متصل بذكر ربّه، قائم باداء حقوقه، ناظر اليه بقلبه، احرق قلبه انوار هويته وصفا شربه من كأس ودّه وانكشف له الجبّار من استار غيبه فان تكلّم فباللّٰه، وان نطق فعنِ اللّٰه وان تحرک فبأمر اللّٰه وان سكن فمع اللّه فهو باللّٰه وللّٰه مع للّٰه“ فبكى الشيوخ وقالوا ”ماعلى هذا مزيد“ جبرک اللّٰه تعالیٰ يا تاج العارفين!

وقيل اوحى اللّٰه تعالیٰ الى داوٗد عليه السلام ”يا داوٗد انى حرمت على القلوب ان يدخلها حُبّى وحُبّ غيرى فيها.“

(الرسالة القشيرية، صفحه ۱۹۲)

ترجمہ: نقل ہے کہ ایک شخص نے ایک جوان کی محبت میں ناکامی پر خودکشی کرنے کی دھمکی دی۔ وہ جوان کہنے لگا کہ ”یہ کیا معاملہ ہے؟ وہ میرا بھائی ہے جو مجھ سے صورت و سیرت میں ہزار گنا خوبی کا حامل ہے، اس کو دیکھو اور محبت کرلو۔ اس شخص نے اس نوجوان کے بھائی کو دیکھنے کے لیے اپنے سر کو اُٹھایا، اس حال میں کہ وہ دونوں ایک مکان کی سطح پر تھے۔ اُس کے سر اُٹھاتے ہی جوان نے اس کو دھکا دے کر چھت پر سے نیچے گرا دیا اور بولا ”جو شخص ہماری محبت کا دعویٰ کر کے غیر کی طرف دیکھتا ہے اس کا یہی اجر اور یہی نتیجہ ہوتا ہے۔“

شیخ ابوابکر لکتانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موسمِ حج کے دوران مکّہ شریف میں بزرگوں کے درمیان ”محبت“ پر بات چلی۔ ہر شیخ نے اپنا اپنا خیال ظاہر کیا۔ جنید رضی اللہ عنہ

اُن کے درمیان ایک کمسن جوان تھے، لہٰذا خاموشی سے سنتے رہے۔ بزرگوں نے اُن سے خطاب کیا کہ ''اے عراقی! اپنا خیال بھی ظاہر کر'' یہ حکم سُن کر جنید کچھ دیر اپنے سر کو جھکائے آنسو بہاتے رہے۔ پھر فرمایا کہ ''محبت یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس سے بیگانہ، ذکرِ محبوب میں مشغول، اس کے حقوق کی ادائیگی میں قائم واٹل، دل سے اُس کی طرف ٹکٹکی باندھے، اُس کی چاہت کے انوار میں جگر کو جلائے، اُس کے جامِ محبت سے شرابِ صفا وبے کدر لگاتار پیتے ہوئے اس درجے تک پہنچ حاصل کرلے کہ عالم الغیب والشہادۃ غیب کے پردوں سے اس کے دیدار کو اپنا چہرۂ اقدس نمایاں کرے۔ پھر وہ بندہ جب بولے تو ربّ الارباب کے ساتھ بولے۔ اگر کلام کرے تو اللہ پاک کی طرف سے کلام کرے، اگر حرکت کرے تو اللہ پاک کے حکم کے مطابق کرے، اگر رک جائے تو اللہ کے ساتھ ہو۔ نتیجہ کے طور پر وہ اللہ کا ہو، اللہ کے لیے ہو اور اللہ کے ساتھ ہو۔'' یہ کلام سُن کر سب شیوخ رو پڑے اور کہنے لگے کہ ''محبت کی تشریح اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتی۔ اے عارفوں کے سرتاج! اللہ پاک تیرے احوال کو خوب سے خوب تر بنادے۔''

نقل ہے کہ اللہ پاک نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ ''اے داؤد! مَیں نے دلوں پر حرام کر رکھا ہے کہ ان میں میری محبت کے ساتھ کسی غیر کی محبت داخل ہو''۔

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہلِ دل
یہ وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا

ذرّۂ اندوہ او، از جملہ عالم خوشتر ست
ہر کہ گوید نیست آنکس کیست حقّا کافرست

(مولانا روم)

یعنی: ذرّہ بھر بھی محبوب کے عشق کا رنج و ملال، عاشق کے لیے کُل عالم سے خوب تر ہوتا ہے اور جو کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا اور یہ بعید از عقل ہے۔ تو وہ کون ہے؟ جواب یہ ہے کہ وہ حقیقت میں کافرِ عشق ہے۔

شعلوں سے کھیلنا ہے تمنا کی پرورش
مَیں جل چکا ہوں، تجھ کو ابھی تجربہ نہیں

اگر عالم همه عیدست و عشرت
بروعالم شما را، یار ما را

یعنی: اگر کُل عالم عید وعشرت سے معمور ہے تو ہونے دو۔ ہماری دعا ہے کہ آپ کو وہ عالمِ مسرّت نصیب ہو۔ ہمیں صرف محبوب چاہیے۔ اس کے بغیر ہمارا گزارا نہیں ہے۔

تو و طوبیٰ ما و قامتِ یار   فکر ہر کس بقدر ہمّتِ اوست

یعنی: مقامِ طوبیٰ آپ کو مبارک ہو۔ ہمیں صرف محبوب کے نظارے کی حاجت ہے۔ ہر شخص کا ارادہ و ہمت اُس کی نظر و فکر کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

لو انّ عینی الیک الدهر ناظرة   جاء ت وفاتی ولم اشبع من النظر

(امام شافعی رضی اللہ عنہ)

یعنی: اگر محبوب کی طرف تا زندگی میری آنکھیں لگی رہیں اور ایسی حالت میں میری موت ہو جائے پھر بھی اس کے دیدار و نظارے سے مجھے آسودگی نہ ملے گی۔

هزار سال، ترا بینم و نگردم سیر
ولے دریغ کہ بنیادِ عمر محکم نیست

(امیر خسرو)

یعنی: ہزار سال دیدِ محبوب پر بھی مجھے سیرابی میسر نہیں آئی۔ مگر افسوس کی بات تو یہ ہے کہ عمر کی بنیاد مضبوط نہیں ہے۔ دیدار کی محرومی پر حسرت کے آنسو بہا رہا ہوں۔

ما یرجع الطرف عنه عند رؤیته
حتی یعود الیه الطرف مشتاقا

یعنی: اُس کو دیکھنے کے بعد میری نظر اُس پر حد درجہ فدا ہوگئی۔ پھر میری نظر میری طرف پلٹ کر نہ آئی۔ میری نظر مجھ سے بیگانگی اختیار کر کے اُس پر قربان ہوگئی۔

O قیل ''المحبّة الایثار'' کامرأة العزیز لمّا تناھت فی أمرھا قالت ''أنا راودته عن نفسه وانه لمن الصّادقین'' وفی الابتداء قالت.
''ماجزاء من أراد بأھلک سوء الّا ان یسجن اوعذاب الیم'' فورکت الذنب فی الابتداء علیه و فی الانتهاء نادت علی نفسها بالخیانة.
وقیل ''الحُبّ حرفان. حاء و باء. فالاشارة فیه ان من أحبّ فلیخرج عن روحه وبدنه.''

قال ابا علی ممشاد بن سعید العکبری رضی اللّٰه عنه ''راور خطاف خطافة فی قبّة سلیمان علیه السّلام فامتنعت علیه فقال لها'' لِمَ تمتنعین علیّ وان شئت قلّبت القبّة علی سلیمان'' فدعاه سلیمان علیه السلام وقال له ''ما حملک علی ماقلت؟'' فقال ''یا نبی اللّٰه! انّ العشّاق لا یؤاخذون باقوالهم'' فقال ''صدقت''. (رسالة القشیریة، صفحه ۱۹۳)

ترجمہ: منقول ہے کہ ''محبت'' ایثار وقربانی کا دوسرا نام ہے۔ تمثیلاً عزیزِ مصر کی اہلیہ حضرتِ زلیخا کا واقعہ ملحوظ رہے۔ جب وہ اپنے مقصد سے رُک کر، محبت کی آخری حد کو پہنچ گئی تو کہنے لگی کہ ''مَیں نے ہی اپنی مطلب برآ باری کی خاطر ان کے نفس کو پھسلایا تھا مگر وہ نہ بہکے۔ بے شک وہ راست باز ہیں۔''
لیکن شروع میں جب کہ وہ نفس و ہوس کی زنجیر میں جکڑی ہوئی تھی، کہنے لگی کہ ''جو آپ کی اہلیہ کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے، اس کی سزا سوائے قید خانے کی کوٹھری اور عقوبتِ شدید کے کیا ہوسکتی ہے؟''
ابتدا میں زلیخا نے اپنے نفس کی بدولت گناہ وسرکشی کو حضرت یوسف علیہ السلام پر ٹھہرایا۔ اور انتہا میں جب سچی محبت وایثار کا جذبہ رونما ہوا تو اپنے نفس کو خیانت وخطا کی آماجگاہ بنانے میں کوتاہی نہیں کی۔
نقل ہے کہ ''حُبّ'' دو حرفوں کا مجموعہ ہے، حاء اور باء۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ جو بھی

محبت کا ارادہ کرے وہ پہلے اپنی روح و جسم سے نکل پڑے۔

نوٹ: ارشادِ ربّ العالمین ہے کہ "**فاخلع نعلیک**" اے موسیٰ! روح و بدن سے عاری ہو جا، اگر میری جلوہ فگنی کی تمنا رکھتا ہے۔ مال یعنی تمہاری بکریوں اور محبوبہ یعنی تمہاری اہلیہ صفورا بنت شعیب علیہ السلام کی محبت سے دل کو پاک کر لے۔

"**فانک بالواد المقدّس طوی**" کیونکہ اس وقت تم ملک شام کی ایک مقدس وادی میں ہو۔ تمہیں اگر محبوبِ حقیقی کے جلوے کی آرزو ہے تو ان خواہشات کو ترک کر دو۔ پھر دیکھو تم کس طرح لذتِ بے کنار سے ہمکنار ہوتے ہو۔

محبت اس قدر پاس آفریں معلوم ہوتی ہے
تری ہونٹوں کی ہر جنبش "نہیں" معلوم ہوتی ہے

شیخ ابا علی ممشاد بن سعید العکبری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک ابابیل قبۂ سلیمان علیہ السلام کے اندر، اپنی محبوبہ چڑیا سے پیار و خوش صحبتی کا تقاضا کرنے لگا۔ مگر چڑیا اس کو بار بار منع کرتی رہی اور پاس پھٹکنے نہیں دیا۔ آخرکار چڑے نے غصے میں چڑیا سے بولا "تو کیوں مجھے اپنی محبت وصحبت سے روکتی ہے؟ اگر میری زور آزمائی تیرا مقصد ہے تو بول تاکہ تجھے بتا دوں کہ سلیمان علیہ السلام کے محل کے گنبد کو اس پر اُلٹ کر گرانے کی قوت میرے بازو میں ہے۔"

سلیمان علیہ السلام نے اس چڑے کو بلایا اور پوچھا کہ "اتنی بڑی لاف زنی تم نے کس وجہ سے کی ہے؟"

چڑے نے گذارش کی کہ "اے نبی اللہ! عاشقوں کو اُن کی باتوں پر مواخذہ نہیں کیا جاتا ہے۔" سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ "تم نے بالکل سچ بات کہی ہے۔"

ساری دنیا سے ہم انجان بنے جن کے لیے
ہائے ہم سے وہی انجان بنے بیٹھے ہیں

ے دیوانہ شدم بر سرِ دیوانہ قلم نیست

یعنی: عاشقِ دیوانہ کے نامۂ اعمال پر قلم نہیں چلتا۔

عشقِ زلیخا ز ابتداء بر یوسف آمد سالہا
شد آخرِ آں عشقِ خدا، میکرد بر یوسف قفا
بگریخت او یوسف زپس،زد دست در پیراہنش
بدریدہ شد از جذب او، برعکس حال ابتدا
گفتش قصاص پیرہن بُردم ز تو امروز من
گفتا بسے زینہا کند، تقلیب عشق کبریا
مطلوب را طالب کند، مغلوب را غالب کند
ائے بس دعا گو را کہ حق، کرد از کرم قبلہ دعا

(مولانا روم)

یعنی: برسوں زلیخا کی محبتِ ظاہری، شروع میں یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ پھر وہ محبت عشقِ الٰہی میں تبدیل ہوکر زلیخا یوسف کی گرفت سے بھاگنے لگی۔ اب یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو پکڑنے کے لیے دوڑتے ہوئے پیچھے سے دامنِ زلیخا پر ہاتھ مارا۔ پہلی بار کے برخلاف یوسف علیہ السلام کے کھینچنے پر پیرہنِ زلیخا پھٹ گیا۔ زلیخا بولی کہ مَیں نے آج آپ سے اپنے کپڑے پھاڑنے کا بدلہ لے لیا۔ تو یوسف علیہ السلام کہنے لگے کہ عشقِ کبریا کی تبدیلی نے اس طرح بارہا تماشا دکھایا ہے۔ ارادۂ الٰہی کبھی مطلوب کو طالب اور مغلوب کو غالب بنا کے چھوڑتا ہے۔ بہت سے عجز و نیاز کے ساتھ گڑگڑا کر رونے والے کو قبلۂ حاجات اور مستجاب الدعوات بنا دیتے ہیں۔

تنِ با سر نداند سرِّ کُن را
سرِ بے تن ببابد کاف و نون را

یکے لحظہ بنہ سر ائے برادر

چہ باشد از برائے آزموں را

تو دوزخ داں، خود آگاہی ز عالم

فنا شو، کم طلب دنیائے دوں را

(مولانا روم)

یعنی: جسم پر سر کے گھمنڈ کا بوجھ اُٹھانے والا ''کُن فیکون'' کے راز کو نہیں سمجھ سکتا۔ کاف ونون ''کُن'' کے بھید کو جاننے کے لیے بے تن کا سر چاہیے۔

اے دوست! لحظہ بھر سر سے جدا رہ کر آزمائش کر لے، نقصان کچھ نہ ہوگا۔ اس دنیا کی آگاہی اور اس کے بکھیڑے میں خود فگنی کو عذابِ جہنم سمجھ۔ اس کمینی دنیا اور سرکش ڈائن کی طلب میں مگن مت ہو۔ منعمِ حقیقی کی جستجو میں اپنے کو فنا کر کے ابدی زندگی حاصل کر۔

بیں کہ چہ داد میکند، بیں چہ کشاد میکند

یوسف یاد میکند، عاشق کف بریدہ را

یعنی: ملاحظہ ہو کہ وہ مجھ سے کس قدر بہترین برتاؤ کر رہا ہے اور فتح باب کس خوبی سے انجام پا رہا ہے۔ کیونکہ یوسف جو محبوب ٹھہرا۔ وہ اگر قید خانے میں ان عورتوں کو یاد کرتا ہے جو اُس کے حسن کو دیکھ کر اپنے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لی تھیں ''مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ'' تو خالقِ یوسف علیہ السلام یعنی ربّ اپنے جاں فروشوں کو یاد کیے بغیر کیسے رہے گا؟

از رفتنِ جاں چہ بیم باشد آں را کہ خدائے جاں ندیم است

یعنی: جان جانے کا خوف وہ کیوں کرے، جب مالکِ جان اس کا ہم نشین و ہم قریں ہے۔ مالکِ جان بغل میں ہو اور جان کا خیال رہے؟ کیا یہ خیالِ محال نہیں ہے؟

؎ ایں خیال ست و محال ست و جنوں

چو خواهی کے دریں راه، شوی جانب درگاه

ترا خدمت آں شاه، فاولیٰ لك اولیٰ

یعنی: اگر اس سطحِ زمین، راہِ پستی اور طریق ناخویشی سے دربارِ عظمت وشوکتِ الٰہی کی طرف رسائی کا تمہارا شوق دامن گیر ہے تو راہِ رسول اور اطاعتِ خاصانِ درگاہ اختیار کرنا لازمی ہے۔ یہ شعار اپنانا تیرے حق میں اولیٰ لک فاولیٰ ہے۔ یعنی تیرے مفاد کے لیے بہتر سے بڑھ کر ہے۔

مرگ ما شادی و ملاقات است　　گر ترا ماتم است روز ایں جا

یعنی: موت ہمارے لیے باعثِ خوشی اور وقتِ ملاقات ہے۔ اگرچہ تجھ کو یہاں روز پریشانی، درد وغم اور ماتم ہے۔

سیلے رواں اندر ولہ، سیلے دگر گُم کردہ را
الحمد للّٰہ گوید آں، ویں آہ ولا حولَ ولا

(مولانا روم)

یعنی: محبتِ الٰہی کا سیلاب، سجدہ ریزی کرتے ہوئے پستی و عاجزی کی طرف خوش خوش رواں دواں ہے۔ اور دوسرا سیلاب نفسِ سرکش مطلب برآری کے ٹیلے پر سر مارتے ہوئے گمراہی کا شکار ہے۔

سیلابِ عشق کی زبان پر خوش روانی میں ''الحمد للّٰہ'' جاری ہے۔ اور سیلابِ خواہشاتِ نفسانی آہ وفریاد کرتے ہوئے ''لاحول ولا قوۃ'' کا شور مچا رہا ہے۔

تیرے سوا، تیری محفل سے کیا غرض مجھ کو
فروشِ نغمہ رہے یا سکوتِ راز رہے

ہر نغمہ نے انہیں کی طلب کا دیا پیام
ہر ساز نے انہیں کی سنائی صدا مجھے

سوئے دلِ ما بنگر، کز ہوسِ دیدنِ تو
نیست شد و سیر نشد از طلب طالِ بقا

(مولانا روم)

یعنی: اے محبوب! براہ کرم میرے دل کی طرف ذرا توجہ فرما کیونکہ تجھے دیکھنے کی ہوس میں مَیں قریب المرگ ہو گیا ہوں، پھر بھی تیری تلاش وجستجو سے سیرابی نہ ہوئی۔ اللہ تیری عمر کو دراز کرے۔

O حكى ان ابا الحسن النورى رضى اللّٰه عنه بقى فى منزله سبعة ايّام يأكل ولم يشرب ولم ينم ويقول فى ولهته و دهشته "اللّٰه اللّٰه" وهو قائم يَذور فاخبر الجنيد رضى اللّٰه عنه قال انظروا محفوظ عليه اوقاته! فقيل انّه يصلّى الفرائض. فقال الحمد للّٰه الذى لم يجعل للشيطان له سبيلا. ثم قال قوموا حتّى نزوره امّا ان نستفيد منه أو نفيده. فدخل عليه وهو فى وَلهته. فقال "يا ابا الحسن ما الذى ولهك؟" قال "اقول اللّٰه اللّٰه زيد واعلىَّ" فقال الجنيد رضى اللّٰه عنه "انظر هل قولك اللّٰه اللّٰه أم قولك؟" ان كان كنت القائل اللّٰه اللّٰه فلست القائل له وان كنت تقوله بقسك فأنت مع نفسك! فما معنى الوله؟" قال "نعم المودّب كنت!" وسكن من وَلهِهٖ!

(تفسير عرائس البيان للامام البقلى)

منقول ہے کہ شیخ ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں سات دن متواتر کچھ کھائے، پیے اور سوئے بغیر، کھڑے کھڑے چکر لگاتے ہوئے عشق ومستی کی حالت میں "اللہ اللہ" کی صدائیں بلند کرتے رہے۔ یہ خبر شیخ جنید رضی اللہ عنہ تک پہنچائی گئی۔ شیخ جنید نے کہا کہ "ذرا اُن کی حالت کا جائزہ لو کہ وہ اوقاتِ فرض کی حفاظت کرتے ہیں یا نہیں؟" لوگوں نے کہا کہ "وہ فقط فرائض ادا کرتے ہیں" شیخ جنید نے فرمایا "اللہ کا لاکھ شکر ہے جس نے اُن پر شیطان کو مسلّط نہ ہونے دیا۔" پھر فرمایا کہ "چلیں ہم سب اُن کی زیارت کر آئیں۔ شاید ہم اُن سے فائدہ اُٹھائیں یا ہم اُن کو فائدہ پہنچائیں۔" شیخ ابوالحسن نوری کی حالتِ عشق ومستی اور وجد ودہشت میں، شیخ جنید نے اُن کے کمرے میں داخل ہوکر

فرمایا ''اے ابوالحسن! تمھیں کس چیز نے کیف و مستی میں جکڑ رکھا ہے؟'' جواب دیا کہ ''میں ''اللہ اللہ'' پکار رہا ہوں۔ تم سب میرے ساتھ صدائیں بلند کرو۔'' شیخ جنید نے فرمایا کہ ''یہ تمھاری صدائے ''اللہ اللہ'' کیا اللہ ہی کی صدا ہے یا تمھاری اپنی صدا ہے؟ اگر تمھارا قول ''اللہ'' بذاتِ خود اللہ ہی کی پکار ہے تو پکارنے والے درحقیقت تم نہیں ہو۔ اور اگر لفظ ''اللہ'' تم اپنے نفس سے کہہ رہے ہو تو تم خدا سے جدا اور اپنے نفس کے ساتھ ہو۔ پھر اس کیف و مستی اور دہشت و وحشت کا کیا سبب ہے؟'' شیخ ابوالحسن نے فرمایا کہ ''تم بے حد عاقل و ہوشیار اور ہر چیز کی حدود پر نگاہ رکھنے والے ہو۔'' اس کے بعد اُن کی مستی و وحشت نے سکون و طمانیت اختیار کر لی۔

مردِ خدا مست بود بے شراب   مردِ خدا سیر بود بے کباب
مردِ خدا والہ و حیران بود   مردِ خدارا نہ بود خورد و خواب
مردِ خدا بحرِ بود بیکراں   مردِ خدا قطرہ بود بے سحاب
مردِ خدا گشت بسوئے عدم   مردِ خدا را تو بجوئی و بیاب

(مولانا روم)

یعنی: عارفانِ ذوالجلال بغیر پیے سیراب اور بغیر کھائے آسودہ ہوتے ہیں۔
وہ ہمیشہ نظارۂ محبوب میں مستغرق اور خواب و خور سے بیگانہ ہوتے ہیں۔
ایسے لوگ سمندرِ بے کراں کے مانند اور بادل بغیر قطرے کے ہوتے ہیں۔
وہ لوگ ملکِ عدم کی طرف نکل چکے ہیں۔ انھیں ڈھونڈنا شرط ہے اور پانا قسمت کی بات ہے۔

عالَم دل چو پاك شُد، جامۂ زهد چاك شد
آبِ زخم چو خاك شد، دست مَنَست و دامنت
قبلۂ دل سرائے تو، كعبۂ جان ہوائے تو
روے من ست وپائے تو، دست مَنَست و دامنت

گر بَزَنی بخنجرم، جُز رہِ عشق نسپرم
رومیؔ خستہ خاطرم، دستِ منست و دامنت

(مولانا روم)

یعنی: جب دل کی دنیا پاک ہوگئی، جامۂ زہد کی ضرورت نہ رہی (کیونکہ جامۂ زہد تو شیطانِ لعین کو مسلمان بنانے کے لیے ہوتا ہے) جب چہرے کی تابش کو خاک آلود کردیا گیا تو اب باقی کیا رہ گیا۔ باقی صرف میرا ہاتھ اور تیرا دامن رہ گیا ہے، جو کبھی بھی چھوٹنے کا نہیں ہے۔

اگر دعوتم ردّ کنی و رقبول
من و دست و دامانِ آلِ رسول

یعنی: تیرا گھر میرے دل کا قبلہ ہوگیا۔ تیری چاہت جان کا کعبہ بن گیا۔ اور میرا رخسار تیرا قدم بن گیا۔ باقی رہا میرا ہاتھ اور تیرا دامن۔ اگر تو مجھ پر خنجر زنی کرے، تو مَیں راہِ عشق میں اور زیادہ آگے بڑھوں گا۔ یہ رومیؔ تیری محبت کا دل جلا ہے۔ میرے لیے آخری راستہ ''اپنا ہاتھ اور تیرا دامن ہے'' ان دونوں کو جدا کرنا حکمِ محالِ ازلی ہے۔

عقل آوارہ شدہ دوش آمد و حلقہ بزد
من بگفتم کیست بردَر؟ باز کن در کو درآ
گفت آخر چوں در آیم، خانۂ ما ز آتش است
می بسوزد ہر دو عالم، آتشِ مہر و وَلا
گفتمش تو غم مخور، پا اندوں نہ مَرد وار
تاکند پاکت زمستی، مست گردی ازضیا
عاقبت بینی بکن، تا عاقبت بینی شوی
ہمچو شیرِ حق شوی، اندر شجاعت لافتا

(مولانا روم)

یعنی: گذشتہ کل عقل آوارہ ہوکر میرے گھر کے سامنے آئی۔ مَیں نے آواز دی کہ دروازے پر کون ہے؟ دروازہ کھول کر اندر آ جا۔ عقل کہنے لگی کہ کیسے اندر آؤں کیونکہ میرا وجود آگ سے بنا ہے اور یہ آگ مہر ومحبت اور عشق ومستی کی ہے۔ جو دونوں عالَم کو جلا دے گی۔ مَیں نے کہا، فکر مت کر اور مردانہ وار اندر قدم رکھ۔ تاکہ تجھے اس ظاہری غلط وناعاقبت بیں مستی سے پاک کر دیا جائے۔ پھر تو عاقبت بینی کی آنکھ سے اپنی حقیقت شناس بن کر نورِلم یزلی سے جگمگا اُٹھنا۔ عاقبت بینی پیدا کر۔ قرآن مجید میں تو نے نہیں پایا ''وفی انفسکم افلا تبصرون ''جب تم حقیقت شناس بنو گے اور خود کو ایک قطرہ پانی دیکھو گے اور عدم سے سر کو اُٹھاؤ گے تو تم شجاعت وایثار میں شیرِ حق ''لافتی الّا علی '' کی صفت قدرے پیدا کر کے خاموش ہو جاؤ گے۔

''مسرّتِ مراجعتِ مُحبّان''

قال اللّٰہ تعالیٰ 'الذّین تتوفاھم الملائکۃ طیبین یقولون سلام علیکم الآیۃ''

عن انس رضی اللّٰہ عنہ ''ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم دخل علی شاب وھو فی الموت. فقال کیف تجدک؟'' فقال ''أرجو اللّٰہ تعالیٰ وأخاف ذنوبی'' فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم'' لایجتمعان فی قلب احدا وعبد فی ھذا الموطن الّا اعطاہ اللّٰہ ما یرجو وأمنہ ممّا یخاف''.

قال الاستاذ اعلم ان احوالھم فی حال النزع مختلفۃ. فبعضھم الغالب علیہ الھیبۃ و بعضھم الغالب علیہ الرجاء ومنھم من کشف لہ فی تلک الحالۃ ما اوجب لہ السکون وجمیل الثقۃ.

حکی ابو محمّد الحریری رضی اللّٰہ عنہ قال کنت عند الجنید رضی اللّٰہ عنہ فی حال نزعہ وکان یوم الجمعۃ و یوم نیروز وھو یقرأ القرآن فختم فقلت ''فی ھذہ الحالۃ یا ابا القاسم!'' فقال ''ومن اولیٰ منّی بذلک وھو ذا

تطوى صحيفتي.''

وقال الجنيد رضى اللّٰه عنه ''قل لا الٰه الا اللّٰه'' فقال مانسيته فاذكره وقال.

حاضر في القلب يعمّره   لست أنساه فأذكره

فهو مولائي و معتمدى   ونصيبي منه أوفرة

سمعت ابا حاتم السجستاني رضى اللّٰه عنه يقول سمعت ابا نصر السراج رضى اللّٰه عنه يقول بلغنى عن ابى محمد الهروى رضى اللّٰه عنه انه قال ''مكثت عند الشبلي الليلة التي مات فيها فكان يقول طول ليلة هذين البيتين۔

كل بيت انت ساكنه   غير محتاج الى السراج

وجهك المأمول حُجتنا   يوم يأتي الناس بالحج

قال امرأته ''واحزناه'' فقال بل ''واطرباه غداً نلقى الاحبّه محمد او حزبه''.

وقيل ''فتح عبداللّٰه بن المبارك عينيه عند الوفاة وضحك'' وقال ''لمثل هذا فليعمل العاملون.''

وقيل كان مكحول الشامي الغالب عليه الحزن فدخلوا عليه في مرض موته وهو يضحك فقيل له في ذلك. فقال ''ولِمَ لا أضحك وقد دنا فراق من كنتُ أحذره وسرعة القدوم على من كنتُ أرجوه وآمله.''

وقيل للجنيد ان ابا سعيد الخراز كان كثير التواجد عند الموت. فقال ''لم يكن بعجيب ان تطير روحه اشتياقاً.''

(الرسالة القشيرية، صفحه ١٨٠ . ١٧٩)

”مسرتِ مراجعتِ محبّان“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جوان کی حالتِ موت میں رسول اللہ ﷺ نے اُس کے گھر تشریف لے جا کر پوچھا ”تم اپنے کو کس حالت میں پاتے ہو؟“ جواب دیا کہ ”رحمتِ الٰہی کی اُمید واثق اور اپنے گناہوں سے شدتِ خوف پاتا ہوں۔“ حضرت ﷺ فرمانے لگے کہ ”اس گھڑی کسی بندے کے دل میں یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ جل تبارک وتعالیٰ اس کی امید پوری فرماتا ہے اور خوف سے امن وسلامتی بخشتا ہے۔“

استاد ابا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”وقتِ نزع عاشقانِ الٰہی کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ بعض پر ہیبت غالب ہوتی ہے اور بعض پر شانِ رحیمی کا تصور جلوہ فرما ہوتا ہے اور بعض پر وقتِ رحلت وہ منظر سامنے آتا ہے جو سکون وطمانیت اور کامل اعتماد و بھروسے کا یقین دلاتا ہے۔

شیخ ابو محمد حریری رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ ”مَیں شیخ جنید کی جان کنی کے وقت اُن کے پاس حاضر تھا۔ دن جمعہ اور نیروز کا تھا۔ اور وہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ تلاوتِ قرآن ختم ہونے کے بعد مَیں نے کہا ”اس حالت میں تلاوت میں مشغول ہو، اے ابا القاسم؟ تو کہنے لگے ”اس وقت قرآن مجید کی تلاوت سے زیادہ کون لائق ہے کیونکہ یہ وہ گھڑی ہے کہ فرشتے میرے صحیفۂ اعمال کو لپیٹ رہے ہیں۔“

حالتِ نزع میں شیخ جنید سے کسی نے کہہ دیا کہ ”لا الہ الا اللّٰہ“ کہیے تو شیخ جنید نے فرمایا کہ ”جب مَیں اُس کو بھولا نہیں تو یاد کرنے کے کیا معنی ہیں؟“ اس کے بعد مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ۔

ترجمہ: وہ میرے دل میں حاضر ہے اور اس کو آباد کیا ہوا ہے۔ مَیں نے اس کو اب تک فراموش نہیں کیا تو یاد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وہ میرا مالک ہے۔ وہ میرا ملجا و ماویٰ ہے اور مجھے اس کی محبت و رحمت کا وافر و کامل حصہ نصیب ہوا ہے۔

اس قدر جاں گزیں ہے، دل میں تصور تیرا   گویا لگی ہوئی ہے تصویر آئینے میں

پہنچے ہیں ہم قریب مرنے کے   یعنی جاتے ہیں دُور اگر دیکھو
(میر تقی میر)

حضرت ابا حاتم سجستانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے شیخ ابا نصر سراج کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ شیخ ابی محمد ہروی سے یہ بات سُنی ہے کہ انھوں نے فرمایا ''جس رات شیخ شبلی نے رحلت فرمائی، مَیں اُن کے نزدیک حاضر تھا۔ شیخ شبلی پوری رات ان دونوں بیتوں کا وِرد فرما رہے تھے۔ جس کا اردو ترجمہ ذیل درج ہے۔

ہر وہ مکان جس میں اے میرے محبوب تو حاضر و ساکن ہے۔ وہ مکان چراغوں کی روشنیوں سے بے نیاز بن جاتا ہے۔

تیرا روشن اور غمگسار چہرۂ مبارک اُس دن کے لیے میری حجت و دلیل ہے، جس دن لوگ میدانِ محشر میں اپنی اپنی دلیلیں اور اپنے اپنے صحائف لے کر حاضر ہوں گے۔

اتنے میں اُن کی اہلیہ بے صبری میں چیخ پڑی ''ہائے میری پریشانی و بربادی!'' حضرت شبلی فوراً بول پڑے ''نہیں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ انتہائے مسرت کی بات ہے کہ کل ہم دوستوں سے ملیں گے۔ یعنی محمد ﷺ اور اُن کے پیاروں کی جماعت سے ملاقات ہوگی۔''

منقول ہے کہ شیخ عبداللہ بن مبارک نے دَم نکلتے وقت اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں اور مسکرانے لگے۔ پھر فرمایا کہ ''**لمثل هذا فليعمل العاملون**'' ہم جیسے خدا مستوں کے ساتھ موت کے فرشتے یوں برتاؤ کرتے ہیں۔''

شیخ مکحول شامی رضی اللہ عنہ پر زندگی بھر حزن و ملال غالب رہا۔ اُن کی موت کے وقت جب احباب دیکھنے آئے تو وہ ہنس رہے تھے۔ دوستوں نے سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا ''کیوں، مَیں نہ ہنسوں؟ جس سے مَیں زندگی بھر پرہیز اور دُوری چاہتا رہا۔ آج اُس سے جدائی کا وقت قریب ہے۔ اور زندگی بھر جس کی محبت، آرزو اور جستجو کا مشتاق رہا، وہ

تیزی سے میرے سامنے آ رہا ہے۔

ما عاشقانِ روی تو، دلدادۂ دلجوی تو
شب تا سحر در کوی تو، نعرہ زناں یا ربّنا

(مولانا روم)

یعنی: ہم تیرے حسین رخسار کے عاشق ہیں۔ ہم تیری دلجوئی کے مشتاق ہیں۔ اس لیے رات سے سحر تک تیری گلی میں ''ربّنا ربّنا'' کے نعرے لگا رہے ہیں۔

شیخ جنید بغدادی کو خبر دی گئی کہ شیخ ابا سعید خراز وقتِ مرگ حد درجہ وجد و اشتیاق کی حالت میں سرمست رہے۔ تو شیخ جنید نے فرمایا کہ ''یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اُن کی مشتاق روح محبوب سے ملاقات کے اشتیاق میں اُڑتی رہی ہوگی۔''

سوئے دلِ ما بنگر، کز ہوس دیدنِ تو
نیست شد و سیر نشد، از طلب طال بقا

(مولانا روم)

یعنی: از راہِ کرم ہمارے دل کی طرف نظرِ رحم فرما۔ کیونکہ تجھے دیکھنے کی ہوس میں دل فنا ہو کر بھی آسودہ نہیں ہوا ہے اور طلب جاری ہے۔ اے محبوب! ہماری دعا ہے کہ تیری بقا طول پذیر ہو۔

تجھے دیکھا ہے جس نے اے پری، بخدا کسو کو نظارہ کی
نہ رہی ہوس، نہ رہی ہوس، نہ رہی ہوس، نہ رہی ہوس

O وقال بعضهم وقد قربت وفاته ''يا غلام اشدد كتا في وعفر خدّی'' ثم قال ''دنا الرحيل ولا براءة لی من ذنب ولا عذر اعتذر به ولا قوّة انتصر. أنت لی أنت لی'' ثم صاح صيحة ومات. فسمعوا صوتا ''استكان العبد لمولاه فقبله.''

وقيل لبعضهم وهو فى النزع قل "اللّٰه" فقال "الى متى تقولون وأنا محترق باللّٰه تعالىٰ."

وقال بعضهم "كنت عند ممشاد الدينورى رضى اللّٰه عنه فقدم فقير وقال "سلام عليكم" فردّوا عليه السّلام فقال "هل هٰهنا موضع نظيف يمكن الانسان ان يموت فيه؟" فاشاروا عليه بمكان وكان ثمّ عين ماء فجدّد الفقير الوضوء وركع ماشاء عزّوجل ومضى الى المكان الذى اشاروا اليه ومدّرجليه ومات.

قيل لمّا تغيّرت الحال على ابا عثمان الحيرى رضى اللّٰه عنه مزّق أنبه ابوبكر قميصاً. ففتح ابوعثمان عينيه وقال "يا بُنَىَّ ان خلاف السنّة فى الظاهر من رياء فى الباطن."

كان ابوالعباس الدنيورى يتكلّم يوما فى مجلسه فصاحت امرأة تواجداً. فقال لها "موتى" فقامت المرأة فلمّا بلغت باب الدار التفتت اليه وقالت قدمُتّ و وقعت متية.

وقال بعضهم "كنت عند ممشاد الدينورى رضى اللّٰه عنه عند وفاته. فقيل له "كيف تجدا لعِلّة؟" فقال "سلوا العِلّة عنّى كيف تجدنى؟" فقيل قل "لا الٰه الّا اللّٰه" فحوّل وجهه الى الجدار وقال "أفنيت كُلّى بكاك هذا جزاء من يحبّك."

وقيل لأبى محمد الدبيلى رضى اللّٰه عنه وقد حضرته الوفاة قل "لا الٰه الا اللّٰه" فقال "هذا شئى قد عرفناه وبه نفنى" ثم أنشا يقول ؎

تسربل ثوب التيه لما هويتهٗ　　　وصدو لم يرضى بأن أك عبدهٗ

وقيل للشبلى عند وفاته قل "لا الٰه الّا اللّٰه" فقال ؎

قال سلطان حبّه، أنا لا أقبل الرشا　　　فسلوه بحقّه، لِمَ يقتلى تحرّشا

وقیل انّ شا با أشرف علی الناس فی یوم عید و قال ۔

مَن مات عشقا، فلیمُت ھکذا　　لا خیر فی عشق بلا موت

والقی نفسه من سطح عال فوقع میتاً.

(الرسالة القشیریة، صفحه ۱۸۲. ۱۸۰)

ترجمہ: قریب المرگ کسی عاشقِ صمد و اُحد نے اپنے غلام کو بلا کر کہا کہ "اے غلام! میرے کندھوں کو رسّی سے باندھ دے پھر میرے گالوں پر مٹی ڈال دے"۔ بعدہٗ کہا "سفر قریب ہے، گناہ سے چھٹکارا میرے لیے نہیں ہے۔ مالک کے سامنے عذر خواہی کے لیے کوئی عذر میسر نہیں اور مدد خواہی کی جرأت مفقود ہے۔ تو میرا ہے۔ تو میرا ہے۔" پھر ایک چیخ مار کر ٹھنڈا ہو گیا۔ اس وقت لوگوں نے ایک ندائے غیبی سُنی کہ "بندے نے مالک کے سامنے عاجزی وانکساری کی اور مولیٰ نے اُس کی ندائے بے بسی سُن کر اُسے قبول کر لیا۔"

کردہ از عرفاں لباسِ عجز را دامن دراز

کوتہی در حبیب عقلِ نکتہ داں انداختہ

(عرفی شیرازی)

یعنی: حق کے عرفان سے لباسِ عجز و نیاز کا دامن دراز ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ظاہری نکتہ دانوں کی عقل کی جیب میں فراخی و گہرائی عطا نہیں فرمائی ہے۔

بعض اہل اللہ کو جب بوقتِ نزع یہ کہا گیا کہ وہ "اللہ" بولیں تو کہنے لگے کہ کب تک یہ بات کہتے جاؤ گے۔ حالانکہ مَیں عشقِ الٰہی میں جل کر خاک ہو چکا ہوں۔

بعض اہل اللہ فرماتے ہیں کہ مَیں شیخ ممشاد دینوری کی خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک ایک فقیر آیا اور کہا "سلام علیکم" حاضرین نے سلام کا جواب دیا۔ تو فقیر نے پوچھا کہ "کیا یہاں پر کوئی پاک جگہ ہے جہاں ایک انسان کا مرنا ممکن ہے؟" فرماتے ہیں کہ حاضرینِ مجلس نے اُس کو ایک جگہ کی بتائی، جہاں پر پانی کا چشمہ بھی تھا۔ اُس فقیر نے چشمے کے پانی سے تجدیدِ وضو فرمایا اور چند رکعتیں نماز ادا کیں۔ پھر جس جگہ کی طرف لوگوں نے اشارہ کیا

تھا، وہاں پہنچا اور اپنے دونوں پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ اور اُس کی روح پرواز کر گئی۔

فرشتے آئے اگر لحد میں، تو صاف کہہ دوں گا راستہ لو
جب اُس کی چاہت میں جان دے دی، تو بات کہنے کو کیا رہی ہے؟
فرّخ اک آہ کھینچ کے خاموش ہوگیا   پھر بھی انہیں گلہ ہے کہ قصہ دراز تھا

منھ سے نکلی، میرے اللہ نے فورا سُن لی
ہم فقیروں کی دعا، بے اثری کیا جانے

جہاں دار بقا نیست، در و منزلِ ما نیست
منہ روی بہ پستی و برو جانبِ بالا

(مولانا روم)

یعنی: دنیا باقی رہنے والا گھر نہیں ہے۔ اس ناپائیدار منزل میں ہمارا بسیرا نہیں ہے۔ تم نسلِ آدم ہو۔ تمہارا مطمحِ نظر میراثِ پدر کی طرف ہونی ضروری ہے۔ تمھیں پستیِ زمین کی طرف اس لیے اُتارا گیا تا کہ تمہاری نظرِ تمنا انعامِ خداوندی اور جنت کی ملکیت کی طرف اُٹھے، نہ کہ پستی سے پستی کی طرف منھ کر کے ادبار نحوست کے مستحق بنو۔

O وقيل لمّا تغيرت الحال على ابى عثمان الحيرى رضى الله عنه مزّق أبنه ابوبكر قميصاً. ففتح ابوعثمان رضى الله عنه وقال ''يا بُنَىّ ان خلاف السنّة فى الظاهر من رياء فى الباطن''.

ترجمہ: نقل ہے کہ جب مرض الموت میں شیخ ابوعثمان حیری کی حالت متغیر ہوگئی تو اُن کے بیٹے ابوبکر نے اپنے قمیص کو پھاڑ ڈالا۔ شیخ ابوعثمان نے دونوں آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ ''اے بیٹے! ظاہر میں سُنّتِ رسول کے خلاف کرنا، باطن میں ریا کاری کی پیدائش و وجود کی دلیل ہے۔''

☆ ایک دن اپنی مجلس میں شیخ ابوالعباس دینوری رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے تھے۔ کہ اچانک ایک عورت نے وجد میں آ کر چیخ ماری۔ شیخ ابوالعباس نے اس عورت سے کہا ''مُوتِی''یعنی تو مرجا۔ پس وہ عورت کھڑی ہوئی اور چلتی بنی۔ جب مکان کے دروازے پر پہنچی، شیخ کی طرف نگاہ کی اور بولی کہ ''بس اب مرتی ہوں'' یہ کہتے ہی گر کر مرگئی۔

مــرحبــا ائــے بــادۂ کیـفیـت روح الـقـدس

کـامدی چوں عشق در رفتی ز سر تا پائے من

(عرفی شیرازی)

یعنی: شاباش! اے جبرئیلی کیفیت رکھنے والا بادہ! تو عشقِ الٰہی بن کر آیا۔ اور میرے سر سے پاؤں تک سرایت کر گیا۔

☆ بعض اہل اللہ کا قول ہے کہ ''شیخ ممشاد دینوری رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت مَیں ہم اُن کے پاس تھے۔ ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ ''بیماری کی کیا حالت ہے؟'' فرمایا کہ ''تم خود میرے متعلق بیماری سے پوچھ لو کہ وہ مجھے کس کیفیت میں پا رہی ہے؟'' حاضرین میں سے کسی نے کہا ''لا الــٰہ الا اللّٰــہ'' کہیے۔ یہ سُن کر شیخ نے اپنے رخسار کو دیوار کی طرف پھیر کر فرمانے لگے ''تمہارے شوق و محبت میں گریہ وزاری نے میرے کُل وجود کو فنا کر ڈالا ہے۔ یہی تو تمہاری محبت کا صلہ ہے۔''

پروانہ جا کے جب گرا، شعلہ تو کانپ اُٹھا

اس کو نہ کچھ اثر ہوا، جس پہ ہوئے نثار ہم

وہاں سے ہاں کی تمنا میں عمر بیت گئی

جہاں ''نہیں'' کے سوا دوسرا جواب نہیں

دیرینہ رازداں ہوں، لبہائے نازنیں کا

مَیں خوب جانتا ہوں مطلب ''نہیں نہیں'' کا

دَمی بنواخت یار من، بندۂ غم رسیده را
داد ز لطف چاشنی، جانِ ستم رسیده را

(مولانا روم)

یعنی: گذشتہ کل جب مجھ پر موت کا بادل چھا گیا تھا، میرے محبوب نے مجھے خوب نوازا اور اس ستم رسیدہ، رنجور جان کو اپنے لطف کی لذیذ چاشنی سے آسودہ فرمایا۔

گفت که ائے نزار من، خسته و ترس کار من
من نفروشم از کرم، بندۂ خود خرید را

یعنی: فرمایا کہ اے میری محبت کے بیمار! پریشان اور خوفزدہ جاں نثار! یقین رکھ۔ مَیں اپنے خود خریدے غلام کو رحم وکرم سے کسی دوسرے کے ہاتھ ہرگز ہرگز نہیں فروخت کرتا ہوں۔

ہارون نے کہا وقتِ رحیل اپنے پسر سے
جائے گا کبھی تو بھی اسی راہ گذر سے
پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت
لیکن نہیں پوشیدہ، مسلماں کی نظر سے

(علامہ اقبال)

☆ نقل ہے کہ عید سعید کے موقع پر، ایک جوان نے لوگوں کے سامنے یہ شعر پڑھا، جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

جو محبت کا مارا ہے اُس کو اس طرح مرنا لازمی ہے
کیونکہ عشق و محبت میں موت کے بغیر خیر و بہبودی نہیں ہے

یہ کہہ کر اُس نے اپنے نفس کو ایک بلند سطح پر سے نیچے گرا دیا اور مر گیا۔

جنازہ دیکھنے میرا، نکل آئے وہ گھبرا کر کسی نے کہہ دیا میّت جواں معلوم ہوتی ہے

ہر که بود دریں طلب، بس عجب ست وبوالعجب
صد طرب ست در طرب، جانِ ز خود رمیده را

(مولانا روم)

یعنی: جو طلبِ الٰہی میں زندگی کے آخری دَم تک ثابت قدم رہتا ہے۔ سمجھ لو وہ بوالعجب و نادرِ زمانہ ہے۔ پھر اس کو محبت میں بصد شوق، جان کی قربانے دینے میں ہزار ہا طرب و مسرّت نصیب ہوتی ہیں۔

☆ شیخ ابو محمد دبیلی رضی اللہ عنہ کی رحلت کے وقت کسی نے کہا ''لا اله الا اللّٰه'' زبان پر لایئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ''یہ تو وہ چیز ہے جسے ہم بہت پہلے سے جانتے ہیں اور اسی قول پر تو فنا ہو رہے ہیں۔'' اس کے بعد ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے:

جب سے میرا دل تم پر آ گیا ہے۔ مَیں نے بیاباں نوردی کا جامہ پہن رکھا ہے اور اسی سفر میں تم نے مجھے سرگرداں و ہلاک کر رکھا ہے۔

کیا اب بھی تم مجھے اپنا غلام اور جاں نثار کہنے میں مخالفت و روگردانی کرو گے؟

☆ بوقتِ وفات شیخ شبلی رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہہ دیا کہ ''لا الٰہ الا اللّٰه'' کہو۔ شیخ شبلی نے مندرجہ ذیل ترجمہ کا شعر عربی میں سُنایا:

سلطانِ محبت کا ارشاد ہے کہ مَیں رشوت قبول نہیں کرتا۔ اب آپ ہی ان کو قسم دلا کر پوچھ لیجیے کہ وہ میری جان کو برانگیختہ کر کے کیوں قتل کر رہا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ وہ زبانی و سرسری الفاظ کی رشوت قبول نہیں فرماتا۔ اُسے تو ایثارِ جان کی رشوت مرغوب ہے۔

سجدے کی رشوتیں ہوں، فقط ذریعۂ نجات
زاہد خطا معاف، گوارا نہیں مجھے

O وحکی عن ابی علی الروذباری رضی الله عنه انّه قال ''رأیت فی البادیة حدثاً. فلمّا رآنی قال ''اَمَا یکفیه ان شغفنی یُحبّه حتّی علنی'' ثم رأیته یجود بنفسه فقلت له قل ''لا الٰه الا اللّٰه'' فأنشأ یقول ؎

ایا من لیس لی عنهٗ وان عذّبنی بُدٌّ
ویا من نال من قلبی، منا لا ماله حَدٌّ

شیخ ابو علی الروذباری فرماتے ہیں کہ ''صحرا میں اُنہوں نے ایک کم سن جوان کو دیکھا، جب اُس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا ''اُس کو مجھے ان کی محبت کے ساتھ مشغول رکھنا کیا کفایت نہیں کرتا؟ نہیں تو اس راز کو وہ افشا کیوں کررہا ہے۔'' اس کے بعد مَیں نے اُس کو جاں کنی کی حالت میں دیکھا تو میں نے ''لا الہ الا اللّٰہ '' کہنے پر زور دیا۔ اُس نے یہ سُن کر مندرجہ بالا شعر پڑھا اور جان دے دی۔

ترجمہ: اے وہ شخص جس کے لیے اُس کے سوا کوئی نہیں۔ اگر وہ ہستی تمہیں عتاب کرے تو یہ تمہاری تقدیر و قسمت کی بات ہے۔ اے وہ محبوب! تم نے میرا دل لے کر مجھ پر اس قدر بے انتہا عنایت فرمائی جس کی کوئی حد نہیں۔ پھر شکوہ و شکایت کا سوال ہی نہ رہا۔

جانے کہ جدا گردد، جویائے خدا گردد
او نادرۂ گردد، او بوالعجبے باشد
آں کس کہ چنیں باشد، باروح قریں باشد
درساعتِ جاں دادن اور را طربے باشد

(مولانا روم)

یعنی: جاں نثار، جویائے خدا ہوتا ہے۔ وہ نادرِ زمانہ اور پُرعجیب ذات ہوتی ہے۔ ایسے شخص کو روح کے ساتھ اس قدر قربت ہوتی ہے کہ جان دیتے وقت اس کو بڑی مسرت ہوتی ہے۔

O احمد بن عطاء رضی اللّٰہ عنہ یقول سمعت بعض الفقراء یقول لمّا مات یحییٰ الاصطخری رضی اللّٰہ عنہ جلسنا حولہ فقال لہ رجل منّا قل ''اشھد ان لا اِلٰہ الا اللّٰہ'' فجلس مستویاً ثم أخذ بید واحد منّا وقال قل اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ ثم أخذ بید آخر حتّی عرض الشھادۃ علی جمیع الحاضرین ثم مات.

ویحکی عی فاطمۃ أخت ابی علی الروذباری رضی اللّٰہ عنہ انّھا

قالت لمّا قرب أجل أخی ابی علی الروذباری وکان رأسه فی حجری فتح عینیه وقال "هذه ابواب السماء قد فتحت وهذه الجنان قد زيّنت وهٰذا قائل يقول لی "یا ابا علی قد بلغناک الرتبة القصویٰ وان لم تردها" ثم انشأ يقول.

وحقّک لا نظرت الی سواکا   بعین مودّة حتّی أرا کا
أراک معذّبی بفتور لحظ   وبالخدّ المورّد من جناکا

ثم قال یا فاطمة! الاوّل ظاهر. والثانی فيه اشكال.

وقال بعض الفقراء يقول "لما قربت الوفاة احمد بن نصر رضی الله عنه قال له واحدة "قل أشهد ان لا الٰه الّا اللّٰه" فنظر اليه وقال له "لا تترک الحرمة."

قال بعضهم "رأيت فقيرا يجود بنفسه غريباً والذّباب علی وجهه فجلست اذبّ الذباب عن وجهه ففتح عينيه وقال "من هٰذا؟" أنا منذ كذا سنة فی طلب وقت يصفولی فلم يبق الّا الاٰن جئت أنت. توقع نفسک فيه مرّ عافاک اللّٰه تعالیٰ.

سمعت ابا حاتم السجستانی رضی اللّٰه عنه يقول سمعت ابا نصر السراج رضی اللّٰه عنه يقول كان سبب وفاة ابو الحسن النوری انّه سمع هٰذا البيت. ؎

لازلت انزل من ودادک منزلا   تتحير الالباب عندنزوله

فتواجد النوری رضی اللّٰه عنه وهام فی الصحراء فوقع أجمة قصب قد قطعت وبقی أصولها مثل السيوف فكان يمشی عليها ويعيد البيت الی الغدة والدم يسيل من رجليه ثم وقع مثل السكران فتوّر مت قدماه ومات.

وحكی انه قيل له عند النزع قل "لا الٰه الا اللّٰه" فقال "أليس اليه أعود؟"   (الرسالة القشيرية، صفحه ١٨٠)

ترجمہ: شیخ احمد بن عطا فرماتے ہیں کہ مَیں نے بعض فقرا کو کہتے ہوئے سُنا کہ جب شیخ یحییٰ اصطخری پر حالتِ مردنی چھانے لگی تو ہم سب ان کے اردگرد بیٹھ گئے۔ اچانک ایک شخص بول پڑا کہ ''أشهد ان لا اله الا اللّٰه'' کہیے۔ یہ سُن کر شیخ یحییٰ سیدھے بیٹھ گئے اور ایک شخص کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور کہنے لگے ''بول أشهد ان لا الـه الا اللّٰـه'' پھر دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا ور کہا ''شہادت کا کلمہ بول'' اسی طرح تمام حاضرین کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر کلمۂ شہادت پیش فرمایا۔ اس کے بعد اُن کی جان پرواز کر گئی۔

شیخ ابی علی الروذباری کی بہن فاطمہ کہتی ہے کہ جب میرے بھائی ابوعلی الروذباری دنیا سے گزرنے لگے، اس حالت میں کہ اُن کا سر میری گود میں تھا، اپنی آنکھیں کھول دیں اور بولے ''یہ آسمان کے دروازے ہیں جو کھول دیئے گئے ہیں اور یہ جنتیں ہیں، جنھیں سنوارا گیا ہے اور یہ بولنے والا فرشتہ مجھ سے بول رہا ہے 'اے ابا علی بحکمِ خدا! ہم نے تجھے رتبۂ قصویٰ یعنی درجوں کے آخری کنارے تک پہنچا دیا ہے۔ حالانکہ تمہاری خواہش وطلب اس سے بھی پرے ہے''۔ اس کے بعد دو شعر گنگنائے جن کا اردو ترجمہ یہ ہے:

''قسم تیری ذات کی! تیرے سوا مَیں نے محبت کی نظر سے کسی کو نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ آخر میں، بندے نے تجھے دیکھ لیا، جب تو نے دکھلایا۔

تیری محبت و دیوانگی کا زخم خوردہ، اگر کبھی تجھے اس زرد رخسار سے کنکھیوں سے دیکھتے رہنے میں کچھ نقص آ بھی گیا ہو، تو کیا تو مجھے سزا دینا گوارا کرے گا؟

یہ شعر پڑھ کر فرمایا ''اے فاطمہ! پہلی بات یعنی آسمان کے دروازوں کا کھل جانا، جنتوں کو آراستہ کرانا اور مراتبِ اعلیٰ عطا فرمانا، ظاہر ہے اور ذہنِ انسان میں مطالعۂ کتبِ احادیث کے ذریعے بآسانی آ سکتا ہے۔ لیکن میری آخری بات شعر کی صورت میں جو ہے، اس کا شعور مشکل ہے۔

ہم نظر بازوں سے بچ کے، تو جہاں جا کے چھپا
ہم نے او پردہ نشیں تجھ کو وہیں دیکھ لیا

آ گہی دام شنیدن، جس قدر چاہے بچھائے
مدّعا عنقا ہے اپنے، عالم تقریر کا

(مرزا غالبؔ)

یعنی: بعض فقرا فرماتے ہیں کہ جب شیخ احمد بن نصر کی وفات قریب آ پہنچی تو کسی نے کہہ دیا ''أشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' بولیے۔ شیخ احمد نے اُن کی طرف گھورتے ہوئے فرمایا کہ ''خدارا بے حرمتی نہ کیجیے''۔

نشنیدہ کہ احمد، در وقت کوچ و رحلت
از نفس و روح از دل میزد رفیق اعلیٰ

(مولانا روم)

یعنی: حضرت ﷺ نے رحلت کے وقت، نفس، روح اور دل سے ''اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ'' کا جو نعرہ لگایا، کیا اس بات کو آپ نے نہیں سنا؟

تو وقف کنی خود را، بر گوریکے مُردہ
مَن وقف کسے باشم کو جان جہاں دارد

(مولانا روم)

یعنی: تو خود ایک مردے کی صورت میں قبر پر وقف کرتا ہے اور مَیں اپنی ذات کو اس پر وقف کر چکا ہوں جو ربّ العالمین اور خالقِ سما و زمین ہے۔

منزلِ عشق مکانِ دیگرست
مرد آں رہِ را نشانے دیگر است

(مولانا روم)

یعنی: اُس کے جہانِ محبت و عشق کی منزل کچھ اور ہے۔ اس راستے کے مرد کی علامت کچھ اور ہوتی ہے۔

بعض عارفوں کا بیان ہے کہ ''ایک فقیر مسافر کو مَیں نے مرنے کی حالت میں دیکھا

کہ مکھیاں اُس کے چہرے پر بھنبھنارہی ہیں۔مَیں اُس کے چہرے سے مکھیوں کو ہٹانے قریب گیا۔ وہ دونوں آنکھیں کھول کر مجھ سے کہنے لگا کہ ''تم کون ہو؟ مَیں اتنے برسوں سے اپنے لیے ان کے انتخاب وصفوۃ کا وقت ڈھونڈھ رہا تھا۔ ابھی ابھی اس کی نظرِ انتخاب کا وقت آیا کہ تم بیچ میں آپڑے۔ ہٹو اور یہاں سے دور ہوجاؤ۔ اللہ تجھے نیکی اور عافیت بخشے۔''

غبارِ راہ گشتم، سرمہ گشتم، توتیا گشتم
بچندیں راہ گشتم تا بچشمت آشنا گشتم

یعنی: راستے کی دھول اور غبار بن کر دیکھا، اپنے وجود کو سرمہ اور توتیا بنا کر تجربہ کیا۔ اس قدر نت نئے تماشے مَیں نے صرف اس مقصد کے تحت کیے تا کہ تیری آنکھوں میں بھا جاؤں اور آشنائی حاصل ہوجائے۔

شیخ ابا نصر سراج فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن نوری کی وفات کا سبب صرف یہ تھا کہ اچانک کہیں سے انھوں نے یہ شعر سن لیا۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:

تیری محبت کے باعث ایسی ایسی کٹھن منزلوں میں اُترنا میرے لیے محبوب مشغلہ بن گیا ہے جن منزلوں کی طرف اُترنے میں صاحبِ عقل ودانش حیرت زدہ ہوجاتے ہیں۔

یہ شعر سُن کر شیخ نوری پر وجد طاری ہوگیا اور انھوں نے عشقِ الٰہی میں حیران و پریشان، دیوانوں کے مانند دوڑنا شروع کیا اور دوڑتے دوڑتے کٹے ہوئے بانسوں کے بن میں جا پہنچے۔ ان کٹے ہوئے بانسوں کی جڑیں تیز تلوار کی مانند تھیں۔ شیخ بانسوں کے بن میں دن بھر چلتے دوڑتے چھلانگ لگاتے رہے اور شام کو اپنے گھر لوٹ آئے۔ اس حالت میں کہ دونوں پاؤں سے خون بہہ رہا تھا۔ پھر آپ مستوں کی طرح گر پڑے۔ آپ کے دونوں پاؤں سوج گئے اور موت واقع ہوئی۔

موت کے وقت کسی نے کہہ دیا کہ ''لا الہ الا اللّٰہ '' بولیے۔ آپ نے فرمایا'' کیا مَیں اُس کی طرف پلٹ نہیں رہا ہوں؟''

چوں ز صورت بروں روی، بمقامات معنوی

تو ز شش سوئے بشنوی که سلام علیکم

(مولانا روم)

یعنی: جب تم صورت سے پرے، باطن مقامات کی سمت چلو گے تو مشرق ومغرب، شمال وجنوب اور تحت و بالا چھ سمتوں سے ''**سلام علیکم طبتم فادخلوها خالدین**'' کی صدائیں سنو گے۔

که گر زعشق بمیری، بعشق زنده شوی

بمیر زود ز امکان که تا شوی احیا

یعنی: اگر عشقِ ربانی میں تو مرجائے تو زہے نصیب! کہ عشقِ حیّ وقیوم کے ساتھ زندگی پاجائے گا۔ اس لیے اس دارِفانی سے جلد گزر کر حیاتِ جاودانی حاصل کرنے کی کوشش کر۔

از مضیق جسم چوں یابی خلاص ۔۔۔ بے تجدّد عالمے یابی جدید

ایں سعادتہائے دنیا، ہیچ نیست ۔۔۔ آں سعادت جو که دارد بو سعید

ہیں خمش کن، عالم السرّ حاضرست ۔۔۔ نَحۡنُ اَقۡرَبُ گفت مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡد

(مولانا روم)

یعنی: اس جسم کی تنگی سے جب تم چھٹکارا پاؤ گے تو مرمت اور سنوارے بغیر ایک نئی اور انوکھی دنیا پاؤ گے۔

دنیا کی یہ سب ظاہری سعادتیں درحقیقت ہیچ اور صفر کا درجہ رکھتی ہیں۔ لہٰذا اس سعادتِ ابدی کو طلب کرو جو شیخ ابوسعید رکھتے تھے۔

اے رومی! زیادہ مت بول۔ چپ رہ۔ کیونکہ خدائے وحدہ لاشریک، عالمِ جلی وخفی موجود ہے۔ اس کا فرمانِ اقدس ہے کہ ''مَیں تمہاری گردن کی شہہ رگ سے قریب تر ہوں۔''

کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری سخن سنجی، ان کے لیے باعثِ بیزاری بن جائے۔

در مذہبِ عشّاق، نہ بیماریٔ مرگ ست

ہر جاں کہ بہر روز ایں رنج تبر نیست

در صورتِ ہر کس کہ ازاں رنگ ندیدی
می داں تو بتحقیق کہ از جنسِ بشر نیست

یعنی: عاشقوں کے مذہب میں موت کی بیماری مفقود ہے کیونکہ ہجر وفراقِ یار میں ہر روز اس کا رنج ودردموت سے بدتر ہے۔

جس شخص کی صورت میں اس رنگ وکیفیت کو نہ دیکھو تو سمجھ لو کہ حقیقت میں وہ نوع بشر سے نہیں ہے۔ گر چہ بصورت مثالِ بشر بباطن مجموعۂ شرّ ہے۔

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

(اقبال)

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے، انسان نکلتا ہے

(میر تقی میر)

جاں پرورست قصّہ اربابِ معرفت
رمزے برو بپرس حدیثے بیا بگو

(مولانا روم)

باد دادم جملگی، اسباب و جاہ و مال را
عشق انساں را خریدم، کَے بمانم بے عطا

(مولوی معنوی)

یعنی: اسباب ومال، جاہ واقبال حتیٰ کہ ساری دنیا ودین کو خیر باد کہہ کر مَیں صرف انسانِ کامل کی محبت پر جان ودل سے فدا ہوگیا اور حرماں نصیبی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ لہٰذا مَیں اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت وخوش تر انسان یقین کرتا ہوں۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجّادہ و دلق نیست

(سعدی شیرازی)

یعنی: علمِ معرفت و راہِ طریقت کا اصلی جوہر خدمتِ خلق کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تسبیح گھمانے، مصلّی بچھائے رکھنے اور موٹے کپڑے پہننے میں خدا شناسی کی تلاش ناممکن ہے۔

ان چیزوں کو اگر خدا کی تلاش کی کنجی تصور کریں تو سمجھ لو کہ یقیناً اس کنجی کی دندان ٹوٹے ہوئے ہیں، جو بے سود و ناکارہ ہے۔

لیے دریا نے موتی، گل شجر نے، لعل پتھر نے
خریدا مَیں نے سودا، دردِ اُلفت کا بشر ہوکر

یعنی: بفحوائے ''کُنتُ کَنزاً مَخفِیًّا'' تخلیقِ دو عالم میں، منشائے خالقِ اکبر، ظہورِ صفاتِ الٰہیہ بواسطۂ نورِ محمدی ﷺ کے سوا کچھ نہ تھا۔

''لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ'' بہ بانگِ دُہل اعلان کررہا ہے کہ خدا کی خدائی کا آغاز و اختتام ''نورِ مصطفوی'' پر ہے۔

''اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰه'' (مَیں اللہ کے نور سے ہوں) ''لَقَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ'' (تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نورِ محمدی پہنچا ہے) کے اشتہار سے یقین اپنی بلندی پر پہنچ کر نعرہ زن ہے کہ ''نورِ محمدی ﷺ احاطۂ خدائی ہے''۔

مسند نشیں ''کُنتُ نَبِیًّا'' باقتدار
فرماں روائے بارگاہِ عزّ اصطفا

(مولانا روم)

داؤد گفت اے پادشاہ چوں بے نیازی تو زما
حکمت چہ بود آخر ترا، در خلقتِ ہر دوسرا

حق گفتش اے مردِ زماں، گنجے بُدم من در نہاں
جُستم کہ تا پیدا شود، آں گنج در ویرانہا

(مولانا روم)

یعنی: داوٗد علیہ السلام نے اللہ پاک سے درخواست کی کہ جب تو ہر چیز سے بے نیاز اور صفتِ صمدیت سے آراستہ ہے تو پھر یہ دو عالم کی خلقت میں تیری کیا حکمت تھی؟

اللہ پاک نے جواب دیا کہ اے میرے مردِ زماں! ''کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا ''مَیں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میرا ارادہ ہوا کہ ان ویرانوں میں اس دولت کو ڈھونڈنے والا کوئی پیدا ہو۔

O ''کُنتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَینَ المَاءِ وَالطِّین ''(مَیں اُس وقت سے نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں مدغم تھے) یعنی مَیں اقتدارِ نبوت پر اُس وقت سے مسند نشیں تھا جب آدم علیہ السلام کی تخلیق کی بات بھی نہ چلی تھی۔ جب ہی سے مَیں مختاریت کی عزّت کے دربار کا حاکم و فرماں روا تھا۔

آں دَم کہ خانہ بر سرِ کوئے تو ساختم
آدم ہنوز محرم خُلد بریں نہ بود
آں دَم کہ ما ببار امانت در آمدیم
جبرئیل در خزانۂ رحمت امین نہ بود

یعنی: جب مَیں نے کوچۂ محبوب میں گھر بنا لیا تھا اُس وقت آدم کو خلدِ بریں کی خبر تک نہ پہنچی۔ اور اُس وقت مجھے امانتِ محبتِ الٰہی کا بارِ عظیم و نعمتِ عظمیٰ مل چکی تھی۔ جب کہ خزانۂ رحمتِ خداوندی کے امانت دار پاسبان کے خطاب سے خود جبرئیل مانوس نہ تھے۔ جس نے احاطۂ خدائی سے باہر قدم رکھا اور دائرۂ نفس و شیطان میں داخل ہو کر مارا گیا۔ اور جب وہ احاطۂ خداوندی کا نشان مٹ جائے گا یعنی جملہ اولیاء اللہ گزر جائیں گے اور اللہ کا نام باقی نہ رہے گا تو اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور جملہ اشیا فنا ہو جائیں گی۔

صدائے ایزدی ہوگی ''لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْم ؟''(آج راج کس کا ہے؟) جواب دینے والا کوئی نہ رہے گا۔ اللہ جل جلالہ اپنے سوال کا خود جواب دے گا ''لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّار ''(کبریائی اور شاہی صرف اللہ واحد و غالب ہی کی ہے)

غیر آغاز تصور مکن انجام ترا
ہست آغاز تو آنجا، کہ ترا انجام ست

(مولانا روم)

یعنی: اپنے انجام کو آغاز سے الگ نہ سمجھو، جہاں سے تمہاری ابتدا ہوئی، وہیں پر تمہارا انجام ہے۔

''و راز اشرف المخلوقات شدن انسان ایں ست۔ چونکه نورِ مصطفیٰ صلی اللّٰه علیه آله وسلم در ظهورِ بدنیا، از جمیع صور مخلوق اللّٰه تعالیٰ صورتِ انسان را پذیرفت لہٰذا بوسیلۂ صورۃ محمّد علیه الصلاة والسّلام صورتِ انسان مشرّف گشته ''اشرف المخلوقات'' گشت''۔

یعنی: انسان اشرف المخلوقات ہونے پر فخر و ناز کرتا ہے۔ لیکن اس بات پر کان نہیں دھرتا کہ اس کو ''اشرف المخلوقات'' کا لقب ملنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ نورِ محمدی ﷺ کو صورتِ انسان میں ظاہر ہونا پسند آ گیا۔ اگر نورِ خدا ﷺ صورتِ انسان میں ظہور پذیر نہ فرماتا تو انسان کو تمغۂ خداوندی ''وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم'' اور ''وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ'' کا تاج نصیب نہ ہوتا اور نہ اشرف المخلوقات کہلانے کا خواب نظر آتا۔

گر تجلی ذات خواہی، صورتِ انساں بہ بیں
ذاتِ حق را آشکارا، اندر و خنداں بہ بیں

یعنی: اگر ذات باری تعالیٰ کی تجلی منظور ہے تو انسان کی صورت کو دیکھ کیونکہ اس کی صورت میں ذاتِ حق کو عیاں و خنداں دیکھے گا۔

کہ عشق خلعتِ جان ست وطوق "کرمنا"

برائے ملك وصال و برائے رفعِ حجاب

(مولانا روم)

یعنی: عشقِ ذوالجلال روح کا انمول لباس ہے اور "ولقد کرّمنا" گلے کا حسین ہار ہے۔ یہ عروسی لباس وزیور رفعِ حجابِ الٰہی اور وصالِ محبوب کے لیے مخصوص ہے۔

گوہر فروش، خریداروں کو سب سے آخر میں نایاب اور انمول گوہر دکھاتا ہے تاکہ اس گوہرِ کمیاب پر جان ودل سے فدا ہوکر حصول کے لیے روح مضطرب ہوجائے۔ بایں وجہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرورِ کائنات ﷺ کو ختم المرسلین بنا کر اپنے بندوں کے سامنے پیش فرمایا تاکہ سارے عالم کو اپنے محبوب کا فدائی بنا کر اپنی ذاتِ بحث (واجب الوجود) کے فدائیوں کی فہرست میں اُن کے نام درج کردے۔ پھر بھی جو ان کے دائرۂ محبت سے خارج رہے گا وہ بارانِ رحمتِ الٰہی سے محروم رہے گا۔ کیونکہ "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ" یعنی محبت مصطفےٰ ﷺ کا حلقہ زنجیرِ الفت ورحمتِ الٰہی سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔

چونکہ اللہ لطیف کو دنیا میں اپنے نور کے وقتِ ظہور تک تماشا دراز کرنا مقصد تھا اور اپنے نور کی وجاہت اور اخلاقی بلندی کی داد، اپنی مخلوق سے بطریقِ اکمل حصول کا طالب تھا، لہٰذا آدم علیہ السلام سے ہابیل وقابیل، اوّل مطیع اور دوم سرکش وحریص پیدا فرمائے۔ جن کی بدولت جنگِ مخالفت کا آغاز اور کبر ومنی نے جنم لیا۔

ہزار رنگ دریں کارخانہ درکار ست

مگیر نکتہ نظیریؔ ہمہ نکو بستند

(نظیری)

یعنی: اس کارخانۂ قدرت میں ہزار رنگ کی حاجت ہے۔ جبھی تو کارخانے میں چہل پہل اور زندگی کی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ لہٰذا اے نظیریؔ! کسی چیز میں عیب نہ نکالو۔ ہر شے کو کسی نہ کسی مفاد کی بنا پر تخلیق کیا گیا ہے۔

نوح علیہ السلام کی اولاد اپنے باپ کو دیوانہ کہنے لگی اور پتھر برسائے۔

پسرِ نوح با بداں بہ نشست　　　خاندانِ نبوّتش گُم شد

(سعدی)

یعنی: اولادِ نوح علیہ السلام نے اوباشوں کی صحبت اختیار کرکے اپنی دولتِ نبوت کھودی۔

من از برائے مصلحت در حبسِ دنیا ماندہ ام
من از کجا، سجن از کجا، مالِ کرا دزیدہ ام

(مولانا روم)

یعنی: مصلحتِ خداوندی کے تحت بندہ دنیا کے قید خانے میں پڑا ہوا ہے۔ ورنہ مَیں کہاں، قید خانہ کہاں؟ کس کا مال مَیں نے چرایا ہے؟

یہ سلسلہ چلتا گیا یہاں تک کہ قتلِ عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہ کے بعد حسینی اور یزیدی معرکۂ کرب و بلا سے، نفس و شیطان اور روح و ریحان کے مابین جنگ لامتناہی شروع ہوگئی، جو آج تک صلح پذیر نہ ہوسکی۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

(اقبال)

یعنی: آدم سے ایں دَم تک انوارِ قدوسی اور شعلہ ہائے ابولہبی کے درمیان جھگڑا جاری ہے۔ یہ ایک عظیم ترین آزمائش و اختبارِ قدوسی ہے۔

نہ ہر شخصے بصر دارد، نہ ہر برگے ثمر دارد
نہ ہر دریا خطر دارد، نہ ہر شاہی گہر دارد

(مولانا روم)

یعنی: ہر شخص بصیرت نہیں رکھتا اور نہ ہی ہر شاخ پھل لاتی ہے۔ ہر دریا پُر خطر نہیں ہے اور ہر بادشاہ کے پاس گوہر بھی نہیں ہے۔ دنیا کے بصر، ثمر اور گہر عطائے کردگار ہے،

توفیقِ الٰہی ہے اور محروم رکھنا خذلان ہے۔ پھر دریا کی سلامتی رحمتِ پروردگار ہے۔ کسی کو توفیق ملی ہے اور کسی کو خذلان نصیب ہے۔

آج علمائے ظاہری اور عارفانِ ربانی کے مابین تیغ وتفنگ کا قتال تو نہیں ہے لیکن شدید زبانی حملے اور قلبی نفریں وتوہین کا جدال جاری ہے۔

اس جدالِ مافوق القتال میں چونکہ علمائے ظواہر کے ہاتھ اموال و دولت کی بہتات ہے۔ اس حرصِ ثروت نے انہیں امیروں کی چوکھٹ پر سرنگوں ہونے کا عادی بنا دیا ہے۔ طرّہ یہ کہ مالِ فراوانی نے انھیں صورتِ فرعونی و سیرتِ نمرودی بخش دی ہے۔ معقولات و منقولات کے علمی تبحر کا گھمنڈ وغرور انہیں ہمیشہ مباحثہ ومجادلہ پر اُکساتے رہتے ہیں۔ اور وہ آرام دہ حویلیوں میں دورِ جدید کے سامانِ آرائش وآسائش کے بیچ مزے سے بیٹھے ''ورثۃ الانبیــــاء'' ہونے کے دعویدار بھی ہیں۔ حالانکہ یہ تمام اشیا اقوالِ رسول واخلاقِ نبی ﷺ سے کوسوں بعید ہیں۔

مزید برآں وہ عارفانِ ربانی جو کنج خموشی اختیار کرکے مسکینی زندگی گزارنے میں لطف اور خوشی حاصل کرتے ہیں اور انھیں دیوانے، دین سے ناواقف بلکہ بے دین تک کہہ ڈالتے ہیں۔

چنانکہ مدرسۂ علم دارد آئین ہا
بدانکہ مدرسۂ عشق را صد آئین ست

(مولانا روم)

یعنی: جس طرح علمِ ظاہری کی درسگاہ میں کچھ قوانین ہوتے ہیں، اسی طرح مکتبِ عشق الٰہی میں سو قوانین وضوابط ہوتے ہیں۔

ائے زاہد وائے عابد، جائے تو بود مسجد
رندان خرابی را میخانہ بود ماویٰ
نہ زاں مئے انگوری، کزوَی رسدت کوری
زاں مئے کہ نظر بخشد در حال بہر اعمیٰ

یعنی: اے پرہیزگار عابد! تم کو مسجد مبارک ہو۔ ہم خراب حال مستانِ وحدت کا ٹھکانہ و جائے پناہ میخانۂ لایزالی ہے۔

ہمیں شرابِ انگوری کا عادی مت سمجھو۔ جس سے ہوش و عقل میں ظلمت اور آنکھوں میں کوری و نابینائی پیدا ہوتی ہے۔ ہمیں صوفوں کی ضرورت، نرم نرم گدّوں اور تکیوں کی احتیاج نہیں ہے۔ ہم لوگ اس شرابِ عشق لم یزل کے لیے جان دیتے ہیں اور تمہاری جفائیں سہتے ہیں، جو مئے عشق باقی نابینائی کی حالت میں نظرِ مرحمت فرماتی ہے۔

یہ متجر علمائے ظواہر اچھی طرح واقف ہیں کہ مدنی آقا ﷺ نے فرمایا ہے کہ "**اَلْعِلْمُ عِلْمَان عِلْمَ الْاَحکَام وَ عِلْمَ الْاَسْرَار**" علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم الاحکام یعنی علمِ یجوز و لایجوز ہے اور دوسرا علمِ اسرار و رموز ہے۔

حضرت سرتاجِ مدینہ ﷺ فرما گئے ہیں کہ اے علی رضی اللہ عنہ! مَیں تم کو تین قسم کا علم دیئے جا رہا ہوں۔ ایک علم ظاہر و افشا کرنے کا ہے۔ دوسرا علم لائق، سمجھ داروں کو بتانے کا ہے۔ تیسرا علم مخفی رکھنے کا ہے۔ کسی پر اظہار نہ کرنا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسولِ اکرم ﷺ نے دو علم عطا فرمائے۔ ایک علم جو مَیں آپ لوگوں کو سناتا ہوں اور دوسرا علم اگر بیان کروں گا تو تمہارا خنجر میرے حلق پر چلے گا۔

تو و طوبیٰ، ما و قامت یار　　　فکر ہر کس بقدر ہمّت اوست

یعنی: تو مقامِ طوبیٰ کا مالک بن جا اور مجھے وجود و ذاتِ محبوب دے دے۔ جو کہ مقامِ اختصام نہیں ہے۔ اپنی اپنی ہمت و قابلیت کے مطابق مشغولِ کار ہو کر مفادِ عام کے لیے کوشاں رہیں۔ یہی راہ ترقی و بہبودی کی ہے۔

چونکہ اللہ جل شانہ نے تخلیقِ عالم کے ساتھ، نسلِ انسانی کو نبیوں کے بعد علماء و صلحائے اُمت کے سپرد کر دیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر انہیں راہِ راست پر جماعتِ علماء ظواہر احکام کے تحفظ و نگہبانی کی لگام کو صبر و تحمل و دُور اندیشی اور سہل پذیری سے تھام لیتے

اور باطنی اصول وآداب کے نفاذ واجرا کا دامن صلحاء وصوفیائے کرام کے طائفے حدودِ محبت کا خیال رکھتے ہوئے مضبوطی سے جکڑ لیتے تو دونوں نیک جماعتوں کے مابین تخاصم وتقابل کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اور خندہ پیشانی وچشم پوشی کے اخلاقِ حسنہ سے مزین وآراستہ ہوکر چار دانگ عالم میں ایک دل لبھانے والا نقشہ ونمونہ پیش کرکے یگانے اور بیگانے کی نظر وزبان میں تحسین وآفرین کے جملے پیدا وہویدا ضرور ہوجاتے۔

مؤمناں را خواند ''اخوان'' در کلام خود خدا
پس بباید صلحِ شاں، دادن بہم ائے کَد خدا

(مولانا روم)

یعنی: اللہ پاک نے کلامِ مجید میں ایمان والوں کو ایک دوسرے کا بھائی فرمایا ہے۔ لہٰذا اے مسلمانوں کے سرپرستو! اپنے اندر اصلاحِ اسلام، خوش خلقی اور صلح پسندی کے اختیار فرمانے میں دریغ نہ فرمائیے۔

مصری کا پربت بھیّو، چیونٹی پہنچی آئے
اُن مُکھ اپنا بھرلیّو، پربت نہ لیّو جائے

اگر مر ترا صلحِ آہنگ نیست
مرا با توائے جاں سرِ جنگ نیست
تو در جنگ آئی، رَوَم من بصلح
خدائے جہاں را، جہاں تنگ نیست

(مولانا روم)

یعنی: اگر تم کو ہمارے ساتھ صلح کا قصد نہیں ہے تو ہمیں بھی تمہارے ساتھ جنگ کا خیال نہیں ہے۔ تم لڑنے آ ؤگے تو مَیں صلح کی طرف دوڑوں گا۔ کیونکہ خالقِ عالم کے ہاں عالَم کی کثرت ہے۔ ہم جہانِ جدال سے فرار ہوکر عالمِ صلح کی طرف بھاگ جائیں گے۔ مگر جنگ وجدال اختیار نہ کریں گے۔

O قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''سیف المسلول'' میں فرماتے ہیں کہ:

''بعضے از کابر اولیاء بکشف صحیح که یکے از اسباب علم ست۔ امام را معنیٔ دیگر ظاہر گشته و آں آنست که فیوض و برکاتِ کارخانۂ ولایت که از جنابِ الٰہی بر اولیاء اللّٰه نازل می شود اوّل بر یك شخص می شود و ازاں شخص قسمت شده بہر یك از اولیاء عصر موافق و مرتبه بحسب استعداد می شود و می رسد۔ و ہیچ کس را از اولیاء اللّٰه بے توسط او فیضے نمی رسد واز مردانِ خدا بے وسیله درجۂ ولایت نمی رسد۔ اقطاب جزی و اوتاد و ابدال و نجبا و نقبا و جمیع اقسام اولیاء بوے محتاج می باشد۔ وصاحبِ ایں منصب عالی را امام وقطب ارشاد گویند۔ وایں منصبِ عالی از وقتِ ظہور آدم علیه السلام بروح علی رضی اللّٰه عنه مقرّر بود که پیش از انشائے عنصری آنحضرت علیه الصلاة والسلام ہم در اُمم سابقه ہر که بدرجۂ ولایت رسید بتوسط روح وی می رسید۔ وبعد وجود عنصری تاوقت رحلت او از صحابه و تابعین را ایں دولت بتوسّط او رسیده۔ بعد رحلت او ایں منصب بحسن علیه السلام۔ بعده بحسین علیه السلام پس امام زین العابدین رضی اللّٰه عنه پس بمحمد باقر رضی اللّٰه عنه پس بجعفر صادق، پس به امام موسیٰ کاظم پس به علی موسیٰ رضا پس به محمد تقی پس به علی نقی پس به حسن عسکری آں منصبِ معلّی فیوض گشته۔ وبعد وفاتش تا ظہور غوث الاعظم محی الدین ایں منصب بوے متعلق شده و تا ظہور مہدی علیه السلام ایں منصب بروح غوث الثقلین متعلق باشد لہٰذا حضرت غوث پاك فرموده ''**قدمی هذه علی رقبة کل اولیاء اللّٰه**'' وایں

بیت ترنّم نمودہ ؎

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا = اَبَداً عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتَغْرِبُ

ترجمہ: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''سیف المسلول'' میں رقم طراز ہیں کہ بعض اکابر اولیاء اللہ نے کشفِ صحیح سے، جو اسبابِ علم میں سے ایک علم ہے، امام کے معنیٰ کو بطریق دیگر ظاہر فرمائے ہیں کہ کارخانۂ ولایت کے فیوض و برکات جو قادرِ مطلق کی طرف سے اولیاء اللہ کے دلوں پر نازل ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے ایک ہی شخص پر وارد ہوتے ہیں اور اُن کی جانب سے تقسیم ہوکر، زمانے کہ ہر ہر ولی کو بحیثیت موافقت و مرتبہ اور حسبِ قابلیت و استعداد، مناسب حصہ پہنچتا ہے۔ بغیر اُن کے توسّط کسی ولی اللہ کو فیض نہیں پہنچتا۔ اور اُن کے توسط بغیر رجال اللہ سے کسی کو درجۂ ولایت نصیب نہیں ہوتا۔ اقطاب جزئی اور اوتاد و ابدال و نجباء و نقباء اور جمیع اقسام اولیاء اُن کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس منصبِ عالی کے مالک کو ''امام یا قطبِ ارشاد'' کہتے ہیں۔ یہ منصبِ عالی حضرت آدم علیہ السلام کے ظہور کے وقت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روحِ پاک کے لیے مقرر تھا۔ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبدأ عنصری سے پہلے اُممِ سابقہ میں بھی جو کوئی درجۂ ولایت کو پہنچتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روح کے توسط سے پہنچتا ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ عنصری کے بعد سے اُن کے وقتِ رحلت تک صحابہ اور تابعین کو یہ دولتِ ولایت اُن کے توسط سے پہنچی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رحلت کے بعد یہ منصبِ عالی حضرت حسن علیہ السلام کو، اُن کے بعد حضرت حسین علیہ السلام کو، اُن کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو، بعدہٗ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو، بعدہٗ امام جعفر صادق کو، بعدہٗ امام موسیٰ کاظم کو، بعدہٗ امام علی موسیٰ رضا کو، بعدہٗ امام محمد تقی کو، بعدہٗ امام علی نقی کو، اور اُن کے بعد امام حسن عسکری کو مذکورہ منصبِ عالی کا سمندرِ فیوض ہاتھ آیا۔ اُن کی وفات کے بعد حضرت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کے وقتِ ظہور تک یہ منصبِ عالی امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے قبضے میں رہا۔ بعدہٗ حضرت غوث الاعظم محی الدین جیلانی کو یہ

منصبِ عظیم عطا ہوا اور ظہورِ امام محمد مہدی علیہ السلام تک یہ منصبِ قطب ارشاد حضرت غوث الثقلین، دستگیر محروم الطرفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ معلق رہے گا۔ اس لیے حضرت غوث اِنس و جان بوقتِ وجد و فرمانِ حنّان و منّان یہ جملہ لسانِ سحر بیان سے بطور تحدیث نعمت اعلان پذیر ہوا کہ۔

"قدمی هذه رقبة کل اولیاء الله" میرا یہ قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے۔

اور ترجمۃ الذیل ایک عربی شعر گنگناتے رہے۔

"اگلوں کے تمام خورشید ہائے روشن ڈھل گئے ہیں لیکن میرا تیز روشن آفتاب غروب ہونے کے بجائے ہمیشہ بلندی کے اُفق پر چمکتا رہے گا"۔

سورج اگلوں کے چمکتے تھے، چمک کر ڈوبے
اُفق نور پر ہے، مہر ہمیشہ تیرا

تاج العارفین شیخ ابوالوفاء فرماتے ہیں کہ "کل دیک یصیح ویسکت الا دیکک فانه یصیح الیٰ یوم القیامة"۔

مرغ سب بولتے ہیں، بول کے چپ رہتے ہیں
ہاں اصیل اک نوا سنج رہے گا تیرا

سارے اقطابِ جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف
کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا تیرا

کس گلستاں میں نہیں، فصلِ بہاری سے نیاز
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ، برسا نہیں جھالا تیرا

گردنیں جھک گئیں، سر بچھ گئے، دل ٹوٹ گئے
کشف ساق آج کہاں، یہ تو قدم تھا تیرا

سُکر کے جوش میں جو ہیں، وہ تجھے کیا جانیں
خضر کے ہوش سے، پوچھے کوئی رتبہ تیرا
ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اونچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے، نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

شاہ ما شاہ است و نامش مرتضاست
در دو عالم شاہِ ما شیرِ خداست
شاہِ مارا برہمہ شایاں شہی ست
شاہِ جن و انس و شاہِ اولیأست
گنج حق در سینۂ آں شاہ داں
باب علمش گر ہمی خوانم رواست
مصطفیٰ را غیر او ہمدم نہ بود
درحقیقت رازدارِ مصطفیٰ ست
مصطفیٰ و مرتضا ہر دو یکے ست
تانگوئی تو زیکدیگر جداست
اہل بینش جملگی خود برحق اند
چشمۂ نورش علی مرتضاست

(مولانا روم)

یعنی: ہمارے بادشاہ کا نام علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہے۔ وہ دوعالم میں شیرِ خدا ہیں۔ جملہ شاہانِ معرفت پر ہمارے شہنشاہ کی شاہی ہے جو جن وانس اور کل اولیاء اللہ کے سردار و رہنما ہیں۔

گنجِ عرفانِ حق سے اُن کا سینہ معمور ہے۔ مدینۃ العلم کا وہی تو دروازہ ہیں۔
بعثت سے لے کر وہ مصطفےٰ ﷺ کے ہمدم تھے۔ درحقیقت وہ رازدارِ رسول اعظم ﷺ ہیں۔
مصطفیٰ و مرتضیٰ دونوں ایک نور سے ہیں لہٰذا ایک کو دوسرے سے جدا ہرگز نہ کہو۔
اہلِ نظر سب کے سب اپنے اپنے طریق پر برحق ہیں مگر ان سب کا چشمۂ نور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔

○ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم "من أحب علیّا فقد أحبّنی و من ابغض علیّا فقد ابغضنی و من آذی علیّا فقد آذانی و من آذانی فقد آذی اللّٰہ.

وقال ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ "حُبّ علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ یأکل الذنوب کما تأکل النار الحطب ولو اجتمع الناس علی حبّہ لما خلق اللّٰہ جھنم"

وعن النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم "مکتوب علی باب الجنّۃ محمّد رسول اللّٰہ علی أخو رسول اللّٰہ قبل ان یخلق اللّٰہ السماوات بألفی عام"

وسئل النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم عن شجرۃ طوبیٰ فقال "أصلھا فی داری" ثم سئل عنھا ثانیا فقال "أصلھا فی دار علی" فقیل انک قلت اوّلاً أصلھا فی دارک ثم ثانیا أصلھا فی دار علی! فقال "داری و دار علی فی الجنّۃ فی مکان واحد".

وعن انس رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم "صحفیۃ المؤمن حُبّ علی بن ابی طالب".

عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم "یقول لعلی انت الصدیق الاکبر وانت الفاروق الذی تفرق بین الحق والباطل"
(نزھۃ المجالس للشیخ العلامۃ عبدالرحمن الصفوری، ص ۲۲۸، ج۲)

ترجمہ: ارشادِ اصل موجودات ﷺ ہے ''جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی، گویا اُس نے مجھ سے محبت کی اور جو علی کے ساتھ بُغض و عداوت رکھنے والا بنا، وہ ضرور مجھ سے عداوت رکھنے والا ہے۔ جس نے علی کو ضرر پہنچائی، اُس نے مجھے ایذا پہنچائی۔ اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ کا دل دکھایا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت گناہوں کو اس درجہ نیست و نابود کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو خاکستر بنا دیتی ہے۔ اگر لوگ علی رضی اللہ عنہ کی محبت پر متفق ہو جاتے تو اللہ پاک جہنم کی تخلیق نہ فرماتا۔''

رسولِ پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جنت کے دروازے پر پہلے دو ہزار برس سے یہ مرقوم تھا کہ ''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور علی رضی اللہ عنہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بھائی ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ سے صحابہ نے ''شجر طوبیٰ'' کے متعلق دریافت کیا۔ اس پر ارشادِ عالی ہوا کہ ''شجر طوبیٰ'' کی جڑ میرے گھر میں ہے۔'' پھر دوبارہ اس بارے میں جب پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس شجر کی جڑ علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہے'' تو صحابہ نے سوال کیا کہ پہلے تو آپ نے اپنے گھر میں بتایا۔ پھر ثانیاً اُس شجر کی جڑ علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں فرمانے کی وجہ کیا ہے؟ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا ''میرا اور علی کا گھر جنت میں ایک ہی جگہ پر واقع ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کے نامۂ اعمال کی خوبی کا مدار علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت پر ہے۔''

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''سرکارِ دو عالم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ ''تم صدیق اکبر ہو اور تم فاروق ہو، جو حق اور باطل کے درمیان مکمل فیصلے کا آلہ ثابت ہو گے۔''

ہوں تو سُنّی پر علی کا صدق دل سے ہوں غلام
خواہ ایرانی کہو تم، خوہ تورانی مجھے
(شیخ مرزا مظہر جانِ جاناں)

شہِ سریرِ ولایت، امام خطّۂ شرع
محیطِ عالَم دانش علی ولی اللّٰہ
زہے فروغِ ضمیر، تو شمعِ بزمِ رسول
زہے وجودِ شریف، تو ختمِ صنع آلہ

(عرفی شیرازی)

یعنی: حضرت علی کرم اللہ وجہہ تختِ ولایت کے شہنشاہ ہیں۔ جہانِ عقل و دانش کا احاطہ کرنے والے علی ولی اللہ ہیں۔

واہ رے! اُن کی روشن ضمیری میں جو محفلِ مصطفیٰ کا روشن چراغ ہے۔ سبحان اللہ! اُن کے وجودِ اقدس پر صنعتِ باری تعالیٰ کی تکمیل ہے۔

چنان کہ دیدۂ عفوت، براہ عصیانست
سزد کہ عین ورع گردد اتکاب گناہ
شدم ہلاك ز حرماں، خوش آں زماں کہ شوم
بخاك بوسئ کوئے تو چوں سپہر د وتاہ

یعنی: تمہاری نگاہِ عفو و درگذر، گناہوں کی طرف اس درجہ ہے کہ عین تقویٰ کو ارتکابِ جرم کا شوق پیدا ہوجاتا ہے۔ تاکہ تمہارے عفو و عنایت کے حصے سے محروم نہ رہ جائے۔

مَیں اپنی حرماں نصیبی پر نالاں ہوں۔ مجھے مسرّت اس وقت حاصل ہوگی جب آپ کی گلی میں حاضر ہوکر آسمانِ خمیدہ کے مانند خاک بوسی کے لیے جھکنا میسر ہوجائے۔

زہے محبتِ آل تو پائے مرد ورع
خہے حمایتِ لطف تو دستگیر گناہ
ز روئے لطف بفریاد رس، مرا چو بحشر
بپائے افتم و گویم حسبۃً لِلّٰہ

(عرفی شیرازی)

یعنی: آپ کی آل واولاد کی محبت پرہیزگاروں کے لیے کشادورہ نما ہے۔ واہ رے! آپ کی حمایت ومہربانی، گناہگاروں اور گرتے ہوؤں کو تھامنے والی ہے۔

براہ کرام! میری فریاد سماعت فرمایئے کہ جب روزِ حساب مَیں گر پڑوں اور آپ کو صدادوں، تو اللہ کے واسطے دستگیری فرما کر بچا لیجیے۔

منم غلام تو عرفیؔ محل بود کز لطف
بحالِ من بکشائی لبِ شفاعت خواہ

یعنی: مَیں عرفی شیرازی آپ کا غلام ہوں۔ روزِ جزا آپ کے لطف وعطا کا وہ محل و مناسب فرد ہے۔ خدارا! میری حالتِ زار پر اس دن شفاعت میں لب کشائی فرمایئے گا۔

"قل تعالوا" از حقش آمد خطاب
و ز رسول اللّٰہ "علیٌّ بابہا" ست
اوست سلطانِ حقیقت زیں سبب
بر درِ قدرش ہمہ شاہاں گداست
در شریعتِ عالماں را او دلیل
در طریقت عارفاں را پیشوا ست
بعد او باشد حسن میرو امام
آنکہ دُرِّ بحر علم "ھل الیٰ" ست
بعد از و دیگر امام مؤمناں
افضل و اکمل شہید کربلا ست
من مطیع عابد ینم از یقین
باقر در رہ امام و مقتدا ست
مقتدائے مؤمناں و متّقی
جعفر صادق امام با وفا ست

موسئ کاظم شاہ عالی نسب
آنکہ فرزندش علی موسیٰ رضاست
چشم جانم روشن از مہر تقی ست
آنکہ مہرش دردِ دلہا را دوا ست
مہر نقی را داں امام پاک دیں
والئ حق، رہنمائے اولیأ ست
روز و شب دارم ہوائے عسکری
در دلم مہر ولئ با وِلا ست
آں محمّد مہدئ صاحب زماں
حبّذا جانیکہ باوی آشناست

(مولانا روم)

یعنی: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے متعلق اللہ پاک کی طرف سے ''قُلْ تَعَالُوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ کُمْ وَنِسَأَنَا وَنِسَاءَ کُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ'' کا خطاب آیا ہے۔ اور لفظ ''اَنْفُسَنَا'' میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف علی کرم اللہ وجہہ شامل تھے۔ اور ''اَبْنَاءَ نَا'' میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ علاوہ بریں ارشادِ نبوی ﷺ میں ''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا'' کی حدیث شریف موجود ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسی بدولت سلطانِ حقیقت مقرر ہوئے جن کے درِ اقدس پر جملہ شاہان گدائی کرتے ہیں۔

شریعت میں وہ عالموں کی دلیل اور طریقت میں عارفوں کے پیشوا ہیں۔ ان کے بعد قرآنی بحر العلوم کا دُرِّ یکتا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ قرار پائے۔

بعدہٗ مؤمنین کے لیے افضل واکمل ترین حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ ہیں۔

بندۂ عاجز رومیؔ اُن کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا مقِر ومقتدیٰ ہے۔

پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ مؤمنین کے امامِ باوفا بنے۔

بعدۂ عالی نسب امام موسیٰ کاظم اور اُن کے فرزند امام علی موسیٰ رضا کے قبضے میں عہدۂ ولایت جاگزیں ہوا۔

پھر رومیؔ کی چشمِ بصیرت میں امام علی تقی رضی اللہ عنہ کی مہر ومحبت نور انگیز ہے جن کی عنایت دردِ دل کی دوا ہے۔

اُن کے بعد امام علی نقی رضی اللہ عنہ کو والیِ حق، رہنمائے اولیاء اور دینِ اسلام کی سرپرستی ملی۔

رومیؔ مسکین، شب وروز امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی محبت کو دل میں دبائے زندگی بسر کرتا ہے۔

سب سے آخر امام مہدی صاحب رضی اللہ عنہ ہیں۔ شاباش! واہ واہ! ان جواں مردوں کو جو اُن سے آشنا ہیں اور آشنائی کے خواہاں ہیں۔

حلِ مشکل کن بروئے من درِ رحمت کشا
ائے بنام تو مسلّم فتحِ خیبر آمده
مرحبا ائے قاتل، مرحب، امیر الاشجعین
در ظلالِ ذوالفقارت شور محشر آمده

یعنی: میری مشکل کشائی فرمایئے اور رحمت کا دروازہ کھول دیجیے۔ اے وہ ہستی جن کے نام پر فتح خیبر مسلّم ہو چکا ہے۔

خوش باش! اے قاتلِ مرحب پہلوان! اے دلیروں کے سرتاج! تمہاری ذوالفقار کے سایے تلے محشر میں شور برپا ہونے والا ہے۔"

O عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم ''ان اللّٰہ خلقنی و خلق علیّا نورین بین یدی العرش نسبّح اللّٰہ و نقدّسه قبل ان یخلق آدم بالفی عام. فلما خلق آدم أسکننا فی صلبه ثم نقلنا من صلب طیّب وبطن طاهر حتی أسکننا فی صلب ابراهیم ثم نقلنا من صلب ابراهیم الی صلب طیّب وبطن طاهر حتی أسکننا فی صلب عبدالمطلب ثم افترق النور فی عبدالمطلب ثلثاه فی عبداللّٰہ وثلثه فی ابی طالب ثم اجتمع النور منّی ومن علی فی فاطمه فالحسن والحسین نور ان من نور ربّ العالمین.''

وعنه صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم ''حسین منّی وانا من حسین. أحبّ اللّٰہ من أحبّ حسینا'' رواه الترمذی.

قال علی کرّم اللّٰہ وجهه ''أخذ النبی صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم بید الحسن والحسین وقال من أحبّنی هذین وأبا هما وأُمّهما کان معی فی درجتی یوم القیامة.'' (نزهة المجالس، صفحه ۲۵۳)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ، رسولِ مقبول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ''اللہ جل شانہ نے مجھے اور علی کو عرش کے مقابل دو نور تخلیق فرمائے۔ تخلیقِ آدم سے دو ہزار سال قبل، ہمارے دونوں انوار اللہ پاک کی تسبیح و تقدیس میں مصروف رہے۔ بعد تخلیقِ آدم ہمارے انوار کو اُن کے صلب میں ودیعت رکھا۔ پھر ہم کو صلبِ طیب اور بطنِ طاہر سے منتقل کرتے گئے۔ یہاں تک کہ صلبِ ابراہیم میں سکونت پذیر فرمایا۔ پھر صلبِ ابراہیم سے صلبِ طیب و بطنِ طاہر کی طرف منتقل فرماتے گئے۔ حتیٰ کہ عبدالمطلب کے صلب میں مسکون کر دیا گیا۔ اور عبدالمطلب کے صلب میں وہ دونوں نور تین حصوں میں بٹ گئے۔ دو تہائی حصہ عبداللہ کے صلب میں اور ایک تہائی حصہ ابی طالب کے صلب میں جا گزیں ہوئے۔ پھر میرا اور علی کا نور، فاطمہ میں جا کر جمع ہو گئے۔ پس حسن اور حسین ربّ العالمین

کے نور سے دونور ہیں''۔

تخمِ موجودات سرورِکائنات ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ ''حسین مجھ سے ہے اور مَیں حسین سے ہوں۔اُس سے اللہ پاک دوستی رکھتا ہے جو حسین سے محبت رکھتا ہے۔

(ترمذی شریف)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین دونوں کے ہاتھ پکڑتے ہوئے فرمایا ''جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اور ان دونوں اور ان کے والدین سے محبت رکھتا ہے، وہ بروزِ محشر جنت میں میرے ساتھ اور میرے درجے میں ہوگا''۔

محمد بود قبلہ گاہِ عالم ولے بر تخت دل سلطان علی بود
اگر ایماں بحق داری بیاں کن کہ سرِّ صورتِ قرآں علی بود
شریعت بود برھانِ طریقت حقیقت و اصلِ یزداں علی بود

(مولانا روم)

یعنی: محمد ﷺ عالم کے قبلہ گاہ تھے۔لیکن علی دل کے تخت پر بادشاہ تھے۔اگر اللہ جل شانہ پر ایمان رکھتے ہو تو ذرا بیان کردو کہ علی رضی اللہ عنہ قرآن کی صورت کا راز تھے۔ شریعت دلیلِ راہِ طریقتِ نبی اور حقیقت جو انسان کو خالق تک پہنچاتی ہے، اُس کا ذریعہ و واسطہ علی کرم اللہ وجہہ تھے۔

عالمِ اسلام کی ایمانی کمزوریاں وظہورِ غوث زمین وزمان

میری قید کا دل شکن ماجرا تھا
بہار آئی تھی، آشیاں بن چکا تھا

یعنی: اسپین سے انڈونیشیا تک اسلامی اقتدار کا دراز سلسلہ، قرآنی تہذیب واخلاق کا پُرشور دبدبہ، مخلوق کے دلوں کو موہ لینے کا جیّد حربہ، حاملِ اخلاقِ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فرشتہ صفت طائفۂ انسان مسمّٰی بہ اولیائے رحیم ورحمٰن کے ساطت سے جاری و ساری رہا۔

یہی فرزندِ آدم ہے کہ جس کے اشکِ خونی سے
کیا ہے حضرتِ یزداں نے دریاؤں کو طوفانی

یعنی: اس بات سے کون انکار کرے گا کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی حق نوازی، منصف مزاجی وشجاعتِ خدادادی مما لک کی تسخیر کررہی تھی۔ اس وقت اہلِ مغرب کو ''جنہیں آج اقوامِ عالم کی نگاہ عروج کے آسمان پر دیکھ رہی ہے'' سلیقے سے کپڑے پہننا تک نہ آتا تھا۔ جب حضرت طارق رضی اللہ عنہ نے اشاعتِ اسلام کے جذبے کے تحت سمندر میں گھوڑا دوڑا دیا تھا اور فوجوں کو پار اُترنے کا حکم جاری کر دیا تھا۔ مغرب میں کوئی ایسا من چلا فرزند پیدا نہ ہوا تھا جو ان کو ساحل تک پہنچنے سے روک سکتا۔

سمندر میں بے باکانہ گھوڑے اُتار دینا اور فوجوں کی رسد بھری کشتی ساحل سے لگنے کے بعد توڑ دینا یا جلا ڈالنا، تاکہ اسلامی افواج کے دلوں میں واپسی کی اُمید اور جان کی حفاظت کی پرواہ باقی نہ رہے۔ اگر آج کے دانش مند سپہ سالاروں کی نظر میں، یہ فعل جنگِ آزمائی کے قوانین کے خلاف اور تحفظِ زندگی سے ناواقفیت اور سراسر دیوانگی وحماقت ہوسکتا ہے لیکن ایک مردِ مجاہد کے لیے جاں نثاریٔ اسلام کا اس سے بہتر زرّیں موقع نصیب ہونا قریب قریب ناممکن الحصول تھا۔

خود آگاہی نے سکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی
حرام آئی ہے اُس مردِ مجاہد پر زرّہ پوشی

یعنی: اہل اللہ کی نظر کی گہرائی، جذبۂ عشقِ الٰہی کا وفور اور چار دانگِ عالم میں اشاعتِ اسلام کے ولولے نے نہ صرف دریا پار لگوایا بلکہ فتوحات پر فتوحات نے خیر مقدم کرتے ہوئے آگے بڑھاتے گئے۔ مختصراً اہلِ نظر کے طائفہ نے اپنی جانوں پر کھیل کر، عرق ولہو سے پیراہنِ اسلام کو اس درجہ رنگ بخشا، جس کے نتیجے میں آج عالم کے چپے چپے سے صدائے توحید ورسالت کی گونج موجزن ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

یعنی: اللہ جل شانہ کا فرمان ہے کہ ''حکومتِ ارضی میراث صالحین ہے''ہمیں خدائی وعدے کے مطابق میراث مافوق الاستحقاق تو ضرور مل گئی، مگر ہم نے اپنی استعداد کو عیش و عشرت، ناز ونشاط، ناجائز سیاست و سیادت، علوم ترقیات وتسخیرات سے بے نیازی، نفاق و فرقہ بندی، خودفروشی وخدا فروشی، کنبہ پروری و کینہ پردازی اور ترقی و اجتہادِ دائمی سے یکسر بے ذوق ہوکر بلکہ کامل انکار بن کر، جام وصہبا کے سُکر اور پری رُخوں کی آغوشہائے نرم و نازک میں مستغرق کر کے، خدا داد میراثِ بے بدل کو راہِ استیصال میں ڈال کر ذلیل وخوار ہوگئے۔

تغیر آ گیا ایسا، تدبرّ میں تخیل میں
ہنسی سمجھی گئی گلشن میں، غنچوں کی جگر چاکی
حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذّتیں کیا کیا
رقابت، خود فروشی، ناشکیبائی ہوس ناکی

رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی صحیح وثابت ہوکر رہی۔ ارشادِ اقدس ہے کہ ''خدا کی قسم! غربت وافلاس کا تمہارے متعلق مجھے کوئی خوف نہیں۔ بلکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم پر دنیا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، پھر جیسے تم سے پہلی اُمتّوں میں مقابلے کا بازار گرم ہوا۔اسی حالت میں تم بھی مبتلا ہوجاؤ گے''۔

عالَم ہے فقط مؤمنِ جانباز کی میراث
مؤمن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

ذرا خدالگتی کہیے! کیا ہم ہنوز اس حالت میں مبتلا نہیں ہوئے، جس سے رسولِ پاک ﷺ کو خوف وخطر تھا؟

اس پر طرّہ یہ کہ ہم نے اُس عطیۂ کریمانہ ولباسِ شاہانہ کو پہاڑ کے کھو میں، درندوں کے ساتھ جنگلوں میں، چمڑے زیب تن کیے ہوئے، نباتات کی جڑوں پر زندگی بسر کرنے والے، سفید اندا موں کو، اپنی حالتِ بے کسی و بے کسی میں مفت دے کر سخاوت کا تاجِ تصنع

اپنے سر دھر لیا ہے۔

یہی آدم ہے سلطانِ بحر و بر کا کہوں کیا ماجرا اس بے بصر کا
نہ خود بیں، نے خدا بیں، نے جہاں بیں یہی شہہ کار ہے تیرے ہنر کا

آج پھر اپنی بدکرداری سے مفت کھوئی ہوئی، اپنی پاک دولتِ علم وعلَم کو، پلید ذہنیت ونظرِ عمیّت سے، دوسروں کی آبائی ثروت سمجھ کر، اُن کے دغا و دغل، غلط و غلیظ عدل سے عاری، ستم میں بالاستی، ماہر دورغ و دُزدی کو سیاست کی کنگھی، سیاست کی کنجی، عقل وحکمت کی بلند پردازی اور زینۂ عروج نوعِ انسانی یقین کرتے ہوئے، اُن اہلِ مغرب کی چال ڈھال، رہن سہن، خورد و پوش اور ادا و ندا پر فریفتہ ہوکر، اُن کے طریقے اوسلیقے میں مہارت حاصل کرنے کو زیرکی و برتری سمجھنا کس قدر باعثِ ندامت ومضحکہ خیز ہے۔

بحیرتم که چه دارو، رہا ندت زین درد که عین جهلی و داری، گمانِ دانائی
اگر در آئینه بینی، ز شرم زشتیِ خویش بچاه ویل درافتی، چو دیده بکشائی
زمانه بہر تو تابوت، میدہد ساماں تو خود ز گوشۂ مسند، فرونمی آئی
(عرفی شیرازی)

یعنی: مجھے بڑی حیرت ہے کہ کونسی دوا تمہیں اس مرض سے چھٹکارا دلائے گی۔ کیونکہ تم سمندرِ جہل وضلالت میں غرق ہوتے ہوئے بھی اپنی دانائی و دانش مندی اور نجات و نخوت کے گیت گا رہے ہو۔

اگر تم آئینے میں اپنے زشتیِ اعمال کی صورت دیکھو گے تو مارے شرم وحیا کے آنکھ کھولتے ہی عذاب کے کنویں میں کود پڑو گے۔

زمانے نے تمہارے لیے تابوت اور آخری انتظام کا سامان تیار کر رکھا ہے۔ پھر بھی تم نخوت وگھمنڈ، خود پرستی وخود بینی کی مسند سے اُترنے کا نام لینا گوارا نہیں کرتے۔

تو اگر خود دار ہے، منّت کشِ ساقی نہ ہو عین دریا میں حُباب آسا نگوں پیدا کر
آں عزمِ بلند آور، آں سوزِ جگر آور شمشیر پدر خواہی، بازوئے پدر آور

وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن پُر کار و سخن ساز ہے نم ناک نہیں ہے

نظرِ انصاف کی بھیک مانگتا ہوں کہ للہ بتائیے امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کے دونوں مونڈھوں پر ضربِ شدید کس نے لگائی؟ امام شافعی رضی اللہ عنہ پر کفر کا فتویٰ کس نے صادر فرمایا؟ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو قیدِ بامشقت کی سزا کا حکم کس شاہِ ذی شان نے جاری فرمایا؟ امام محمد اسماعیل بخاری رضی اللہ عنہ کو کس قصور پر، اُن کے وطن بخارا سے بے سرو سامان کس حاکمِ عالی قدر نے جلاوطن فرمایا؟ حتیٰ کہ اثنائے راہ مقام ''خرتنگ'' میں رحلت فرما گئے۔

میری بیتابی کا سُن کر، ہم دَموں سے ماجرا
ہنس کے وہ کہنے لگے، ہم نے تو دیکھا ہی نہیں

تڑپتے دیکھ کر مجھ کو، کہا ہنس کر یہ اس بُت نے
خدا کے دوست کو، رنج و الم میں بیشتر دیکھا

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گِرتوں کو تھام لے ساقی

میراثِ الٰہی، حکومتِ اراضی کے انعام پانے والے جب اس درجہ سنگ دل، ستم گر، حرص اور خوگر بن جائیں، تو اُن کو درجۂ انسان سے معزول کر کے، حیاتِ خوک و رزقِ خاک نصیب کرنا اور ''لوح و ریحان و جنت نعیم'' سے محروم فرمانے کا نام ''عدلِ الٰہی'' ہے۔

تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزاوار
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے، غلامِ خس و خاشاک؟
مہر و مہہ و انجم نہیں، محکوم تیرے کیوں؟
کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک؟
اب تک ہے رواں گرچہ لہو، تیری رگوں میں
نہ گرمیِ افکار، نہ اندیشۂ بیباک

☆ مکّہ مکرمہ و مدینہ منوّرہ دو مکان ہیں۔ ان دونوں مکانوں کے دو میزبان ہیں۔ ان دونوں میزبانوں کے مابین حبیب و محبوب کا رشتہ ہے، جو ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہیں۔ مہمانوں کو میزبان کی حرمت لازم ہے۔ میزبان کی بے حرمتی پر بھری محفل سے اُٹھوا دیا جاتا ہے۔ اولاد کی بے حرمتی پدرِ محترم برداشت نہیں کرتا۔ اولیائے کرام رحمہم اللہ حضرت پُرنور علیہ الصلاۃ والسلام کی روحانی اولاد ہیں۔ اُن کے ساتھ بدعقیدگی و بدسلوکی، غیرتِ مصطفوی ﷺ تحمل نہیں فرماتی۔ اور جو چیز حبیب کو پسند نہیں، محبوب کو ہرگز پسند نہیں آ سکتی۔ جبھی تو ''تَبَّتْ یَدَا'' ''اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَالْاَبْتَرُ'' ''عُتُلٍ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْم'' کلامِ الٰہی میں موجود ہیں۔

حبیب و محبوب کو ناپسندیدہ حرکتیں ہم سے قصداً وعمداً سرزد ہوں اور پھر اُن کے رحم و کرم سے محرومی کی شکایت، ایک طرفہ تماشا ہے۔

درحقیقت مقامِ اظہارِ تشکر ہے کہ اتنی بے پرواہی و بے التفاتی کے باوجود، خدائے حلیم و رسولِ رحیم ﷺ مزید حلم و رحم سے پیش آ رہے ہیں۔

یہی شیخِ حرم ہے، جو چرا کے بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بوذرو دلقِ اویس و چادرِ زہرا

ندا آئی کہ آشوبِ قیامت سے یہ کیا کم ہے
گرفتہ دچینیاں احرام و مکی خفتہ د بطحا

کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم، بنائے ملت مٹا رہے ہیں
یہ زائرانِ حریمِ مغرب، ہزار رہبر بنے ہمارے
ہمیں بھلا اُن سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں
سُنے گا اقبال کون اِن کو، یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ اُن کو، پرانی باتیں بتا رہے ہیں

☆ شکوک وشبہات، ایمان و ایقان کے متضاد ہیں۔شکوک وشبہات و اعتراضات کی زنبیل کندھے پر لادے دولتِ ایمان ونورِ ایقان طلب کرنا، عنقا کی تلاش کے مترادف ہے۔

عشق تو چوں در آمد، اندیشه پیش مُردش

عشـق تو صبح صادق، اندیشه صبح کاذب

(مولوی معنوی)

یعنی: جب انسان کے قلب میں عشقِ الٰہی داخل ہوتا ہے تو شکوک، پُرخطر اندیشے اور دامہائے ابلیس وکفر خود بخود مر جاتے ہیں۔

چـند خوانی حکمتِ یونانیاں　　حـکمت ایمانیاں را ہم بخواں

(مولانا روم)

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر　　شـریك زمزمه ''لایحزنون'' کر

خرد کی گتھیاں سُلجھا چکا مَیں　　میرے مولا! مجھے صاحبِ جنوں کر

(اقبال)

☆ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ''لَا یَسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْن''

حکمت ومنشائے الٰہی میں اعتراض ولب کشائی ابلیس کی خاصیت ہے۔اسی اعتراض نے اُس معلم الملکوت کو''لعین وخبیث'' کے بُرے القاب سے دو عالم میں مشہور کر دیا۔لہٰذا جب تک شبہات واعتراضات کے دائرے سے رہائی نہ پاسکو گے، اسرارِ ربّانی وحقائقہائے رحمانی سے ناشناس رہ کر اہلِ نظر کے احوال وکوائف سے روشناسی ناممکن ہے۔لہٰذا علامہ رومی ناصحانہ طور پر ملتجی ہیں۔

ائے اولیـائے حـق را، از حـق جُـدا شمـرده

گـر ظــنِ نیك داری، بـر اولیـاء چــه بـاشـد

عروج بعدِ زوال:

ہر عروج کے بعد اگر زوال لابدی ہے تو غروب ہونے کے بعد طلوعِ خورشید کا تماشا

بھی تو پیش نظر ہے۔ اسی طرح عالمِ برزخ جو جہانِ وجود و حیات کا کامل زوال ہے۔ اس کے بعد عالمِ عقبیٰ مع عروجِ اکمل با حیات ابدی و وجودِ سرمدی کا منظر بھی تو ہے۔

فروشدن چو بہ بینی، بر آمدن بنگر
غروبِ شمس و قمر را، چرا زیاں باشد
کدام دلو فروشد کہ آب در نہ آمد
ز چاہ یوسفِ جاں را، چرا زیاں باشد

(مولانا روم)

دنیائے اسلام کے ایک بدترین تاریک دور کے بعد ایک ایسی روحانی قوت کی ضرورت تھی جو تمام طاغوتی طرائق کو مغلوب کر کے، اپنے عالمگیر اثر کے باعث، بنی نوع انسان کو ورطۂ ضلالت سے نکال کر از سرِ نو دینِ اسلام پر قائم کرے اور دین کی تقویت و غلبے کا موجب ہو۔ جس کی نظر میں جملہ کائنات رائی کے ایک دانے کے برابر ہو۔ جس کا علم، علومِ الٰہیہ کا اور جس کی طاقت قادرِ مطلق کی قدرت کا مظہر ہو۔ جو سلطان الوقت اور متصرف علی الاطلاق ہو۔ جو نوعِ انسان کو مادّیت کی ظلمتوں، ذلتوں، نفس پرستیوں اور اخلاقی پستیوں سے نکال کر روحانی بلندیوں اور اخلاقی استواریوں سے روشناس کرائے۔ اُن کمالات و تصّرفات کا حامل، اُمّتِ مرحومہ کا یہی بطلِ جلیل و مردِ عظیم تھا جسے قیامت تک دنیا ''پیرانِ پیر غوث الاعظم دستگیر'' اور ''محی الدین'' کے مبارک ناموں سے پکارتی رہے گی۔

نشیں بکشتی نوح و بگیر دامن روح
بہ بحر عشق کہ ہر لحظہ، زو مدد باشد
خموش باش و مگو، ریگ را شمار مکن
کہ از جنابِ الٰہی، ترا مدد باشد

(مولانا روم)

قادرِ مطلق نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک عالی قدر ہستی کا ظہور، صفحۂ ارض پر فرمایا۔

جس کی بدولت دینِ اسلام سنبھل گیا۔ اندورنی و بیرونی خلجان جو مسلمانوں کے اندر پیدا ہوگیا تھا، بتدریج سکون پذیر ہونے لگا اور سلامتیِ ایمان و صلاحیتِ ایقان کی راہیں ہموار ہونے لگیں۔

فرنگی شیشہ گر کے فن سے، پتھر ہوگئے پانی میری اکسیر نے شیشے کو بخشی سختیِ خارا

جوانوں کو میری آہِ سحر دے پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پَر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے میرا نورِ بصیرت عام کردے

(عرفی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)

بزیرِ جامہ نہاں کردۂ برص لیکن
بچشمِ اہلِ بصارت برھنہ می آئی
سخن دراز شد افسانہ تابکے گویم
اگر سخن شنوی، بس ہمیں کہ خود رائی

یعنی: تم اپنے کپڑوں کے اندر برص کے داغ چھپائے تندرست و حسین صورت بنے بیٹھے ہو۔ لیکن اہلِ نظر کی نگاہوں میں بالکل ہی ننگے ہو۔ تمہارے عیوب صاحبانِ حال سے پوشیدہ نہیں۔

بات طویل ہوتی گئی۔ یہ افسانہ کب تک بولتا رہوں۔ اگر تم پند پذیر و راستی پسند ہو تو اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ تم خود رائی اور خود پسندی کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہو۔

O ''انہا المفاخر'' للشیخ الکامل محمد غوث رحمة اللّٰه علیه

''نشر الجواهر'' للشیخ محمد صبغة اللّٰه امام العلماء قاضی الملک بدر الدوله رحمة اللّٰه علیه.

''غوث الوری'' للشیخ عبدالحق محدث دهلوی رحمة اللّٰه علیه

نسبِ طهیر و ظهیر حضرت غوث الوریٰ دستگیر رضی اللّٰه عنه

سیّدالسادات، شیخ شیوخ العالم، غوث الاعظم حضرت محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی بن سیّد ابی صالح موسیٰ جنگی دوست بن ابی عبداللّٰہ عبدالکریم بن یحییٰ الزاھد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللّٰہ بن موسیٰ الجون بن عبداللّٰہ المحض ملقب بالمجل بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی مرتضی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین ہے.

از طرف پدر بزرگوار گیارہ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک رسید ہے۔

''جون'' کا معنیٰ ''مائل بسیاہ'' ہے۔ چونکہ موسیٰ کا رنگ مائل بہ سیاہ تھا، اس لیے اُن کا لقب ''جون'' ہوا

''محض'' کا معنیٰ ''خالص'' ہے۔ عبداللہ کا لقب ''محض'' اس لیے ہوا کہ ان کے والد حسن مثنیٰ بن امام حسن رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ فاطمہ صغریٰ امام حسین رضی اللہ عنہ کی دختر نیک تھیں، لہٰذا ان کا نسب، مادر و پدر کی طرف سے خالص ہوا۔

عبداللہ المحض رضی اللہ عنہ کو ''مجل'' یعنی بزرگ کے لقب سے نوازے جانے کا سبب یہ تھا کہ وہ نجیب الطرفین سید تھے۔

''مثنیٰ'' کا معنیٰ ''دو کیا گیا'' ہے۔ سو ان کا نام اور ان کے والد محترم کا نام ''حسن'' رہنے کے باعث یہ لقب پڑ گیا۔

''فصول المھمۃ فی معرفۃ الائمۃ'' میں مرقوم ہے کہ امام حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اُن کی ایک بیٹی کی خواستگاری کی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی دو لڑکیاں تھیں، فاطمہ اور سکینہ۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تجھے جو پسند ہو اس کو مانگ''۔ حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے حیا سے کچھ جواب نہ دیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ خود فرمانے لگے کہ ''فاطمہ خوب ہے۔ کیونکہ وہ میری والدہ حضرت فاطمۃ الزہرا بنتِ رسول اللہ سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔'' پھر حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ فاطمہ صغریٰ کا نکاح کرا دیا گیا۔

اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ہیں۔

محبوب سبحانی، دستگیر خلقتِ یزدانی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام اُم الخیر، اُمۃ الجبار فاطمۃ بنت ابی عبداللہ صومعی بن ابی جمال بن سید محمد ابن سید ابی محمود طاہر بن سید ابی عطا عبداللہ بن سید ابی کمال عیسیٰ بن سید علاؤ الدین بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہے۔

گویا مادر محترمہ کی طرف گیارہ واسطوں سے امام علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا ملتا ہے۔

صاحب ''بہجۃ الاسرار'' و ''نثر الجواہر'' حضرت غوث الاعظم دستگیر کی ولادت باسعادت رمضان المبارک ۴۷۱ھ کی چاند رات، طبرستان کے قریب بمقام قصبۂ ''نیق'' کے شہر جیلان میں ہوئی۔ اس کو ''گیلان''، ''گیل'' اور ''جیل'' بھی کہتے ہیں۔ آپ والد ماجد کی طرف سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی یعنی نجیب الطرفین سید ہیں۔

آپ کے والد ماجد سید ابو صالح ولی کامل تھے۔ اور جنگ و جہاد سے بہت اُنس رکھنے کی وجہ سے ''جنگی دوست'' مشہور ہوئے۔ آپ کے نانا بزرگوار سید عبداللہ صومعی بھی جیلان کے مشہور مشائخ اور رؤساء میں سے تھے۔

شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ ''مَیں نے اپنے والد شیخ محی الدین عبدالقادر سے پوچھا کہ حضرت کی ولادت کس سال میں ہوئی؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو یاد نہیں مگر جب مَیں بغداد آیا اس وقت میری عمر اٹھارہ برس تھی۔ اسی سال ''تمیمی'' کا انتقال ہوا۔

''بہجۃ الاسرار'' میں لکھا ہے کہ اس تمیمی کا نام ''ابو محمد رزق اللہ بن عبدالوہاب بن عبدالعزیز بن حارث بن اسد ہے۔ اس کی وفات ۴۸۸ھ میں ہوئی۔ اس تقدیر پر حضرت غوث الاعظم کی ولادت ۴۷۰ھ میں ہوئی ہے۔

تنبیہ: حضرت کی ولادت کے سال میں جو اختلاف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کی عادت پر بعضوں نے کسرات کے مہینوں کو ملا کر اکہتر کہا اور بعضوں نے کسرات کو نکال کر

ستر کہا۔ واللّٰہ اعلم۔

صاحبِ غوثیہ سے منقول ہے کہ شیخ عیسیٰ جنداللہ برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظ میں لکھا ہے کہ جب اللہ جل شانہ نے حضرت عبدالقادر کو رحمِ مادر سے باہر لایا، اسی شب قصبۂ جیلان میں جس قدر ولادتیں ہوئیں، سب کے سب نرینہ پیدا ہوئیں۔ تاکہ حضرت غوثِ دستگیر کی صحبت کے لائق ہوں اور اُن کے فیوض و برکات سے مستفید ہوں۔ منشائے الٰہی کے بمطابق یہ جملہ نومولود لڑکے، غوث صمدانی کی دولتِ نظر کی بدولت اولیاء اللہ ہیں۔

O شیخ ابوعبداللّٰہ الصومعی قدس سرہ:

از بزرگانِ مشائخ گیلان بود۔ و رؤسا زھاد ایشاں بود۔ ومرا ورا احوالِ عالی و کرامات ظاہر بود وجماعتے از بزرگان عجم را دریافته بود۔ مستجاب الدعوۃ بود۔ وقتیکه در غضب شدی حق سبحانه و تعالیٰ برائے او زود انتقام کشیدی۔ و ہرچه خواستی خدائے تعالیٰ خیال کردی۔ و هر چیزے که پیش از وقوع آں خبر کردی چناں خبر کرده بودی واقع شدی۔

جماعتے از اصحاب وی بقصدِ تجارت بسمرقند رفته بودند۔ نزدیك بسمرقند جماعتے سواراں بغارت ایشاں آمدند۔ جماعتی تاجراں شیخ ابو عبداللّٰه را آواز دادند۔ دیدند که درمیان ایشاں ایستاده است ومیگوید ''سبّوح قدّوس ربّنا اللّٰه'' ''دور شوید اے سواراں'' از میان ما ہمه سواراں متفرق شدند وہیچکس نتوانست که اسپ خود را نگاه دارند۔ بعضے بکوبہا افتادند وبعضے بوادیها۔ دو تن از ایشاں با یکدیگر جمع نتوانستند شد۔ واز شرّ ایشاں برستند۔ بعد ازاں شیخ را در درمیان خود طلبیدند۔ نیافتند۔ چوں

بگیلان باز گشتند وقصّه ها باز گفتند۔ اصحاب شیخ گفتند که شیخ هرگز از میان ما غائب نشده۔

(نفحات الانس لملّا عبدالرحمٰن جامی، صفحه ۳۳۰)

ترجمہ: غوث دستگیر کے جدّ امجد شیخ ابوعبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ، گیلان کے بزرگ مشائخ، رئیسوں اور زاہدوں میں سے تھے۔ بلند مراتب کے احوال کے حامل، اور ظاہر کرامتوں کے مالک تھے۔ عجم کے بزرگوں کی ایک بڑی تعداد کے صحبت یافتہ تھے۔ وہ مستجاب الدعوۃ بزرگ تھے۔ جب کسی کی غلط حرکت پر انھیں پریشانی لاحق ہوتی تو اللہ تعالیٰ بذاتِ خود، اُن کے لیے فوراً انتقام لے لیتا اور وہ اللہ تعالیٰ سے جس بات کی درخواست فرماتے، وہ پوری ہوکر رہتی اور جن چیزوں کے وقوع سے پہلے شیخ خبر کردیتے، بمطابق خبر ہو بہو اسی طرح ظہور پذیر ہوتیں۔

ایک دفعہ اُن کے یاروں اور مریدوں کی ایک جماعت بغرضِ تجارت سمرقند کی طرف روانہ ہوئی۔ سمرقند پہنچنے سے پہلے لٹیروں کی ایک جماعت نے انھیں گھیر لیا۔ سوداگروں کی جماعت نے، بے مایگی و بے سہارگی کے عالم میں شیخ ابوعبداللہ صومعی کو زور سے آواز دی۔ دیکھتے کیا ہیں کہ آن ہی آن میں شیخ موصوف اُن کے درمیان کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ ''سبوح قدوس! دور ہوجاؤ اے قزاقوں کے سواروں'' یکا یک اُن کے سامنے سے تمام سوار متفرق ہوگئے اور کسی کے پاس اتنی توانائی نہ تھی کہ اپنے گھوڑے کو سنبھال سکے۔ کچھ پہاڑوں کے بیچ جا پڑے اور بعض صحراؤں کی جانب بھاگ نکلے۔ حال یہ ہوا کہ ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے تھے۔ جماعتِ تجّار ان کی نقصان رسائی سے محفوظ رہے۔ بعدہٗ جب انھوں نے اپنے اندر شیخ صومعی کو ڈھونڈا تو اُن کا نام ونشان نہ پایا، وہ دفعتہً غائب ہوگئے۔ جب گروہِ تاجران گیلان واپس پہنچے اور یہ واقعہ لوگوں سے بیان کیا تو شیخ عبداللہ صومعی کے ساتھیوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ''ہمارے شیخ ہرگز ہمارے درمیان سے کہیں بھی نہیں گئے۔ وہ تو ہر وقت ہم لوگوں میں موجود رہے''۔

O شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی کنیت او ابو محمّد ست علوی بود و حسینی. نبیرۂ شیخ ابو عبداللّٰہ صومعی از جانب مادر. و مادر وی أم الخیر اَمَة الجبّار فاطمة بنت ابو عبداللّٰہ صومعی گفته ست. ”که چون فرزند من عبدالقادر متولّد شد هرگز در رمضان المبارک شیر نخورد“. ویکبار هلالِ رمضان المبارک بجهت ابر پوشیده شد. از مادر وی پُرسیدند. گفت ”امروز عبدالقادر شیر نخورده ست“ آخر معلوم شد که آں روز رمضان بوده است. ولادت وی در ۴۷۱ ھج احدی وسبعین و اربعمائة بوده ست. وفات وی در ۵۶۱ ھج احدی وستّین وخمسائة.

(نفحات الانس، صفحہ ۳۳۱)

ترجمہ: شیخ عبدالقادر نام، محی الدین لقب اور کنیت ابومحمد ہے۔ وہ علوی اور حسینی تھے۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے شیخ ابوعبداللہ صومعی کے نواسے تھے۔ غوثِ دستگیر کی والدہ کا نام اُمّ الخیر اَمَۃ الجبار فاطمہ بنت ابوعبداللہ صومعی تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ ”جب میرا فرزند عبدالقادر تولد ہوا، تو ہرگز رمضان المبارک میں دودھ نہیں پیا“۔

ایک دفعہ ابر کی وجہ سے رمضان شریف کا چاند لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہا۔ لوگوں نے آپ کی والدہ ماجدہ سے جب دریافت کیا تو بولیں کہ ”آج عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا ہے۔“ آخر میں معلوم ہوا کہ وہی دن یکم رمضان المبارک تھا۔

آپ کی ولادت ۴۷۱ھ چارسوا کہتر ہجری اور وفات ۵۶۱ھ پانچ سوا کسٹھ ہجری میں ہوئی۔

خبر از من دہید آں شہہ خوباں را بہ پنہانی
کہ عالم زندہ شد، بارِ دگر از ابر نسیانی

یعنی: حضرت سرورِ عالم ﷺ کو میری طرف سے پوشیدہ طور پر خبر دیجیے کہ آج ایک ذی شان سیّد کی ولادت کی بدولت دنیائے اسلام جو قریب قریب مُردہ بن چکی تھی، اُن کے بارانِ فیوض وعنایات سے پھر دوبارہ زندہ ہوگئی۔

O کہتے ہیں کہ غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے والد محترم سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست، جنہیں عرصۂ دراز کے مجاہدات نے صالحیت کے بلند مقام پر پہنچا دیا تھا، ایک دن لبِ دریا عبادتِ الٰہی میں مستغرق تھے اور کئی روز سے کچھ کھایا نہیں تھا۔ بھوک حد درجہ ستا رہی تھی۔ کہ دریا میں بہتا ہوا ایک سیب پا کر اللہ کا نام لے کر کھالیا۔ کھانے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ پتہ نہیں یہ سیب کس کا تھا، جو مَیں نے بلا اجازت کھالیا ہے۔ جذبۂ پرہیزگاری نے بے قرار کیا۔ عتابِ الٰہی سے گھبرا کر عالمِ پریشانی میں دریا کے ساتھ ساتھ سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے۔

سید ابو صالح کے اس واقعے میں ہمارے لیے یہ سبق موجود ہے کہ حلال و حرام کی تمیز، مالکِ حقیقی کی خوشنودی کی جستجو اور بوقتِ مصیبت بھی دامنِ تقدس کی حفاظت ہر مومن حق شناس و حق جو کے لیے بدرجۂ اتم لابدی ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

طویل مسافت کے بعد دریا کے کنارے سیب کا ایک باغ نظر آیا جس کے درختوں سے پکے ہوئے سیب پانی پر لٹکے ہوئے تھے۔ سید ابو صالح سمجھ گئے کہ وہ سیب ان ہی درختوں کا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ باغ سید عبداللہ صومعی کا ہے۔ لہٰذا اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر بصد ادب بلا اجازت حالتِ بے اختیار میں سیب کھانے کے لیے معافی کے خواستگار ہوئے۔

سید عبداللہ صومعی چونکہ خود خاصانِ خدا میں سے تھے۔ ولی نے ولی کو پہچان لیا۔ چنانچہ کچھ عرصے کے لیے باغ کی رکھوالی کی شرط پیش کر کے کہا کہ اتنا عرصہ یہ خدمت انجام دو، اس کے بعد معافی کے متعلق غور کیا جائے گا۔ آپ نے رضائے الٰہی کی خاطر بڑی فراخ دلی سے یہ خدمت قبول کر کے نہایت دیانت داری سے معینہ وقت تک اسے انجام دیا اور پھر حاضرِ خدمت ہو کر معافی کے طلبگار ہوئے۔

سید عبداللہ صومعی نے فرمایا کہ ایک شرط اور باقی ہے۔ وہ یہ کہ میری ایک لڑکی، آنکھوں سے اندھی، کانوں سے بہری، ہاتھوں سے لُنجی اور پاؤں سے لنگڑی ہے۔ اسے نکاح میں قبول کرو تو بلا اجازت سیب کھانے کی معافی دے دی جائے گی۔ حضرت ابو صالح نے قبول کرلیا۔ بعد نکاح جب حجلۂ عروسی میں پہنچے تو یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ جس لڑکی کو عیب دار بتا گیا تھا وہ تو ان تمام عیوب سے مبرا ہونے کے ساتھ ساتھ حسنِ ظاہری سے متصف ایک پری پیکر ہے۔ خیال گزرا کہ یہ کوئی اور لڑکی ہے اور یہ میری آزمائش کی گھڑی ہے۔ خدا خدا کرکے گوشۂ حجرے میں بحالتِ بیداری رات بسر کی اور پَو پھٹتے ہی حیران و پریشان گھر سے باہر نکل آئے۔

حضرت عبداللہ صومعی نے فراستِ باطنی سے پریشانی خاطر کا سبب معلوم کرکے کہا کہ ”اے بیٹے! یہی تمہاری بیوی ہے۔ اس میں عیب یہ ہے کہ اس نے کسی دوسرے کو نظر سے نہیں دیکھا۔ کوئی خلافِ حق بات نہیں سُنی۔ نیز کبھی خلافِ شرع کام نہ کرنے اور گھر سے باہر قدم نہ رکھنے کی وجہ سے وہ اندھی، لُنجی اور لنگڑی ہے۔ یہ بزرگانہ توجیہات سُن کر حضرت ابی صالح دنگ رہ گئے۔ بہت خوش ہوئے اور شکرِ الٰہی بجالائے۔ حضرت غوث الاعظم دستگیر ان ہی دو پاکباز ہستیوں کی اولاد تھے۔

(زبدۃ الآثار، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی، صفحہ ۱۲)

مسلمانی کہ اورا، راستی نیست — دلش کافر، مسلمانش زبان ست
زبان دل کہ باہم است باشد — خردراہنماو پاستان ست

(مولانا روم)

یعنی: جو مسلمان راست بازی اور سچائی کی صفت سے محروم ہے، اُس کا دل کافر ہے۔ گو بظاہر اس کی زبان اسلام کا دعویٰ کرتی ہے۔
جو شخص زبان اور دل دونوں کو پاک و راست رکھتا ہے، وہی شخص عقل و ایمان کا رہ نما و نگہبان ہوتا ہے۔

O آپ کی پھوپھی محترمہ خدیجہ واعظہ کا رنگِ تقدس بھی ملاحظہ ہو۔ ایک مرتبہ قصبۂ جیلان میں سخت قحط پڑ گیا۔ قحط کی شدت سے ہر طرف واویلا ہو رہا تھا اور نمازِ استسقا پڑھی جا رہی تھی۔ جب لوگوں نے دعاؤں کی بے اثری دیکھی تو حضرت غوث الاعظم دستگیر کی پھوپھی کے پاس آئے اور گذارش کی کہ خدارا بارش کے لیے دعا فرما دیں۔ آپ یہ سُن کر اُٹھیں اور اپنے صحن میں خوب جھاڑو دیں، پھر یوں دعا گو ہوئیں:

''الٰہی! تیری لونڈی نے جھاڑو دے دی ہے، اب تو اپنے فضل و کرم سے اس پر چھڑکاؤ کر دے''۔

بس اتنی سی بات پر اس قدر بارش ہوئی کہ سارا شہر پانی سے جل تھل ہو گیا۔

شیخ غوث الاعظم دستگیر کی پھوپھی کے نام کے متعلق دو اقوال ہیں۔ بعضوں نے ''خدیجہ واعظ'' اور بعضوں نے ''اُمِّ محمد عائشہ بنت ابی عبداللہ'' لکھے ہیں۔

خداست سیر کُن، چشم اولیاء و خواص
کہ رستہ اند ز خویش و ز حرص ایں مُردار
خموش اگر شمرم من، عطا و بخششِ او
ازاں شمار شوی، خیرہ تا بروز شمار

(مولانا روم)

یعنی: خاصانِ الٰہی و جاں نثارانِ محبوبِ حقیقی کی آنکھوں کو آسودہ و خوش کرنے والا خود ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ کیونکہ یہ لوگ محبتِ کردگار میں مردہ دنیا کے لالچ سے بلکہ خود اپنی ذات سے منھ پھیر کر، بیزار ہو کر نجات کے راستے اختیار کر لیے ہیں۔

خاموش! اگر مَیں خدا کے بندوں پر اُن کی عطا و بخشش کو ایک ایک، گن گن کر بتانے لگوں تو تم اس شمار و حساب سے روزِ حساب و یومِ شمار تک دنگ رہ جاؤ گے۔

خروجِ خورشیدِ غوثیت:

سید ابی صالح رضی اللہ عنہ اپنی صالح اہلیہ کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کر رہے تھے۔

ایک سے ایک زہد و اتقا میں ''مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لایبغیان'' کے مصداق تھے۔ مگر اولاد سے یک گونہ مایوسی تھی۔ مدت تک لاولد رہے۔ آخر ربِّ قدیر کے کرم سے ساٹھ برس کی عمر میں حضرت فاطمہ کے بطن سے ۴۷۱ھ میں شیخ جیلانی جلوہ افروز ہوئے۔

جس رات آپ دنیا میں آنے والے تھے، اسی رات سید ابی صالح نے سرکارِ دو عالم ﷺ کو خواب میں صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے ہمراہ دیکھا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا ''ابو صالح تمہیں خوش خبری ہو کہ آج اللہ تعالیٰ نے تم کو وہ فرزند عطا کیا ہے جو غوث الوقت، شیخ عالَم اور سرتاجِ اولیاء ہوگا۔ وہ میرا جگر گوشہ اور اللہ کا محبوب ہے اور اس کا مرتبہ بہت بلند و بالا ہے۔

شیخ ابو صالح خواب میں ایقاظ کے بعد مُسّرَ تانہ سجدۂ شکر بجالائے۔

آمد آں محبوب انساں مرحبا　　با ہزاراں لطف و احساں مرحبا
آمد آں سردارِ اہلِ معرفت　　در صفات چار ارکاں مرحبا
ہیں خمش کردم کہ ناطق حاضرست　　آنکہ داند درد و درماں مرحبا

(علامہ جلال الدین رومی)

یعنی: واہ واہ مبارک ہو۔ آج بے شمار لطف و احسان ہمراہ لیے محبوب انسان، ارتقائے انسانیت کے لیے اس دنیائے دنیٰ میں جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ کیا مبارک ساعت ہے کہ عناصرِ اربعہ کی صفتوں سے موصوف سردارِ اہلِ معرفت آ پہنچے ہیں۔ زبان اپنی گنگ ہے کیونکہ ناطقِ حقیقی حاضر ہے جو درد اور درد کے درماں سے بھی کلّی طور پر واقف ہے۔

زاں روز کہ زادی تو، اے لب شکر از مادر
آوہ کہ چہ کاسد شد، بازار شکر جانا
افروخت ز روی تو، صد شمع دریں مجلس
روشن شدہ نورانی، اجزائے بشر جانا

(مولانا روم)

یعنی: اے شیریں دہن! جس دن شکمِ مادر سے آپ دنیا کے بازار میں ظہور پذیر ہوئے، بازارِ شکر و شیریں کسادو بے رونق ہو گیا۔

اس بزمِ دنیا میں، آپ کے چہرۂ مبارک کی روشنی سے صدہا شمعیں منوّر ہوئیں۔ اے پیارے! اجزائے بشر آپ کی بدولت نورانی بن کر جگمگا اُٹھے۔

آں ماہ چو تاباں شد، کونین گلستاں شد
اشخاص ہمہ جاں شد، تا باد چنیں بادا
قہرش ہمہ رحمت شد، زہرش ہمہ شربت شد
ابرش شکر افشاں شد، تا باد چنیں بادا

(مولانا روم)

یعنی: وہ چاند جب چمکا تو دو عالم گلشن بن گیا۔ انسانی اجسام، صورتِ روحانی میں تبدیل ہو گئے اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

آپ کے وجود کے باعث قہرِ خداوندی رحمت میں اور زہرِ الٰہی امرت میں ظہور پذیر ہوا۔ اور بارانِ کرمِ الٰہی، فیض رواں بن کر بہنے لگا۔ ایسا ہونا آپ کے مراتبِ اعلیٰ کے صدقے میں ہے۔

طبل بقا کو فتند، ملک مخلّد رسید
جامہ سیاہ کرد کفر، نورِ محمد رسید

(مولانا روم)

یعنی: بقا کے ڈھول پیٹ کر ملکِ سرمدی تک پہنچے کے لیے وہ مہمان عزیز تشریف لائے ہیں۔ لباسِ کفر کو جس نے سیاہ کر دیا، وہ اولادِ محمد ﷺ کا نورِ مبارک ظہور پذیر ہوا۔

O حضرت غوث الاعظم دستگیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مجھے اپنے ولی ہونے کا علم اس وقت سے ہو گیا تھا جب کم سنی میں مکتب جاتے وقت اپنے آگے پیچھے فرشتوں کو

دیکھتا تھا۔ جو میرے ساتھ چلتے، میری حفاظت کرتے اور مکتب پہنچنے پر لڑکوں کو کہتے ''افسحوا لولی اللّٰہ'' کہ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو۔

آپ کے نانا بزرگوار کا انتقال آپ کی صغرسنی میں ہی ہوگیا تھا، اس لیے آپ کی سرپرستی اور تعلیم وتربیت کا اہتما سر بسر آپ کی والدہ ماجدہ کے ذمے رہا۔ کیونکہ آپ نے ابھی ہوش بھی نہ سنبھالا تھا کہ شفیق باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔

ایامِ طفولیت میں کبھی بچوں کے ساتھ کھیلنے کے خیال سے باہر نکلتے تو غیب سے آواز آتی ''اِلَیَّ یَا مُبَارَک '' اے برکت والے! میری طرف آ۔ آپ سہم کر والدہ محترمہ کی گود میں جا بیٹھتے اور کھیل کا خیال ترک کردیتے۔ (بہجۃ الاسرار، ص۵۰، زبدۃ الآثار، ص۱۳)

''اِلَیَّ یَا مُبَارَک''

چند سوئے دیگراں می روی، ائے راحتِ جاں
سوئے من آئی کہ ترا، یار وفادار منم

یعنی: اے میرے پیارے کب تک دوسروں کی طرف چلتے رہو گے؟ سب کو چھوڑ کر میری طرف آؤ کیونکہ مَیں تمہارا وفادار وغم گسار دوست ہوں۔

O وی گفته ست که خرد بودم۔ روز عرفه بصحرا بیروں رفتم و دنبال گاوی گرفتم بجہت حراثت۔ آں گاؤ روی باز پس کرد و گفت ''عبدالقادر ما لهذا أمرت وما لهذا خلقت'' بترسیدم و باز گشتم و ببام سرائے خود بر آمدم۔ حاجیاں را دیدم که در عرفات ایستاده بودند۔ پیش مادر خود رفتم و گفتم ''مرا درکار خدائے تعالیٰ کن و اجازت ده تا ببغداد روم و بتعلیم مشغول شوم وصالحاں را زیارت کنم۔ از من سبب داعیه را پرسید۔ باوی بگفتم بگریست و برخاست ہشتاد دینار بیروں آورد که میراث پدرِ من مانده بود۔ چہل دینار

برائے برادر من گذاشت و چہل دینار را در زیر بغل من در جامہ دوخت و مرا اذن سفر کرد و عہد داد بر صدق جمیع احوال و بوداع من بیروں آمد و گفت اے فرزند! برو کہ از برائے خدائے تعالیٰ از تو امید دیدار، بریدم و تاقیامت روی ترا نخواہم دید۔

(نفحات الانس، ص ۳۳۱)

ترجمہ: حضرت غوث الاعظم دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مَیں اپنی کمسنی میں بروز عرفہ جنگل کی طرف نکل گیا۔ وہاں ایک بیل کی دُم کو زراعت کی غرض سے مَیں نے پکڑ لیا۔ اس بیل نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور کہنے لگا ''عبدالقادر! نہ تمہیں اس کام کے لیے پیدا کیا گیا اور نہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔'' یہ سُن کر مَیں گھبرا گیا۔ واپس گھر لوٹ کر چھت پر چڑھ گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ تمام حج کرنے والے میدانِ عرفات میں کھڑے ہیں۔ مَیں چھت سے اُترا اور والدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ ''مجھے اللہ کے کام کے واسطے چھوڑ دیجیے اور بغداد جانے کی اجازت دیجیے تاکہ تعلیم میں مشغول ہو جاؤں اور صالحین کی زیارت سے شرف حاصل کروں''۔ والدہ نے میرے اس ارادے کا سبب پوچھا۔ مَیں نے گذشتہ تمام واقعات بیان کر دیئے۔ والدہ خوب روئیں اور اُٹھ کر اسّی (۸۰) دینار نکال لائیں۔ جو میرے والد صاحب میراث کے طور پر چھوڑ گئے تھے۔ چالیس دینار میرے بھائی کے لیے الگ کر کے باقی چالیس میری فرغل کی بغل کے نیچے سی دیئے۔ پھر مجھے سفر کی اجازت دیکر یہ عہد و قرار لیا کہ مَیں ہر حالت میں سچائی پر قائم رہوں۔ پھر مجھے چھوڑنے باہر آئیں اور بولیں ''اے بیٹے! جاؤ، خدا کے واسطے۔ تمہیں دوبارہ دیکھنے کی اُمید و تمنا مَیں نے ختم کر دی اور تاقیامت تمہارا چہرہ نہیں دیکھ پاؤں گی۔''

نوٹ: اوائل عمر میں بچوں کا دماغ موم کی طرح ہوتا ہے۔ والدین جو نقوش چاہیں مرتسم کر دیں۔ آپ کی والدہ نے آپ کو رخصت کرتے وقت آپ کے ذہن میں ایک ایسا نقش مرتسم کر دیا جو انسانی اخلاق میں مرکزی نقطے کی اہمیت رکھتا ہے۔

خشت اوّل چو نہد معمار کج   تا ثریّا می رود دیوار کج

یعنی: جب کڑیا پہلی ہی اینٹ ٹیڑھی رکھتا ہے تو دیوار اگر ثریّا تک بھی اُٹھے گی ٹیڑھی ہوگی۔

O من با قافله ایذك توجّه بجانب بغداد کردم۔ چوں از ہمدان بگذشتم۔ شصت سوار بیروں آمدند وقافله را بگر فتند وہیچ کس مرا تعرض نکرد۔ ناگاہ از ایشاں یکے برمن بگذشت وگفت اے فقیر باخود چه داری؟ گفتم چہل دینار۔ گفت کجاست؟ گفتم در جامۂ من دوخته است در زیر بغل من۔ گمان برد که مگر من استہراء میکنم۔ مرا بگذاشت وبرفت۔ دیگرے بمن رسید ہماں پرسید وہماں جواب شنید او نیز مرا بگذاشت۔ وہر دو پیش مہتر ایشاں بہم رسیده اند و آنچه از من شنیده بودند باوی بگفتند۔ مرا طلبید وبالائے برتلی که اموال قافله را قسمت میکردند بردند۔ پس گفت باخود چه داری؟ گفتم چہل دینار! گفت کجاست؟ گفتم در جامۂ من دوخته ست در زیر بغل من پس بفرمود۔ تا جامه را بشگافتند وآنچه گفته بودم یافتند۔ پس گفت ترا چه بریں داشت که اعتراف کردی؟ گفتم مادر من مرا عہد داده بود بر صدق و راستی و من در عہد وی خیانت نمی کنم۔ پس مہتر ایشاں بگریست و گفت چند سال ست که من در عہد پروردگار خود خیانت کرده ام و بر دست من توبه کرد۔ پس اصحاب وی گفتند که تو در قطع طریق مہتر ما بودی در توبه ہم مہتر باش۔ ہمه بر دست من توبه کردند وآنچه از قافله گرفته بودند باز دادند و اوّل تائباں بر دست من ایشاں بودند۔ (نفحات الانس، صفحه ۳۳۱)

ترجمہ: مَیں ایک چھوٹے قافلے کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ جب ہمدان سے ہم گزر رہے تھے۔ ایک گھاٹی سے لٹیروں کے ساٹھ سوار نکل پڑے اور قافلے کو گھیر لیا۔ مجھ سے کسی نے تعرض نہ کیا۔ اچانک ایک ڈاکو میرے قریب سے گزرا اور کہا کہ اے فقیر! تو اپنے پاس کیا رکھتا ہے؟ مَیں نے کہا، چالیس دینار۔ اُس نے پوچھا کہ کہاں ہیں؟ مَیں نے بتایا کہ میری بغل کے نیچے فرغل کے استر میں سی دیئے گئے ہیں۔ اُس نے خیال کیا کہ مَیں اس سے مذاق کر رہا ہوں۔ وہ التفات کیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ اتنے میں دوسرا قزاق میرے پاس پہنچا۔ اُس نے بھی یہی سوال کیا اور مَیں نے وہی جواب دیا۔ وہ بھی مجھے چھوڑ کر اپنی ٹولی سے جا ملا۔ ان دونوں نے اپنے سردار کے پاس پہنچ کر میرا واقعہ بیان کیا۔ سردار نے مجھے طلب کیا۔ وہ لوگ ایک پہاڑی پر اموالِ غارت گری تقسیم کر رہے تھے۔ سردار نے مجھ سے پوچھا کہ بچے تمہارے پاس کیا ہے؟ مَیں نے کہا، چالیس دینار ہیں۔ دریافت کیا کہ کہاں ہیں؟ مَیں نے کہا کہ میرے زیرِ بغل جامے میں سی دیئے گئے ہیں۔ سردار کے حکم سے میرے کپڑے پھاڑے گئے اور میرا بتایا ہوا صحیح و درست نکلا۔ سردار نے کہا کہ تو نے کیوں اور کس وجہ سے اعتراف کیا ہے؟ مَیں نے جواب دیا کہ میری والدہ نے مجھ سے تازیست صدق و راستی کا عہد لے کر جانے کی اجازت دی ہے۔ مَیں اپنی والدہ کے عہد میں خیانت کرنے والا نہیں ہوں۔ قزاقوں کا سردار زار زار روتے ہوئے بولا کہ برسوں سے یہ بندہ عہد الٰہی میں خیانت کر رہا ہے۔ یہ کہہ کر میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ تمام قزاق بول پڑے کہ آپ رہزنی میں ہمارے سردار رہے اب اس کارِ بد سے توبہ میں بھی آپ ہمارے سردار و رہنما رہیے۔ پھر سب نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور جو اموال قافلے سے لوٹ لیے تھے، واپس کر دیئے۔

سب سے پہلے میرے ہاتھ پر توبہ کرنے والا ان لٹیروں کا گروہ تھا۔

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو　　　بزم ہو یا رزم ہو، پاک دل و پاکباز

ہوا ہے گو تیز و تند لیکن چراغ اپنے جلا رہے ہیں
وہ مردِ درویش جس کو حق نے، دیا ہے اندازِ خسروانہ

در صدق ہمہ صدّیق وشی، درعدل وعدالت چو عمری
ائے کانِ حیا عثمان منَشِی، مانند علی با جود و سخا

(خواجہ غریب نواز اجمیری)

یعنی: سچائی میں آپ مثالِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہو، انصاف وعدالت میں مانندِ عمر رضی اللہ عنہ ہو، معدنِ شرم وحیا عثمان رضی اللہ عنہ کا نظیر ہو اور جود وسخا میں علی رضی اللہ عنہ کی طرح دست دراز ہو۔

آنا نکہ خاك را بنظر کیمیا کنند   سگ را ولی و مگس را ہما کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشم بما کنند

یعنی: جو ہستیاں اپنی فیضِ نظر سے مٹی کو کیمیا کرتی ہیں۔ کتّے کو ولی اور مکھی کو ہما بنا دیتی ہیں، اگر ان کے گوشۂ چشم اس طرف ہو جائیں، کیا ہی ہماری خوش قسمتی ہو۔

O آپ ۴۸۸ھ میں برائے تعلیم بغداد شریف میں فروکش ہوئے۔ اس وقت شہر بغداد اسلامی تہذیب وتمدن کا مرکز تھا۔ منبعِ علم وعلماء اور مرجعِ روحانیت تھا۔

آپ نے طالب علمی کی ہفت سالہ زندگی کے دوران بے شمار آلام ومصائب برداشت کیے۔ کل سرمایہ چالیس دینار اور اس پر طرّہ یہ کہ فیاضانہ خصائل کے حامل تھے۔ مزید برآں بے یار وآشنا تھے۔ مدّتِ قلیل میں تنگدستی سے دوچار ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ گھاس اور پتّوں پر گذر اوقات کرنے کی نوبت آئی۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ آپ فاقے سے نڈھال تھے۔ اس دوران ایک غیبی صدا آئی کہ تم قرض لے لو ہم پورا کریں گے۔ یک بیک آپ کی زبان سے نکل پڑا کہ مَیں اجنبی پردیسی ہوں، مجھے کون قرض دے گا؟ اگر دے بھی تو ادا کیسے ہو؟ آواز آئی "تم لے کر

دیکھو، ادائیگی کا ذمہ ہمارا ہے'' آپ نے ایک نانبائی سے ڈیڑھ روٹی روزانہ قرض لینا شروع کی۔ اوراس قرض کی ادائیگی کے لیے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس کچھ سونا پہنچ گیا۔

عاشقی بر من پریشانت کنم؟ — کم عبارت کن که ویرانت کنم
بر گلویت تیغها را دست نیست — گر چو اسماعیل قربانت کنم
چو خلیل من شدی از آتش مترس — که من از آتش گلستانت کنم

(مولانا روم)

یعنی: تو مجھ پر جاں نثار کرے اور مَیں تجھے پریشان کروں، یہ کبھی ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مَیں تجھے آباد کرنے کے بجائے ویران کروں۔ اس کا وہم وگمان تک نہ کرنا۔ یہ تو معشوق کا انداز وآزمائش ہے۔

جب تو میرا بن چکا ہے تو تیرے حلقوم پر تلواریں کام نہیں کرسکتیں۔ اگر مَیں اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا نظارہ دنیا کے سامنے پیش کروں تو تجھے اس پر بجائے غم کے ناز کرنا چاہیے۔

جب تو میرا خلیل ہوگیا ہے تو آگ سے گھبرانا بے سود ہے۔ کیونکہ تیرا محبوب قادرِ مطلق آگ سے گلستان پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

O ''خادم شیخ گوید که دو صد و پنجاه زر سرخ شیخ را دَین شد از جهت مهماناں. روزے شخصے در آمد که وی را نمی شناسم و بے آنکه اذن خواهد بر شیخ در آمد و مقداری زر بیروں آورد و گفت ایں بجهت دین شما است وبرفت. شیخ فرموده که ایں را بفلاں برساں. پس گفت ایں ''صیرفی قدر'' ست گفتند صیر فی قدر کیست؟'' گفتند ''فرشته ایست که خدائے تعالیٰ میفرستد باولیاء اللّٰه تا دَین ایشاں را ادا کند.''

(نفحات الانس، صفحہ ۳۴۲/ نثر الجواہر، صفحہ ۸۵)

ترجمہ: حضرت غوث الاعظم دستگیر کے خادموں میں سے ایک خادم کا کہنا ہے کہ حضرت شیخ پر دوسو پچاس زرسرخ اشرفیاں، مہمانوں کی خاطر داری میں قرض چڑھ گئی تھیں۔ ایک دن ایک آدمی جس کو مَیں پہچانتا نہ تھا، بغیر اجازت حاصل کیے شیخ عبدالقادر کے حجرہ شریف میں داخل ہوا اور کچھ مقدار زرِ خالص نکال کر شیخ کے ہاتھ میں دے کر کہنے لگا کہ یہ آپ کے قرض کی ادائیگی کے لیے ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ غوث پاک نے فرمایا کہ "لو اس فلاں شخص کے پاس پہنچادو" بعد میں فرمایا کہ "صیرفی قدر" ہے۔ مریدوں نے دریافت کیا کہ صیرفی قدر کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ایک فرشتہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ اولیا اللہ کے پاس بھیجتا ہے تا کہ اُن کے قرض کو ادا کرے۔

O لقب محي الدين:

از شیخ عبدالقادر پرسیدند که سبب چه بود که لقب شما محی الدین کردند؟ فرموده که روز جمعه از بعض سیّاحات ببغداد آمدم پای برهنه. به بیماری متغیّر اللون ونحیف البدن بگذشتم. مرا گفت السّلام علیکم یا عبدالقادر. جوابِ سلامِ وی باز دادم. گفت نزدیك من آی. نزدیكِ وی رفتم گفت مرا باز نشاں. ویرا باز نشاندم. جسد وی تازه گشت و صورتِ وی خوب شد و رنگِ وی صاف گشت. از وی پرسیدم گفت مرا می شناسی؟ گفتم نه! گفت من دین اسلام و ہمچناں شده بودم که اوّل مرا دیدی. مرا خدائے تعالیٰ بتو زنده گردانیده است محی الدین. ویرا بگذاشتم بمسجد جامع رفتم. مردے مرا پیش آمد و نعلین پیش پائے من نهاد و گفت" یا شیخ محی الدین. چوں نماز بگذاردم از هر طرف برمن ریختند و دست وپائے مرا بوسیدند و میگفتند یا شیخ محی الدین و مرا ہرگز پیش ازاں بایں

لقب و نام نخوانده بودند۔ (نفحات الانس صفحہ ۳۳۹/ زبدۃ الآثار صفحہ ۱۵)

ترجمہ: بہجۃ الاسرار میں تحریر ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ اپنے مشہور خلائق لقب ''محی الدین'' کے متعلق یہ وضاحت فرمائی کہ ۵۱۱ھ میں ایک جمعہ کے روز مَیں سفر سے پا برہنہ بغداد کی طرف واپس آ رہا تھا کہ ایک نہایت ہی لاغر اور نحیف بیمار پر میرا گزر ہوا۔ اس نے کہا ''السلام علیکم یا عبدالقادر'' مَیں نے سلام کا جواب دیا۔ کہنے لگا ''مجھے اُٹھاؤ'' مَیں نے اٹھا کر بٹھا دیا تو اچانک اس کا چہرہ بارونق اور جسم موٹا تازہ ہوگیا۔ مَیں حیران ہوا، تو کہنے لگا ''تعجب کی بات نہیں۔ مَیں آپ کے جدّ پاک ﷺ کا دینِ اسلام ہوں، جو مردہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے مجھے نئی زندگی عطا فرمائی ہے۔ آپ ''محی الدین'' ہیں۔ چنانچہ جب مَیں جامع مسجد کے اندر داخل ہوا تو ایک شخص نے اپنا جوتا اُتار کر مجھے پہننے کو دیا اور ''یا سیدی محی الدین'' کے الفاظ سے مخاطب کیا۔ نمازِ جمعہ تمام ہوئی تو لوگ دوڑتے ہوئے میری طرف آئے اور ''یا محی الدین، یا محی الدین'' پکارتے ہوئے میرے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے۔ حالانکہ اس سے قبل کبھی کسی نے مجھے اس نام سے نہیں پکارا تھا۔

گر داد مسیح به مُرده رواں، دادی تو بدینِ محمد جاں
ہمه عالم محی الدین گویاں، بر حسن و جمالت گشته فدا

(خواجہ غریب نواز اجمیری)

یعنی: اگر عیسیٰ بن مریم علیہا السلام نے مُردوں کو زندہ فرمایا ہے تو آپ نے اس سے بڑھکر دینِ محمدی ﷺ کو زندگی عطا کی ہے۔ جب ہی تو پوری دنیا آپ کو ''محی الدین'' پکارتی ہے اور آپ کے حسن و جمال پر شیدا ہوچکی ہے۔

○ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح مشکوٰۃ شریف'' میں فرماتے ہیں، اگرچہ آنحضرت ﷺ نے ہر صدی کے سرے پر ایسی ہستیوں کی نشاندہی فرمائی ہے جن سے تجدیدِ دین کا فریضہ انجام پذیر ہوتا ہے۔ مگر تجدید اور احیاء میں ایک نمایاں فرق ہے۔

مجددِین کی فہرست میں ابتدا سے لے کر اس وقت تک بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی پائے جاتے ہیں۔ مگر ''محی الدین'' کا لقب کسی اور کو عطا نہیں ہوا۔ تاریخ اسلام کے مطالعے سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ احیائے دین کا اہم ترین فریضہ حقیقتاً جناب غوث الاعظم دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی قدر ہی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اور یہ عظیم الشان لقب صرف آپ ہی کے وجودِ مسعود پر صادق آتا ہے۔''

در میکدۂ رنداں، خمرے ست عجب جوشاں
مفلس شده ز و خلقاں، در باخته کالا را

(مولانا روم)

یعنی: اپنی دولت ہار کے مخلوق مفلس بن چکی ہے، ورنہ شیدایانِ الٰہی کے میکدے میں بے انتہا خوش گوار نشہ اور شراب موجود ہے۔

(لوگ دولتِ ایمان وایقان کھو کر، ربّ رحمٰن کے انعامات سے محروم ہو چکے ہیں۔ وہ دینے کے لیے ہر وقت منتظر ہے، لینے والا ہاتھ مفقود ہے۔ یہ انسان اور انسانیت کی کم نصیبی نہیں تو اور کیا ہے؟)

''وعظ گوئی سے آپ کی ہچکچاہٹ''

حکی ابن ملقن فی طبقات الاولیاء ان الشیخ عبدالقادر قال رأیت النبی صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم قبل الظهر فقال لی ''یا بُنیّ لم لا تتکلم؟'' قلت یا أبتاه انا رجل عجمی کیف اتکلّم علی فصحاء البغداد. فقال لی ''افتح فاک'' ففتحته فتفل فیه سبعا وقال تکلّم علی الناس وادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة. فصلّیت الظهر جلست و حضرنی خلق کثیر فارتج علیّ فرأیت علیاً قائما باز ائی فی المجلس فقال ''یا بُنیّ لم لا تتکلّم'' فقلت یا أتباه قد ارتج علیَّ! فقال ''افتح فاک'' ففتحته فتفل فیه ستّا. قلت ''لم تکملها سبعا؟'' قال ادباً مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله

وسلم ثم تواری عنّی فتکلّمت. (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۱۸)

ترجمہ: شیخ ابن مقلن ''طبقات الاولیاء'' میں تحریر کرتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر نے فرمایا ''مَیں نے رسول اکرم ﷺ کو قبل نمازِ ظہر دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے خطاب فرمایا ''اے میرے لاڈلے! بات کیوں نہیں کرتے ہو؟'' مَیں نے جواب دیا ''اے ابا جان! مَیں ایک عجمی شخص ہوں۔ بغداد کے فصیح و بلیغ علماء کے سامنے کس طرح بات کروں؟'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اپنا منھ کھول'' مَیں نے کھول دیا۔ آپ نے میرے منھ کے اندر سات دفعہ تھوکا اور حکم دیا کہ ''لوگوں کے سامنے بات کر اور اپنے ربّ کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی باتوں سے لوگوں کو دعوت دے۔'' مَیں نے ظہر کی نماز پڑھائی اور بیٹھا رہا۔ مخلوقِ کثیر میری باتیں سننے بصد اشتیاق حاضر تھی۔ میرے بدن پر ایک قسم کی کپکپی آ چکی تھی۔ اسی حالت میں مَیں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مجلس میں اپنے قریب کھڑا دیکھا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا ''اے میرے پیارے بیٹے! بولتے کیوں نہیں ہو؟'' مَیں نے جواب دیا ''اے ابا جان! میرا پورا بدن کانپ رہا ہے''۔ آپ نے فرمایا ''اپنا منھ کھول'' مَیں نے منھ کھولا۔ آپ نے چھ بار اس میں تھوکا۔ مَیں نے عرض کی ''سات دفعہ کیوں نہیں تھوکا؟'' فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا احترام و ادب اس کمی کی وجہ ہے۔ اس کے بعد آپ میری نظر سے پوشیدہ ہو گئے اور مَیں نے تقریر کا آغاز کر دیا۔

دیگراں آزاد سازند بندہ را
عشق بندہ میکند آزاد را

(مولوی معنوی)

اردو ترجمہ شعر میں:

مکتبِ عشق کے انداز نرالے ہیں
اُس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

غوث الاعظم دستگیر کا ورودِ بغداد:

حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ ۴۸۹ھ میں بغداد تشریف لائے اور پوری کوششوں کے ساتھ تحصیلِ علوم میں مصروف ہوگئے۔ قرأتِ قرآن، فقہ، حدیث وعلومِ ادبیہ وغیرہ اعلیٰ ترین بزرگوں اور اساتذۂ کاملین سے بوجہ اکمل حاصل فرمایا۔ تھوڑی مدت میں اپنے زمانے کے تمام طالب علموں پر فائق ہوگئے۔ اور زمانہ اُن سے مستفید ہونے لگا۔ ۵۲۱ھ میں مجالسِ پند ونصائح پر مسند افروز ہوئے۔ اور بے شمار کرامات واحوال ظاہر ہونے لگے۔

وکراماته فخارجة عن الحصر وقد اخبرني من ادركت من اعلام الائمة ان كراماته تواترت او قربت من التواتر و معلوم بالاتفاق انه لم يظهر ظهور كراماته لغيره من الشيوخ.

ترجمہ: غوث الاعظم دستگیر کی کراماتیں شمار سے خارج ہیں۔ جن بزرگوں نے ان کا زمانہ دیکھا ہے، اُن کا قول ہے کہ حضرت جیلانی کی کرامتیں لگاتار یا قریب قریب حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اور بالاتفاق سب کا اقرار ہے کہ بزرگوں میں سے کسی بزرگ سے بھی اس قدر کراماتیں نہیں ہوئیں جو قطب الاقطاب دستگیر اولوا الباب جیلانی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں۔

رازِ مجاھدہ:

مئے می نگردد شیره تا، در خُم نجوشد مدّتے
خواہی کہ دل روشن شود، اندک عمل باید ترا

(مولانا روم)

یعنی: انگور کا رس ایک مدّت تک مٹکے میں جوش لائے بغیر نشہ آور شراب نہیں بن سکتا۔ اسی طرح مجاہدہ کی محنت کے مٹکے میں آزدگی برداشت کیے بغیر صفائی قلب حاصل اور روشن دلی کا حامل بننا دشوار ہے۔

در وادیٔ غمش، دلِ عشّاق سالہا
بے پا و سر دویدہ، و بے پَر پریدہ است

(مولانا روم)

یعنی: اس لیے محبوب کی وادیِ غم میں، برسوں عاشق کا دل پاؤں اور سر کا خیال کیے بغیر دوڑتا ہے اور پَر بغیر اُڑتا جاتا ہے۔

مجاہدہ کے لغوی معنیٰ، رنج و مشقت اور کوشش ہے۔ یعنی عباداتِ الٰہی اور احکامِ خداوندی کی بجا آوری میں بے نہایات تکالیف کا تحمل، خواہشاتِ نفسانی اور ناجائز مطالبات سے سرتابی اختیار کر کے نفسِ سرکش کو مطیع و تابع بنا کر، درجۂ طمانیت پر قدم دھرنے کا نام مجاہدہ ہے۔

مجاہداتِ دستگیرِ بے نظیر:

وی گفت است کہ یازدہ سال در یك برج بنشستم و باخدا تعالیٰ عہد کردہ بودم کہ نخورم تا نخورانند و لقمہ در دہان نہ نہم تا در دہان من ننہند و نیاشامم تا مرا نیاشا مانند۔ یکبار چھل روز ہیچ نخوردم۔ بعد از چھل روز شخصے آمد و قدرے طعام آورد و بنہاد و برفت۔ نزدیك بود کہ نفس من بر بالائے طعام افتد از بس گرسنگی۔ گفتم واللّٰہ کہ از عہدے کہ باخدا بستہ ام بر نگردم۔ شنیدم کہ کسے در باطن فریاد میکند و بآواز بلند میگوید ''الجوع الجوع'' ناگاہ شیخ ابو سعید مخزومی بمن گذشت۔ آں آواز را شنیدہ بمن گفت۔ ائے عبدالقادر ایں آواز چیست؟ گفتم ایں قلق و اضطرابِ نفس ست۔ امّا روح برقرار خود است در مشاہدۂ خداوند خود۔ گفت بخانۂ من بیا و برفت من در نفسِ خود گفتم۔ بیروں نخواہم رفت۔ ناگاہ ابوالعبّاس

خضر علیه السّلام درآمد و گفت بر خیز و پیش ابوسعید رو۔ رفتم دیدم که ابو سعید بر در خانه ایستاده ست وانتظار من می برد۔ گفت ائے عبدالقادر! آنچه من ترا گفتم بس نبود که خضر را نیز میبایست گفت؟ پس مرا بخانه در آورد۔ وطعامیکه مہیا کرده بودند لقمه لقمه در دہانِ من انداخت تا سیر شدم۔ بعد ازاں مرا خرقه پوشانید و صحبتِ وی را لازم گرفتم۔

ترجمہ: **مجاہداتِ دستگیرِ بے نظیر:**

آپ فرماتے ہیں کہ مَیں بغداد کے قریب ایک کھنڈر کے برج میں گیارہ برس تک متواتر مصروفِ عبادت وریاضت رہا۔ ایک مرتبہ مَیں نے اپنے پروردگار سے عہد کرلیا کہ نہ کھاؤں گا جب تک کھلایا نہ جاؤں گا، اور خود لقمہ منھ میں نہیں رکھوں گا جب تک کوئی دوسرا میرے منھ میں لقمہ نہ ڈالے گا، اور نہ پیوں گا جب تک مجھے نہ پلایا جائے گا۔ اسی حالت میں متواتر چالیس روز گزر گئے۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور کچھ کھانا میرے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ قریب تھا کہ میرا نفس کھانے کے اوپر گر جاتا کیونکہ بھوک کی شدت بے انتہا تھی۔ مَیں نے کہا، قسم خدا کی! خدا تعالیٰ سے جو عہد مَیں نے باندھا ہے، ہرگز نہ توڑوں گا۔ اتنے میں سنتا ہوں کہ کوئی میرے اندر فریاد کررہا ہے اور بلند آواز میں چلا رہا ہے ''الجوع الجوع '' بھوک سے مر رہا ہوں، بھوک مارے ڈال رہی ہے۔ اچانک شیخ ابوسعید مخزومی میرے پاس سے گزرے اور میرے نفس کی آواز کوسُن کر مجھ سے پوچھا کہ ''اے عبدالقادر! یہ کیسی آواز ہے؟'' مَیں نے کہا کہ ''یہ نفس کا قلق اور اضطراب ہے، لیکن روح مشاہدۂ حق میں برقرار و ثابت قدم ہے۔'' انھوں نے فرمایا ''میرے گھر میں آجاؤ'' یہ کہہ کر چلے گئے۔ مَیں نے دل میں کہا ''باہر نہ جاؤں گا'' ناگاہ حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ ''اُٹھو اور ابوسعید کے پاس چلو'' مَیں نے قولِ خضر کا ادب بجالایا اور چلا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ شیخ ابوسعید اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے کھڑے میرا انتظار کررہے ہیں۔ مجھے

دیکھ کر فرمایا ''اے عبدالقادر! کیا میرا بلانا تمہارے لیے کافی نہ تھا، حتی کہ خضر علیہ السلام سے بلوانا پڑا؟ پھر مجھے گھر لے گئے اور جو کھانا تیار رکھا تھا، خود لقمہ بنا بنا کر میرے منھ میں ڈالتے گئے، یہاں تک کہ مَیں آسودہ ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے اپنے ہاتھوں سے خرقہ پہنایا اور اُن کی صحبت مَیں نے اپنے اوپر لازم کر لی۔

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ تیرا، چاہنے والا تیرا

تانہ بکشائی بقندت، روزہ ام تا قیامت روزہ دارم روز و شب
چوں ز خوانِ فضل، روزہ بشکنم عید باشد روزگارم روز و شب

(مولانا روم)

یعنی: اے محبوبِ من! جب تک تم اپنی شیرینی اور حلوے سے مجھے افطار نہ کراؤ گے، مَیں رات دن تا قیامت روزہ نہیں کھولوں گا۔

جب تمہارا دسترخوانِ کرم بچھ جائے گا تو یہ روزہ ضرور کھول کر یہ بتاؤں گا کہ اس کی پوری زندگی کے شب و روز عیدوں سے بھر گئی ہے۔

تراش چوب نہ بہر ہلاکت چوب ست
برائے چستی آن چوب میکند نجّار

(مولانا روم)

یعنی: لکڑی کو برباد کرنے کے لیے ہوشیار بڑھئی لکڑی نہیں تراشتا بلکہ لکڑی کی سختی، چستی اور پائیداری کی غرض سے تراشتا ہے۔

کہ تا بروں رود از پوست علّت پنہاں
اگرچہ پوست نداند زاندك و بسیار

یعنی: تا کہ لکڑی سے پوست اور چمڑے کی پوشیدہ علّت نکل جائے۔ اگر چہ پوست کو اس بات کی خبر ہی نہیں ہے۔ اہل اللہ کے مجاہدے کا بھی یہی سبب ہے۔

کم گوی حدیثِ نان، در مجلسِ مخموراں
جُز آب سازد، مر مُردمِ آبی را
ہم کاسہ ملك باشد، مہمانِ خدائی را
بادہ ز فلك آید، مردانِ ثوابی را
ہشیار کجا داند، بیہوشئ مستاں را
بوجہل کجا داند، احوالِ صحابی را

(مولانا روم)

یعنی: جامِ وحدت و محبت کے متوالوں کی مجلس میں روٹی کی بات مت چھیڑ۔ یہ لوگ بادۂ محبت میں جیتے ہیں۔ بادۂ الٰہی بغیر ان کا گذارا نہیں۔

یہ مہمانانِ الٰہی فرشتوں کے ہم پیالہ ہوتے ہیں۔ ان راست بازوں مردوں کے لیے آسمانی جامِ سفال آتے ہیں۔

مستوں کی عالَمِ بے ہوشی سے ہوشیار ناواقف ہوتے ہیں۔ کیونکہ اصحابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال، ابوجہل کی دانائی سے بعید ہیں۔

دل و جانم بداں حلواست پیوست
کہ صوفی را صفا آرد نہ صفرا
دہان بستہ حلوا خور چو انجیر
ز دل خور، ہیچ دست و لب میالا
ازاں خرما کہ مریم را ندا کرد
کلی واشربی و قری عینا

(مولانا روم)

یعنی: میری جان و دل اُس حلوۂ غیبی کے ساتھ پیوست ہوگئی ہے جو راہِ محبت پر گامزن ہونے والے صوفی کے لیے پاکیزگی اور مستی لاتی ہے اور تلخی و بدمزگی پیدا نہیں کرتی۔

انجیر چبانے کی طرح منہ بند کر کے وہ حلوۂ محبت کھاؤ۔ منہ سے نہ نہیں کھانا بلکہ دل سے نوش فرماؤ۔ ہاتھ اور ہونٹ ہلا کر کھانا یہاں نادرست ہے۔

وہ خرما کھاؤ جس کے کھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو خطاب فرمایا ہے کہ ''كُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا'' یعنی کھاؤ اور پیو اور ٹھنڈی رکھو اپنی آنکھوں کو یعنی بہترین مددگار پروردگارِ عالم ہے تو اطمینان اور پُرسکون زندگی بسر کرو۔

زبدۃ الآثار

ایک رات جب کہ آپ عراق کے ایک بے آب و گیاہ صحرا میں مصروفِ عبادت تھے، آپ کو ایک روشنی نظر آئی جس نے تمام آسمان کو منوّر کر دیا۔ اس میں سے آواز آئی۔ ''اے عبدالقادر! مَیں تیرا پروردگار ہوں اور تیری عبادتوں سے راضی ہو کر تجھے عبادت کی تکلیف سے آزاد کرتا ہوں۔'' غوث دستگیر فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے ظاہری و باطنی علوم میں نظر دوڑائی تو کہیں اس صورت کا جواز نظر نہ آیا۔ مَیں نے خیال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس علوِ مرتبت کے عمر بھر عبادت کے مکلّف و پابند رہے، اُن کو عبادت کی تکلیف سے معافی نہ ملی، تو اور کوئی کیونکر اس سے آزاد ہو سکتا ہے؟ لہٰذا مَیں نے لاحول پڑھا تو شیطان اصلی صورت میں سامنے آ کر کہنے لگا ''مَیں نے اس مقام پر بہتیرے عبادت گزاروں کو گمراہ کیا۔ مگر اے عبدالقادر! آپ اپنے علم کے زور سے بچ نکلے۔'' مَیں نے دوبارہ لاحول پڑھا اور کہا۔ ''دور ہو جا ملعون! مَیں اپنے علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائیدِ محض اور فضلِ بے نہایت سے محفوظ رہا ہوں۔'' اس پر وہ سر پیٹنے لگا اور کہا کہ آج سے مَیں آپ کے متعلق قطعاً مایوس ہو گیا۔ آئندہ آپ پر وقت ضائع نہ کروں گا۔'' مَیں نے کہا ''مجھے تیری کسی بات کا اعتبار نہیں اور ہمیشہ تیرے مکر و فریب سے اللہ کی پناہ مانگتا رہوں گا۔''

سلیمانا بیار انگشتری را مطیع و بندہ کن دیو و پری را

جہادے نفس کن زیرا کہ اجری   برائے ایں دھد شہہ لشکری را

(مولانا روم)

یعنی: اے سلیمان! اے اہلِ نظر! فہم و اجتہاد کی انگوٹھی سے آراستہ و پیراستہ ہوکر فرزندانِ ملعون کو مطیع اور تابعدار بنالے۔

اپنے نفس سے جنگ آزمائی میں وقت صرف کر کیونکہ اس کا اجر و انعام شاہِ دوجہاں کی طرف سے جماعتِ اہل اللہ کو نصیب ہوتا رہتا ہے۔

بس کن ز لاحول ائے پسر، چوں دیو داری در بغل

بس کردم از لاحول شد، لاحول شد شیطان من

(مولانا روم)

یعنی: اے راہِ خدا کے جوانمرد! کثرتِ لاحول و لاقوۃ کی عادت ڈال جب کہ تو ہمیشہ اپنے قرب میں شیطان کو پائے گا کیونکہ وہ ہر دم تجھے راہِ راست سے ہٹانے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔

مَیں نے خود لاحول ولا قوۃ کا استکثار کیا ہے۔ جبھی تو وہ ملعون گمراہ کن شیطان مجھ سے مات کھا گیا اور بے طاقتی کا شکار ہوکر دور جا پڑا۔

O وہم وی گفتہ کہ وقتے در سیاحت بودم، شخصے پیش آمد کہ من ہرگز ویرا ندیدہ بودم گفت ''صحبت میخواہی'' گفتم آرے! گفت بشرط آنکہ مخالفت نکنی۔ گفتم نکنم۔ گفت اینجا بنیش تا من بیایم۔ یك سال رفت پس باز آمد۔ من ہماں جا بودم۔ ساعتے نزدیك من نشست و برخاست و گفت ازیں جانروی تا من بارِ دیگر بیایم۔ یك سال دیگر برفت۔ پس باز آمد و باخود نان و شِیر آورد و گفت خضرم مرا فرمودند کہ با تو طعام خورم آں را بخوردیم گفت بر خیز و ببغداد در آی۔ باہم ببغداد در آمدیم۔ (نفحات الانس، ص۳۳۲)

ترجمہ: حضرت دستگیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں کچھ عرصہ سیر و سیاحت میں مصروف تھا۔ دریں اثنا ایک شخص میرے مقابل آیا، جسے مَیں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ بولا ''میری صحبت و ہم نشینی چاہتے ہو؟'' مَیں نے کہا ''ہاں! ضرور'' اُس نے کہا ''اس شرط پر کہ میری مخالفت نہ کی جائے'' مَیں نے کہا ''مجھے منظور ہے'' وہ بولا ''میرے واپس آنے تک اس جگہ بیٹھے رہو۔'' مَیں بیٹھ گیا۔ مکمل ایک سال بعد وہ شخص واپس آیا۔ اس حال میں کہ مَیں اسی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ دیر وہ میرے پاس بیٹھا اور کھڑے ہو کر بولا ''دوبارہ میری واپسی تک اس جگہ سے کہیں نہ جانا۔'' پورے ایک سال گزرنے پر وہ شخص واپس آیا اور اپنے ساتھ کچھ روٹیاں اور دودھ لایا۔ پھر گویا ہوا کہ ''مَیں خضر علیہ السلام ہوں۔ مجھے مامور کیا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں۔'' ہم دونوں نے آسودہ ہو کر کھایا پیا۔ بعد میں انھوں نے حکم صادر فرمایا کہ ''اُٹھو چلو بغداد چلیں۔'' ہم دونوں باہم بغداد شریف میں داخل ہوئے۔

هیچ گل دیدی که خندد درجهاں؟   کو نَشد گرینده از خارِ قضا

هیچ بختی در جهاں رونق گرفت؟   کو نشد محبوس و بیمارِ قضا

(مولوی معنوی)

یعنی: کانٹوں کی تکلیفات و مصائب کو رو رو کر جھیلے بغیر، کسی پھول کو اس دنیا کے باغ میں تم نے ہنستے ہوئے دیکھا بھی ہے؟

امراض و پابندیوں کی مشقتیں اُٹھائے بغیر، اس پُر دغا سرائے میں کسی فرد کو خوش بخت و رونق پذیر ہوتے نہیں دیکھا ہوگا۔

○ الباب الثانی فی اثباتِ کرامات الاولیاء:

قال الشیخ الامام الزاهد عبداللّٰه بن اسعد الیافعی "ظهور الکرامات علی الاولیأ جائز عقلا و واقع نقلا."

امّا جوازه عقلا فانه لیس بمستحیل فی قدرة اللّٰه تعالیٰ بل هو من قبیل الممکنات کظهور المعجزات علی الانبیاء. هذا مذهب اهل السُنّة

مـن الـمشـائخ العارفين والنظار الاصولين والفقهاء والمحدثين وتصانيفهم ناطقة بذلک.

ثـم القول الصحيح المحقق المختار عند جمهور المحققين من اهل السُنّة "ان كـل مـا جـاز لـلانبيـاء مـن الـمـعـجـزات جاز للاولياء مثلـه من الـكـرامـات بشـرط عـدم التـحـدى. ولا يـرد عـلى ذلک القرآن للزومـه التـحـدى. ولا يـصـح قـول مـن يـقـول ان ذلک يـؤدى الـى الالتبـاس بين الـكـرامـات والـمـعـجزات لان المعجزه يجب على النبى ان يتحدى بها و يظهرها. والكرامة يجب على الولى ان يخفيها ويسّرها الّا عند الضرورة او اذن او حال غالب لا يكون له فيه اختيار او لتقوية يقين بعض المريدين كما فـعـل بـعـضهـم. غرف عسلا من الجوّ و وضعه فى مريد. و آخر أرى غيره الكعبة من بلاد بعيدة و آخر أرى بعض المنكرين الكعبة تطوف به.

وامّـا وقوع ذلک نقلا فقد جاء فى القرآن والاخبار والآثار بالاسناد ما يخرج من الحصر والتعداد.

ومن ذلک ما أخبرالله عن مريم لقوله تعالىٰ "فلمّا دخل عليها زكريا المحراب وجد عندها رزقا قال يا مريم انّى لک هذا؟ قالت هو من عندالله ان الله يرزق من يشاء بغير حساب."

وقوله تعالىٰ "هزى اليک بجذع النخلة تساقط عليک رطبا جنيا".

وكان فى غير او ان الرطب كما جاء فى التفسير.

وكـذلک ما أخبر الله تعالىٰ من العجائب على يد الخضر مع موسىٰ عليهما السّلام.

وكذلک قصّة ذى القرنين و تمكين الله له ما لم يمكنه لغيره.

وكذلک قصّة اصحاب الكهف والا عاجيب التى ظهرت عليهم من

كلام الكلب وغير ذلك.

وكذلك قصّة آصف بن برخيا مع سليمان عليه السّلام في عرش بلقيس في قوله تعالیٰ "قال الذی عنده علم من الكتاب انا اٰتیک به قبل يرتد اليک طرفک الآية.

ومن ذلك حديث اصحاب الغار الذين انطبقت عليهم الصخرة وهو حديث مشهور مذكور في الصحيحين.

(فتاویٰ حدیثیہ، ص ۲۱۹/ نزہۃ الناظرین)

ترجمہ: **اولیاء اللہ کی کرامتوں کے ثبوت میں:**

شیخ امام عبداللہ بن اسعد یافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اولیاء اللہ سے کرامتوں کا اظہار بطورِ عقل جائز اور بحسبِ نقل واقع ہے۔"

عقلی طور پر جواز کی دلیل یہ ہے کہ "اظہارِ کرامت قدرتِ الٰہی کے لیے محال نہیں ہے بلکہ ممکنات کے قبیل سے ہے۔ جس طرح نبیوں سے معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔

اہلِ سُنّت کے مشائخ عارفین، نقّادانِ اصولیین اور فقہاء و محدّثین کا یہی مذہب ہے اور ان کی تصنیفات شاہد ہیں۔

اہلِ سُنّت کے جمہور محققین کا صحیح، محقق اور مختار قول یہ ہے کہ "وہ تمام چیزیں جو انبیاء کے لیے بطورِ معجزات جائز ہیں وہ سب کے سب اولیاء اللہ کے لیے بطورِ کرامات جائز ہیں۔ بشرطیکہ دعویٰ و مقابلہ مقصد نہ ہو۔ اور قرآن حکیم میں کرامتوں کے ساتھ دعویٰ و مقابلہ لازم ہونے کا ذکر نہیں آیا ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ معجزات اور کرامات کے درمیان التباس کا اندیشہ و خوف ہے، ان کا قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ معجزہ بتا کر دعویٰ و مقابلہ کرنا ہر نبی پر واجب ہے۔ اس کے برخلاف ولی پر اپنی کرامت کو چھپانا اور پوشیدہ رکھنا واجب ہے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کُجا تا بکُجا ست!

ہاں! عندالضرورت یا معبود کی اجازت پر ظاہر کرنا یا حال غالب ہونے پر جب کہ خود اس کا اختیار اس پر بالکل ہی باقی نہ رہے، کرامت کا ظاہر ہو جانا یا اپنے بعض مریدوں کی تقویتِ ایمان وایقان کی خاطر جس طرح بعض اہل اللہ سے صادر ہوئے ہیں، جیسے فضا سے چلّو بھر کر اپنے مرید کے منہ میں شہد بھر دینا، یا کسی غیر کو کسی دور دراز شہر سے کعبۃ اللہ دکھلا دینا، یا بعض منکرین کو یہ دکھلا دینا کہ خود کعبہ شیخ کا طواف کر رہا ہے، بلاشبہ جائز ہے۔

نقلاً وقوع ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ کلام مجید میں، اخبار وآ ثار میں سَندوں کے ساتھ اس درجہ واضح ہے جو تعداد وحصر سے خارج ہے۔

قرآن کریم میں فرمانِ ذیشان ہے کہ ''محرابِ مریم میں جب کہ زکریا علیہ السلام داخل ہوئے۔ اُن کے پاس غیبی رزق دیکھ کر پوچھا کہ ''اے مریم! یہ بے موسم کا پھل تیرے ہاں کہاں سے آیا؟'' مریم علیہا السلام نے جواب دیا ''یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔''

کلامِ ربّانی ہے ''اے مریم! کھجور کے ڈنٹھل کو اپنی طرف حرکت دے۔ تا کہ تمہارے پاس تازہ تازہ کھجوریں گر پڑیں۔'' حالانکہ تازہ کھجور پھلنے کا وہ موسم ہی نہ تھا۔ تفسیروں میں ایسا بیان کیا گیا ہے۔

قرآن شاہد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خضر علیہ السلام کے ہاتھوں کیا کیا عجائبات ظہور پذیر ہوئے۔

کشتیِ مسکین و جانِ پاک و دیوارِ یتیم
علمِ موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

ذی القرنین کا قصّہ، قرآنی لسان میں بیان ہے کہ جو امر غیروں کے لیے ناممکن ہے اللہ جل جلالہ نے اس کے لیے سہل ترین ممکنات میں سے کر دیئے ہیں۔

اصحابِ کہف کی داستان اور فرقانی زبان ملاحظہ ہو کہ کیسی کیسی نادر چیزیں، سخنِ سگ یعنی قطمیر کی باتوں سے ان پر آشکار ہوئیں۔

بالکل اسی طرح، آصف بن برخیا کا واقعہ، ملکۂ بلقیس کا تخت حاضر کرنے پر، حضرت سلیمان علیہ السلام سے اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ ''آصف بن برخیا نے جس کا قلب علم الکتاب سے معمور تھا، حضرت سلیمان سے فرمایا کہ مَیں بلقیس کے تخت کو آپ کے آنکھ جھپکنے سے قبل آپ کے سامنے حاضر کرتا ہوں۔''

مزید برآں اس کی وضاحت میں ''اصحابِ غار'' کی حدیث شریف موجود ہے۔ جن پر ایک سخت عظیم وزنی پتھر نے ہولناک طوفان میں بوقتِ شب تاریک غار کے منہ کو بند کر دیا تھا۔ یہ حدیث مشہور ہے جو بخاری و مسلم میں مذکور ہے۔

موسیٰ چو بدید ناگہانی ‌ ‌ ‌ ‌ از سوئے درخت آں ضیأ را
گفتا کہ جستجوئے رستم ‌ ‌ ‌ ‌ چوں یافتم ایں چنیں عطا را
گفت ائے موسیٰ سفر رہا کن ‌ ‌ ‌ ‌ و ز دست بیفگن آں عصا را
آں دَم موسیٰ ز دل بروں کرد ‌ ‌ ‌ ‌ ہمسایہ و خویش و آشنا را
اخلع نعلیك ایں بود ایں ‌ ‌ ‌ ‌ کز ہر دوجہاں ببر دلا را

(مولانا روم)

یعنی: موسیٰ علیہ السلام نے جب اچانک ایک درخت کی طرف سے روشنیِ حق دیکھ لی، خوش ہو کر بولے کہ چلو چھٹّی ہوئی، جس کی جستجو تھی وہ عطا مفت ہاتھ لگی۔ آواز آئی کہ اے موسیٰ چلنا بند کرو اور ہاتھ سے عصا پھینک دو۔ پھر تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل سے، ہمسایہ، خویش و اقربا کا خیال نکال دیا۔ نظر کو فکر سے خالی کر کے دیدِ نورِ شجر میں ہمہ تن محو ہوگئے۔ ''اخلع نعلیک '' کا مقصد صرف یہ تھا کہ دونوں جوتیاں، ایک اہلیہ، دوسری بکریاں، تمہاری ثروت کا مجموعہ چھوڑ کر جب مجھ سے دل لگاؤ گے تو ضرور پا کر ہی رہو گے۔

تا بجاروب لا نہ روبی راہ ☆ نہ رسی درسرائے الّا اللّٰہ

یعنی: جب تک **لا** کی جھاڑو سے راستے کی صفائی نہ کرو گے **الّا اللّٰہ** کے بالا خانے تک رسائی نہ ہو سکے گی۔

در خانۂ دل جز خدا نگنجد — دل و اندر شك انبیاء را
گفت ائے موسیٰ بکف چه داری؟ — گفتا که عصا ست یارِ مارا
گفتا که عصا زکف بیفگن — بنگر تو عجائبِ سما را
افگند عصاش اژدها شد — بگریخت چوں دید اژدہا را

(مولانا روم)

یعنی: دل کے گھر میں بجز خدا کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ انبیاء کے متعلق ان کے دلوں میں شک کا خیال ایک انہونی سی بات ہے۔

ربِّ قدیر نے فرمایا ''اے موسیٰ ہاتھ میں کیا تھامے ہوئے ہو؟ جواب دیا کہ یہ میرا ساتھی عصا ہے۔

حکمِ ایزدی ہوا کہ ہاتھ سے عصا دور پھینک دو۔ اس کے بعد عالمِ علوی کے عجائب دیکھو۔

موسیٰ نے جب اپنے ہاتھ سے عصا کو گرایا وہ ایک دم اژدہا بن کر کھڑا ہوگیا۔ موسیٰ حواس باختگی کے عالم میں بھاگ پڑے۔

(موسیٰ یاد رکھو جسے تم نے اپنا سمجھ رکھا ہے وہ تمہارا جان لیوا ہے۔ میرے بغیر تمہارا کون دوست ہوسکتا ہے؟)

گفتا که بگیرتا منش باز — چوبی سازَ پئے شمارا
سازم ز عدوّت دست یاری — سازم دشمنت متّکارا
تا از جز فضلِ من ندانی — یارانِ لطیف و با وفا را
دست و پایت چو مار گردد — چوں درد دهیم دست و پارا

(مولانا روم)

یعنی: حکمِ باری تعالیٰ ہوا کہ اب پھر پکڑ لو اور دیکھو کہ مَیں کس طرح دوبارہ عصا بنا کر تمہارے دشمن کو مطیع و مددگار بناتا ہوں۔

مَیں چاہوں تو تمہارے دشمن کو دوست اور تمہارے آرام دہ تکیہ گاہ کو دشمن بناتا ہوں۔

تا کہ تمہیں عین الیقین ہو جائے کہ تمہارے تمام مہربان باوفا دوست میری ذاتِ بحث اور فضلِ محض کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

موسیٰ! جب مَیں تمہارے ہاتھ اور پاؤں کو درد میں مبتلا کرتا ہوں تو تمہارے ہی ہاتھ اور پاؤں تمہارے لیے سانپ بن جاتے ہیں۔

O "کراماتِ اولیاء حق"

امّـا در اثباتِ کرامتِ اولیاء بسبب آن ست که در حدیثِ صحیح وارد شـده اسـت که روزی صحابه رضی اللّٰه عنهم گفتند ''یارسول اللّـه! مـارا از عجائبِ اُممِ ماضیه چیزے بگوی۔ گفت پیش از شما سه کـس بـجائے می رفتند چون شبانگاه شد قصدِ غارے کردند و در آنجا شـدنـد چـون پـارهٔ از شـب گـذشـت۔ سنگے از کوه در افتاد و درِ غار استـوار شـد ایشـاں متحیّر شدند گفتند نرہاند مارا ازیں جا ہیچ چیز جُـز آنـکـه کـردارہـائے خـود را آنـچه بے ریا است۔ بخداوند سبحانه شـفیـع آریـم یـکے گـفـت مـارا مادری و پدری بود۔ از مالِ دنیا چیزے نداشتم که بایشاں دہم بجز بزکے که شِیر او بدیشاں داد می و من ہر روز پشتـهٔ ہیـزم بیا وردمی۔ بہائے او را وجهِ طعامِ خود کردمی۔ شبے بیـگـاه تـر آمدم تا من آں بزك را بدو شیدم و طعامِ ایشاں را در شِیر آغشتـم۔ ایشـاں خـفـتـه بـودند آں قدح در دستِ من بماند۔ من برپائے ایستـاده و چیـزے نـخـورده انتـظـارِ بیداری ایشاں می بردم تا صبح بـردمیـد و ایشـاں بیدار شدند و طعام بخور دند۔ آں گاه نشستم۔ بار خـدایـا اگـر مـن دریـں راست گـویـم۔ مرا فریاد رس۔ پیغمبر صلی اللّٰه علیه وآله وسلـم فرمود۔ آن سنگ جنبید و شگافی پدید آمد۔

دیگرے گفت مرا دخترِ عمّے بود با جمالِ او دلم پیوسته مشغول وی بود و ہر چند ویرا خواند می اجابت نکردی تا وقتی بحیل صد دینار زر بدو فرستادم تا یکشب با من خلوتی کرد۔ چون به نزدیك من آمد۔ ترسے در دلم اُفتاد از خداوند تعالیٰ۔ دست از وی بداشتم و گفت بار خدایا اگر من راست گویم مارا فرج فرست۔ پیغامبر صلی اللّٰه علیه وآله وسلم گفت آں سنگ بار دیگر بجنبید و آں شگاف زیادت شد امّا نه آنچناں که ازاں بیروں تواں شد۔

آن کس سومی گفت مرا گروہے مزدوراں بودند۔ کاری که میکردم۔ چوں تمام شد۔ ہمه مزد بستند۔ یکے از انسان ناپیدا شد۔ مزدِ او را بگو سفندی بدادم۔ یك سال و دو سال و ده سال تا چہل سال بگذشت۔ آن مزد در نیامد و من نتائجِ آں گوسفند نگاه می داشتم۔ روزی بیامد و گفت من وقتے کارِ تو کرده ام و مزدِ من پیشِ تست و حالا مرا بآں حاجت ست۔ او را گفتم برو۔ آں گو سفنداں ہمه حقِ تست۔ آں مرد گفت بر من افسوس پنداشت گفتم افسوس نمی دانم و راست می گویم۔ آں ہمه را با و دادم و ببرد۔ بار خدایا اگر من دریں راست گویم ما را فرج فرست۔ پیغمبر صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فرمود آں سنگ بیك بارگی از درِ غار فرا ترشد تا ہر سه بیروں آمدند و ایں فعلے ناقص عادت بود۔ (نفحات الانس، ص ١٦)

”کراماتِ اولیاء حق ہیں“

”کراماتِ الاولیاء حق“ عقائدِ نسفی کی عبارت ہے۔ جس طرح جنت، جہنم، صراط اور وزن وغیرہ عقائدِ اسلام میں سے ہیں۔ اسی طرح اولیاء اللہ کی کرامتوں کا حق ہونا بھی عقائدِ اسلام میں سے ایک عقیدہ ہے۔

کرامتِ اولیاء کے اثبات میں حدیثِ صحیح وارد ہے کہ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ! براہ کرم ہم لوگوں کو گذشتہ اُمتوں کے عجائب میں سے کچھ سُنایئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں سے مدّتوں پہلے ایک دفعہ تین آدمیوں نے مل کر پہاڑوں کا سفر کیا۔ جب رات ہوئی، پناہ لینے ایک کھوہ میں گھس گئے تاکہ رات بسر کریں۔ جب رات کا ایک حصّہ گزر چکا۔ اچانک ایک عظیم پتھر پہاڑ سے لڑھک کر غار کے منہ پر مضبوطی سے اٹک گیا اور نکلنے کا راستہ بند کردیا۔ وہ تینوں شخص حیرت زدہ زندہ درگور ہوگئے۔ بالآخر مشورہ کیا اور کہا کہ اب ہم کو اس آفت سے کوئی چیز چھٹکارا نہیں دے سکتی سوائے اس کے کہ ہم نے اپنی زندگی میں جو بہتر عمل بغیر ریا و تکلف کے اللہ ہی کے لیے کیے ہیں، اسے ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں۔ اس بات پر راضی ہوکر تینوں طلبِ مدد پر آمادہ ہوگئے۔

ایک شخص بیٹھ کر کہنے لگا کہ میرے والدین باحیات تھے اور مَیں دنیوی مال و دولت نہیں رکھتا تھا جو مَیں اُن کو دے سکوں۔ میرے پاس صرف ایک بکری تھی، جس کا دودھ انھیں پلاتا تھا۔ مَیں روزانہ جنگل میں جا کر ایک گٹّا لکڑی چُن لاتا اور اس کی قیمت سے کھانے کا بندوبست کرتا۔ ایک رات جنگل سے کچھ دیر میں پہنچا۔ بکری کا دودھ دوہ کر اور کچھ کھانا تیار کرکے دودھ میں ملا کر والدین کو کھلانے گیا۔ وہ دونوں سو رہے تھے۔ جگانا مناسب نہ سمجھا۔ مَیں کچھ کھائے بغیر کھانے سے ملایا ہوا دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیے والدین کے سرہانے کھڑا کھڑا اُن کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور والدین جاگ اُٹھے۔ مَیں نے اپنے ہاتھ سے انہیں آسودہ ہونے تک کھلایا۔ اس کے بعد مَیں بیٹھا۔ یا بارِ الٰہی! اگر مَیں والدین کی اس بے لوث خدمت گزاری میں صادق ہوں تو میری فریادرسی فرما۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ غار کے منہ کا پتھر کسی قدر سرکا اور تھوڑا سا شگاف نمودار ہوا۔

اس کے بعد دوسرا شخص کہنے لگا کہ میری ایک چچازاد بہن تھی۔ جس کے حسن و جمال نے مجھے فریفتہ کر رکھا تھا۔ ہرچند مَیں اس کو بلاتا مگر وہ راضی نہ ہوتی تھی۔ ایک روز بصد حیلہ

ایک سو دینار اس کے پاس مَیں نے بھیجا تا کہ وہ صرف ایک رات میرے ساتھ بسر کرے۔ وہ راضی ہو کر جب شب میں میرے پاس پہنچی۔ میرے دل پر اللہ تعالیٰ کا زبردست خوف طاری ہو گیا۔ خوفِ الٰہی کی وجہ سے مَیں اسے ہاتھ تک لگانے سے باز رہا۔ یہ کہہ کر وہ بولا۔ یا بارِ خدایا! اگر مَیں اس بیان میں راست باز ہوں تو ہمارے لیے رہائی کا سبب پیدا فرما۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پتھر دوسری بار حرکت میں آیا اور شگاف قدرے زیادہ ہو گیا۔ لیکن اتنا کشادہ نہ ہوا کہ ایک انسان نکل سکے۔

اب آخری شخص بیٹھ کر کہنے لگا کہ میرے پاس مزدوروں کا ایک گروہ تھا جن سے مَیں کام لیتا تھا۔ جب شام کو کام ختم ہو جاتا سب اپنی اپنی مزدوری لے جاتے۔ ایک دن ایک مزدور، مزدوری لینے کے وقت غائب ہو گیا اور پھر واپس نہ آیا۔ اس کی مزدوری کی قیمت سے مَیں نے ایک بکری خرید لی اور پالتا رہا۔ ایک سال، دو سال، دس سال حتّٰی کہ چالیس سال گذر گئے مگر وہ مزدور نہ آیا۔ مَیں اس بکری کے بچوں کی حفاظت کرتا رہا۔ ایک روز وہ مزدور آ پہنچا اور مجھ سے کہنے لگا "مَیں نے ایک وقت تمہارا کام کیا تھا اور مزدوری تمہارے پاس رہ گئی تھی، اس وقت مجھے اس کی بڑی ضرورت ہے"۔ مَیں نے کہا "سامنے وہ جو بکریوں کا ریوڑ ہے سب تیرا حق ہے۔ جا اور لے جا۔" وہ بولا "کیا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟" مَیں نے کہا، "مَیں مذاق کرنا نہیں جانتا اور سچ کہہ رہا ہوں۔" بکریوں کا ریوڑ مَیں نے اُس کے حوالے کر دیا اور وہ بخوشی لے کر چلا گیا۔ "بارِ خدایا! اگر مَیں اپنے کلام و کردار میں سچّا ہوں تو مجھے مخلصی عطا فرما۔" پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پتھر یکبارگی غار کے منہ سے الگ ہو گیا اور تینوں بحفاظت باہر نکل آئے۔ یہی تو ولیوں کی کرامت ہوتی ہے۔

O و دیگر حدیث جریج ست و راوی این حدیث ابوهریره رضی اللّٰه عنه ست که پیغمبر صلی علیه وآله وسلم گفت که در بنی اسرائیل

راهبے بود جریح نام و مردے بود مجتهد. و مادرے داشت مستوره. روزے به آرزوئے دیدارِ پسر بیامد. وی در نماز بود. درِ صومعه بکشاد و بازگشت روزِ دوم و سوم هم چناں آمد. مادرش گفت از تنگ دلی که "یارب پسر مرا رسوا گرداں و بحقِ منش بگیر" در آں زمانه زنے بود بد سیرت بشهرت. گفت من جریح را از راه ببرم. بصومۂ وی شد جریح با و التفات نکرد. باشبانی در آں راه صحبت کرد و حامله شد. چوں شهر آمد گفت ایں فرزند از جریح است. چوں بار بنهاد. مردم قصد صومعۂ جریح کردند. وی را بیروں کشیده پیشِ سلطان بردند. جریح گفت "اے غلام پدرِ تو کیست؟" گفت مادرم بر تو دروغ همی گوید. پدر من شبان است. (نفحات الانس، ص ۱۷)

ترجمہ: دوسری حدیث "جریح" ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ "حضرت صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد ومردِ مجتہد "جریح" نامی شخص تھا۔ اس کی والدہ نیک و پردہ نشین تھی۔ ایک روز بیٹے کو دیکھنے کی تمنا لے کر عبادت خانے پہنچی۔ اُس وقت جریح نماز میں مصروف تھا۔ بیٹے کو نماز میں پا کر دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ دوسرے اور تیسرے روز آنے پر بھی یہی معاملہ رہا۔ والدہ نے غصہ میں آ کر کہا "اے رب! میرے بیٹے کو رسوائی کا منہ دِکھلا اور میرا حق اُس سے لے کر بتا۔" اس زمانے میں ایک مشہور فاحشہ عورت تھی۔ اس کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اس مشہور زاہد جریح کو مَیں بے راہ کر کے چھوڑوں گی۔ وہ ایک رات جریح کے صومعہ میں آ دھمکی۔ جریح نے اُس کی طرف التفات تک نہ کیا۔ وہ غصے میں بھڑک کر واپس لوٹی اور راہ میں ایک چرواہے کے ساتھ شب باشی کی اور اُس سے حاملہ ہوگئی۔ وہ عورت شہر میں آ کر اعلان کرنے لگی کہ میرے شکم میں جریح کا بچہ ہے۔ بعد وضع حمل لوگ جریح کے صومعہ پہنچے اور دادخواہی کے لیے اسے کھینچ کر بادشاہ کے دربار میں لائے۔ بادشاہ کے استفسار پر جریح

نے اُس دودھ پیتے بچے سے پوچھا ''من ابوک ؟'' یعنی تیرا باپ کون ہے؟'' بحکمِ الٰہی بچہ بول پڑا کہ ''میری ماں آپ پر جھوٹا الزام لگا رہی ہے۔ درحقیقت میرا باپ'' **راعی الغنم** '' یعنی بکری چرانے والا ہے۔''

جریح نے بچے سے قبلِ سوال بارگاہِ الٰہی میں یوں فریاد کی۔

من از عالم ترا تنہا گزینم
روا داری کہ من غمگین نشینم؟
تو چو پنہاں شدی از اہلِ کفرم
چو تو ظاہر شدی از اہلِ دینم
بجز چیزے کہ دادی من چہ دارم
چہ می جوئی زجیب وآستینم؟

(مولانا روم)

یعنی: مَیں نے ساری دنیا چھوڑ کر صرف تجھے اختیار کیا ہے۔ اس حالت میں مجھے ذلیل و پریشان کرنا کیا تو برداشت کرسکتا ہے؟

تجھے اپنی نظر سے پوشیدہ ہوتے ہی میں اپنے آپ کو اہلِ کفر تصور کرتا ہوں اور جب تو میرے سامنے رہتا ہے تو میں اپنی ہستی کو اہلِ دین سمجھتا ہوں۔ جو کچھ تو نے مجھے بخشا ہے اس کے علاوہ میرے پاس کیا رکھا ہے۔ پھر میرے حبیب جیب و آستین کی تلاشی کیا معنی رکھتا ہے؟

O قال الامام المستغفری رحمة اللّٰه علیه من طریق الآثار کثیرة.

قول ابی بکر الصدیق رضی اللّٰه عنه لابنه عبداللّٰه ''یا بُنَیَّ ان وقع بین العرب یوماً اختلاف فأت الغار الذی کنتُ فیه أنا و رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وکن فیه فانه یاتیک رزقک بکرة و عشیّا۔''

وفی قولہ رضی اللّٰہ عنہ "فانہ یاتیک رزقک بکرۃ وعشیا" اثبات بکرامات الاولیاء۔ (نفحات الانس، صفحہ ۱۷)

ترجمہ: امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق آثار بہت سے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمانا کہ "اے پیارے بیٹے! جب عرب کے درمیان ایک روز جھگڑا و فساد واقع ہو تو تم بحیات ہونے سے اس غار میں چلے آنا، جہاں مَیں اور رسول اللہ ﷺ چھپے تھے۔ اور تم وہاں سے باہر نہ آنا۔ بے شک تمہارے پاس صبح و شام رزق پہنچتا رہے گا۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "صبح و شام تمہارا رزق تمہارے پاس آئے گا" اثباتِ کراماتِ اولیاء میں سے ہے۔

O روی الامام المستغفری عن جابر عن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ قال امیر المؤمنین ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ "اذا انامتّ فجیوابی علی الباب یعنی باب البیت الذی فیہ قبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فادقوہ فان فتح لکم فادفنو فی" قال جابر رضی اللّٰہ عنہ فانطلقنا فدقنا الباب وقلنا "ان ھذا ابا بکر قد اشتھی ان یدفن عندا النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم" ففتح الباب ولا ندری من فتح لنا وقال لنا "ادخلوا و ادفنوہ عزّا و کراما" ولا نری شخصا ولا نری شیئا۔ (نفحات الانس، صفحہ ۱۷)

ترجمہ: امام مستغفری حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "جب مَیں مر جاؤں تو میرے جنازے کو اس گھر کے دروازے پر لا کر رکھ دینا، جہاں قبرِ اطہر رسول اللہ ﷺ ہے۔ پھر دروازہ کھٹکھٹانا۔ اگر تمہارے داخلے کے لیے دروازہ خود بخود کھل جائے تو مجھے تم لوگ وہاں دفن کرنا۔"

حضرت جابر کا بیان ہے کہ ابوبکر کی رحلت کے بعد ہم وہاں چلے پھر دروازہ کھٹکھٹا کر ہم نے آواز دی۔ ''ابوبکر صدیق حاضر ہیں جس کی آخری تمنا یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے بغل میں دفن ہوں''۔ یہ کہتے ہی درِ روضۂ رسول ﷺ خود بخود کھل گیا۔ ہمیں بالکل علم نہ ہوا کہ دروازہ کس نے کھولا۔ پھر ہمیں خطاب کرتے ہوئے اندر سے آواز آئی ''تم لوگ اندر داخل ہو اور اس کو بصد تعظیم و تکریم دفن کرو۔'' ہم نے نہ وہاں کسی شخص کو اور نہ کسی چیز کو دیکھا۔

O روی الامام المستغفری باسناده عن مالک بن انس عن نافع عن ابن عمر عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنهم ''ان عمر بن الخطاب خطب الناس بالمدینة فقال ''یا ساریة الجبل الجبل'' قال فانکر الناس ذکر ساریة وساریة بالعراق. فقال الناس لعلی رضی الله عنه انا سمعنا عمر یذکر ساریة وساریة بالعراق. فقال ویحکم دعوا عمر. فقلما دخل فی شئی الّا خرج. فلم یثبت ان جاء رسول. ان ساریة لفی العدّو. فهزمهم ثم جاء بالغنیمة الی سفح الجبل. فارادالعدّو ان یجولوا بینهم وبین الغنمیة وسفح الجبل فاتاهم نداء من السماء'' یاساریة بن زیتم الجبل الجبل من استرعی الذئب فقد ظلم'' فقال کانوا یرون ان صوت عمر رضی اللّٰه عنه هو الذی سمعوه.

(نفحات الانس، صفحہ ۱۷)

ترجمہ: امام مستغفری رحمۃ اللہ عنہ اپنی سندوں کے ساتھ مالک بن انس سے اور وہ نافع سے اور وہ ابن عمر سے اور وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ''حضرت عمر بن خطاب بروزِ جمعہ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو خطبہ دیتے وقت اچانک بول اُٹھے ''یاساریہ الجبل الجبل'' یعنی اے ساریہ! ہوشیار۔ پہاڑ کی طرف متوجہ ہو'' خطبے کے درمیان ساریہ کا ذکر لوگوں کو ناگوار گزرا۔ کیونکہ اس وقت ساریہ سپہ سالارِ اسلام عراق میں مصروفِ جنگ تھے۔ لوگوں نے علی سے درخواست کی کہ ہم نے خطبے میں عمر کو ساریہ کو یاد

کرتے ہوئے سنا، حالانکہ ساریہ عراق میں ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا ''افسوس! تم لوگ رحم کے قابل ہو۔ معمولی بات پر عمر کی مخالفت کرتے ہو؟ چھوڑو اس بات کو۔ کیونکہ عمر کے مقابل جو بھی سوال آیا، اُس کا جواب حاضر ہوگیا۔'' کچھ دیر نہ ہونے پائی کہ ساریہ کا قاصد یہ خبر لے کر پہنچا کہ ساریہ نے لڑتے ہوئے دشمنوں کو ہزیمت دے دی۔ پہاڑ کے نیچے غنیمت کا مال جمع ہوگیا۔ دشمنوں نے پہاڑ کے ایک درّے سے مالِ غنیمت کی تقسیم میں منہمک مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں آسمان سے ایک آواز آئی۔ ''یاساریہ بن زنیم پہاڑ پہاڑ۔'' جو چُپتے کی رعایت کرتا ہے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ قاصد نے بتایا کہ جو آواز ہمارے کانوں میں پڑی وہ عمر رضی اللہ عنہ کی آواز تھی۔

لشکرِ اسلام اس آواز سے مستعد ہوگئے اور کافر پسپا ہوکر بھاگ پڑے۔

O فكان فى ذلك لعمر رضى اللّٰه عنه كرامتان:

احدهما: ماكشف له عن سارية اصحابه المسلمين وحال العدّو.

والثانية: بلوغ صوته الى سارية فى بلاد بعيدة.

ترجمہ: اس واقعے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دو کرامتیں بیک وقت ظہور پذیر ہوئیں۔

پہلی کرامت یہ تھی کہ ساریہ اور لشکرِ اسلام اور دشمنوں کی حرکت سامنے آ جانا۔

دوسری یہ کہ دور کی مسافت سے عمر رضی اللہ عنہ کی آواز ساریہ تک پہنچنا۔

O قال اهل مصر لعمرو بن العاص رضى اللّٰه عنه ان النيل يحتاج كل سنة الى جارية بكر تلقى فيه الّا فلا يجرى. فكتب عمرو بن العاص رضى اللّٰه عنه الى امير المومنين عمر بن الخطاب بخيره بذلك. فقال ''الاسلام يهدم ما كان قبله'' ثم بعث اليه رقعة فيها ''بسم اللّٰه الرحمن

الرحیم من عمر بن الخطاب الی نیل مصر امّا بعد فان کنت تجری بنفسک فلا حاجة لنا بک وان کنت تجری بامر اللّٰه فاجر علی اسم اللّٰه" وأمره ان یلقیها فی النیل. فجری باذن اللّٰه تعالیٰ.

(نزہۃ المجالس صفحہ ۲۰۹، ج ۲/ نفحات الانس صفحہ ۱۸)

ترجمہ: گورنرِ مصر حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس اہلِ مصر نے حاضر ہوکر گذارش کی کہ جریانِ نیل کے لیے ہر سال ایک باکرہ دوشیزہ بطور قربانی دینی پڑتی ہے۔ (جسے ہم اُس کے والدین و اقربا کو کثیر مال دے کر راضی کر کے حاصل کرتے ہیں اور چودھویں کی رات اس کو دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ جب ہی دریا جاری ہوتا ہے، ورنہ پانی نیچے چلا جاتا ہے۔ اور زراعت برباد ہوجاتی ہے۔) حضرت عَمرو بن عاص نے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس خبر پہنچائی۔ حضرت عمر نے فرمایا "**الاسلام یھدم ماکان قبله**" یعنی اسلام گذشتہ بے ہودہ رسموں کا استیصال کرتا ہے۔ پھر عمرو بن عاص کے پاس ایک خط لکھ بھیجا "**بسم اللّٰه الرحمن الرحیم**۔ یہ خط عمر بن خطاب کا مصر کے نیل کی طرف ہے۔ حمد و ثنا کے بعد کہتا ہوں کہ اے نیل! اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہمیں تیری حاجت نہیں اور اگر تو بحکمِ خداوندی بہتا ہے تو اللہ کے نام پر جاری ہوجا۔" حضرت عمرو بن عاص کو حکم دیا کہ اس خط کو نیل دریا میں ڈال دے۔ یہ خط نیل میں گرتے ہی بحکمِ الٰہی پانی جاری ہوگیا اور ہر سال سے پانی زیادہ بڑھ گیا۔

O ان ابن عمر رضی اللّٰه عنه قال للاسد الذی منع الناس طریق تنح فبصبص بذنبه و ذھب فمشی الناس فقال عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنه صدق رسول اللّٰه علیه وآله وسلم "من خاف من اللّٰه خوّف اللّٰه منه کل شئی."

(حیوۃ الحیوان للشیخ کمال الدین الدمیری، صفحہ ۳۔ نزہۃ المجالس)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک بستی سے گزر رہے تھے۔ دیکھتے ہیں کہ لوگ دوڑتے ہوئے گھروں سے نکل کر بیابان کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ ابن عمر نے

اس بھاگم بھاگ کا سبب پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ ایک شیر راستہ بند کیے ہوئے سڑک پر کھڑا ہے۔ اس لیے لوگ بھاگ رہے ہیں۔ آپ بتائی ہوئی جگہ پر گئے اور شیر کا کان پکڑ کر بولے کہ یہاں سے ہٹ جا۔ تو شیر اپنی دم کو ہلاتے ہوئے چل پڑا۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا کہ ''جو اللہ سے ڈرتا ہے اُس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔''

دلہائے شیراں خوں شد، صحرازخوں گلگوں شدہ
لیلیٰ وشاں مجنوں شدہ، از شاہدِ لولاکِ من

(مولانا روم)

یعنی: شیروں کا دل خوف سے پگھل کر خون ہوگیا ہے اور اس خون سے صحرا نے لالہ وگل کی صورت اختیار کر لی ہے۔ یہ سب میرے محبوب صاحبِ لولاک لما خلقت الافلاک کی بدولت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حسینانِ عالم سرکارِ دو عالم ﷺ کی محبت میں مجنون بن گئی ہیں۔

خرگوش و کبك و آہواں، باشد شکار خسرواں
شیران نر بیں سرنگوں، تگ بستہ بر فتراکِ من

یعنی: خرگوش، کبک، درّی اور ہرنیں تو بادشاہوں کے شکار کے لیے ہوتے ہیں۔ لیکن نر شیر سر جھکائے اہل اللہ کے شکار ہونے کے لیے زین پوش کے دائیں اور بائیں دوڑتے پھرتے ہیں۔

O قال علی رضی اللّٰہ عنہ قلت یا رسول اللّٰہ من اوّل من یحاسب یوم القیامة؟ قال ابی بکر! قلت ثم من؟ قال عمر! قلت ثم من؟ قال أنت! قلت فاین عثمان؟ قال انی سألت عثمان حاجة سرّاً فقضاھا فسألت اللّٰہ تعالیٰ ان لا یحاسبه وفی روایة قضا لی حاجة سرّاً فسألت اللّٰہ ان یحاسبه سِرّاً۔

(نزہۃ المجالس، ص۲۲۲/۲)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! روزِ قیامت سب سے پہلے کس کا حساب وکتاب

لیا جائے گا؟ فرمایا کہ ابوبکر کا۔ پھر مَیں نے سوال کیا کہ اس کے بعد کون ہوگا؟ فرمایا کہ عمر۔ مَیں نے پوچھا کہ اس کے بعد کس سے پوچھ گچھ ہوگی؟ فرمایا تم سے۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہ! عثمان کی نوبت کہاں گئی؟ فرمایا کہ مَیں نے عثمان سے اپنی ایک ضرورت کے لیے پوشیدہ طور پر سوال کیا تھا اور اُس نے جھٹ پوری کر دی تو مَیں نے دربارِ الٰہی میں سوال کیا کہ عثمان کا حساب روزِ محشر نہ لیا جائے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ''اس نے مخفی طور پر میری ایک حاجت پوری کر دی لہٰذا مَیں نے بارگاہِ ذوالجلال میں درخواست کی کہ عثمان کا حساب مخفی طور پر کیا جائے۔''

O رأیت فی ''شوارد الملح'' قال رجل لعلی رضی اللّٰہ عنه انی أرید السفر و أخاف من السبع فدفع الیه خاتمه وقال قل له اذا جاء ک ''هذا خاتم امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب'' فسافر الرجل فلقیه السبع فی طریقه فقال له ''یا سبع هذا خاتم امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب'' فلما رأی خاتم علی بن ابی طالب رفع السبع رأسه الی السماء وهمهم ثم الی الارض کذلک ثم الی المشرق کذلک ثم الی المغرب کذلک ثم ذهب مهرولا. فلما رجعت من السفر أخبرت علیّا بذلک فقال انه یقول وحق ومن رفعها وحق من وضعها وحق من اطلعها وحق من غیّبها لا أسکن ببلاد یشکونی فیها لعلی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنه۔ (نزہۃ المجالس، ص ۲/۲۳۱)

ترجمہ: کتاب ''شواردالملح'' میں تحریر ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ یا امیرالمؤمنین! میرا سفر کا ارادہ ہے اور راستے میں درندوں کا اکثر خطرہ رہتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی اس کو دیکر فرمایا ''جب کوئی درندہ سامنے آئے تو اس سے کہہ دینا کہ 'یہ امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب کی انگوٹھی ہے۔'' وہ شخص انگوٹھی لے کر سفر پر نکل پڑا۔ راستے میں ایک خونخوار درندے کا سامنا ہوا۔

مسافر شخص انگوٹھی دکھاتے ہوئے کہنے لگا کہ ''اے درندے! یہ انگوٹھی امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی ہے۔'' درندے نے انگوٹھی دیکھتے ہی اپنے سر کو آسمان کی طرف اُٹھایا اور کچھ بڑبڑایا۔ پھر زمین کی طرف نظر کر کے کچھ بولا۔ پھر مشرق کی جانب منہ کر کے غرّ ایا۔ بعدہٗ مغرب کی سمت رُخ کر کے بڑبڑایا اور لپک لپک کر چلتا بنا۔ وہ شخص جب سفر سے واپس آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصّہ سُنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کہتا ہے قسم ہے اُس کی جس نے آسمان کو بلند فرمایا اور قسم ہے اُس کی جس نے زمین کو بچھایا۔ قسم ہے اُس کی جس نے مشرق سے سورج کو طلوع فرمایا اور قسم ہے اُس کی جو مغرب میں اس کو غائب کرتا ہے، مَیں ایسے ملک میں نہیں رہوں گا جہاں لوگ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام لے کر میری شکایت کرتے ہیں۔

O ومن کرامات علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ انہ کان رضیعا فی مھدہ فیصدتہ حیّۃ فانحدر من مھدہ فقتلھا فتعجبت اُمّہ من ذلک فسمعت ھاتفا یقول ''ھذا حیدرۃ انحدر من مھدہ الی عدوّہ فقتلہ'' حکاہ ابن الجوزی رحمۃ اللّٰہ علیہ۔

ونقل عنہ انہ قال ''أنا الذی سمتنی اُمّی حیدرۃ''۔

(نزہۃ المجالس، ص ۲/۲۳۱)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ ہنڈولے میں دودھ پیتے بچے تھے۔ اُن کے مقابل ایک سانپ آ گیا۔ انھوں نے مہد سے کود کر اس سانپ کو مار ڈالا۔ اُن کی والدہ فاطمہ بنت اسد یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئیں۔ اتنے میں غیبی آواز آئی ''یہ حیدرہ ہے جو ہنڈولے سے کود کر دشمن تک پہنچتا ہے اور قتل کرتا ہے۔'' اس واقعے کو شیخ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''مَیں وہ ہوں، جسے میری ماں نے حیدرہ نام

رکھا۔"

O وھم چنیں از سائر صحابه و تابعین و تبع تابعین و مشائخ طریقت طبقه بعد طبقه نه چنداں کرامات و خوارق عادات ظاھر شده است که در حیّز تحریر و تقریر گنجد!!!

قال الامام القشیری رحمة اللّٰه علیه ولکثرة ما تواتر باجناسها یعنی باجناس الروایات والاخبار والحکایات صار العلم بکونها و ظهورها علی الاولیاء علما قوّیا انتفی عنه الشکوك۔

ومقصود ازیں همه مبالغه و تطویل در اثبات کرامات اولیاء اللّٰه آنست که تا مر سلیم القلبی که مشاهدۂ احوال ایں طائفه و مطالعۂ اقوال الشان نکرده ست۔ وبسخنان سست و حکایات نا درست اصحاب جهالت و ارباب ضلالت که دریں زمان ظاهر شده اند۔

نفی کرامات اولیاء بلکه انکار معجزات انبیاء می کنند فریفته نشود و دین خود را برباد ندهد۔ (نفحات الانس، ص ۱۸)

ترجمہ: اسی طرح تمام صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور مشائخ طریقت سے طبقہ بعد طبقہ بے شمار کرامات وخوارق عادات ظاہر ہوئی ہیں۔ جنھیں تقریر وتحریر کی حدود میں لانے کی گنجائش نہیں ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے میں رقم طراز ہیں کہ اہل اللہ کی کرامتوں کی روایات، اخبار اور حکایات میں اس قدر کثرتِ تواتر ہے کہ جن سے کرامات کا وجود اور اہل اللہ سے صادر ہونے کا علم قوی سے قوی تر ہوگیا ہے۔ جن کی بدولت شکوک وشبہات کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہی۔

اثباتِ کراماتِ اولیاء میں مبالغہ اور تحریر کو طول دینے کی غرض صرف یہ ہے کہ خاص

سلیم القلب انسان، جس نے ان طائفۂ اہل اللہ کے احوال کا مشاہدہ اور ان کے اقوال کا مطالعہ نہیں کیا ہے، ان میں خصوصاً وہ لوگ جو فی زمانہ کی پیداوار، اصحابِ جہالت اور اربابِ ضلالت ہیں، اپنی ہتک آمیز، پُرفتن باتوں اور غلط، غیر صحیح، مضحکہ خیز کہانیوں سے کراماتِ اولیاء اللہ بلکہ انکارِ معجزاتِ انبیاء تک سے، لوگوں کے ذہن و دماغ کو بغاوت پر برانگیختہ کرتے ہیں، محفوظ رہیں۔ اُن کے پھندے میں نہ آئیں اور اپنے دین کو برباد نہ کریں۔

O وقال سیّد الطائفة جنید بن محمد قدس سره "حکایات المشائخ جند من جنود اللّٰه عزوجل یعنی للقلوب "از وی پرسیدند. ایں حکایات چه منفعت کند مریداں را؟" جواب داد که "حق سبحانه و تعالیٰ می فرماید. "وَكُلًّا نقصّ علیکَ من انباءِ الرسل ما نثبّت به فوادک" یعنی قصّهائے پیغمبراں و اخبار ایشاں بر تو می خوانم و از احوال ایشاں ترا آگاه کنم تا دل ترا بآں ثبات باشد و قوت افزاید و چوں باز رنج بر تو رسد و برتو زور آورد. از اخبار و احوال ایشاں شنوی و براندیشی که چوں مثل ایں بارها و رنجها بایشاں رسیده در آں صبر کردند و احتمال و توکّل و ثقت پیش آوردند دل ترا بآں ثبات و عزم و صبر افزاید.

وایضا از سخنان مشایخ و دوستانِ حق تعالیٰ دو ستیٔ ایشاں آرد و دوستیٔ ایشاں ترا بایشاں نسبت افگند. چنانکه گفته اند "لا قرابة قرب من المودّة ولا بعد ابعد من العداوة۔" (نفحات الانس، ص ۲۱)

ترجمہ: سید الطائفہ جنید بن محمد قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "مشائخ کی حکایات اللہ پاک کے لشکروں میں سے انسانی قلوب کے لیے ایک لشکر ہے۔" ان سے دریافت کیا گیا کہ "یہ حکایات مریدوں کے لیے کیا منفعت رکھتی ہیں؟" جواب دیا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فوادک "یعنی پیغمبروں کے

قصّے اور اُن کے اخبار اے محمد ﷺ! تم کو جو مَیں بتا تا ہوں اور اُن کے احوال سے جو مَیں تم کو آ گاہ کرتا ہوں، وہ اس لیے ہے تاکہ تمہارا دل مضبوط ہو اور قوت حاصل کرے۔ جب تم کو اس قسم کا رنج پہنچے اور تمہارے دل پر بار گزرے تو ان کے اخبار و احوال سُن کر تمہیں یہ خیال پیدا ہو کہ جب اس قسم کی مشکلات و مصائب کا مقابلہ انھوں نے دلیری سے کر کے صبر فرمایا ہے اور اُس حالت میں بھی دامنِ احتمال، توکّل اور پرہیزگاری کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ تو تمہارے دل میں بھی مشکلات کے مقابلے میں ثابت قدمی، عزم اور صبر کا جذبہ پیدا ہو کر رہے گا۔

مزید فرماتے ہیں کہ مشائخ اور اہل اللہ کی باتوں سے اُن سے ایک طرح کی دوستی و اُنسیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کے ساتھ اس دوستی سے تمھیں ان سے ایک نسبت، لگاؤ اور قلبی تعلق پیدا ہو جائے گا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ''**لا قرابة قرب من المودّة ولا بُعد ابعد من العداوة**'' یعنی محبت سے بڑھ کر کوئی قرابت نہیں ہے اور عداوت سے بڑھ کر کوئی بُعدیت اور دوری و بے تعلقی نہیں ہے۔

O و در خبر است از مصطفی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم که روزِ قیامت بنده نومید مانده باشد از مفلسی و کردار بد خود۔ حق سبحانه و تعالیٰ گوید که ائے بندۂ من! فلاں دانش مند را در فلاں محلّه می شناسی؟ فلاں عارف را می شناسی؟ گوید می شناختم! گوید که ترا بوی بخشیدم۔

شنیدم که در روز امید و بیم   بداں را به نیکاں به بخشد کریم
(سعدی)

پس چوں وقتیکه بشناخت نسبت می پیوند و سبب نجات می گردد بمهر دوستانِ وی و گرفتن سیرت ایشاں و پے بردن حسان

ایشاں اولیٰ تر۔

ابوالعباس عطار رضی اللّٰہ عنہ گوید "اگر نتوانی کہ دست در دوستئ او زنی۔ دست در دوستئ دوستان او زن۔ کہ دوستئ دوستان او دوستئ اوست۔" (نفحات الانس،ص۲۱)

ترجمہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ روزِ محشر بندہ اپنی بدکرداری اور مفلسی کی بدولت حالتِ نااُمیدی میں جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا۔ اللہ پاک فرمائے گا" اے میرے بندے! فلاں محلّے میں فلاں عالمِ ربّانی کو جانتے ہو؟ فلاں عارف کو پہچانتے ہو؟" بندہ بول پڑے گا کہ"ہاں! اے باری تعالیٰ! مَیں اس کو جانتا اور پہچانتا ہوں۔" ارشادِ رب العالمین ہوگا" جاؤ! مَیں نے تم کو اس شناخت کے وسیلے پر بخش دیا۔"

سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث نبوی ہے کہ بروزِ خوف ورجا، یومِ حساب میں اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے وسیلے میں، بدکاروں کی مخلصی اور رہائی فرمائے گا۔

مقامِ غور ہے کہ جب بوقتِ حساب وکتاب، اہلِ اللہ کی صرف شناخت سے ایک نسبت حاصل ہوکر سببِ نجات بنے گا۔ تو پھر اُن کی دوستی، اُن کی سیرت پذیری اور اُن کی احسان شناسی کس درجہ مفید ثابت ہوں گی۔

شیخ ابوالعباس عطار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" اگر اہل اللہ کی دوستی تک تمھارے ہاتھوں کی رسائی نہ ہوسکے تو کم سے کم اُن کے دوستوں کے ساتھ دوستی کا برتاؤ کرو۔ کیونکہ اُن کے دوستوں سے دوستی حقیقت میں اُن کے ساتھ دوستی کے مترادف ہے۔"

O شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللّٰہ انصاری رضی اللّٰہ عنہ وصیت کردہ است کہ از پرہیزئ سخنے یاد گیرید اگر نتواند نام ایشاں یاد دارید کہ بآں بہرہ یابید۔ (نفحات الانس،ص۲۲)

ترجمہ: شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ وصیت فرماتے ہیں کہ

اہل اللہ کی باتوں کو یاد رکھیے۔ اگر یہ نہ کرسکیں تو کم ازکم اُن کے ناموں کو یاد رکھیے کہ اس سے آپ فائدہ حاصل کریں گے۔

O وکان رضی اللّٰہ عنہ یقول ''یاربّ کیف اھدی الیک روحی وقد صحّ بالبرھان ان الکلّ لک۔''

وَمَا یَنْفَعُ الْاَعْرَابُ اِنْ لَمْ یَکُنْ تَقِیُ　　　وَمَا ضَرَّ ذَا تَقْوٰی لِسَانُ مُعَجَّمُ

(غنیۃ الطالبین، ص۴/ نثر الجواہر، ص۱۵)

ترجمہ: شیخ ابوعمر وعثمان صریفینی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ رو رو کے فرماتے تھے ''اے پروردگار! مَیں اپنی روح کا تیری طرف کس طرح ہدیہ بھیجوں حالانکہ دلیلوں سے ثابت شدہ ہے کہ تمام چیزوں کا مالک تو ہی ہے۔'' اور یہ شعر پڑھتے تھے:

اگر تو حقیقت میں پرہیزگار نہیں ہے تو قرآن کے اعراب یعنی ''زیر، زبر، پیش'' کے درست کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پرہیزگار کو عجمی زبان، زبان کی لکنت اور غیر صحیح تلفظ کچھ بھی نقصان وضرر نہیں پہنچاتے۔

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی　　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

غوثِ دستگیر کی ایک مختصر تقریر:

اے انسان! سب سے اوّل اپنی حالت کو درست کرلے۔ تیرے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس کی صلاحیت میں کُل کی صلاحیت ہے اور جس کی بربادی میں تمام بدن کی بربادی ہے۔ جس کو قلب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ تمام خوبیاں، ایمان، توکّل، اتقاو اخلاص، دل کی اصلاح سے ہے۔ اس کے بگڑنے سے سب مفقود۔

سمجھ لے، دل گویا ایک چڑیا ہے۔ بدن اس کا پنجرہ۔ دل موتی ہے اور بدن سیپی۔ دل خزانہ ہے اور جسم محل۔ تو مقصدِ فطرت چڑیا ہے، قفس نہیں۔ موتی ہے، صدف نہیں۔ مال

وخزانہ ہے، محل نہیں۔

اس لیے پہلے اپنے کو نصیحت کر۔ خود کی اصلاح کے بغیر، غیر کی اصلاح ناممکن ہے۔ کیونکہ جسے تیرنا نہیں آتا، وہ ڈوبنے والے کو کیسے بچا سکتا ہے۔ جو اندھا ہے وہ رہبری کیسے کرے گا۔ لہٰذا جب تک قلب کو درست نہ کرے گا اللہ جل شانہٗ پر توکّل کرنا نہیں آئے گا۔

(الفتح الربّانی، صفحہ ۳)

کراماتِ غوثِ اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ:

یکے از مریدانِ شیخ گوید که روزِ جمعه همراه شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللّٰه عنه بمسجد جامع می رفتم۔ هیچ که با شیخ التفات ننمود و سلام نکرد با خود۔ مرا عجب آمد که هر جمعه بتشویش تمام بمسجد میرسیدیم از ازدحام بسیار بر شیخ۔ هنوز ایں سخن در خاطرم تمام نشده بود که شیخ تبسّم کناں بر من نگریست۔ مردم بسلام روی شیخ آورند۔ چنانکه میان من و شیخ حائل شدند۔ باخود گفتم که آں حال بهتر ازیں حال بود۔ شیخ التفات بمن کرد و گفت ایں را تو خواستی ندانستی که دلهائے مردماں بدست من است؟ اگر خواهم دلهائے ایشاں را از خود بگردانم روی در خود کنم!

(نفحات الانس، صفحہ ۳۴۱)

ترجمہ: کراماتِ غوثِ اعظم دستگیر:

حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں سے ایک مرید کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن مَیں شیخ کے ہمراہ جامع مسجد جا رہا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ راہ چلتے وقت کوئی شخص حضرت غوث پاک کی طرف التفات ہی نہیں کرتا۔ نہ کوئی سلام کرتا، نہ مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتا۔ مجھے سخت تعجب ہوا کیونکہ ہر جمعہ کثرتِ ازدحام کے باعث بڑی تشویش و

رکاوٹوں سے گزر کر ہم مسجد تک پہنچتے تھے اور آج کا حال تو کچھ الگ اور انوکھا ہے۔

یہ بات، یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوتے ہی شیخ جیلانی نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ پھر تو چاروں طرف سے لوگ صف باندھے شیخ کو سلام کرنے دوڑ پڑے اور اس قدر ہجوم ہونے لگا کہ مَیں لوگوں کے دھکے کھا کھا کر شیخ سے بہت دور جا پڑا۔ مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ اس حالت سے تو پہلی حالت بہتر تھی۔ حضرت شیخ نے میری طرف ملتفت ہو کر فرمایا کہ ''اس حالت کو تو تم ہی نے چاہا تھا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ لوگوں کے قلوب میرے قبضے میں ہیں؟ اگر چاہوں تو اُن کے دلوں کو اپنے سے پھرا رکھوں۔ اگر چاہوں تو اُن کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کر لوں۔

منکر مباش جاناں، اندر عصائے موسیٰ

یك لحظه چوب خشکی، یك لمحه اژدها شد

(علامہ جلال الدین رومی)

یعنی: عصائے موسیٰ علیہ السلام اور کراماتِ اولیاء اللہ کا اے دوست منکر نہ بن۔ یہ عصائے موسوی ایک ایسی چیز ہے کہ کبھی سوکھی لکڑی نظر آتی ہے، پھر لمحہ بھر میں اژدہا بن کر دُم پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

چه نقصاں آفتابے را، اگر تنہا رود در رِہ

چه نقصاں حشمت ماه را، که بے استار می آید

(مولانا روم)

یعنی: اگر سورج اپنی راہ میں تنہا چلے تو اس کا نقصان ہی کیا ہے؟

اور اگر بغیر ستارے کے چاند نکل آئے اور رواں دواں ہو تو چاند کی رونق و حشمت میں کون سی کمی آجاتی ہے؟

چو دیگ از زر بود او را، سیه روئی چه غم دارد

که از جانش ہمی تابد، بہر زخمی حکایتها

(مولانا روم)

یعنی: سونے کی دیگ پر کالک لگ جانا کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی خاصیت میں ایک ایسی چمک ہے کہ وہ جس سے لگ جاتا ہے اُس میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ سونے کا ملّمع چاندی پر ہو یا تانبے پر سونا بنا کر دکھلاتا ہے۔

گر چشم برست او، چوں مہرۂ در دستِ او

گاہے بغلطاند زمیں، گاہے ببازد در ہَوا

(مولانا روم)

یعنی: اگر اہلِ نظر، تیری آنکھوں کو بند کردے تو شطرنج کے مہرے کی مانند اُن کے ہاتھ میں تم نابینا واعمیٰ کے سوا اور کچھ نہیں ہو۔

کبھی وہ تمہیں مہرہ کی مثال زمین پر لڑھکائے گا۔ کبھی ہوا میں اُچھال اُچھال کر تجھ سے کھیلے گا۔ عارفوں کی روحانی طاقتوں کا بیان، مردہ دل انسان کی زبان سے کوسوں دور ہے۔

خاموش شو، خاموش شو، در عشق او مدہوش شو

از حال خود بیخویش شو، باز آ ز فکرِ ما مضٰی

یعنی: خاموشی اختیار کر اور اہلِ نظر کی محبت وحرمت میں بے اختیار بن جا۔

اپنے وجود کا خیال چھوڑ کر خود سے بیگانہ بن جا۔ اُن کے متعلق سوچی ہوئی باتوں اور خیالوں سے واپس اپنی حد پر پلٹ آ۔ کیونکہ تیری عقل و دانش اُن کی طاقتوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔

روئے ہر یك ز مؤمن و کافر چوں بعینی نظر کنی زاں سواست

(مولانا روم)

یعنی: ہر مومن و کافر کا چہرہ، اگر تو میری نظر سے دیکھے گا تو سب کو میری طرف تاکتے ہوئے پائے گا۔

یہ میرے جدّ امجد محمد ﷺ کی ایک عطائی بزرگی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے دستِ مبارک پر پوری خدائی کو ایک چنے کے دانے برابر کر رکھا ہے۔ میرے

ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا کَمَخْرِ دَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِ

(قصیدہ غوثیہ)

یعنی: مالکِ حقیقی کے شہروں کی طرف مَیں نے نگاہ ڈالی تو سب کو رائی کے دانے کی مثال میرے حکم کی ماتحتی میں پایا۔

O شیخ حماد دناس قدس سرہ وی از جملہ مشائخ شیخ محی الدین عبدالقادر ست۔ شیخ عبدالقادر جوان بود و در صحبت شیخ حماد می بود، روزے بادب تمام در صحبت وی نشستہ بود چوں برخاست و بیروں رفت۔شیخ حماد گفت ''ایں عجمی را قدمے است کہ در وقت وی بر گردن ہمہ اولیاء خواہد بود و ہر آئینہ مامور شود و بآنکہ بگوید ''قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ'' وہر آئینہ آنرا بگوید و ہمہ اولیاء گردن نہند''۔ (نفحات الانس، صفحہ ۳۳۲)

ترجمہ: شیخ محی الدین عبدالقادر کے مشائخ میں سے شیخ حماد دناس بھی ایک شیخ و استاد تھے۔ شیخ عبدالقادر جب کہ جوان تھے اور ہمیشہ شیخ حماد کی صحبت میں رہتے تھے۔ ایک دن شیخ عبدالقادر اپنے استاد کی صحبت میں مودّبانہ بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد اپنی کسی حاجت کے سبب اُٹھے اور باہر کی طرف نکل گئے۔ شیخ عبدالقادر کے باہر چلے جانے پر شیخ حماد نے فرمایا کہ ''اس عجمی کے لیے ایک ایسا رتبہ مقرر شدہ ہے کہ اس کے وقت میں اس کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہوگا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکم صادر ہوگا کہ وہ زبان سے اعلان کرے ''قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ '' یعنی میرا یہ قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے۔ اور ضرور جب وہ یہ جملہ کہے گا تو اس زمانے کے تمام اولیاء اللہ اپنی اپنی گردنوں کو جھکا دیں گے۔

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

چناں کز رنج رنجوری، طبیب از نبض آگه شد
ز رنگ و روی و چشم تو، بدنیت وه برد بینا

(مولانا روم)

یعنی: جس طرح طبیب حاذق، بیمار کی نبض دیکھ کر مرض سے آ گاہ ہوجاتا ہے اسی طرح اہل اللہ، تیرا رنگ و روپ، چہرہ وچشم دیکھ کر تیرے دین و دنیا کا آغاز وانجام معلوم کر لیتے ہیں۔

چوں ز صورت برون روی، بمقامات معنوی
تو ز شش سوئے بشنوی که سلام علیکم

(مولانا روم)

یعنی: جب تم اپنے وجود وصورت سے چھٹکارا حاصل کر کے بقائے دائمی اور مقاماتِ حقیقی تک رسائی کرلوگے، اس وقت تم اطرافِ ستہ یعنی شمال، جنوب، مشرق، مغرب اور تحت وفوق سے ''سلام علیکم'' کی مژدۂ غیبی کی سماعت سے مشرف ہوگے۔

من اندر پوستیں شاں می شناسم
خبر میدارم از پنہاں و پیدا

(مولانا روم)

یعنی: لوگ اپنے جُبّے اور پوستینوں کے اندر کیا چھپائے رکھے ہیں، مجھے اُن سب کی خبر ہے۔ پنہاں و پیدا، ظاہر و باطن میری نظروں سے چھپ نہیں سکتے۔

بے ادب را نبود درخور مرداں راہی
با ادب باش که اندر خور مرداں ادب ست

(مولانا روم)

یعنی: اہلِ نظر کی صف میں بے ادب کے لیے کوئی راہ اور کوئی جگہ نہیں ہے۔
اے دوست! باادب بن تو تیرے لیے جواں مردوں کی قطار میں ایک جگہ ہو جائے گی۔

گر تو خواهی که قدم بر سر ابلیس نهی
اے دل از روئے ادب، قاتل شیطان ادب ست

یعنی: اگر ابلیس لعین کے سر پر تم اپنا قدم رکھنا چاہتے ہو تو اے جانِ من! ادب اختیار کرو کیونکہ ادب قاتلِ ابلیس ہے۔

O یکے از علماء شام عبداللّٰه نام گفته ست که در طلب علم ببغداد رفتم۔ وابن السقا در آں وقت رفیق من بود در نظامیه بغداد۔ بعبادت مشغول بودیم و زیارت صالحاں میکردیم و در آں وقت در بغداد عزیزے بود که میگفتند که وی غوث است و نیز میگفتند که هر وقت که میخواهد پیدا میشود پس من وابن السقا و شیخ عبدالقادر و وی هنوز جوان بود بزیارت غوث رفتیم۔ ابن السقا در راه گفت که من از وی مسئله پرسم که جواب آں نداند۔ ومن گفتم که از وی مسئله خواهم پرسید تابه بینم که چه میگوید۔ شیخ عبدالقادر گفت معاذ اللّٰه که من از وی چیزے پرسم۔ من پیش وی میروم و انتظار برکت دیدار وی میبرم۔ چوں بروی در آمدیم۔ ویرا برجائے خود ندیدیم۔ یکساعت بودم۔ دیدیم که جائے خود نشسته است۔ پس از سرخشم در ابن السقا نگریست وگفت "وائے بر توائے ابن السقا! از من مسئله می پرسی که جواب آں ندانم؟ آں مسئله این ست و جواب آں این۔ می بینم که آتش کفر در نهاد تو زبانه میزد۔ بعد ازاں بمن نگریست و گفت ائے عبداللّٰه! از من مسئله می پرسی ومی بینی که چه میگویم؟ آں مسئله

ایـن است و جواب آں ایں۔ هر آئینه که فرو گیرد ترا دنیا تا بدوگوش بـامـن بے ادبـی کـردی۔ بـعـد از آں شیـخ عبدالقادر نگریست و وی را نـزدیك خـود بـنشـانـد وگـرامـی داشـت و گفت ائے عبدالقادر! خدا و رسـول را از خـود راضی و خشنود ساختی بادبی که نگهداشتی۔ گویا که می بینم ترا در بغداد که بر منبر برآمده و می گوئی "قدمی هذه علی رقبة کل اولیـاء اللّٰـه" ومی بینم که اولیائے وقت همه گردنهائے خود را پسـت کـرده انـد اجـلال و اکرام ترا پس هماں ساعت غائب شد۔ وبعد ازاں هـرگـز وی را نـدیـدیـم و هر چه نسبت شیخ عبدالقادر گفت واقع شد و ابن السقا بتحصیل علوم اشغال بلیغ نمود۔ و بر اقران خود فائق شـد۔ وخـلـیـفـه وی را بـرسـالـت بـملك روم فرستاد۔ وملك روم علمائے نـصـرانی را باوی مناظره فرمود۔ همه را الزام و افهام کرد۔ در نظر ملك بـزرگ نمود۔ و ملك را دختری بود خوبروی۔ بوی مفتون شد وی را از مـلك خـواسـتـگـاری کرد۔ ملك گفت بشرط آنکه نصرانی شوی۔ اجابت کـرد پـس دختـر بـوی داد۔ بـعـده ابـن السقـا کلا م غوث را یـاد کرد و دانست آنـچه بوی رسیده ست بسبب وی رسیده است۔

وامّـا چوں من بدمشق رفتم نور الدین شهید مرا بر تولیت اوقاف اکـراه کـرد و دینار وی بمن نهاد و سخنے که غوث گفته بود در حق من راست شـد۔

روزے شیـخ عبـدالـقـادر در ربـاط خـود مـجـلـس میگفت و عامه مشـائـخ قـریـب به پنجاه تن حاضر بودند آز انجمله شیخ علی هیبتی، شیخ بقا بن بطور، شیخ ابو سعید قیلوی، شیخ ابوالنجیب سهروردی، شیخ جاگیر، شیخ قضیب البان موصلی، شیخ ابوالسعود، وغیر ایشاں

از مشائخ کبار حاضر بودند که شیخ سخن میگفت۔ ناگاه در اثنائے سخن گفت "**قدمی هذه علی رقبة کل اولیاء اللّٰه**" شیخ علی هیبتی بمنبر بر آمده قدم مبارك شیخ را بگرفت و برگردن خود نهاد و بزیر دامنِ شیخ درآمد و سائر مشائخ گردنهائے خود پیش داشتند۔ شیخ ابو سعید قیلوی گفت که چوں شیخ عبدالقادر گفت "قدمی هذه الخ" حضرت سبحانه و تعالیٰ بر دل وی تجلّی کرد و رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم بر دست طائفه از ملائکه مقرّبین بمحضر اولیائے متقدمین و متاخرین که آنجا حاضر بودند احیاء باجساد خود، و اموات بارواح خود خلعتے در وی پوشانیدند۔ و ملائکه ورجال غیب مجلس ویرا درمیان گرفته بودند وصفها در هوا ایستاده بودند بر روئے زمین هیچ ولی نماند مگرکه گردن خود را پست کرده۔

وبعضے گفته که یك کس از عجم تواضع نکرد و حال وی از وی متواری شد۔

(نفحات الانس، صفحہ ۳۳۳/ فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۲۴۳/ حیوۃ الحیوان للشیخ کمال الدین الدمیری، صفحہ ۲/۲۹۷)

ترجمہ: ملک شام کے ایک جید عالم عبداللہ نامی کہتے ہیں کہ ''علم طلب کرنے کے لیے مَیں بغداد گیا تھا۔ اس وقت بغداد کے جامعہ نظامیہ میں ابن السقا میرے ہم سبق ورفیق تھے۔ ہم لوگ عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے اور صالحین کی زیارت کرتے تھے۔ اس وقت بغداد شریف میں ایک بزرگ تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ زمانے کے غوث ہیں۔ لوگوں کی زبانی یہ بھی مشہور تھا کہ وہ بزرگ جب چاہتے اپنی جگہ پر ظاہر ہوتے اور جب چاہتے غائب ہوجاتے۔ یہ سُن کر مَیں، ابن السقا اور شیخ عبدالقادر جو کہ ابھی جوان تھے، باہم مل کر اُس غوث کی زیارت کو چلے۔ چلتے ہوئے ابن السقا راستے میں کہنے لگے کہ مَیں اُن سے ایک

ایسا مسئلہ پوچھوں گا جس کا جواب اُن سے نہ بن پڑے گا۔ مَیں نے کہا، چلومَیں بھی اُن سے ایک مسئلہ پوچھوں گا تا کہ دیکھوں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر نے فرمایا ''اللہ کی پناہ! مَیں اُن کو پرکھنے کی خاطر نہیں جارہا بلکہ اُن کے سامنے بیٹھ کر دیدار کی برکت کے حصول کی نیت سے چل نکلا ہوں''۔

جب ہم تینوں اُن کی جگہ پر پہنچے، تو ہم نے اُنھیں اُن کے مقام پر نہیں دیکھا۔ کچھ دیر انتظار کے بعد دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ پر تشریف فرما ہیں۔ انھوں نے غصّے میں ابن السقا کو گھورتے ہوئے کہا ''افسوس تجھ پر ابن السقا! تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھنے آیا ہے جس کا جواب میرے پاس نہ ہو۔ لے تیرے بتائے بغیر سنا دیتا ہوں کہ تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے باطن سے کفر کی آگ شعلہ زن ہے۔''

بعدہ میری طرف دیکھ کر فرمایا ''اے عبداللہ! تو مجھ سے مسئلہ پوچھ کر دیکھے گا کہ مَیں کیا جواب دیتا ہوں؟ تیرا سوال یہ ہے اور جواب یہ ہے۔ دنیا تجھے تیرے دونوں کانوں تک زمین کے اندر دھنسا دے گی۔ یعنی تو اس قدر مقروض ہو جائے گا کہ چھٹکارا محال ہو جائے گا کیونکہ تو نے میرے ساتھ بے ادبی سے کام لیا ہے''۔

اس کے بعد شیخ عبدالقادر کی طرف التفات فرمایا اور اُن کو اپنے نزدیک بٹھا کر بڑی محبت اور عزت سے پیش آئے۔ پھر فرمایا ''اے عبدالقادر! تم نے ادب کی نگہداشت کے باعث اللہ پاک اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا مندی وخوشنودی کا حصہ پالیا۔ گویا کہ مَیں تم کو بغداد میں دیکھ رہا ہوں کہ منبر پر چڑھ کر کہہ رہے ہو کہ ''یہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے'' اور مَیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے زمانے کے جملہ اولیائے کرام، تمہارے اجلال وکرام میں اپنی گردنوں کو جھکائے ہوئے ہیں۔'' یہ کہنے کے ساتھ ہی وہ غوث غائب ہوگئے۔ اس کے بعد انہیں ہم نے بالکل نہ دیکھا۔ انھوں نے جو کچھ غوث جیلانی کی نسبت سے فرمایا تھا، وہ درست ہو کر رہا۔

ابن السقا تحصیلِ علم میں بے انتہا مشغول ہو کر اپنے زمانے میں سب پر فوقیت لے

گئے۔ خلیفۂ وقت نے اُن کی قابلیت اور ذہانت کی بدولت انہیں بلادِ روم میں سفیر بنا کر بھیجا۔ شاہِ روم نے نصرانی علماء کو ابن السقا کے ساتھ مناظرے کا حکم صادر کیا۔ ابن السقا نے تمام نصرانی عالموں کو لاجواب و ساکت کردیا۔ شاہِ روم کی نگاہ میں ابن السقا کی برتری و بزرگی چھا گئی۔ شاہ روم کی ایک حسین وجمیل بیٹی تھی۔ ابن السقا بالاخر اُس لڑکی پر فریفتہ ہوگئے۔ شاہِ روم سے بیٹی کے خواستگار ہوئے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ بے شک منظور ہے بشرطیکہ آپ نصرانی مذہب اختیار کرلیں۔ ابن السقا نے نصرانی ہوکر شاہِ روم کی بیٹی سے شادی رچالی۔ اس کے بعد ایمان سے محروم ابن السقا بغداد کے اس غوث کی بات کو یاد کرنے لگے اور سمجھ لیا کہ یہ تمام مصیبتیں اور بدقسمتی اُس بے ادبی کی وجہ سے آن پڑی ہیں۔

اب میرے سنیے کہ جب مَیں دمشق پہنچا تو نورالدین شہید نے وزارتِ اوقات کی خدمت میرے ہاتھ زبردستی تھمادی اور تمام اشرفیاں میرے حوالے کردیں۔ جو بات بغداد کے غوث نے میرے حق میں فرمائی تھی، درست ہوکر رہی۔ یعنی اوقاف کے اموال کو مَیں اپنے لیے خرچ کرتے کرتے قرض کی دنیا میں کانوں تک ڈوب گیا۔

الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا　　　مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا

ایک دن شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی خانقاہ میں پندونصیحت فرمارہے تھے۔ عام مشائخ میں سے قریب قریب پچاس ہستیاں حاضر تھیں۔ جن میں سے شیخ علی ہیبتی، شیخ بقا بن بطور، شیخ ابوسعید قیلوی، شیخ ابوالنجیب سہروردی، شیخ جاگیر، شیخ قصیب البان موصلی، شیخ ابوالسعود رحمہم اللہ اور دوسرے مشائخ کبار بھی موجود تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی دورانِ وعظ اچانک بول اُٹھے کہ ''میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے'' یہ سنتے ہی شیخ علی ہیبتی نے منبرِ وعظ پر آکر غوث الاعظم کے قدم مبارک کو پکڑ کے اپنی گردن پر رکھ لیا اور شیخ جیلانی کے دامن میں گھس گئے۔ تمام مشائخ کبار نے اپنی گردنوں کو سامنے جھکا دیا۔

شیخ ابوسعید قیلوی فرماتے ہیں کہ ''جب شیخ عبدالقادر نے ''قدمی هذه الخ'' کا جملہ فرمایا۔ اس وقت اللہ جل جلالہ نے ان کے دل پر تجلّی فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے طائفہ

ملائکہ مقربین کے ہاتھوں سے اولیائے متقدمین و متاخرین جو وہاں پر حاضر تھے، زندہ جسموں کے ساتھ اور مردے اپنی روحوں کے ساتھ، ایک خلعتِ ربانی، نورانی و لاثانی انہیں پہنائے گئے۔ اس حالت میں کہ ملائکہ و رجالِ غیب، حضرت غوث پاک کو بیچ میں لیے ہوئے تھے اور فرشتوں کی صفیں ہوا پر کھڑی تھیں اور روئے زمین کے جملہ اولیاء اللہ اپنی گردنیں جھکائے ہوئے تھے۔

بعض اہلِ نظر کا بیان ہے کہ گردن جھکانے میں عجم کے صرف ایک شخص نے فروتنی نہ برتی تھی، جس کے باعث اُس کے احوال سلب کر لیے گئے۔

بوالعجبا، بوالعجباں را نگر هیچ تو دیدی که کسے هست نیست؟

(مولانا روم)

یعنی: اے تعجب و حیرت میں افتادہ انسان! ان عجائبِ قدرت کی ہستیوں کو دیکھ! کیا کبھی تو نے دیکھا اور سُنا ہے کہ ''کوئی ہے اور نہیں'' کا مجموعہ بھی ہے؟ بقا و فنا کا حامل، عدم و وجود کے مالک ''ہے اور نہیں'' سے موصوف خاصانِ الٰہی کی خاصیت ہے۔ وجود و عدم، ظاہر و غائب اُن کے اختیار میں ہے۔

آں کس کہ نشد حق بیں، از آئینه یاسین
بوجهل دلی باشد، یا بولهبی باشد

(مولانا روم)

یعنی: جو آئینۂ محمدی میں حق بینی کی لیاقت و قابلیت کے حصول سے بے بہرہ رہتا ہے، وہ ضرور ابوجہل کے دل یا ابولہب کے قلب سے بہرہ مند ہوا ہوگا۔

چو بیند حال دینِ تو، بداند مهر و کینِ تو
ز رنگت پرده پوشانه، نگر داند ترا رسوا

(مولانا روم)

یعنی: جب اہل اللہ کی نظر، تیرے دین کی حالت پر پڑتی ہے تو وہ تیری محبت و

عقیدت اور نفرت وعداوت کی پیمائش کر لیتے ہیں۔ تیرے رنگ وروپ سے سب کیفیات معلوم کر لینے پر بھی، وہ پردہ پوشی فرماتے ہوئے، تجھے ذلیل ورسوا کرنے سے باز رہتے ہیں۔

نظر در نامہ میدارد، ولے نامت نمی خواند
ہمی داند کزیں وصفت، چہ صورت زایدت فردا

یعنی: تیرے نامہ اعمال پر وہ نظر رکھتے ہیں لیکن تیرا نام پڑھ کر ظاہر و افشا نہیں فرماتے۔ وہ تیری خوبو سے پیشگی طور پر جان لیتے ہیں کہ آئندہ تیری صورت وحالت میں کیسی کیسی تبدیلیاں ظہور پذیر ہوں گی۔

بزیر جامه نهان کردهٔ برص لیکن بچشم اهلِ بصارت برهنه می آئی
(عرفی شیرازی)

یعنی: کپڑے کے اندر برص کے داغ کو چھپائے تو ضرور رکھے ہو لیکن اہلِ نظر کے سامنے تو گویا ننگا ہے۔ اُن سے حالِ دل چھپانا محال ہے۔

وگر میگوید از دیده، بگوید رمز پوشیده
اگر دارد طلب داری، بدانی نکته و ایما

(مولانا روم)

یعنی: اگر عارفِ باللہ تمہاری حالتوں کو دیکھنے اور معلوم کر لینے کے بعد کچھ بول بھی دیں تو وہ بطورِ مخفی وبطریق پوشیدہ رمز، مشکل سے سمجھ میں آنے والی باتوں میں بتاتے ہیں۔ اگر تجھ میں سمجھنے کی خواہش وطلب ہے تو اُن کی باتوں کا اشارہ وکنایہ سمجھنے کی کوشش کر تو قدرے جان سکے گا۔

سیلے رواں اندر وله، سیلے دگر گم گشته راه
الحمد للّٰه گوید آں، ویں آه و لا حول و لا

یعنی: کوئی سیلابِ محبت میں رواں ہے اور کوئی بھٹک کر طاغوتی طغیان میں ڈوب مرا ہے۔ سیلابِ محبت ومودّت میں رواں دواں ہونے والا خوش خوش 'الحمد للّٰہ علیٰ کلِ

حال ''کہتا ہے۔ طاغوتی طغیان میں پھنس کر ڈوب مرنے والا ''آہ و واویلا'' کرتے ہوئے دستِ حسرت و ملامت ملتا رہتا ہے۔

گر تو کنی بر ما تفو، بر روی تو باز آید او
در دامن او را کشی، ہم بر تو تنگ آید قبا

(مولانا روم)

یعنی: اگر تو چاند پر تھوکے گا، وہ تھوک تیرے ہی منہ پر واپس گر پڑے گا۔ اگر چاند کو اپنے دامن میں چھپانا چاہے گا تو تیری عبا و قبا پھٹ جائے گی۔

ور کسے منکر شود، کو در جبینِ او نگر
تا به بینی داغ فرعونی، بر آں جا ''قد طغٰی''

یعنی: اگر کوئی محبوبِ الٰہی کا منکر بنے تو اُس کی پیشانی کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ۔ تجھے اُس کی پیشانی میں داغِ فرعونی، قولِ الٰہی ''قد طغی'' کا ٹھپہ دکھائی دے گا۔

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می کند
مہ را چه نقص، خاصیتِ سگ چنیں بدست

یعنی: چاند نور چھڑکتا ہے اور کتّا بھوں بھوں کرتا ہے۔ چاند کا کیا گھٹتا ہے۔ کتّے کی فطرت و عادت ہی بے اندازہ بُری ہے۔

آں را کہ دریں سودا، علم ادبی باشد
در آخر ایں سودا، سودِ عجبی باشد
در عشق طلب باید، در راه ادب باید
آں را کہ بود دولت، در رہِ ادبی باشد

(مولانا روم)

یعنی: عشقِ الٰہی کے سودے میں جس کو علم و ادب کا مکمل خیال و قصد رہتا ہے وہ شخص اس کاروبارِ عشق میں عجیب منفعت حاصل کرتا ہے۔

عشقِ الٰہی میں جستجو لازمی ہے اور راہِ عشق میں ادب نہایت درکار ہے۔ جس کی قسمت بلند ہوتی ہے وہ اس راہ میں ادب کو اپنا رہنما بناتا ہے۔

تاج فرق عرفاء، کس کے قدم کو کہیے　　سر جیسے باج دیں وہ پاؤں ہے کس کا، تیرا

چوں پائے نبی شد تاجِ سرت، تاجِ ہمہ عالم شد قدمت

اقطابِ جہاں درپیش درت، اُفتادہ چو پیشِ شاہ گدا

(خواجہ غریب نواز اجمیری)

یعنی: جب آپ کے سر کا تاج قدمِ مصطفیٰ بنا تو کُل کا تاج آپ کا قدم بن گیا۔ اقطابِ عالم تیرے در کے سامنے یوں پڑے ہوئے ہیں جیسے مفلس و بھکاری بادشاہ کے آگے پڑا ہوا ہوتا ہے۔

گویم ز کمال تو چہ، غوث الثقلینا　　محبوبِ خدا، ابنِ حَسن، آلِ حُسینا

سر در قدمت جملہ نہادند و گفتند　　تـاللّٰـہ لـقـد آثـرك اللّٰـہ علینـا

(مولانا جامی)

یعنی: اے غوث الثقلین! تمہارے پایۂ کمال کا بیان میرے امکان سے بعید ہے۔ تم محبوبِ خدا ہو، ابنِ حسن اور آلِ حسین ہو۔

جملہ اہل اللہ تمہارے قدم پر سر رکھ کر کہہ اُٹھے کہ قسم خدا کی! آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم سب کا رئیس اور اُن کا منتخب و برگزیدہ فرد بنایا ہے۔

O و رونیا باسند الصحیح ان الشیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللّٰہ عنہ جلس یوماً یعظ الناس و کانت الریح عاصفة فمرّت علی مجلسه حدأة طائرة فصاحت فشوشت علی الحاضرین ماھمّ فیه فقال الشیخ یاریح خذی رأس ھذه الحدأة فوقعت لوقتها فی ناحیة ورأسها فی ناحیة فنزل الشیخ

عن الکرسی وأخذها بیده وأمریده الاخریٰ علیها وقال بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم فحییت وطارت والناس یشاهدون ذلک.

(حیوه الحیوان الدمیری، صفحه ۱۹۳)

ترجمہ: صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی لوگوں کو نصیحت کرنے ایک روز تشریف فرما تھے، اس حال میں کہ ہوا تیز چل رہی تھی۔ اچانک فضائے مجلس پر سے ایک چیل اُڑتی ہوئی گزری اور زور سے چیخ ماری۔ لوگوں کے دلوں میں اس چیل کے ارادے پر تشویش لاحق ہوئی۔ شیخ جیلانی نے فرمایا ''اے ہوا! اس چیل کے سر کو پکڑ لے'' اس جملہ کے منہ سے نکلتے ہی وہ چیل ایک طرف گر پڑی اور اس کا سر الگ ہوکر دوسری طرف گر پڑا۔ شیخ جیلانی نے اپنی کرسی سے اتر کر اس چیل کے سر اور دھڑ کو اپنے ہاتھ پر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کو اس چیل پر پھیرا اور فرمایا ''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم'' یہ کہتے ہی چیل زندہ ہوکر اُڑ گئی اور لوگ اس ماجرے کو دیکھتے رہ گئے۔

حجر از تو دمنده شد، فلك و مَلك بنده شد
دوجهاں از تو زنده شد، چه دل آویز مشربی

(مولانا روم)

یعنی: پتھر تمہارے ہاتھ میں آ کر چمکنے لگا۔ آسمان و فرشتے تمہارے فرماں بردار ہوگئے۔ دونوں جہاں نے تمہارے سبب زندگی پالی۔ اہلِ نظر کا مشرب و مذہب کیا دل فریب اور من لبھانے والا ہوتا ہے۔

بارہا لطف ترا، من آزمودم لطیف
مُرده را تو زنده کردی، بارہا یکبار نیست

(مولوی معنوی)

یعنی: اے اللہ! تیرے لطف و کرم کو، مَیں اہلِ نظر کی وساطت سے بارہا دیکھ چکا ہوں کہ تو نے اُن کے ہاتھوں سے مُردوں کو بارہا زندہ فرمایا ہے۔

O روزے شیخ صدقه بغدادی سخنے میگفت که بحسب ظاهر شرع مواخذه می آمد. بخلیفه رسانیدند ویرا از حضار فرمودند تا تعزیر کنند چون سروی برهنه کردند خادم وی فریاد برآورد ''واشیخا'' دست آنکس که قصد ضرب وی کرده بود شل شد و هیبتی بر وزیر مستولی شد. وچون خلیفه آں را مشاهده کرد بروی نیز هیبت استیلا یافت و بفرمود که ویرا بگذراند از آنجا برباط شیخ عبدالقادر جیلانی درآمد. دید که مشائخ و سائر مردم منتظر شیخ نشسته اند که بیروں آید و سخن گوید. بیامد و درمیانِ مشائخ بنشست. چوں شیخ بیروں آمد و بمنبر بالا رفت شیخ سخن نگفت وقاری را هم نگفت که چیزی بخواند. امّا مردم را وجدے عظیم دریافت وحالتے قوی فرو گرفت شیخ صدقه باخود گفت که شیخ چیزے نگفته وقاری هیچ نخوانده. ایں وجد از چیست؟ شیخ عبدالقادر روی بوی کرده گفت یا هذا یکے از مریدان من از بیت المقدّس بایں جا بیک گام آمده ست و بر دست من توبه کرده امروز حاضراں در مهمانیٔ وی اند. شیخ صدقه باخود گفت کسیکه از بیت المقدس بیک گام بغداد آید وی را از چه و توبه باید کرد؟

و بشیخ چه حاجت دارد؟ شیخ رو بوی کرد و گفت باهذا. وی توبه میکند از آنکه دیگر در هوا نرود و حاجت وی بمن آنست که وی را بمحبّت حق سبحانه و تعالیٰ راه نمایم.

(نفحات الانس صفحه ۳۳۴/ زبدة الآثار، صفحه۷٦)

ترجمہ: ایک روز شیخ صدقہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اس قسم کی باتیں کیں جن پر ظاہری شرع کے مطابق مواخذہ آتا تھا۔ ان باتوں کو خلیفہ تک پہنچایا گیا۔ ان کو حاضر کیا گیا

تاکہ سزا دے کر ادب دیں۔ جب شیخ صدقہ کے سر کو سزا کے لیے برہنہ کیا گیا، اُن کے خادم نے بے تحاشا نعرہ لگایا ''ہائے میرے شیخ'' اس آواز پر اُس شخص کا ہاتھ جو مارنے کا قصد کیا ہوا تھا، شل ہوگیا۔ یہ دیکھ کر وزیر پر ہیبت طاری ہوگئی۔ جب خلیفہ نے بذاتِ خود یہ ماجرا دیکھا تو اُس پر بھی ہیبت چھا گئی۔ حکم صادر ہوا کہ ان کو چھوڑ دیں۔ آزادی کے بعد شیخ صدقہ سیدھے شیخ عبدالقادر جیلانی کی خانقاہ میں پہنچے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہاں تمام مشائخ اور بہت سے لوگ شیخ جیلانی کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ کب نکلیں اور وعظ فرمائیں۔ شیخ صدقہ بھی آ کر مشائخ کے بیچ بیٹھ گئے۔ بالآخر شیخ جیلانی تشریف فرما ہوکر منبر پر چڑھے۔ ابھی شیخ جیلانی نے کچھ فرمایا ہی نہ تھا اور قاری کو کچھ پڑھنے کا حکم بھی نہیں دیا تھا کہ لوگوں کے درمیان ایک عجیب وجد وحال کی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ حالت قوی سے قوی تر ہوتی چلی گئی۔ شیخ صدقہ کچھ مطلب سمجھ نہ پا کر دل ہی دل میں کہنے لگے کہ ''شیخ نے ابھی کچھ فرمایا ہی نہیں اور قاری کو کچھ پڑھنے کا حکم تک نہ کیا، پھر اس کثرتِ وجد وحال کی وجہ کیا ہے؟''

غوث الاعظم دستگیر نے اُن کی طرف ملتفت ہوکر فرمایا ''اے فلاں! میرے مریدوں میں سے ایک مرید اس وقت بیت المقدس سے یہاں ایک قدم میں پہنچا ہے اور میرے ہاتھ پر دوبارہ توبہ کی ہے۔ آج تمام حاضرین ان کی مہمانی میں ہیں۔'' شیخ صدقہ دل ہی دل میں کہنے لگے کہ ''جو شخص بیت المقدس سے ایک ہی قدم میں بغداد آتا ہے، اُسے کس چیز کی توبہ کی ضرورت ہے؟ اور وہ شیخ سے کیا حاجت رکھتا ہے؟''

غوث پاک دستگیر نے اُن کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ ''اے فلاں! وہ اس بات کی توبہ کرنے آیا ہے کہ آئندہ پھر کبھی ہوا پر نہ اُڑے گا اور اس کو میری حاجت اس لیے ہے کہ اس کو محبتِ حق سبحانہ وتعالیٰ کا صحیح راستہ مَیں دکھلاؤں''۔

قبلۂ اہلِ صفا، حضرت غوث الثقلین

دستگیرِ ہمہ جا، حضرت غوث الثقلین

خـاك پـائـے تـو بـود، روشـنـی اهـل نـظـر
دیـده را بخش ضیاء، حضرت غوث الثقلین

(خوجہ قطب الدین بختیار کاکی)

یعنی: اے حضرت غوث الثقلین! آپ صاحبِ نظر اور اہل اللہ کے قبلہ ہیں۔ آپ ہر جگہ دستگیری فرماتے ہیں۔ آپ کے پاؤں کی دھول اہلِ نظر کے لیے نور کی روشنی ہے۔ اے دستگیر عالم گیر! ہماری آنکھوں میں ضیاء و چمک کی بھیک عطا فرما۔

جُـز فیـضِ بـحـر فـضـل تو مارا اُمید نیست
جُـز گـوہـر ثـنـائـے تـو مـارا نثار نیسـت

(مولانا روم)

یعنی: اہل اللہ کے فضل و کرم کے سمندر کے فیض کے سوا، ہم طالبانِ محبتِ الٰہی کے لیے کوئی امید و آسرا نہیں ہے۔ اُن کی ثنا و صفت کے گوہروں کے علاوہ ہمارے لیے نچھاور کرنے کا کوئی سامان نہیں ہے۔

ہـزار صـورت جـاں، در ہَوا ہـمـی پـرّد
مثـال جـعـفـر طیـار، اگـرچـه جعفر نیست

(مولانا روم)

یعنی: بے شمار برگزیدہ اشخاص روحانی صورت میں ہوا میں اُڑتے ہیں۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے مانند انہیں اُڑنے کی قوت حاصل ہے۔ اگرچہ حقیقت میں جعفر طیار کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتے۔

O شیخ سیف الدین عبدالوهاب، فرزند شیخ عبدالقادر جیلانی گـفتـه کـه هیـچ مـاهے از ماهها نبودی مگر پیش از آنکه نوشدی۔ پیشِ والدِ من بیامدی۔ اگر چنانکه در وی بدی وسختی مقدّر شده بودی۔ در

صورتِ ناخوش بیامدی۔ و اگر نعمتے و چیزے مقدّر شده بودی صورت نیکو بیامدی۔ آخر روز جمعه سلخ جمادی الآخر سنه ستین وخمسائة ٥٦٠ ھ جمعے از مشائخ در صحبت وی نشسته بودند۔ جوانے خوبروی درآمد و گفت "السّلام علیك یا ولی اللّٰه من ماه رجبم۔ آمدم ترا تهنیت گویم و درمن هیچ بدی وسختی مقدر نشده"۔ در آں ماه رجب شیخ بدی ندیدند مگر خیر و نیکوئی۔ چوں روز یکشنبه آور سلخ رجب۔ شخصے کریهه المنظر درآمد۔ وگفت "السّلام علیکم یا ولی اللّٰه! من ماه شعبانم۔ آمده ام تا ترا تهنیت گویم۔ مقدّر شده ست در من موت وفناء خلق در بغداد و گرانی در حجاز وقتل و کشتن در خراسان۔" چوں ماه شعبان آمد هرچه گفته شد واقع شد۔ شیخ در ماه رمضان چند روز بیمار شد۔ روز دوشنبه بیست و نهم رمضان المبارك جمعے از مشائخ پیش شیخ حاضر بودند۔ چوں شیخ علی هیبتی و شیخ نجیب الدین سهروردی وغیرهما۔ شخصے بامهابت و وقار درآمده گفت "السّلام علیك یا ولی اللّٰه! من ماهِ رمضان آمده ام كه تا اعتذار کنم از آنچه بر تو مقدر شده بود درمن۔ وداع کنم ترا که ایں آخر اجتماع من ست باتو۔" پس باز گشت و در ربیع الآخر سال دوم از دنیا برفت۔

(نفحات الانس، صفحه ۳۳۴)

ترجمہ: غوث الاعظم دستگیر کے فرزندار جمند شیخ سیف الدین عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ مہینوں کا ہر چاند ہلال بن کر نکلنے سے پہلے میرے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اگر اس ماہ میں برائی وسختی جو کچھ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہوتی ہے تو وہ مہینہ بُری اور ناگوار صورت میں پیش آ کر سب کچھ بتا جاتا ہے۔ اور اگر اس ماہ میں خوشی ونعمتِ خداوندی مقدر ہوتی ہے تو وہ مہینہ بڑی خوبصورت شکل میں ظاہر ہو کر خبر کر دیتا ہے۔

جمادی الآخر کے اختتام پر، روزِ جمعہ کے سہ پہر کے وقت ۵۶۰ھ میں، جبکہ مشائخ کی ایک جماعت حضرت غوث دستگیر کی صحبت سے فیضاب ہورہی تھی۔ ایک خوبصورت جوان داخل ہوکر بولا ''السلام علیکم یا ولی اللہ! مَیں رجب المرجب کا مہینہ ہوں۔ آپ کوخوش خبری دینے حاضر ہوا ہوں کہ اس ماہ میں کسی قسم کی سختی، ناخوشگواری اورغم اللہ تعالیٰ نے مقدر نہیں فرمایا ہے۔ اس ماہِ رجب میں شیخ نے خیر وخوبی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ رجب المرجب کے اختتام پر بروز یکشنبہ یعنی اتوار کے دن ایک بدصورت، کریہہ المنظر شخص داخل ہوکر کہنے لگا ''السلام علیکم یا ولی اللہ! مَیں شعبان کا مہینہ حاضر خدمت ہوں۔ میرے اندر جو کچھ اللہ پاک نے مقدر کررکھا ہے، اُس کی خبر دینے آیا ہوں۔ اس ماہ میں موت، بغداد میں لوگوں کی تباہی، حجاز میں قحط وگرانی اورخراسان میں قتل وغارت گری ہوگی۔'' جب شعبان کا چاند نکلا۔ یکے بعد دیگر جو کچھ خبر دے گیا تھا، ہر جگہ واقع ہوا۔ شیخ جیلانی کی طبیعت چند روز رمضان المبارک میں ناساز رہی۔ انتیسویں رمضان المبارک، دوشنبہ یعنی پیر کے دن جبکہ ایک گروہِ مشائخ غوث الاعظم دستگیر کے سامنے حاضر خدمت ہوکر فیوضات حاصل کررہا تھا، جن میں شیخ علی ہیتی اور شیخ نجیب الدین سہروردی وغیرہم بھی شامل تھے۔ ایک رعب دار، باوقار شخص داخل ہوکر بولا ''السلام علیکم یا ولی اللہ! مَیں رمضان المبارک کا مہینہ حاضرِ خدمت ہوں تاکہ عذرخواہی کروں، ان چیزوں سے جو مجھ میں آپ کے لیے مقرر ہوچکی ہے۔ مَیں آپ کو الوداع کہتا ہوں کیونکہ آپ کے ساتھ یہ میرا آخری اجتماع ہے۔'' پھر وہ واپس چلا گیا۔ دوسرے سال ربیع الآخر میں حضرت غوث عالم پناہ اس دنیا سے کوچ فرماگئے اور دوسرا رمضان المبارک کا مہینہ نہیں پایا۔

ائے قیل وقال تو خوش، وی جمله اشکالِ تو خوش

ماهِ تو خوش، سالِ تو خوش، اے سال و مه چاگر ترا

(مولانا روم)

یعنی: اے اہلِ نظر! تیری باتیں بھی اچھی ہیں، تیری جملہ صورتیں بھی خوب ہیں، تیرا

مہینہ بھی اچھا ہے، تیرا سال بھی خوب ہے۔ کیوں نہ ہو جب کہ سال و ماہ سب کے سب تیرے خدمت گار ہیں۔

زہر شاخے یکے مرغے بگوید سر نبشست ما
که خواهد مُرد امسال و، که خواہد خورد روزی را
که خواہد زادن آں مادر، که خواہد باد دادن سَر
که درماند بشور و شر، که باید مال و بُشریٰ را

یعنی: اہل اللہ کو ہر ہر شاخ سے ایک ایک چڑیا انسانوں کے مقدر کی بات بتاتی ہے کہ کون اس سال فوت ہوگا اور کون رزق وقوت کھائے گا۔ اور کس کو اُس کی ماں جنے گی اور کون پیدا ہوتے ہی موت کا منھ دیکھے گا اور کون فتنہ وفساد میں پھنس جائے گا اور کون مال و خوش خبری حاصل کرے گا۔

مگر گُل فہم ایں دارد، که سرخ و زرد میگردد
که برگ شاخ می لرزد، مگر دریافت معنٰی را

(مولانا روم)

یعنی: عام انسان ان باتوں کو سمجھ نہیں پاتا۔ ہاں! مگر گلستاں کے پھول ان چیزوں کی سمجھ رکھتے ہیں۔ جب ہی تو کوئی سرخ اور کوئی زرد بن جاتا ہے۔ خوش خبری پر سرخ روئی اور آفت کی خبر پر زرد روئی، پھولوں کی دریافت معنوی، رمز شناسی اور غیبی فہم کی صریح دلیل ہے۔ اس معنوی ادراک کے باعث شاخوں کی پتیاں کانپ کانپ جاتی ہیں۔

اسـرارِ جہـاں بیـنـی، اطـوارِ نہـاں بیـنـی
انـوار عیـاں بیـنـی، زیبـنـده شـوی باما
خـورشیـد شـود چـاکـر، زہره بدرّد چـادر
در عشـق چـنـاں دلبـر، فـرخنده شوی باما

(مولانا روم)

یعنی: جب تم اہل اللہ کے منظورِ نظر بن جاؤ گے تو دنیا کے اسرار، پوشیدہ طرز وطریقے اور انوارِ الٰہی کی تجلیاں تم پر اُجاگر و آشکار ہو جائیں گی۔

اُس وقت سورج تمہارا خدمت گار بنے گا اور زہرہ ستارہ چادر پھاڑ کر تمہارے سامنے بے نقاب ہو جائے گا۔ محبوبانِ خالق کے عشق و محبت سے سیراب ہو کر جماعتِ اہل اللہ کی شمولیت تجھے فرخندہ حال کر دے گی۔

O روزی شیخ رضی اللّٰہ عنه مجلس میگفت وشیخ علی هیبتی در برابر شیخ نشسته بود. ویرا خواب آمد. شیخ اهل مجلس را گفت ”خاموش باشید“ واز منبر فرود آمد و پیش شیخ علی هیبتی بادب بایستاد و دروی می نگریست. شیخ علی بیدار شد. شیخ گفت ”حضرت نبی صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم را در خواب دیدی؟ گفت آری! شیخ گفت ”من براے وی بادب بایستاده بودم. بچه چیز وصیت کرد ترا؟ گفت ”بملازمتِ تو!“

بعد ازاں ازیں شیخ علی هیبتی پرسیدند از معنی آنچه شیخ فرموده که ”من از براے وی بادب ایستاده بودم“ شیخ علی گفت آنچه من بخواب میدیدم وی به بیدار می دید. (نفحات الانس، صفحه ۳۳۵)

ترجمہ: ایک روز حضرت غوث الاعظم دستگیر وعظ فرما رہے تھے۔ شیخ علی ہیبتی، حضرت غوث پاک کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ علی کو نیند آ گئی۔ غوث الاعظم نے اہلِ مجلس کو خطاب کیا کہ سب خاموش رہیں۔ یہ فرما کر غوث پاک منبر وعظ سے اُتر آئے اور شیخ علی ہیبتی کے سامنے آ کر با ادب کھڑے کھڑے اُن کو دیکھتے رہے۔ اتنے میں شیخ علی بیدار ہوئے۔ غوث پاک نے پوچھا کہ کیا تم نے حضرت رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے؟ جواب دیا کہ جی ہاں! غوث پاک نے فرمایا کہ مَیں حضرت ﷺ کے لیے مودّبانہ کھڑا

ہوں۔ تمھیں کس چیز کی وصیت فرمائی ہے؟ جواب دیا کہ ''آپ کی ملازمت و خدمت کا حکم فرمایا۔''

اس کے بعد لوگوں نے شیخ علی ہیبتی سے دریافت کیا کہ غوث الاعظم کا فرمانا کہ ''مَیں اُن کے لیے ادب سے یہاں کھڑا ہوا تھا'' کیا معنی رکھتا ہے؟''

شیخ علی ہیبتی نے جواب دیا کہ ''جو کچھ مَیں خواب میں دیکھ رہا تھا یعنی زیارتِ نبی ﷺ نصیب ہو رہی تھی وہ سب کچھ حضرت غوث الاعظم دستگیر نے عالمِ بیداری میں دیکھ لیا تھا۔

رهزوانی که بمقصود رسیدند بکام
همدم و هم نفس ومونس ایشاں ادب ست
در رهِ حضرت بیچوں بادب باید رفت
شب معراج رسول اللّٰه و برهان ادب ست

(مولانا روم)

یعنی: وہ قافلہ کامرانی کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے جس کا ہمدم و ہم نفس و مہربان رہنما باادب ہوتا ہے۔

راہِ الٰہی میں ادب کے ساتھ چلنا ضروری ہے۔ معراج کی رات، رسول اللہ ﷺ نے برہانِ ادب و دامنِ تواضع کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جس کا ثبوت ''مازاغ البصر و ما طغی'' سے ظاہر ہے۔

خداوندا! بحقِّ شاہِ جیلاں　　مُحی الدین و غوث و قطب دوراں
بکن خالی مرا، از ہر خیالے　　ولیکن آں که زو پیداست حالے

(الحاج محمد امداد اللہ مہاجر مکی)

یعنی: یا باری تعالیٰ! شاہِ جیلان، محی الدین جو غوث اور دونوں جہاں کے قطب ہیں، اُن کے طفیل میرے دل کو ہر خیال سے خالی کر کے صرف اس خیال میں مشغول فرما جس سے باطنی حال پیدا ہوتا ہے۔

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کُتّا تیرا

(اعلیٰ حضرت)

O شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن طفسونجی روزے در طفسونج که از توابع بغداد ست بر سر منبر گفت "انا بین الاولیاء کا الکرکی بین الطیور اطولھم عنقا" شیخ ابوالحسن علی بن احمد که از اصحاب شیخ عبدالقادر بود از دہِ جنت که در آں نواحی بود۔ بمجلس وی آمده بود۔ برخاست ودلق را از سر کشید و گفت "مرا بگذار که باتو کشتی گیرم" شیخ عبدالرحمٰن خاموش شد و اصحاب خود را گفت "یکسر موی او را خالی از عنایت اللّٰہ تعالیٰ نمی بینم" ووی را فرمود که دلق خود را بپوش۔ او گفت "من از آنچه بیروں آمده ام بآں باز نمی گردم" پس روی بجانب دہِ جنت کرد و زوجۂ خود را آواز داد که ائے فاطمه! جامه بیار تامن بپوشم۔ زوجۂ وی در آں ده بشنیده در راه ویرا با جامه پیش آمد۔ پس شیخ عبدالرحمٰن وی را گفت که شیخ تو کیست؟ گفت شیخ من شیخ عبدالقادر ست۔ گفت "من ذکر شیخ عبدالقادر نشینده ام مگر در زمین۔ چهل سال ست که در درکات باب قدرتم۔ هرگز ویرا آنجا ندیده ام۔" وجماعتے از اصحاب خود را گفت "به بغداد روید۔ پیش شیخ عبدالقادر بگوئید که عبدالرحمٰن سلام میر ساند ومیگوید که چهل سال ست که من در درکات باب قدرتم۔ آنجا ترا ندیده ام لا داخلاً ولا خارجاً" شیخ عبدالقادر هماں وقت بعضے از اصحاب خود را گفت "بروید بطفسونج۔ و در راه شمار خادمانِ شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی پیش خواهد رسید که برسالت پیش من

فرستاده است۔ ایشاں را با خود باز گردانید۔ چوں به پیش عبدالرحمٰن رسیدید بگوئید که عبدالقادر سلام میر ساند و میگوید "انت فی الدرکات، لایری من هو فی الحضرة ولایری من هو فی المخدع وانا فی المخدع ادخل واخرج من باب السرّ من حیث لاترانی۔ بامارة ان اخرجت لك وهی خلعة الفلانیة فی الوقت الفلانی علی یدی۔ وخرجت لك وهی خلعة الرضا۔ وبامارة خروج التشریف الفلانی فی اللیلة الفلانیة لك علی یدی۔ خرج لك وهو تشریف الفتح ۔ وبامارة ان اخلع فی الدرکات بمحضر من اثنی عشر الف ولی اللّٰه سبحانه خلعة الولایة وهی فرجته خضر طرازها سورة الاخلاص قل هو اللّٰه احد علی یدی خرجت لك" درمیانه راه باصحاب شیخ عبدالرحمٰن رسیدند وایشاں را باز گردانیدند و رسالت بشیخ عبدالرحمٰن برسانیدند۔ گفت "صدق الشیخ عبدالقادر، هو سلطان الوقت وصاحب التصرّف فیه۔"

(نفحات الانس، صفحہ ۳۳۵)

ترجمہ: شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی نے ایک روز طفسونج میں جو اطرافِ بغداد میں واقع ہے، منبرِ وعظ پر بیٹھ کر فرمایا ''میرا رتبہ اولیاء اللہ میں اس قدر بلند ہے جس قدر پرندوں میں کلنگ یا سارس کی گردن بلند و دراز ہے۔ اس مجلس میں غوث پاک دستگیر کے ایک شاگرد شیخ ابوالحسن علی ابن احمد موجود تھے، جو اس اطراف کے ایک گاؤں ''جنت'' کے باشندہ تھے۔ یہ سُن کر جھٹ کھڑے ہوگئے اور سر سے اپنی گدڑی کو نکال کر کہنے لگے ''مجھے چھوڑ! اے عبدالرحمٰن! نکل پڑ اور مجھ سے کشتی لڑ'' شیخ عبدالرحمٰن خاموش ہوگئے اور اپنے مریدوں و یاروں سے کہنے لگے ''ان کے بدن میں کوئی بال میں نہیں دیکھتا، جو عنایتِ ربانی سے خالی ہو۔'' پھر اُن سے کہا کہ اپنی گدڑی پہن لو۔ شیخ ابوالحسن نے جواب دیا ''جس چیز سے ہم نکل جاتے ہیں۔ دوبارہ اس میں نہیں گھستے'' پھر اپنے گاؤں ''جنت'' کی طرف رُخ کر کے اپنی

اہلیہ کو آواز دی ''اے فاطمہ! کپڑے لا تا کہ مَیں پہنوں۔'' اُن کی زوجہ ساٹھ میل دور گاؤں میں اُن کی آواز سُن کر کپڑے لیے دوڑتی ہوئی آئیں اور راستے میں اُن کے سامنے کپڑے لیے آموجود ہوئیں۔ پس شیخ عبدالرحمٰن نے ان سے پوچھا ''تمہارا شیخ کون ہے'' جواب دیا ''میرے شیخ حضرت غوث عبدالقادر دستگیر ہیں۔'' شیخ عبدالرحمٰن نے کہا ''مَیں شیخ عبدالقادر کا ذکر صرف زمین پر تو سنتا تھا، آج چالیس سال کا عرصہ ہوا کہ مَیں بابِ قدرت کے درکات (انتہائی حدود) پر ہوں۔ اُن کو وہاں کبھی نہ دیکھا'' پھر اپنے کچھ مریدوں سے فرمایا ''تم لوگ بغداد پہنچو اور شیخ عبدالقادر سے کہو کہ عبدالرحمٰن سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں چالیس برس سے بابِ قدرتِ الٰہی کے درکات (انتہائی حدود) میں رہتا ہوں۔ تم کو وہاں کبھی آتے جاتے نہ دیکھا۔''

شیخ عبدالقادر نے اُسی وقت بغداد میں اپنے بعض مریدوں سے فرمایا ''تم لوگ طفسونج کو روانہ ہو جاؤ۔ اثنائے راہ میں شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی کے مریدوں کو پاؤ گے۔ جنہیں ایک پیغام پہنچانے کے لیے میرے پاس بھیجا گیا ہے۔ اُن کو اپنے ساتھ واپس طفسونج لے جانا۔ جب شیخ عبدالرحمٰن کے سامنے پہنچو تو میرا سلام کہنا اور بولنا کہ شیخ عبدالقادر فرماتے ہیں ''تم درکات میں ہو اور جو مقامِ درکات میں ہوتا ہے، وہ حضرت الٰہی کے حاضرین کو نہیں دیکھ پاتا اور جو مقامِ حضور میں ہوتا ہے، وہ خلوت خانہ کے اندر نہیں دیکھتا۔ اور مَیں ''مخدع'' یعنی خلوت خانہ و حجرۂ عروسی میں ہوں۔ اور ایک مخفی دروازے سے آتا جاتا ہوں جس کی تمہیں خبر تک نہیں ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ فلاں خلعت، فلاں وقت میں حق سبحانہ کے حضور سے آپ کو میرے ہاتھوں نصیب ہوئی اور وہ خلعت رضا کی تھی جو مَیں نے تمہارے ہاتھوں میں تھمائی اور مقامِ درکات میں فلاں تشریف و بزرگی فلاں رات تم کو میرے ہاتھوں مرحمت ہوئی اور وہ تشریف و بزرگی فتح کی تھی۔ اور بطور ثبوت یہ بھی سُن لیجیے کہ مقامِ درکات میں بارہ ہزار اولیاء اللہ کے روبرو تم کو ولایت کی خلعت میرے ہاتھوں سے ملی۔ وہ خلعت فرجی تھی، جس کا رنگ سبز تھا۔ اس کے طراز یعنی بیل بوٹے سورۂ

اخلاص قل هو اللّٰه احد تھے" وہ لوگ روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں شیخ عبدالرحمٰن کے مریدوں سے ملاقات ہوئی۔ انہیں واپس طفسونج لے گئے اور حضرت غوث دستگیر کا پیغام سنا دیا۔ شیخ عبدالرحمٰن نے فرمایا "شیخ عبدالقادر نے درست فرمایا ہے۔ وہ شاہِ وقت اور صاحبِ تصرف ہیں۔"

هر چند شدی عالی، در مرتبه ائے والی بر تر زتو میرانند، در مرتبۂ اعلیٰ

(مولوی معنوی)

یعنی: اے اللہ کے پیارو! قربِ الٰہی تک پہنچے ہوئے بزرگو! تم کتنا ہی اعلیٰ مرتبے تک پہنچ جاؤ۔ اپنے آپ کو بلند ترین ہستی گمان نہ کرو۔ کیونکہ تم سے بھی بڑھ کر اعلیٰ سے اعلیٰ درجے پہنچے ہوئے اشخاص موجود ہیں۔ "وفوق كلّ ذی علم علیم" پر نظر ڈالو اور رسول اللہ ﷺ کا روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرنے کی حقیقت وراز کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

ائے برادر بے نهایت در گهیست هر چه بروی میرسی بروی مالیس

یعنی: اے بھائی! مکتبِ عشق کے زینے بے حدی (انتہا) تک ہیں۔ تم ایک زینے پر پہنچ کر اُسے آخری زینہ نہ سمجھو۔ کیونکہ اس کے اوپر اور بھی بہت سے زینے چڑھنا باقی ہیں۔ یہاں ایک زینے پر پہنچ کر رُک جانا نادانی ہے۔

مکتبِ عشق کے انداز نرالے ہیں اُس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

ائے نائبِ مصطفٰی بگرداں آں ساغر عرض کوثری را
پیغام ز نفخ صور داری بکشائے لبِ پیمبری را

(مولانا روم)

یعنی: اے غوث دستگیر! اے نائبِ رسولِ عالم گیر! دورِ جام محبت و قدرت جاری رکھیے۔ وہ جام، وہ ساغر جس کی چوڑائی حوضِ کوثر جیسی ہے۔

آپ کے احاطۂ علم میں، صور پھونکنے کی خبر تک ہے۔ براہ کرم اُن عطائی لبِ پیغمبری

کو حرکت دیجیے اور ہمیں سیراب کیجیے۔

چند گریزی زما، چند روی جابجا

جانِ تو در دست ماست، ہمچو گلوئے عصا

یعنی: تم ہم سے بھاگ کر کہاں چھپو گے۔ کب تک حیران و پریشان آوارہ گردی میں آزادی ڈھونڈو گے؟ تمہاری جانیں ہم اہلِ نظر کے ہاتھوں میں عصا کی گردن جیسی ہیں۔ ہمارے سخت قبضے اور درشت چنگل سے کسی کا بچ نکلنا امکان سے باہر ہے۔

سیمرغ قاف قدسی، و شہباز باغ اُنس

نغمہ سرائے گلشن والشمس والضحیٰ

(مولوی معنوی)

یعنی: اے غوث دستگیر! آپ قدسیوں و کرّوبیوں کے کوہ قاف کا سیمرغ ہو اور گلستانِ اُنس ومحبت کی فضا میں اُڑنے والے ممتاز شہباز ہو۔

آپ ''والشّمس والضحیٰ'' کے ریاضِ الفت میں نغمہ سرائی فرماتے ہو۔ آپ کی مثال و نظیر لاؤں تو کہاں سے لاؤں؟

ائے آسماں بمہر تو، گشتہ رفیع قدر

وی کردہ فخر از قدمت، ارض برسما

یعنی: اے وہ ذات! جس کے رحم وکرم سے آسمان نے اونچا مقام پایا ہے اور جس کی قدم رنجہ فرمائی پر زمین نے آسمان پر فخر وناز کیا ہے۔

ز شمس تبریز ائے مسکین، استعانت خواہ

بود کہ تاج عنایت، رسد بفرق ترا

یعنی: مفخر تبریز، عارفِ عزیز سے اے نادار الفت، مدد طلب کر۔ ممکن ہے اُن کی ندائے مقدس سے تیرے سر پر رحمت وعنایتِ الٰہی کا تاج پہنچ جائے۔

فتــــوح انـــــدر فتـــوح انـــدر فتـــوحـــــی

تـــوئـــــی مـــفتـــاح و حـــق فتّـــاح ابــواب

(مولوی معنوی)

یعنی: اے غوث دستگیر! فتوحاتِ الٰہیہ کے درمیان ہزارہا فتوحاتِ الٰہیہ کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں ہیں۔تم مفتاحِ حق ہواور حق تعالیٰ فتاحِ ابواب ہے۔یعنی تم کنجیِ حق ہو اورحق تعالیٰ فاتح ابواب ہے۔رحمت وعنایتِ باری کے دروازے تمہارے ہاتھ کی کنجی سے کھولے جاتے ہیں۔

بــاد بـودم آب گشتم، آمدم   تارہانم تشنگاں رازیں سراب

عـاشـقـاں کـمتر ز پروانہ نۂ   کَی کند پروانہ ز آتش اجتباب

یعنی: مَیں ہوا تھا، پھر پانی بن کر آ گیا ہوں تا کہ اس سرابِ دنیا سے پیاسوں کو آسودگی بخشوں۔ عاشقانِ ربّ الارباب پروانے سے کم ترنہیں ہوتے۔اللہ تعالیٰ کی تجلی کے پروانے کوآگ سے خوف وخطرنہیں ہوتا۔

یارب از ما، مائیِ ما دُور دار ☆ تا کشاید بر رخِ ما فتح باب

یعنی: الٰہی! مجھ سے خودی وتکبّر کو دور رکھ تا کہ میرے پیش نظر تیری رحمت کے دروازے کھل جائیں۔کیونکہ کمتری میں برتری قانونِ قدرت ہے۔

نیسـت مشکل پیش اربابِ نظر و اصل شدن

از خودی و خود گذشتن، لیك مشکل بوده ست

(مولوی معنوی)

یعنی: اربابِ نظر کے سامنے پہنچ کر، اُن کے دلوں میں جگہ کر کے منظورِنظر ہونا اتنی مشکل بات نہیں ہے۔لیکن خودی،خود بینی اور تفخر سے بچ نکلنا سخت مشکل کام ہے۔

سارے اقطابِ جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف   کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا تیرا

O تـاجـرے پیـش حـمّـاد درآمـد و گفت تجهیز قافله شام کردم و

هفت صد دینار بضاعت دارم شیخ حمّاد گفت اگر دریں سال میروی مال ترا بغارت می برند وخود کُشته میشوی. تاجر بسیار غمگین شد و از پیش شیخ حمّاد بیروں رفت. عبدالقادر پیش آمد. قصّه باوگفت. گفت بروکه بسلامت خواهی رفت و بغنیمت خواهی آمد. وضمان برمن. آں شخص بسفر شام رفت و بضاعت خود را بهزار دینار فروخت. روزے بقضای حاجت بسقایه درآمد وآں هزار دینار را بر طاقی نهاد و بیروں آمد و آں را فراموش کرد. وبمنزل خود آمد. وی را خواب گرفت. در خواب دید که در قافله ایست. حرامیاں قافله را غارت کردند واهل قافله را کشتند و وی را نیز شخصے ضربتی شد و کشته شد. از هیبتِ آں بیدار شد اثر خون بر گردن خود دید والم آں ضربت در خود احساس کرد. بخاطری آمد که هزار دینار فراموش کرده است. هم بتعجیل رفت و آں را بازیافت و ببغداد مراجعت کرد باخود اندیشید که اوّل شیخ حمّاد را به بینم که وی بزرگ ترست و اگر شیخ عبدالقادر را به بینم که سخن او راست شده است ناگاه شیخ حمّاد او را در بازار دید وگفت اوّل شیخ عبدالقادر را به بین. که سخن وی حق ست. هفده بار از خدائے تعالیٰ درخواسته است که قتل تو که در بیداری مقدّر شده بود. بخواب بگذشت وتلف مال تو که مقدر گشته بود بفراموشی قرار یافت پس پیش شیخ عبدالقادر درآمد و گفت آنچه شیخ حمّاد گفته بود. حضرت شیخ عبدالقادر فرمود سوگند بعزّت معبود! که هفده بار، هفده بار و هفده بار تا هفتاد بار درخواسته ام تاحالِ تو چناں شد که شیخ حمّاد گفت.

(نفحات الانس، صفحه ۳۳۶)

ترجمہ: شیخ حماد کی خدمت میں ایک سوداگر نے حاضر ہوکر گذارش کی کہ حضرت! مَیں نے قافلۂ شام کے ساتھ سامانِ سفر تیار کرلیا ہے اور میرا کُل مال سات سو دینار کا ہے۔ شیخ حماد نے فرمایا ''اگر تم اس سال سفر کروگے تو تمہارا مال لوٹ لیا جائے گا اور تم خود بھی قتل ہو جاؤ گے۔'' سوداگر نہایت غمگین ہوکر شیخ حماد کے دربار سے لوٹا۔ راہ میں شیخ عبدالقادر کا سامنا ہوا۔ سوداگر نے سارا ماجرا سنایا۔ شیخ عبدالقادر نے فرمایا ''جاؤ! کوئی بات نہیں۔ بسلامت جاؤ گے اور فائدہ حاصل کرکے لوٹو گے۔ مَیں اس بات کا ذمہ دار ہوں۔''

وہ شخص ملک شام کے سفر پر نکل گیا اور اپنے سامان کو ہزار دینار میں فروخت کیا۔ ایک دن قضائے حاجت کے لیے سقایہ یعنی پانی کی جگہ پر داخل ہوا اور ہزار دینار کی تھیلی کو ایک طاق پر رکھ دیا۔ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اشرفیوں کی تھیلی کو بھول کر وہ باہر نکل آیا اور سیدھا اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر آ گیا۔ اُس وقت اس کو بڑی نیند آ رہی تھی، لہٰذا وہ سوگیا۔ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ ایک قافلے کے ساتھ سفر کررہا ہے، قزاقوں نے لوٹ مار کی اور اہلِ قافلہ کو قتل کردیا۔ ایک شخص نے اس پر زور سے تلوار چلائی اور وہ قتل ہوگیا۔ گھبرا کر وہ جاگا۔ اپنی گردن پر بغیر کچھ زخم کے خون کا اثر پایا اور اس ضربِ شدید کی تکلیف اپنے اندر محسوس کی۔ اتنے میں اُسے یاد آیا کہ ہزار اشرفیوں کی تھیلی وہ سقایہ میں بھول کر چھوڑ آیا ہے۔ فوراً وہاں پہنچا اور اپنی تھیلی کو بسلامت واپس پایا۔ بعدہٗ بغداد لوٹ کر دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ پہلے شیخ حماد سے جاملیں کیونکہ وہ سب سے زیادہ معمر بزرگ ہیں یا شیخ عبدالقادر سے ملاقات کریں کیونکہ اُن کی بات سچ ہوکررہی ہے۔ وہ اس سوچ میں تھا کہ اچانک شیخ حماد نے اُس کو بازار میں دیکھ لیا اور کہنے لگے کہ پہلے شیخ عبدالقادر سے ملاقات کرو کیونکہ اُن کی بات حق ہے اور اُنہوں نے سترہ بار اللہ تعالیٰ سے درخواست کرکے تمہارے قتل کو جو بیداری میں مقدر ہو چکا تھا، خواب میں تبدیل کردیا اور تمہارے مال کی بربادی پر جو قلم چل گیا تھا، فراموشی میں بدل دیا۔ پس اس تاجر نے شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوکر شیخ حماد کا بیان سنایا۔ حضرت شیخ عبدالقادر فرمانے لگے ''مَیں نے سترہ بار، سترہ بار، پھر

سترہ بارحتی کہ ستر بار اللہ تعالیٰ سے فریاد کی ہے، جبھی تو تمہارا یہ حال ہوا جو شیخ حماد نے بتایا۔

مہتر تجّار بودی، خویش قاروں می نمودی
خواب بود آں و فنا، چونکہ از سَر رفت خوابت

(مولانا روم)

یعنی: تو تاجروں کا سردار تھا اور خود کو قارون جیسا رئیس سمجھتا رہا۔ لیکن جب تیرے سر سے خواب گزر گیا، تو تجھے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی نظر نے اس لوٹ و قتل کو خواب و خیال میں بدل دیا ہے۔

کس گلستاں کو نہیں فصلِ بہاری سے نیاز — کون سے سلسلے میں، فیض نہ آیا تیرا

گفت ائے موسیٰ بکفِ چہ داری؟ — گفتا کہ عصاست یار مارا
گفتا کہ عصا ز کف بیفگن — بنگر تو عجائب سما را
افگند عصاش اژدھا شد — بگریخت چوں دید اژدھا را
گفتا کہ بگیر تا مَنش باز — چوبے سازم پئے شما را

(مولانا روم)

یعنی: فرمانِ الٰہی ہوا کہ اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ جواب دیا کہ یہ میری رفیق لاٹھی ہے۔ حکم ہوا کہ اپنے رفیق عصا کو ہاتھ سے پھینک کر میرے آسمانِ قدرت کا تماشا دیکھو۔ موسیٰ نے عصا پھینکا۔ رفیقِ موسیٰ عصا اژدہا بن کر کھڑا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر موسیٰ بھاگ پڑے۔ ندا آئی تمہارا رفیق جان لیوا دشمن کیسے بن گیا؟ اب مجھے رفیق سمجھ کر اس دشمن کو پکڑو تا کہ مَیں بتاؤں کہ میری رفاقت میں آنے والے کے ہاتھ، جانی دشمن بے جان لکڑی بن جاتا ہے۔

سازم ز عدوّت دست یاری — سازم دشمنت متّکارا
تا از جُز فضلِ من ندانی — یاران لطیف و باوفا را

یعنی: اس کے علاوہ تمہارے دشمن کو تمہارا رفیقِ غمگسار اور تنہائی کا یار بنادوں۔ اگر میری رفاقت سے الگ رہو گے تو مَیں تمہارے آرام دہ بستر کو بدتر دشمن بنا کر چھوڑوں گا۔ تا کہ تمہیں یقین ہوجائے کہ دنیا کے مہربان دوست اور باوفا یار فضلِ ربانی و امدادِ رحمانی کی بدولت ہیں۔ سب میری قدرت سے ہیں، تمہاری قابلیت سراسر مفقود ہے۔

ہر دو عالم پیش پائے، اہلِ معنیٰ قطرہ ایست
ہر کہ دارد قطرۂ از بحرے بے پایان ماست

(مولانا روم)

یعنی: اربابِ نظر کے قدموں تلے دونوں جہاں ایک قطرہ سے زیادہ حیثیت کے مالک نہیں ہیں۔ ان ارباب معانی کے بحر بیکراں سے جس کو ایک قطرہ نصیب ہوگیا تو سمجھ لو کہ پوری دنیا اُن کی ہتھیلی پر ایک رائی کے دانے برابر متمثّل ہوجاتی ہے۔

ائے پسر گر عقل داری عشق و رز
مذھب ما گیر بر فتویٔ ما
ہمچو مجنوں عشق را افسانہ شو
تا شوی شائستہ لیلئ ما

(مولوی معنوی)

یعنی: اے برخوردار! اگر عقل و دانش کا حامل ہے تو عشقِ الٰہی میں کھو جا۔ مذھبِ اہلِ نظر کے فتوے کے مطابق شوریدہ عاشق بن جا۔

مجنوں کے مانند محبتِ وحدہ لاشریک میں شہرت حاصل کرلے۔ اس وقت تو میرے لیلائے قدرت و دوشیزۂ پاکیزہ کے قابل بنے گا۔

O روزے شیخ مجلس میگفت۔ یاراں در ایستاد و بعضے مردماں متفرّق شدند۔ شیخ روے بالا کرد وگفت "من جمع میکنم و تو تفرّقہ

میکنی؟" فی الحال باراں از مجلس باز ایستاد و بیرون مجلس می بارید۔ (نفحات الانس، صفحہ ۳۴۰)

ترجمہ: ایک روز غوث الاعظم دستگیر مجلس میں وعظ فرما رہے تھے کہ زور کی بارش شروع ہوگئی۔ کچھ لوگ برسات سے بچنے کی خاطر اِدھر اُدھر ہوگئے۔ شیخ جیلانی اپنے چہرہ کو اوپر کی طرف اُٹھا کر بولے "مَیں جمع کر رہا ہوں اور تو افراتفری پیدا کر رہا ہے؟" یہ بولنا تھا کہ فوراً مجلس پر پانی گرنا بند ہوگیا۔ مجلس کے باہر برسات ہوتی رہی۔

اولیاء را ہست قدرت از آلہ　　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ

(مثنوی معنوی)

یعنی: اہل اللہ کے ہاتھوں میں اللہ پاک کی بخشی ہوئی ایسی ایسی طاقتیں ہوتی ہیں کہ پھینکے ہوئے تیر کو درمیانِ راہ سے واپس لوٹا سکتی ہیں۔

بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَبْصُرُ بِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَمْشِیْ

سِرّیست بسے غامض، تَدْرِیَۃٌ وَلَا تَغْشِیْ

یعنی: اہلِ نظر وصاحبِ دل حضرات بہرے ہوتے ہیں لیکن میری قدرتی سماعت سے سنتے، میری طاقتِ بصارت سے دیکھتے، گرچہ اندھے ہوتے ہیں۔ لولے ہوتے ہیں، مگر میرے ہاتھ سے پکڑتے ہیں، لنگڑے ہوتے ہیں، لیکن میری قدرتی چال سے چلتے ہیں۔ یہ ایک نہایت دقیق و باریک بھید کی بات ہے۔ خدا تجھ کو سمجھ دے تو دریافت کر سکے گا اور شکوک و غلط فہمیوں کے پردے چاک ہو جائیں گے۔

؎ "ورفعنا لک ذلک" کا ہے سایہ تجھ پر

بول بالا ہے تیرا، ذکر ہے اونچا تیرا

O حافظ ابی محمد عبدالغنی و حافظ عبدالعزیز ابن ابی نصر بغدادی سے مروی ہے کہ شیخ محی الدین عبدالقادر فرماتے تھے کہ "مَیں خلق کے کاموں سے ماورا ہوں۔ اور مَیں تمہاری

عقلوں کی رسائی سے بعید ہوں۔ تمام مردانِ الٰہی جب مقامِ قدر کو پہنچتے ہیں تو رک جاتے ہیں، باز رہتے ہیں، مگر جب مَیں مقامِ قدر کو پہنچتا ہوں، تو میری لیے اس میں ایک روزن یعنی کھڑکی کھولتی ہے۔ مَیں اس کے اندر آ تا ہوں اور حق کی قدروں کے ساتھ نازِ منازعت کرتا ہوں اور میرا یہ فعل حق کے واسطے، حق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور مرد وہی ہے جو قدر کے ساتھ نازِ منازعت کرنے آئے۔ قدر کے موافق رہنا تو ایک آسان اور کم ہمتی کا کام ہے۔"

(نثر الجواہر، صفحہ ٦٠)

نوٹ: منازعتِ بالقدر پر ناز کرنے کے دو واقعے درج ہو چکے ہیں۔ اہلِ فہم و تدبر عدل و انصاف سے اگر کام لیں تو اعتراض کی گنجائش نہ رہے گی۔ یاد رہے اس کلام کے معنی غامض ہیں۔ عقل سے دریافت ناممکن ہے۔ اس کی تاویل اولیاء اللہ پر مفوّض ہے۔

O وقیل له مرّة مالنا لا نری الذباب یقع علی ثیابک؟ فقال "ای شئ یعمل الذباب عندی؟ وانا ما عندی شئ من دبس الدنیا ولا عسل الآخرة."

(غنیة الطالبین، صفحه ۴)

ترجمہ: شیخ عبدالقادر جیلانی سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ ہم آپ کے کپڑوں پر مکھی بیٹھتے نہیں دیکھتے؟ شیخ نے فرمایا "مکھی میرے پاس آ کر کیا کرے گی؟ نہ میرے پاس دنیا کی کوئی شیرینی ہے، نہ آخرت کا شہد ہے۔"

هر کجا ویراں بود، آنجا امید گنج ہست
گنج حق را می نجوی، در دل ویراں چرا؟

(مولانا روم)

یعنی: ویران کھنڈروں میں شاہی خزانہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ویران دل اللہ کے خزانے کے لیے بے حد موزوں ہے۔ پھر تم کیوں ویران دل میں دولتِ سرمدی نہیں ڈھونڈتے۔ وہاں دنیا کی شیرینی اور لذّتِ جنت کا فقدان ہے۔ صرف لقاء و دیدارِ باری

تعالیٰ کے سوا وہاں کچھ نہ پاؤ گے۔

O وكان رضى اللّٰه تعالىٰ عنه يقول ”ايّما امرئ عبر على باب مدرستى، خفّف اللّٰه تعالىٰ عنه العذاب يوم القيامة“

وكان رجل يصرخ فى قبره ويصيح حتّى آذى الناس. فاخبروه به فقال ”انّه رأنى مرّة ولابدان اللّٰه تعالىٰ يرحمه لاجل ذلك“ فمن ذلك الوقت ما سمع له احد صراخا.

وتوضأ يوما فبال عليه عصفور. فرفع رأسه اليه وهو طائر. فوقع ميتا فغسل الثوب ثم باعه وتصدّق بثمنه وقال ”هذا بهذا“ .

(غنية الطالبين، صفحه ۴/ زبدة الآثار، صفحه ۶۲)

ترجمہ: غوث پاک فرماتے تھے ”جو کوئی شخص میرے مدرسے کے دروازہ پر سے گزرا، بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس پر سے عذاب کی تخفیف کر دے گا۔“

ایک شخص اپنی قبر سے روز چلاتا تھا اور اس کی چیخ و پکار سے لوگوں کو بڑی اذیت پہنچتی تھی۔ شیخ کو جب اس بات کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا ”اُس شخص نے مجھے ایک مرتبہ دیکھا تھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ضرور اس پر رحم فرمائے گا“ اس وقت سے لے کر کسی نے اُس کی قبر سے آواز نہیں سنی۔

ایک روز شیخ کے وضو فرماتے وقت ایک کنجشک نے اُن پر پیشاب کر دیا۔ اُس کے اُڑنے کی حالت میں آپ نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ وہ کنجشک مردہ ہو کر گر پڑی۔ آپ نے کپڑوں کو دھو کر بیچ ڈالا اور رقم صدقہ کر دی۔ پھر فرمایا ”یہ اُس کے عوض میں ہے۔“

O رفع اليه سوال فى رجل حلف بالطلاق الثلاث انه لابدان يعبد اللّٰه عزوجل عبادة ينفرد بها دون جميع الناس فى وقت تلبسه. فماذا يفعل من

العبادات؟ فاجاب على الفور "يأتي مكّة ويخلى له المطاف و يطوف اسبوعا وحده. فانه تنحلّ يمينه" فاعجب علماء العراق وكانوا قد عجزوا عن الجواب عنها. (غنية الطالبين، صفحه ۴/ زبدة الآثار، صفحه ۵۴)

ترجمہ: شیخ عبدالقادر دستگیر کے پاس علمائے عراق کی طرف سے ایک فتویٰ آیا کہ کیا حکم ہے اس شخص کے بارے میں جس نے اس شرط پر اپنی بیوی پر تین طلاق کی قسم کھالی کہ وہ ضرور ایک ایسی عبادتِ الٰہی بجا لائے گا جس میں ساری کائنات میں اس وقت کوئی شریک نہ ہو سکے۔ اس صورت میں اُسے کون سی عبادت کرنا لازمی ہے؟

آپ نے فی الفور جواب دیا "وہ شخص مکہ مکرمہ آئے۔ اس کے لیے مطاف کو خالی کرایا جائے اور وہ تن تنہا سات بار طواف کر لے۔ اس طرح اس پر قسم واقع نہیں ہوگی۔" یہ سُن کر علمائے عراق حیرت میں پڑ گئے۔ کیونکہ اس مسئلے کا جواب دینے سے وہ قاصر تھے۔

O شیخ شهاب الدین سهروردی گفت که در جوانی بعلم کلام مشغول بودم وچند کتاب در آں یاد گرفتم وعمّ من مرا ازاں منع می کرد. روزے عمّ من بزیارت شیخ عبدالقادر آمد من نیز باوی بودم مرا گفت حاضرباش که بر مردے درمی آئیم که اوّل وی از خدائے تعالیٰ خبر می دهد ومنتظر باش که برکات دیدار وی را. چوں بنشستم عمّ من گفت یا سیّدی برادر زادۂ من عمر بعلم کلام مشغول ست هر چند وی را میگویم ازاں باز نمی ایستد. گفت ائے عمر! کدام کتاب حفظ کردۂ؟ گفتم فلانی کتاب و فلانی کتاب. دست مبارك خود بر سینۂ من فرود آورد. واللّٰه که یك نقطه ازاں کتب در حفظ من نماند. وخدائے تعالیٰ همه مسائل آنها بر خاطر من فراموش گردانید لیکن سینۂ مرا از علم لدنی مملؤ ساخت از پیش وی برخاستم زبانی بحکمت ناطق مرا

گفت۔ "یا عمر انت أخوالمشهورين بالعراق۔"

(نفحات الانس، صفحہ ۳۳۶)

ترجمہ: شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ مَیں جوانی میں علمِ کلام کے مطالعے کا بے حد شوقین تھا اور اس علم کی چند کتابیں مَیں نے حفظ کر لی تھیں۔ میرے چچا مجھے اس شوق سے منع فرماتے رہے، لیکن مَیں باز نہ آیا۔ ایک دن شیخ عبدالقادر کی زیارت کو چچا جان تشریف لے گئے۔ مَیں بھی اُن کے ہمراہ ہولیا۔ چچا نے مجھ سے کہا کہ حضوریِ قلب کے ساتھ اُن کے سامنے مودّبانہ بیٹھنا کیونکہ ہم ایک ایسے شخص کی خدمت میں حاضر ہورہے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر بات سُن کر خبر دیتے ہیں۔ اُن کے دیدار کی برکتوں کے لیے منتظر رہنا۔ جب ہم شیخ عبدالقادر کے سامنے جا کر بیٹھے۔ چچا جان نے کہا کہ "یا سیدی! میرا یہ بھتیجہ عمر، علمِ کلام کا نہایت دلدادہ ہے۔ ہر چند مَیں اس کو منع کرتا ہوں مگر یہ باز نہیں آتا ہے۔" شیخ جیلانی نے فرمایا "اے عمر! کون کون سی کتابیں تو نے حفظ کی ہیں؟" مَیں نے جواب دیا کہ فلاں فلاں کتاب۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک کو میرے سینے پر پھیر دیا۔ قسم خدا کی! اُن حفظ شدہ کتابوں کا ایک نقطہ تک میرے ذہن میں باقی نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے علمِ کلام کے تمام مسائل میرے دل سے محو کر دیئے۔ لیکن اس کے بجائے میرا سینہ علمِ لدنی سے لبریز ہوگیا۔ مَیں جب شیخ کے سامنے سے اُٹھا۔ ایک قدرتی بولنے والے کی آواز میرے کانوں میں آئی کہ "اے عمر! تم عراق کے مشہور صاحبِ علم شمار ہو۔"

اخبار ندانم من، آثار ندانم من
تا از برِ آں دلبر، آثار و خبر ناید

یعنی: نہ مجھے اخبار کی خبر ہے نہ آثار کی۔ قدرتِ الٰہی مجھے جو فرمان دیتی ہے وہی مَیں کہتا ہوں۔ مَیں اپنی زبان سے نہیں بولتا، جو وہ بولنے کا حکم فرماتا ہے، وہی بولتا ہوں۔

از تو بُرم ظلمتِ تن، تاہمگی نور شوی
بگذر ازیں عمر فنا، گیر ز من عمرِ بقا

خشم ترا حلم، جہل ترا علم کنم
دُرد ترا صاف کنم، دَرد ترا جملہ دوا

(مولوی معنوی)

یعنی: اہل اللہ کی عادت ہے کہ وہ تن کی تاریکی کو ختم کر کے معموریِ نور سے سرفراز کرتے ہیں۔ لہٰذا اُن کی خدمت میں آ کر فنا ہونے والی زندگی کو چھوڑتے ہوئے، اُن سے عمرِ سرمدی و حیاتِ ابدی کا تحفہ حاصل کر لے۔

عارفوں کا طریقہ ہے کہ وہ تمہارے غصے کی گرمی کو حلم و برداشت کی ٹھنڈک سے بدل دیں۔ اور تمہاری گمراہی کو دانائی کی صورت میں پیش کریں۔ وہ لوگ تمہارے پیالے کی تلچھٹ کو صاف کرتے ہیں اور تمہاری ہر پریشانی والم کی دوا بتا دیتے ہیں۔

روح دہد مردۂ بوسیدہ را مہر دہد سینۂ بیگانہ را

یعنی: خاک شدہ، بوسیدہ مُردے کو اللہ والے، باذن اللہ حیات و زندگی عطا فرماتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کی محبت و خیال سے دُور افتادہ بیگانوں کے سینوں میں عشقِ الٰہی بھر دیتے ہیں۔

بُدم بے عشق گمراھی، درآمد عشق ناگاھی
بُدم کوہے شدم کاہے، برائے اسپ سلطاں را

(مولانا رومی)

یعنی: عشقِ الٰہی کے بغیر درحقیقت مَیں ایک ناکارہ گمراہ تھا۔ قسمت جاگ اُٹھی۔ اچانک محبتِ الٰہی، اہلِ نظر کی وساطت سے قلب میں جاگزیں ہوئی۔

پہلے تو مَیں اپنے آپ کو لیاقت و قابلیت کا پہاڑ سمجھتا تھا لیکن اُلفتِ قادرِ مطلق کے دخول نے میرے نفس کو ایک گھاس یا تنکا برابر کر دیا اور مجھے گھاس بننے پر از حد ناز ہے۔ کیونکہ اب مَیں اپنے شیخ، ایک اہلِ نظر کے گھوڑے کے لیے غذا کا کام دے سکوں گا۔ جو پہلی لیاقت سے لاکھ گنا افضل لیاقت و قابلیت ہے۔

مردگاں را حیات می بخشم　　زانکه آبِ حیات در لبِ ما ست

(مولوی معنوی)

یعنی: اہل اللہ، مردہ دلوں کو زندگی بخشتے ہیں کیونکہ آبِ حیات ان ہی کے لبوں سے موجزن ہے۔

از سینـــه پـاك کـردم افـکـار فـلـسـفـی را
در دیـده جـائـے کـردم، اشـکـال یوسفی را

(مولوی معنوی)

یعنی: اہلِ نظر و ہمت، فلسفیوں کے باطل افکار کو، سینے سے پاک وصاف کر دیتے ہیں۔ اور یوسف جیسے حسین رعناؤں کی صورتوں کو یعنی علمِ ربّانی وعلمِ لدنّی کو اُن کی نظروں میں جاگزیں کر دیتے ہیں۔

بـوالمعالی گشته بودی، فضل و حجّت می نمودی
نك مـحـكِ عشـق آمـد، کـو سـوالـت کو جوابت

(مولانا روم)

یعنی: یوں تو تم سرفرازوں کے استاد بنے ہوئے تھے اور اپنے علمِ بلاغت وعلمِ کلام کا لوہا دوسروں سے منواتے تھے۔ لیکن جب علمِ حقیقت اور عشقِ ربوبیت کی کسوٹی نے تھوڑی سی آزمایش کی تو تمہارے سوال و جواب کہاں دفن ہو گئے؟

جـاں را از تُسـت هـردم، سـلـطـانئ مُسَلّم
ایـں شُـکـر از کـه گـویم، از شاه یاز حاجب

(مولوی معنوی)

یعنی: اے صاحب دلو! اے اہل نظرو! تمہارے زیرِ سایہ آنے والی جانوں پر تمہاری شاہی وحکمرانی ہمیشہ کے لیے مانی ہوئی ہے۔ (سینوں سے ابلیسی علم کو مٹا کر اس کی جگہ علمِ لدنی بھر دینا تمہارا معمولی کھیل ہے۔)

اس لیے اگر شکر کروں، تو کس کا پہلے کروں؟ کیونکہ تیرا اور تیرے دربان دونوں کا مجھ پر احسانِ عظیم ہے۔ اگر دربان نہ چھوڑتا تو تجھ تک رسائی ممکن نہ ہوتی اور جب رسائی نہیں ہوتی تو تیرے احسانِ بے پایاں کا حصول کیسے ہوتا۔ بڑی کشمکش میں مبتلا ہوں کہ پہلے شاہ کا شکر ادا کروں یا صاحبِ دربان کا۔

O شیخ ابو عمر عثمان صریفنی گفته که بدایت کار من آں بوده که من شبے در صریفین در صریفین به پشت افتاده بودم۔ روی در آسمان کرده دیدیم که در هوا پنج حمامه میگذرد۔ یکے گفت "سبحان من عنده خزائن کل شئ وما ینزّله الّا بقدر معلوم" و دیگرے می گفت "سبحان من اعطی کل شئ خلقه ثم هدی" ودیگرے می گفت "سبحان من بعث الانبیاء حجّة علی خلقه وفضل علیهم محمد صلی اللّٰه علیه وآله وسلم" ودیگر می گفت "کل ما فی الدنیا باطل اِلّا ما کان للّٰه ولرسوله" ودیگرے می گفت "یااهل الغفلة عن مولاکم قوموا الی ربّکم و ربّ کریم یعطی الجزیل ویغفر الذنب العظیم" چوں من آنرا دیدم و شنیدم بیخود شدم۔ چوں باخود آمدم۔ دوستئ دنیا و آنچه در دنیا است تمام از دلِ من رفته بود۔ وچوں بامداد شد باخدای تعالیٰ عهد کردم که خود را تسلیم شخصے کنم که مرا بخدای تعالیٰ ره نمائی کند۔ ورواں شدم ونمی دانستم که کجا میروم۔ ناگاه پیرے نکو دیدار، باهیبت و وقار مرا پیش آمد۔ وگفت "السّلام علیکم یا عثمان" جواب سلام وی باز دادم و سوگند بروی دادم که تو کیستی؟ که نام مرا دانستی ومن هرگز ترا ندیده ام۔ گفت من خضرم۔ پیش شیخ عبدالقادر بودم گفت "یا ابا العباس! دوش مریدی را در صریفین جذبه

رسیده است وقبولی یافته واز بالائے هفت آسمان وی راندا آمد۔ "مرحبا بك یا عبدی" باخدائے عهد کرده ست که خود را تسلیم شخصے کند۔ بسوی او برو او را پیش من آور" پس مرا گفت "یا عثمان! عبدالقادر سیّد العارفین است وقبلة الواقدین فی هذا الوقت۔ فعلیك بملازمة و خدمته وتعظیم حرمة" من بخود حاضر نشدم مگر که خود را در بغداد دیدم۔ وخضر علیه السلام غائب شد۔ و ویرا ندیدم ۔ تا مدّت هفت سال شیخ عبدالقادر درآمدم۔ گفت "مرحبا جذبة مولاه الیه بالسنة الطیر و جمع له کثیراً من الخیر" ائے عثمان! زود باشد که خدائے تعالیٰ ترا مریدے بدهد۔ نام وی عبدالغنی بن نقطه که مرتبۂ وی بلند تر باشد از بسیارے اولیاء۔ وخدائے تعالیٰ بوی مفاخرت کند بر ملائکه۔ بعد ازاں طاقیۂ خود برسر من نهاد۔ خوشی و خنکئ آں بدماغ من رسید واز دماغ بدل۔ ملکوت بر من کشف گشت۔ شنیدم که عالم و آنچه در عالم است تسبیح حق سبحانه و تعالیٰ می گویند باختلاف لغات و انواع تقدیس۔ نزدیك بود که عقل من زائل شود شیخ پارۂ پنبه در دست داشت۔ برمن زد۔ عقل من برقرار نماند۔ بعد ازاں مرا چند ماه در خلوت نشاند واللّٰه که مرا هیچ امرے ظاهری و باطنی واقع نشد که پیش از آنکه من بگویم بامن بگفت۔ وهیچ حال و مقام، مشاهده و مکاشفه نرسیدم که پیش از آنکه من بآں رسم مرا نگفت۔ ومرا از چیز خبرداد که بعد از اخبار وی بسی سال واقع شد۔ ومیان خرقه پوشیدن من از وی و خرقه پوشیدن ابن نقطه از من وپنچ سال درمیان شد۔ و ابن نقطه خیال بوده ست که وی فرموده بود۔

(نفحات الانس، صفحه ۳۳۷)

ترجمہ: شیخ ابوعمر صریفینی فرماتے ہیں کہ میرا قدم راہِ الٰہی میں اُٹھانے کی سب سے پہلی وجہ یہ تھی کہ مَیں ایک رات موضع صریفین میں آسمان کی طرف منہ کیے ہوئے چت لیٹا ہوا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ پانچ کبوتر ہوا میں اُڑے جارہے ہیں۔ ایک کبوتر نے کہا ''پاک ہے وہ ذات جس کے پاس تمام چیزوں کے خزینے ہیں اور وہ معین مقدار میں نازل فرماتا ہے۔'' دوسرا کبوتر بولا ''پاک ہے وہ جس نے ہر شئے کی تخلیق فرمائی پھر ہدایت بخشی۔'' تیسرا کبوتر کہنے لگا ''پاک ہے وہ جس نے نبیوں کو اپنی مخلوق پر حجت بنا کر بھیجا اور جملہ انبیاء پر محمد ﷺ کو زیادہ فضلیت عطا فرمائی۔'' چوتھے کبوتر نے کہا ''دنیا کی ہر چیز باطل و زوال پذیر ہے سوائے اُن چیزوں کے جو اللہ اور اُس کے رسول کے لیے ہیں۔'' پانچویں کبوتر نے آواز دی ''اے اپنے مالک سے غفلت برتنے والو! اپنے ربّ کی طرف قدم بڑھاؤ۔ وہ پروردگار نہایت کریم ومہربان ہے۔ حد سے زیادہ عطا فرماتا ہے اور بڑی بڑی خطاؤں کو معاف فرماتا ہے۔'' جب مَیں نے اُن کو دیکھا اور اُن کی باتیں سُنیں۔ تو مَیں حواس باختہ ہوکر اپنے سے بے خبر ہوگیا۔ جب مجھے ہوش آیا، دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں کی محبت دل سے جاتی رہی۔

بوقتِ صبح مَیں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کرلیا کہ مَیں اپنے آپ کو ایک ایسے شخص کے حوالے کردوں گا جو میری محبتِ الٰہی کی طرف رہنمائی کرے۔ دل میں یہ ٹھان کر روانہ ہوا، اس حال میں کہ مجھے معلوم نہیں کہ مَیں کہاں جارہا ہوں۔ اچانک ایک سن رسیدہ معمّر، حسین بارعب و پُروقار شخص میرے سامنے نمودار ہوکر کہنے لگا ''السلام علیکم یا عثمان'' مَیں نے سلام کا جواب دیا اور اُن کو اللہ کی قسم دے کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میرے نام سے بھی واقف ہیں جبکہ مَیں نے آپ کو کبھی دیکھا نہیں ہے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا ''اے ابوالعباس! گذشتہ کل میرے ایک ہونے والے مرید کو موضع صریفین میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی کشش نے جکڑ لیا ہے اور ساتویں آسمان سے اُس کی طرف سے آواز آئی ہے ''شاد باش! مژدہ ہے تم کو اے میرے غلام۔ اس نے اللہ جل شانہ سے عہد کرلیا ہے کہ خود کو ایسے شخص کے حوالے میں دے دیں جو اس کو اللہ کی طرف لے جائے۔ تم اس کے پاس

جا کر اسے میرے سامنے حاضر کرو۔'' پھر خضر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ''اے عثمان! عبدالقادر سید العارفین ہیں اور اس زمانے کے جملہ اہل اللہ کے سرتاج و پیشوا ہیں۔ اُن کی خدمت میں ہمیشہ حاضری اور حتی الامکان اُن کی تعظیم و حرمت کی بجا آوری تم پر لازم ہے۔'' یہ کہہ کر خضر علیہ السلام میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ مَیں نے بغیر کسی عمل و کوشش کے اسی وقت اپنے آپ کو بغداد میں پایا۔ سات سال شیخ عبدالقادر کی خدمت میں رہنے کے بعد ایک دن آپ نے فرمایا ''خوش خبری ہو! اے وہ شخص جس کو محبتِ پروردگار نے کھینچ کر، چڑیوں کی زبانوں سے اپنی طرف بلایا اور جس کے لیے خیر کثیر جمع کر رکھا ہے۔ اے عثمان! وہ دن دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک مرید عطا کرے گا جس کا نام ''عبدالغنی بن نقطہ'' ہوگا اور اس کا مرتبہ اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ فرشتوں پر مفاخرت کرتا ہے۔ پھر شیخ نے اپنے سر کی طاقیہ (ٹوپی) کو میرے سر پر رکھ دیا۔ اس کی لذت و ٹھنڈک میرے دماغ تک اور دماغ سے دل تک اُتر گئی۔ اور پوری دنیا میری نظروں کے سامنے آ گئی۔ اُس وقت مَیں نے عالَم اور عالَم کی تمام چیزوں کو اپنی اپنی مختلف زبانوں میں اور جداگانہ انداز میں تسبیح و تقدیسِ الٰہی کرتے سنا۔ قریب تھا کہ میری عقل زائل ہو جائے۔ شیخ کے دست مبارک میں روئی کا ایک ٹکڑا تھا، اُسے مجھ پر پھینک مارا۔ میری عقل برقرار ہوگئی۔ اس کے بعد مجھے چند ماہ کے لیے خلوت میں بیٹھا دیا۔ قسم خدا کی! جو کچھ ظاہری و باطنی حالات مجھ پر منکشف ہوتے تھے، میرے کہنے سے پہلے شیخ مجھ کو بتا دیتے تھے۔ کوئی بھی حال و مقام، مشاہدہ و مکاشفہ مجھ تک پہنچے سے پہلے شیخ مجھے واقف کرا دیتے تھے۔ مجھ کو خصوصی طور پر شیخ نے ایک چیز کی خبر دی تھی، جو اُن کے مطلع کرنے کے تیس برس بعد ظہور پذیر ہوئی۔

میری خرقہ پوشی حضرت شیخ کے ہاتھوں اور عبدالغنی بن نقطہ کی خرقہ پوشی میرے ہاتھوں ہوئی۔ جس کے درمیان پچیس سال کے عرصے کا تفاوت تھا۔ عبدالغنی بن نقطہ کو مَیں نے بالکل ویسا ہی پایا، جیسا شیخ نے فرمایا تھا۔

زجان و تن برھیدی، بجذبۂ جاناں
ز قاب و قوس گذر کن، بجذبِ او ادنیٰ

(مولانا روم)

یعنی: محبوب کی کشش نے تمہیں جان وتن سے آزادی بخشی۔ تمہاری قسمت ستارۂ اوج و بلندی پر ہے۔ اب جذبِ الٰہی جب تم نے پالیا تو قابِ قوسین او ادنٰی تک سیر وسفر کرنا تم کو میسر آ گیا ہے۔

دلا نزدِ کسے بنشیں که او از دل خبر دارد
بسایه آں درختے رو، که او گلهائے تر دارد
دریں بازار عطّاراں، مرو هر سو چو بیکاراں
بدکّانِ کسے بنشیں، که دردُ کّاں شَکر دارد
نه ہر شخصے بصر دارد، نه هر برگے ثمر دارد
نه هر دریا خطر دارد، نه ہر شاہی گہر دارد

(مولوی معنوی)

یعنی: اے دل! اُس ہستی کے قریب بیٹھ جو دل کی خبر رکھتی ہے "المؤمن ینظر بنور الایمان" اہلِ نظر وہ ہیں جو فراستِ ایمان سے سب کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ اور آرام کرنا ہو تو اس درخت کے سایے تلے آؤ جو تر وتازہ پھولوں سے لدا ہوا ہوتا ہے۔

دوا فروشوں کے بازار میں، آوارہ کے مانند مت پھرو۔ بیٹھو تو اُس دکان میں جا کر بیٹھو جس میں شیرینیوں کا ڈھیر لگا ہوا ہو۔ کیونکہ وہاں پر تمہارے منھ میں شیرینی پہنچے گی ورنہ کم از کم شیرینیوں کی خوشبو سے دماغ معطّر ہوگا۔

ہر شخص بصیرت کا حامل نہیں ہوتا اور ہر شاخ پھلوں سے لدی ہوئی نہیں ہوتی۔ اسی طرح ہر دریا میں خطرہ نہیں ہوتا اور ہر شاہی خزانے میں گوہر نہیں ہوتا۔

گوھر کنی خر مھرہ را، زھرہ بدرّی زھرہ را
خاقاں کنی بے بھرہ را، شاباش ائے سلطان ما

(مولوی معنوی)

یعنی: عارفِ باللہ کوڑی کو جوہر بنا دیتا ہے۔ اُن کی ہیبت وشوکت سے زہرہ ستارے کا کلیجہ پھٹ جاتا ہے۔ بے نصیب ومحروم کو شاہِ خاقان کر دکھاتا ہے۔
شاباش اے ہمارے شاہ اعظم! آپ کی تعریف کے بیان میں زبانیں گنگ ہیں۔

گاہے نہد در طبع تو، سودائے زر و سیم و زر
گاہے نہد در مغز تو، نورِ خیال مصطفیٰ

یعنی: یہ خدا رسیدہ لوگ کبھی تمہاری طبیعت میں دھن دولت اور دنیوی جاہ و مال کا خیال ڈال دیتے ہیں اور کبھی تمہارے دل و دماغ کو نورِ مصطفیٰ ﷺ کی طرف کشیدہ کشیدہ گامزن کرتے ہیں۔

نزع میں، گور میں، میزان پہ، سرِ پُل پہ کہیں
نہ چھُٹے ہاتھ سے، دامانِ معلّٰی تیرا

(اعلیٰ حضرت)

روزے یکے ہمراہ شد، بابا یزید اندر رہے
پس بایزیدش گفت چہ، پیشہ گزیدی ائے وغا

(مولوی معنوی)

یعنی: ایک روز حضرت بایزید بسطامی کے ساتھ ایک شخص محوِ سفر ہوا۔ حضرت بایزید نے اُس شخص سے پوچھا کہ اے غافل حریص! تم نے کون سا پیشہ اختیار کر رکھا ہے؟

گفتا کہ من خَر بندہ ام، پس بایزیدش گفت رو
یارب خرش را مرگ دہ، تا گردد او بندہ خدا

یعنی: اُس نے جواب دیا کہ حضور! مَیں ایک گدھا پالتا ہوں اور اُس کی خدمت میں

''گدھے کا غلام'' بن چکا ہوں۔ تب بایزید نے فرمایا کہ اے پروردگار! اس کے گدھے کو موت دیدے تا کہ وہ گدھے کی غلامی سے نجات پا کر تیرا غلام بن سکے۔

گویند در دَم خر بمرد، آں مَرد مردِ کار شد
دانی که باشد ایں چنیں، حق را نظر بر اولیاء

یعنی: کہتے ہیں کہ اُسی وقت گدھا گرا اور مر گیا۔ وہ شخص بایزید کی صحبت قبول کر کے مردِ خدا اور ایک صاحبِ دل بن گیا۔ اب سمجھنا تمہارا کام ہے کہ اولیاء اللہ پر خدا تعالیٰ کی نظرِ رحمت کس قدر ہوتی ہے۔ اور اہل اللہ مخلوق کے کتنے خیر خواہ ہوتے ہیں؟

مارا ز شهر روح، چنیں جذبها کشید
پنهاں و آشکار که، باز آید اقربا

(مولوی معنوی)

یعنی: روحانیت کے شہر نے ہمیں ظاہری اور باطنی طور پر، اس درجہ کھینچا ہے کہ ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے اور ہمارے خویش و اقربا ہم سے بیزار ہو گئے۔ اور ہم سب کو چھوڑ کر خالقِ روح و ربّ الارباب کے متوالے بن گئے۔

در دلِ عاشق کجا یابی، غمِ هر دو جهاں
هیں بمکّے قدر کے باشد، امیرِ حاج را

یعنی: عاشق کے دل میں دنیا و عقبیٰ کا غم نہیں ہوتا کیونکہ وہ شیدائے الٰہی ہوتا ہے۔ اُسے دنیوی عیش و عشرت اور اُخروی جنت و جہنم کا خیال ہی باقی نہیں رہتا۔ تو وہ دو جہاں کی پرواہ کیوں کرے۔ جس طرح مکہ مکرمہ میں سب حاجی ہوتے ہیں، وہاں امیر حاج کو کون پوچھتا ہے۔ کعبے کے فدائی کی نظر، اگر امیر حاج کی قدر و منزلت کو گرا دے تو ربّ کعبہ کے شیدائی کا جگر، جنت و جہنم اور دنیوی راحت و رنج سے بے نیاز کیوں نہ ہو جائے؟

گر نه علم حال فوقِ قال بودی کَے شدی
بندۂ اعیاں بخارا، خواجۂ نسّاج را

(مولوی معنوی)

یعنی: اگر کتابی علم سے روحانی علم کا درجہ بلند نہ ہوتا تو شہر بخارا کا منتخب ومشہور حلقۂ اہلِ اللہ، حضرت خواجہ نسّاج کا غلام وشاگردِ رشید کیسے بن جاتا؟

نثارِ دل کن آں گوہر، کہ مِلك وی تواند شد
نہ آں گوہر کہ دست مرگ، بر چنید ز دامانش

(عرفی شیرازی)

یعنی: اُس گوہرِ عرفان ومحبت کی جستجو میں دل کو نثار کردے، جس گوہر کی ملکیت ہمیشہ تیرے ہاتھ رہے گی۔ اُس جوہر ودولت پر فدا مت ہو جو موت کا ہاتھ تمہارے دامن سے زبردستی چھین کر رہے گا۔

سُکر کے جوش میں جو ہیں، وہ تجھے کیا جانیں
خضرؑ کے ہوش سے پوچھے، کوئی رتبہ تیرا

(اعلیٰ حضرت)

سفال ازبہر مئ جستم، در آں دیر مغاں ناگہ
خضر بر سنگ دلہا زد، سبوے آب حیوانش

(عرفی شیرازی)

یعنی: محبتِ الٰہی کے مے خانہ میں اچانک جب مَیں نے شرابِ اُلفت پینے کے لیے مٹی کا پیالہ ڈھونڈا تو خضر علیہ السلام نے اُس کے آبِ حیات کی صراحی دل کے پتھر پر ماری اور سیراب وآسودہ کردیا۔

تو دانی قیمت آبش، کہ ہم خضرے وہم چشمہ
نہ اسکندر کہ از لب می گریزد آب حیوانش
تعال اللّٰہ چہ نخل ست ایں، بآب دیدہ پروردہ
کہ بے تحریك می ریزد، گل معنی زاغصانش
شمار از حدِّ وصفش، قاصر آمد ایں بشارت بس
کہ عمّان الجواھر نام کردند اھل عرفانش

یعنی: آبِ حیات، محبتِ الٰہی کی قیمت بخوبی جانتا ہے کیونکہ تو خضر بھی ہے اور تو ہی چشمۂ حیوان ہے۔ تو وہ سکندر نہیں ہے جس کے ہونٹوں سے آبِ حیات بھاگتا ہے۔

سبحان اللہ! محبتِ الٰہی ایک ایسا درخت ہے جو آنسوؤں سے پرورش پاتا ہے اور جو بغیر حرکت دیئے اپنی شاخوں سے رازِ الٰہی کے پھول برساتا ہے۔

اُن کی صفتوں کا شمار، طاقتِ بیان سے بعید ہے۔ بس اتنی خوش خبری کافی ہے کہ اہلِ عرفان نے اُن کے نام کو ''عمان الجواہر'' یعنی جوہروں کا سمندر سے خطاب فرمایا ہے۔

غوث اعظم بمنِ بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے، کعبۂ ایماں مددے

حال زارم بنگر، رحم بہ عالَم فرما
ائے دوائے دل و جاں، عیسئ دوراں مددے

برسیاہ بختئ من رحم کن، وبخش ضیاء
مہر تاباں مددے، روئے درخشاں مددے

پُر خطر منزل وشب، تیرہ و گم گردہ طریق
ماہِ تاباں مددے، جلوۂ جاناں مددے

راہ گم کردہ ام، آنجا نشاں کس ندہد
کان احساں مددے، خضر بیاباں مددے

بے تو تاریك بود، روزِ من تیرہ دروں
مہر تاباں مددے، روئے درخشاں مددے

بجز از فکر تو در، سینہ نہ گنجد چیزے
گنج عرفاں مددے، معنئ دوراں مددے

گُنَہم پوش، مکن، خوار مرا روز جزا
عفو غفراں مددے، قوت شاہاں مددے

تا کجا عارف مسکیں، بدرِ تو می نالد
فضلِ رحماں مددے، رحمتِ یزداں مددے

O یکے از علماء گوید کہ پیش شیخ عبدالقادر در آمدم و ھنوز جواں بودم من باخود کتابھا از علوم فلاسفہ ھمراہ داشتم. شیخ بے آنکہ در آں کتابت نظر کند یا از من بپرسد کہ چہ کتاب ست گفت "یا فلان بئس الرفیق کتابک ھذا" برخیزد وآں را بسوز. من عزیمت کردم کہ پیش از شیخ برخیزم و آں کتاب را و آں کتاب را در خانہ بگذارم و دیگر باخود بر ندارم از ترس شیخ. ونفس پریشان آں مسامحت نکرد. زیرا کہ چیزے ازاں کتاب دانستہ بودم و مُرا محبّتے بآں واقع شدہ بود. وخواستم کہ بآں نیّت برخیزم. شیخ بمن نظر کرد. مُرا قوّت برخاستن نماندہ بود چوں کسیکہ وی را بند کردہ باشند. پس کتاب خود را باو دادن گفتہ چوں آں را بکشادم ھمہ اوراق او را سفید دیدم کہ برآں یک حرف نوشتہ نبود. بدست شیخ دادم. اوراق اورا بگردانید وگفت کہ ایں کتاب فضائل قرآن ست وبمن داد. دیدم کہ کتاب فضائل قرآن ست بخوب ترین خطّے نوشتہ. پس گفت توبہ کردی کہ بزبان نگوئی آنچہ در دلِ تو نباشد. گفتم آری! گفت برخیز. برخاستم ھرچہ از آں یاد گرفتہ بودم ھمہ فراموش من شدہ بود و ھرگز تا ایں زماں بخاطرِ من نیامدہ است.

(نفحات الانس، صفحہ ۳۳۷)

ترجمہ: ایک عالم ذی فہم کا بیان ہے کہ "ایک مرتبہ شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ مَیں جوان تھا۔ میرے ہمراہ علومِ فلاسفہ کی چند کتابیں بھی تھیں۔ شیخ نے

کتابوں کو دیکھے اور مجھ سے پوچھے بغیر ان کتابوں کے بارے میں فرمانے لگے ''اے فلاں! یہ کتابیں تمہاری بدترین رفیق ہیں۔ اُٹھو اور انہیں جلا ڈالو'' مَیں نے ان کے سامنے اُٹھنے کا ارادہ کیا کہ ان کتابوں کو گھر چھوڑ آؤں اور مارے ڈر کے دوسری بار کبھی ساتھ نہ لاؤں۔ اور میرا نفس پریشان ان کو جلا ڈالنا کارِ سہل نہیں پار ہا تھا۔ کیونکہ بہت سی چیزیں ان کتابوں سے مَیں نے یاد کر رکھی تھیں اور مجھے ان کتابوں کے ساتھ ایک طرح کی محبت پیدا ہوگئی تھی۔ اس نیت کے ساتھ مَیں نے اُٹھنا چاہا۔ شیخ نے میری طرف نظر فرمائی۔ اب مجھ میں اُٹھ کر کھڑے ہونے کی طاقت باقی نہ رہی۔ مَیں اپنی جگہ پر یوں جم گیا جس طرح کوئی کسی کو سخت رسیوں سے باندھ دیتا ہے۔ پھر مجھے کتابیں ان کو دینے کا حکم فرمایا۔ مَیں نے دینے سے پہلے کتابوں کو جب کھول کر دیکھا تو اُن کے تمام اوراق کو سفید پایا۔ اس طرح جیسے ان میں ایک حرف تک لکھا ہوا نہ تھا۔ کتابوں کو شیخ کے دستِ مبارک میں دیا۔ آپ ورق گردانی کرنے لگے۔ بعد میں فرمایا کہ یہ کتابیں فضائلِ قرآن میں ہیں۔ اور مجھے واپس لوٹا دیں۔ مَیں نے کتابوں کو جب کھول کر دیکھا تو واقعی فضائلِ قرآن کی کتابیں بہترین خط میں نوشتہ پائیں۔ اس کے بعد شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ ''تم نے توبہ کی ہے کہ اُن چیزوں کو زبان پر نہ لاؤ گے جو تمہارے دل میں نہیں ہیں؟'' مَیں نے تسلیم کرتے ہوئے جواب دیا کہ ''جی ہاں!'' آپ نے فرمایا کہ اب اُٹھو۔ مَیں کھڑا ہوا، اس حال میں کہ جو کچھ اُن کتابوں سے یاد کر رکھا تھا سب فراموش ہوگیا اور آج تک میرے دل میں ان چیزوں کی ہرگز یاد نہیں آئی۔

من در عجب اُفتادم، ازاں قطب یگانہ
کزیک نظرش جملہ وجودم ہمہ جاں کرد

(مولانا روم)

یعنی: اس قطبِ لاثانی کی قوتِ نظر پر مَیں حیران و متحیر ہوں۔ جس کی ایک نظرِ کرم نے میرے سارے وجود کو آلودگی و کثافتِ دنیا سے پاک کر کے نورانی بنا ڈالا۔

چشم تو بیك نگاهِ جادو آموخته سحرِ سامری را

(عرفی شیرازی)

یعنی: اہل اللہ کی ایک ادنیٰ نظر میں وہ کمال ہے جو کاملوں کو درجۂ اکملیت تک پہنچا دیتی ہے۔ عرفی شیرازی اس بات کو کنایۃً واشارۃً یوں بیان کرتے ہیں کہ تمہاری ایک نظر سے سامری نے جادوگری میں استادی حاصل کر لی ہے۔

گر چاهِ بلا بود و گر مجلسِ یوسف

از بہر براں آمدنش، حبل متیں بود

(مولوی معنوی)

یعنی: چاہے آفات ومصائب کا کنواں ہو، خواہ یوسف علیہ السلام کا قید خانہ ہو، ان مصائب وسختیوں سے باہر آنے کی مضبوط ترین رسّی اہل اللہ کا دامن ہوتا ہے۔ جس نے کسی اہلِ نظر کا دامن تھام لیا سمجھ لو وہ نجات کی کشتی پر سوار ہو گیا۔

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں، نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹّا تیرا

(اعلیٰ حضرت)

دل کتابے ست که او مجمعِ علم نظرست
زو بروں نیست ہر اسرار که در خشك و ترست
ره بدیں رمز کسے بُرد که او باده چشید
پی بدیں را کسے بُرد که بے پا و سرست

(مولانا روم)

یعنی: دل ایک ایسی کتاب ہے جو تمام علوم کا مجمع البحرین ہے۔ جو کچھ رطب ویابس

میں اسرارِ الٰہی ہیں اُس عارفِ باللہ کے دل سے باہر نہیں ہیں۔

اس رمز و اشارے کو وہی سمجھ پاتا ہے جس نے عشقِ الٰہی کا جام پیا ہے اور تمام لذّتوں سے بے نیاز ہوگیا ہے۔ اور اس راہِ عشقِ مولا پر وہی چلتا ہے جسے سر اور پاؤں کی خبر نہیں رہتی۔ یعنی جو ناموس و ننگ اور کبر و خودی سے بے زار ہوکر عشقِ ربّ الارباب میں فنا ہوجانے کو اپنا مقصدِ اوّلیں ثابت کرتا ہے۔

دولتِ دل ایک منظرِ ربانی ہے　حجرۂ ابلیس کو دل نہیں کہا جاتا

O روزے شخص ابوالمعالی نام در مجلس جیلانی حاضر بود۔ در اثنائے مجلس وی را تقاضائے عظیم گرفت۔ چنانچه وی را مجال حرکت نماند و بے طاقت شد بطریقِ استغاثه بجانب شیخ نظر کرد۔ شیخ یك پایه از منبر فرود آمد۔ بر پایۂ اوّل سرِ آدمی پیدا شد و بپایۂ دیگر فرود آمد بآں سر، دو دوش و سینه ظاہر شد و ہمچنیں پایه پایه فرود می آمد و آں صورت زیادت می شد تا صورتے شد بعینه مثل صورت شیخ۔ وسخن می گفت بآوازی مثل آوازِ شیخ و کلامی مثل کلام شیخ۔ و ایں را غیر آں شخص و من شاء کسے نمی دید۔ و شیخ آمده بر بالای سَروی بایستاد۔ و آستین خود را بامندیل خود بر سَرِ آں شخص پوشید۔ آں شخص خود را در صحرائی یافت کشاده۔ و در آں جوئے آب و بر کنار جوی درختے۔ باخود دسته کلیدے ہمراه داشت۔ از آں درخت بیا و یخت و بقضائے حاجت مشغول شد۔ بعد ازاں مشغول بوضوء شد و دو رکعت نماز ادا کرده سلام داد۔ شیخ آستین با مندیل از سَرِوی برداشت۔ خود را مجلس دید و اعضای از آبِ وضو تر، و تقاضائے وی مدفوع شده، وشیخ بر

بالائے منبر سخن گویاں که گویا ہرگز فرود نیامده بود۔ آں شخص خاموش بود و بکسے سخن نگفت و دستۂ کلید را طلب کرد باخود نیافت۔ بعد از مدّتے ویرا بجانبِ بلاد عجم عزیمت سفر شد۔ چہار ده روز از بغداد راه رفتند۔ بصحرائی فرود آمدند آں جا جوئے آبِ رواں بود۔ برخاست تا وضو کند دید که آں صحرای بآں صحرای می ماند که آں روز وضو ساخته بود و آں درخت را دریافت و دستۂ کلید که آنجا آویخته بود نیز یافت۔ چوں ببغداد بازگشت۔ پیش شیخ رفت تا آں قصّه را باز گوید۔ شیخ گوش او بگرفت و گفت ”یا اباالمعالی تاکه ما زنده ایم ایں را باکس مگوی۔“

(نفحات الانس، ص ۳۳۸)

ترجمہ: ایک روز ابوالمعالی نامی ایک شخص شیخ عبدالقادر کی مجلس میں حاضر تھا۔ دورانِ وعظ اس کو بیت الخلاء جانے کی سخت حاجت پیش آئی۔ اس کی حالت اس قدر بگڑی ہوئی تھی کہ مجالِ حرکت سے وہ مجبور ہوگیا۔ بطریق فریاد شیخ کی طرف نظر اُٹھائی۔ شیخ تقریر کے بیچ منبر سے ایک پایہ نیچے اُترے۔ پایۂ اوّل پر ایک انسانی سر ظاہر ہوگیا۔ شیخ دوسرے پایے سے جب اُترے تو دوسرے پایے پر ایک آدمی کے سر کے علاوہ دو کندھے اور سینہ ظاہر ہوگیا۔ اسی طرح پایہ بہ پایہ آپ اُترتے گئے اور وہ انسانی صورت منبر پر بڑھتی گئی۔ حتی کہ بعینہ شیخ کی صورت کے مانند ایک صورت موجود ہوئی۔ اور شیخ کی ہو بہو آواز میں شیخ کے کلام جیسے کلام کے ساتھ تقریر جاری رہی۔ اس ماجرے کو سوائے ابوالمعالی کے اور جنھیں اللہ تعالیٰ نے چاہا، کے سوا کسی نے نہ دیکھا۔ شیخ دستگیر اُتر کر ابوالمعالی کے سر کے پاس کھڑے ہوگئے۔ اپنی آستین کو، اپنے رومال کے ساتھ ابوالمعالی کے سر پر ڈال دیا۔ فوراً ابوالمعالی نے اپنے آپ کو ایک کشادہ صحرا میں پایا جہاں پر ایک نہر جاری ہے۔ اور ندی کنارے ایک درخت ہے۔

ابوالمعالی اپنے ساتھ چابیوں کا ایک دستہ رکھتا تھا۔ اُسے درخت کی ایک ٹہنی پر لٹکا دیا

اور قضائے حاجت میں مشغول ہوگیا۔ بعد فراغت، وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور سلام پھیرا۔ شیخ نے آستین کو رومال کے ساتھ ابوالمعالی کے سر پر سے اُٹھالیا۔ ابوالمعالی نے خود کو مجلس میں اسی جگہ پر موجود پایا اور اپنے اعضاء کو وضو کے پانی سے بھیگا ہوا دیکھا اور تقاضائے حاجت رفع ہوگئی۔ شیخ منبر کے بالائی زینے پر کلام فرما رہے ہیں۔ ایسا لگتا تھا کہ شیخ نیچے اُترے ہی نہ تھے۔ ابوالمعالی خاموش رہا اور کسی سے بات نہ کی۔ پھر اُس نے چابیوں کے گچھے کو ڈھونڈا مگر نہ پایا۔ عرصہ بعد ابوالمعالی کو عجم کے شہروں کی طرف سفر کا ارادہ ہوا۔ بغداد سے چودہ دن کے راستے پر جب پہنچا۔ وہ ایک صحرا میں اُتر پڑا۔ وہاں ایک ندی جاری تھی۔ وہ وضو کے لیے اُٹھا۔ دیکھتا کیا ہے کہ صحرا ہو بہو اُس صحرا جیسا ہے جہاں پر ایک دن اُس نے وضو کیا تھا اور اُس درخت کو بھی دیکھ لیا جس کی ٹہنی پر چابیوں کا گچھا ابھی تک لٹک رہا تھا۔ وہ چابیوں کے گچھے کو لے کر سفر سے جب بغداد واپس پہنچا تو شیخ دستگیر کی خدمت میں اس ماجرے کو سنانے کی غرض سے حاضر ہوا۔ شیخ دستگیر نے اُس کے پہنچتے ہی اُس کا کان پکڑ کر فرمایا ''اے ابوالمعالی! جب تک مَیں باحیات ہوں، اس واقعے کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔''

گر طاعتِ کم دارم تو طاعتِ حرزِ من
آں را کہ توئی طاعت، از خوف اماں دارد

یعنی: اے غوث پاک! مَیں عبادت کی پونجی کم رکھتا ہوں۔ آپ میری عبادت کا وسیلہ ہیں۔ آپ کی یاد میری حرزِ جاں ہے۔ آپ کا نام جپ جپ کر جیتا ہوں۔ آپ کی یاد میرے لیے تعویذ بن چکی ہے۔ کیونکہ آپ کی یاد و محبت جس کا تعویذ بن جاتی ہے، وہ خوفِ الٰہی اور عذابِ قبر سے امان پاتا ہے۔

راند مرا رحمتش آمد بخواند — جانب من خوش نگریدن گرفت
عشق چو دل را بسو خویش بخواند — دل ز ہمہ خلق رمیدن گرفت

(مولوی معنوی)

یعنی: اربابِ نظر کی رحمت نے آ کر مجھے آواز دی اور ہنکا کر لے گئی۔ پھر میری طرف خوشی و رضا مندی کی نگاہ سے التفات کرنا شروع کر دیا۔

عشق و محبتِ الٰہی نے جب اپنی طرف دل کو پکارا تو دل تمام مخلوق سے بے گانہ و بے زار ہو کر ان سے دور بھاگنے لگا۔

جو ولی قبل تھے، یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں، میرے آقا تیرا

آں ترک عجم چوں زمئی حُسن طرب کرد
بر پشت سمن آمدہ و صید عرب کرد

(شاہ ابوالمعالی)

یعنی: میرے شیخ دستگیر، شاہِ عجم جب حسنِ توحید کے جام پر جام پی کر رقص کرنے لگے تو گویا کہ تیز رفتار و چالاک گھوڑے پر سوار ہو کر عرب و عجم بلکہ خلقتِ الٰہی کا شکار کرنے آئے اور سب کو شکار کر گئے۔

چوں کاکل ترکانہ برانداخت ز مستی
غارت گری کوفہ و بغداد و حلب کرد

یعنی: شیخ دستگیر نے خدا مستی میں جب اپنی معشوقانہ زلفوں کو بکھیر کر لوگوں کو راہِ معرفت اور جلوۂ قدرت کی طرف راستہ بتایا تو کوفہ، بغداد و حلب بلکہ تمام روئے زمین پر قبضہ فرما کر اپنا جھنڈا الہرا دیا۔

خوباں کہ ز خوبی، چو گل و لالہ نمودند
نازاں ہمہ را زیر قدم کرد عجب کرد

یعنی: حسینانِ جہاں اپنے رخساروں کو گلاب و لالہ کی طرح رنگین کر کے ناز کرتے ہیں۔ اُن تمام نازنینوں کو غوث جیلانی رضی اللہ عنہ کے قدرتی حسنِ لا ثانی نے اپنے قدموں سے روند ڈالا اور سب کو متحیر کر دیا۔

داری خبرے ائے مہ جیلی کہ معالیؔ
بر یادِ تو القادر قادر ہمہ شب کرد

یعنی: اے جیلان کے چاند! آپ تو جانتے ہیں کہ تیرا غلام ابوالمعالی ذکرِ الٰہی میں رات بھر ''قادر، قادر'' کے سوا کچھ نہیں جپتا۔ کیونکہ اُسے صفاتِ الٰہیہ میں تیرے نام کا یہ حصّہ زیادہ عزیز ہے۔

ائے جاہ و جمالت خوش، خامش کن و دَم درکَش
آگاہ مکن از ما، ہر غافل و خوابی را

(مولانا روم)

یعنی: اہل اللہ کے جاہ وجلال تعجب خیز اور ولولہ انگیز ہوتے ہیں۔ عقیدت مندوں کو لازم ہے کہ چپ سادھ لیں اور سانس کی رفتار کو تیز نہ ہونے دیں۔ اور باطنی معاملات سے ہرکس وناکس اور غافل و بےخبر کو آگاہ نہ کریں۔

شمس تبریز مرا گفت کہ گر یار منی
پیش ہر مختصرے اب بحکایت مکشا

یعنی: میرے شیخ شمس تبریز نے مجھ سے فرمایا کہ ''اگر تو مجھ سے یاری و خیرخواہی چاہتا ہے تو پوشیدہ رازوں کی باتوں کو ہر کم ظرف کے سامنے ظاہر مت کر اور اپنے ہونٹوں کی نگہداشت کا دھیان رکھ۔

O روزے شیخ عبدالقادر با جماعتے از فقراء و فقہاء بزیارتِ گورستان رفت و پیش قبر شیخ حماد بسیار بایستاد۔ چنانکه هوا گرم شد بعد ازاں باز گشت و آثار بهجت و سرور در روی مبارك او ظاہر بود۔
از ایشاں پرسیدند که سبب ایستادن پیش قبر شیخ حماد ایں ہمہ چہ بود؟ گفت، ''وقتے روز جمعه با شیخ حمّاد و اصحاب وی

بمسجد جامع می رفتم۔ چوں بسرِ پُلے رسیدیم۔ شیخ حماد دست بر سَرِ من زد و مرا در آب انداخت۔ و هَوا در غایت خنکی بود و من جُبّه پشمینه پوشیده بودم۔ و در آستینِ من جزوے چند بود۔ دست خود را بالا داشتم تا آں اجزاء تر نشود۔ ایشاں مرا بگذاشتند و برفتند۔ از آب بیروں برآمدم و جُبّۂ خود را بیفشردم۔ و در عقب ایشاں برفتم و بسیار سرما یافته بودم۔ چوں بایشاں رسیدم۔ اصحاب وی در بابِ من سخن بگفتند ایشاں را منع کرد و گفت ''من وی را رنجا نیدم تا وی را آزمایش کنم وی را کوہے می بینم که از جائے نمی جنبد'' پس گفت من وی را در قبر دیدم و حُلّه مرصّع بجواہر پوشیده، و تاجی برسروی از یاقوت، و در دست وی سوارہا از زر، و درپائے نعلین از زر۔ امّا دست راست وی ازکار رفته بود و فرمانِ وی نمی برده۔ گفتم ایں چیست؟ گفت ایں آں دست است که بآں ترا در آب انداخته بودم۔ ہیچ توانی که آں را از من در گذرانی؟ گفتم آری! گفت پس از خدائے تعالیٰ در خواه که آں را بمن باز دہد۔ پس بایستادم و از خدائے تعالیٰ درخواستم و پنج ہزار اولیاء اللّٰه در قبر ہائے خود از خدائے تعالیٰ درخواستند که دعائے مرا در حق او قبول کند۔ پس سوال میکردم چندانکه خدائے عزوجل دست وی را بوی باز داد و بآں دست مرا مصافحه کرد۔ و چوں ایں سخن در بغداد مشہور شد۔ مشائخ بغداد و صوفیه از اصحابِ شیخ حمّاد جمع شدند۔ تا شیخ عبدالقادر را بتحقیق آنچه گفته بود مطالبه کند۔ بمدرسۂ شیخ آمدند۔ امّا از ہیبتِ شیخ ہیچ کس نتوانست که سخن گوید۔ شیخ آغاز سخن کرد و گفت دو تن را از مشائخ اختیار

کنید تا تحقیق آنچه گفتم ام بر زبان ایشاں ظاہر شود۔ و ایشاں اتّفاق کردند بر شیخ یعقوب یوسف ابن ایوب ہمدانی وی دراں روزہا ببغداد بود۔ و بر شیخ ابو محمد عبدالرحمن بن شیعب الکردی که وی مقیم بغداد بود۔ و ہر دو از ارباب کشف و احوال بزرگ بودند۔ پس آن جماعت گفتند ما مہلت دادیم تا جمعۂ دیگر که به بینم بر زبان ایشاں چه ظاہری شود۔ شیخ جیلانی فرمود ''از جائے خود بر مخیزید تا ایں امر متحقّق شود و سر درپیش افگند۔ ایشاں نیز سر درپیش افگندند ناگاه از بیرون مدرسه آواز برآمد۔ دیدند که شیخ یوسف ہمدانی بشتاب تمام می آمد۔ چوں بمدرسه درآمد گفت ''حق تعالیٰ شیخ حمّاد را مشاہدۂ من ساخت و گفت ''ائے یوسف! زود بمدرسۂ شیخ عبدالقادر رو و بامشائخی که آنجا حاضرند بگوی که شیخ عبدالقادر در آنچه گفته است صادق است'' و ہنوز شیخ یوسف سخن آخر نکرده بوده که شیخ عبدالرحمن کردی درآمد۔ او نیز گفت مثل آنکه شیخ یوسف ہمدانی گفته بود۔

(نفحات الانس، ص ۳۳۹/ نثر الجواہر، صفحہ ۱۱۳/ فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۳۹)

ترجمہ: شیخ عبدالقادر ایک روز فقراء کی ایک جماعت کو لے کر قبرستان کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ دورانِ زیارت، شیخ حماد کی قبر کے روبرو بہت دیر تک کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ ہوا گرم ہونے لگی۔ اس کے بعد لوٹے، اس حال میں کہ چہرہ ہشاش بشاش، آثارِ مسرّت سے درخشاں تھا۔ ساتھیوں نے پوچھا کہ شیخ حماد کی قبر کے سامنے اتنی دیر تک ٹھہرنے کی وجہ کیا تھی؟ شیخ نے فرمایا کہ ''ایک وقت بروز جمعہ شیخ حماد اور ان کے ہمراہیوں کے ساتھ مَیں بھی جامع مسجد کی طرف گیا۔ جب ہم ایک پُل کے اوپر سے گزر رہے تھے۔ شیخ حماد نے میرے سر پر ایک زور کا ہاتھ مارا اور مجھ کو پانی میں گرا دیا۔ ہوا انتہائی درجہ ٹھنڈی

تھی۔مَیں اونی جبّہ پہنے ہوا تھا۔ میری آستین میں چند رسالے تھے۔مَیں نے ہاتھ کو بلند رکھا تاکہ وہ اجزاء بھیگنے نہ پائیں۔ وہ لوگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔مَیں پانی سے باہر آیا اور اپنے جبّے کو خوب نچوڑا اور اُن کے پیچھے ہولیا۔ مجھے بڑی ٹھنڈی محسوس ہورہی تھی۔ جب اُن کے پاس پہنچا۔اُن کے ہمراہیوں نے میرے متعلق چہ میگوئیاں کرنی شروع کردیں۔

شیخ حماد نے انھیں منع کیا اور فرمایا ''مَیں نے اس کو دیدہ و دانستہ آزمایش کے لیے تکلیف پہنچائی۔لیکن مَیں نے اس کو ایک پہاڑ جیسا اٹل پایا جو اپنی جگہ سے ٹلنے کا نام نہیں لیتا۔'' پھر شیخ دستگیر فرمانے لگے کہ بوقتِ زیارت مَیں نے اُن کو قبر میں اس حالت میں دیکھا کہ جواہر سے جڑے ہوئے لباس میں ملبوس، سر پر یاقوتی تاج، ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور پاؤں میں سونے کے نعلین سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔لیکن ان کا دایاں ہاتھ شل ہو کر اُن کی چاہت کے مطابق کام نہیں کر رہا ہے۔مَیں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس سے مَیں نے تم کو پانی میں گرا دیا تھا۔اب تم کسی قدر درگذری سے کام لے سکتے ہو؟ مَیں نے کہا، ''جی ہاں ضرور۔'' آپ نے فرمایا تو پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے مانگو تاکہ مجھے ہاتھ مل جائے۔ پس مَیں کھڑا ہوگیا اور رب العزت سے درخواست کرنے لگا۔ پانچ ہزار اولیاء اللہ نے دربارِ الٰہی میں میری التجا کی مقبولیت کے واسطے اپنی اپنی قبروں سے دعاؤں کے لیے ہاتھ پھیلائے۔مَیں خدائے عزوجل سے اس قدر سوال کرتا رہا کہ بالآخر اللہ پاک نے ان کے ہاتھ کو درست فرما دیا۔کہ بالآخر اللہ پاک نے اُن کے ہاتھ کی درستگی انہیں واپس فرمادی۔ پھر اسی صحت یافتہ ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیا۔

جب یہ بات بغداد میں پھیلی۔ بہت سے مشائخِ بغداد اور صوفیہ کرام، جو شیخ حماد کے عقیدت مند تھے، سب جمع ہوئے۔تاکہ شیخ عبدالقادر نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تحقیق کا مطالبہ کریں۔سب مل کر شیخ دستگیر کے مدرسے پہنچے۔لیکن اُن پر شیخ کی ہیبت اس قدر طاری ہوگئی کہ بات کرنے کی ہمت نہ بن پڑی۔ شیخ دستگیر خود فرمانے لگے کہ ''مشائخ میں سے دو

اشخاص کو منتخب کر لیجیے تا کہ جو کچھ مَیں نے کہا ہے اس کی حقیقت و سچائی اُن کی زبانوں سے ظاہر ہو جائے۔ متّفقانہ طور پر حاضرین نے شیخ یعقوب بن یوسف بن ایوب ہمدانی، جو کہ اس وقت بغداد میں حاضر تھے اور شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن بن شعیب الکردی، جو بغداد میں مقیم تھے، کا انتخاب کیا۔ یہ دونوں بزرگ اربابِ کشف اور احوالِ اعلیٰ کے حامل تھے۔

بعدہٗ جماعتِ مشائخ نے درخواست کی کہ ہم ان دونوں بزرگوں کی زبانوں سے کیا ظاہر ہوتا ہے، اسے دیکھنے کے لیے آپ کو آیندہ جمعہ تک مہلت دیتے ہیں۔ شیخ جیلانی نے فرمایا کہ ''جب تک یہ کام انجام کو نہ پہنچے اس وقت تک کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ اُٹھے۔'' یہ فرما کر آپ نے سرِ مبارک کو جھکا لیا۔ حاضرینِ مجلس نے بھی سروں کو جھکا لیا۔ اچانک مدرسے کے باہر سے آواز آئی۔ دیکھتے ہیں کہ شیخ یوسف ہمدانی تیز رفتاری سے تشریف لا رہے ہیں۔ جب مدرسے کے اندر پہنچے تو شیخ ہمدانی نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے شیخ حماد کو میری نظروں کے سامنے کر دیا اور انھوں نے مجھے حکم فرمایا کہ اے یوسف! جلد سے پیشتر شیخ عبدالقادر کے مدرسے پہنچو اور جو مشائخ وہاں حاضر ہیں، اُن سے کہہ دو کہ شیخ عبدالقادر نے جو کچھ فرمایا ہے، درست و راست فرمایا ہے۔''

ابھی شیخ یوسف ہمدانی کی بات ختم ہونے نہ پائی تھی کہ شیخ عبدالرحمٰن الکردی داخل ہوئے۔ انھوں نے بھی شیخ یوسف ہمدانی کی بات کی تصدیق کی۔

بجائے بوسہ اگر، خود مُرا رسد دشنام
خوشم کہ حادثہ کردہ ست اوستاد مرا

(مولانا روم)

یعنی: اگر میرا استاد مجھے بوسہ دینے کے بجائے گالیاں بھی دے تو میرے لیے یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ کیونکہ اِسے مَیں اُن کا ایک انداز سمجھوں گا۔

یہ بَلا ہرگز نہیں، یہ ناز ہے
یہ بھی اک معشوق کا انداز ہے

تو جامہ گرد کنی تا از آب تر نشود

ہزار غوطہ ترا خوردن ایست در دریا

(مولانا روم)

یعنی: تو پانی میں نہ بھیگنے کے لیے کپڑوں کو کیوں سمیٹتا ہے۔ تجھے اس دریائے معرفت میں ہزار بار غوطہ زنی کرنے پر آمادہ رہنا لازم ہے۔

گر یار بر نجاند، زنہار مشو غمگین

شادی دہت ہر دَم، از رونق و تزئین را

یعنی: اگر دوست رنج پہنچائے تو ہرگز پریشان نہ ہونا۔ یہ تو فخر و ناز کی جگہ ہے کہ وہ تم کو انتخاب کر کے رونق و زینت بخش کر سرورِ دائمی عطا فرما رہا ہے۔

پیش از تو بسے شیدا، می جست کرامتہا

چوں دید رُخِ ساقی، بفروخت کرامت را

(مولوی معنوی)

یعنی: آپ سے پہلے، بہت سے شیدایانِ الٰہی نے کرامتیں دکھائی ہیں۔ جب آپ کا چہرۂ انور دیکھا تو سبھی اپنی کرامتوں کو بھول گئے۔

چوں آبِ رواں بینی بگذار تیمّم را

چوں عید وصال آمد، بگذار ریاضت را

یعنی: جب جاری نہر تم نے دیکھ لی تو پھر تیمّم کی حاجت نہ رہی اور جب وصال کی خوشی میسر آ گئی تو ریاضت کرنا چھوڑ دو۔

يك مُردہ بخاك در نماند گر رنجہ شوی سوئے زیارت

یعنی: جب اہل اللہ زیارت کے واسطے قدم رنجہ فرماتے ہیں تو گورستان کے سب مُردے اپنی اپنی قبر سے اُٹھ کر اُن کی زیارت کو آتے ہیں۔

آن نکتہ معرفت چہ باشد یعنی لمعات فیض اعلا

ہر لحظہ بکسوتی بر آید　　　خود را بنید نہاں و پیدا

ہم خود گوید کہ من کجا یم　　　از خود شنود کہ اینك اینجا

(مولوی معنوی)

یعنی: وہ نکتۂ معرفت، اللہ جل شانہ کے فیوضات کی ضوء فشانیاں ہوتی ہیں۔ وہ فیوضاتِ رحمانی رنگ برنگ خلعتوں میں لحظہ بہ لحظہ ظاہر ہوتی ہیں اور ان بخششوں کا مالک اپنے آپ کو ظاہری و باطنی ہر حالت میں دیکھ پاتا ہے۔ مستی و بے خودی میں وہ کہتا ہے کہ مَیں کہاں ہوں؟ کس مقام پر ہوں؟ پھر اپنے باطن سے وہ خود سنتا ہے کہ تم یہاں ہو یعنی تم میرے پاس ہو۔ تم میری معیّت میں ہو۔

مردِ خدا شاہ بود زیرِ دلق　　　مردِ خدا گنج بود در خراب

مردِ خدا بحر بود بیکراں　　　مردِ خدا قطرہ بود بے سحاب

یعنی: اہلِ نظر کی گدڑی کے نیچے شاہِ عالم ہوتا ہے اور ویران کھنڈر میں خزانہ ہوتا ہے۔ اربابِ بصیرت بیکراں سمندر کے مانند ہوتے ہیں اور وہ بِن بادل برسنے والے قطرے جیسے ہوتے ہیں۔

عنقا کہ یا بد دام کس، در پیش آں عنقا مگس

ائے عنکبوت عقل بس، تاکَے تنی ایں تار را

(مولوی معنوی)

یعنی: ہُما پرندے تک جال کی رسائی نہیں ہے۔ بلکہ جال اور پھندے ہُما کے سامنے مکھّی جیسے ہیں۔ اے عقل کی مکڑی! بس کر۔ ہُما کو شکار کرنے کے لیے تار بُننا چھوڑ دے۔ فضول وقت کو ضائع نہ کر۔

(اہل اللہ کی آزمائش تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ اس قسم کی حرکت سے اُن کا مرتبہ بلند ہوتا جائے گا اور تمہیں فضیحت ہوگی۔)

مارا نبیذ و بادہ از چشم غیب باشد

مارا مقام و قبلہ عرش مجید باشد

یعنی: ہم خدا مستوں کی دانائی وخوراک، دانش وقوت غیب کی آنکھوں اور چشموں سے پہنچتی ہیں۔ ہمارا مقام وقبلہ عرشِ الٰہی ہوتا ہے۔

O یکے از مشائخ گوید که من و شیخ علی بن ابی نصر ہیبتی در مدرسۂ شیخ عبدالقادر بودیم که یکے از اکابر بغداد پیش شیخ آمده گفت ''یاسیّدی! قال جدّك رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم من دعی فلیجب وہا أنا دعوتك الی منزلی ''گفت اگر مرا اذن کنند بیایم۔ زمانے سر درپیش انداخت۔ پس گفت ''می آئیم'' وی را بر استر سوار کرد و شیخ علی رکاب راست وی گرفت و من رکاب چپ تا بسرائے آں شخص رسیدیم۔ ہمه مشائخ بغداد و علماء اعیان آنجا بودند و سماطی بر کشیدند بروی انواع نعمتہا و سلّه بزرگ سر پوشیده ده کس برداشته آوردند و در آخر سماط بنہادند بعد ازاں آں شخص که صاحب دعوت بود گفت الصّلا۔ وشیخ سر درپیش افگنده بود ہیچ نخورد و اذن نیز نداد و ہیچ کس ہم نخورد و اہل آں مجلس ''کأنّ علی رؤسہم الطیر۔'' شیخ بمن و شیخ علی ہیبتی اشارتی کرد که آں سلّه را پیش آرید۔ برخاستیم و آں را پیش برداشتیم و بس گراں بود و درپیش شیخ نہادیم۔ وفرمود تا سر آں را بکشادیم۔ فرزند آں شخص بود نابینا مادر زاد و برجائے مانده مجذوم و مفلوج۔ شیخ وی را گفت ''قم باذن اللّٰه'' کودك برخاست دواں و بینا۔ فریاد از حاضراں برخاست۔ شیخ در انبوۂ مردم بیروں آمد و ہیچ نخورد۔ پیش شیخ ابو سعید قیلوی رفتم و آں قصّه با وی گفتم گفت ''شیخ عبدالقادر یبرئ الاکمه والابرص ویحی الموت

باذن اللّٰہ عزوجل۔'' (نفحات الانس، ص ۳۴۰)

ترجمہ: مشائخ میں سے ایک شیخ کا قول ہے کہ ''مَیں اور شیخ علی بن ابی نصر ہیبتی دونوں شیخ عبدالقادر کے مدرسے میں حاضر تھے۔ بغداد کے ایک رئیس اعظم شیخ جیلانی کی خدمت میں آ کر کہنے لگے ''اے میرے سردار! آپ کے جدِّ امجد رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے کہ جب کسی کو دعوت دی جائے تو قبول کرے۔ اب مَیں آپ کو اپنے گھر تشریف لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو رسولِ امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اجازت مل جائے تو آؤں گا۔ یہ کہہ کر کچھ دیر شیخ نے سر کو جھکائے رکھا۔ بعد میں فرمایا کہ ''آؤں گا۔'' شیخ کو ایک خچر پر سوار کر کے شیخ علی ہیبتی نے دایاں رکاب تھاما اور مَیں نے بایاں رکاب سنبھالا۔ پھر اس رئیس کے محل تک ہم آ پہنچے۔ جملہ مشائخِ بغداد اور علمائے نامور اس جگہ حاضر تھے۔ ایک دسترخوان بچھایا گیا اور انواع و اقسام کے کھانے کی چیزوں سے اس کو سجا دیا۔ ایک سر پوش بڑا ٹوکرا دس آدمیوں نے اُٹھا کر دسترخوان کے کنارے رکھ دیا۔ بعد میں صاحبِ دعوت نے ''بسم اللہ'' کرنے کی گذارش کی۔ شیخ عبدالقادر دستگیر نے سر مبارک کو سامنے کی طرف جھکائے رکھا۔ نہ آپ نے کچھ تناول فرمایا اور نہ کسی کو کھانے کی اجازت دی۔ کسی نے بھی لقمہ نہیں اُٹھایا اور تمام اہلِ مجلس اسی طرح ساکت وصامت رہے۔ گویا کہ اُن کے سروں پر چڑیا بیٹھی ہو۔ شیخ دستگیر نے مجھے اور شیخ علی ہیبتی کو اشارہ فرمایا کہ اس ٹوکرے کو اُٹھا کر سامنے لائیں۔ ہم دونوں کھڑے ہو کر وہاں پہنچے اور ٹوکرا اُٹھا لائے۔ وہ ٹوکرا بے حد بھاری تھا۔ اسے ہم نے شیخ کے مقابل لا کر رکھ دیا۔ شیخ نے حکم فرمایا کہ اس ٹوکرے کا ڈھکنا اُٹھا لیا جائے۔ جب کھولا گیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ اُس رئیس کا بیٹا جو مادرزاد اندھا، مجذوم ومفلوج تھا، اوندھا پڑا ہوا ہے۔ شیخ دستگیر نے اس لڑکے سے فرمایا ''بحکمِ الٰہی اُٹھ کھڑا ہو'' ۔ لڑکا کود کر اُٹھا اور بینا وصحت مند ہو کر دوڑنے لگا۔ حاضرینِ مجلس میں ایک شور وغل برپا ہوا۔ شیخ لوگوں کے ہجوم سے نکل آئے۔ وہاں کچھ نوش نہ فرمایا۔ بعدہٗ مَیں نے شیخ ابوسعید قیلوی کے پاس جا کر یہ ماجرا انھیں سُنایا۔ وہ

فرمانے لگے کہ ''شیخ عبدالقادر مادر زاد اندھوں اور برص خوردہ لوگوں کو بینا و تندرست اور مُردوں کو بحکمِ مالک زندہ فرماتے ہیں۔''

زنده گردد مردهٔ صد ساله باز

گر زانوارت بیا بدیك ضیاء

(مولانا روم)

یعنی: اگر اہلِ نظر کے انوار کی ایک چمک حاصل ہو جائے تو سو سال کے مُردے زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چوں در کف سلطاں شدم، یك ذرّه بودم کان شدم

گردد تراوز یم نہی، می داں که میزاں بشکنم

(مولانا روم)

یعنی: جب مَیں سلطانِ دو جہاں کی ہتھیلی پر پہنچ چکا ہوں تو سمجھ لے کہ پہلے اگر مَیں ذرّہ تھا تو اس وقت معدن بن گیا ہوں۔ اگر تو مجھے تولنے کے لیے ترازو پر رکھے گا تو یقین رکھ میرا وزن تیرے ترازو کو توڑ کر رکھ دے گا۔

من آفتاب انورم، استاد ظلمت بَردَرَم

من نو بہارم آمدم، تا خارہا برکَنم

یعنی: مَیں روشن و منوّر سورج ہوں۔ تاریکی و ظلمت کے پردوں کو پھاڑتا ہوں۔ مَیں نو بہار بن کر آیا ہوں، تا کہ تمہارے مصائب و آفات کے کانٹوں کو کھود کر نکال پھینکوں۔

افلاك پیشم سر فهد، املاك پیشم بر نهد

با ایں ہمه موم ترا، با دیگراں چوں آہنم

یعنی: زمانہ میرے سامنے سر جھکاتا ہے۔ شاہانِ عالم میرے باج گزار ہیں۔ اس کے باوجود میری مہربانیوں کی حد دیکھ کہ مَیں تیرے لیے موم جیسی نرمی اختیار کرتا ہوں۔ لیکن دوسروں کے ساتھ فولاد سے بھی سخت تر ہوں۔

ہر کرا لطفِ او حیات دہد　　　　نوبت جامه کے رسد به کفن

(عرفی شیرازی)

یعنی: اہل اللہ کی نظرِ کرم جس کو حیات بخش دے تو اُسے کفن کے کپڑے پہننے کی نوبت نہیں آتی۔

چوں تو اسرافیل دلی، زنده کنِ آب و گلے

در دَم ز راه مقیلے، در گوش ما نفخه خدا

(مولانا روم)

یعنی: اے اللہ والو! آپ لوگوں نے مزاجِ اسرافیل پایا ہے۔ کیونکہ آپ لوگوں کی نظرِ کرم سے مٹّی اور پانی میں جان آ جاتی ہے۔ آپ کے کانوں میں خدائی پھونک ہے اور پھونکوں میں مقبولیت کے دروازے ہوتے ہیں۔ اگر آپ لوگوں کو صورِ اسرافیل سے تعبیر کیا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا۔

قامتِ آں سرور واں، جانب محراب آورد

ہر طرف ز اہل نظر، اللّٰه اکبر برخاست

(مولانا روم)

یعنی: اہل اللہ کا حسین وجود اور بابرکت نظر خدا کے بندوں کو منبر و مسجد تک پہنچا دیتی ہے۔ اور اہلِ بصیرت جس طرف نظر اُٹھا کر دیکھتے ہیں اُس طرف سے نعرہائے تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

دل و جاں فانئ لاکن، تنِ خود محوِ فنا کن

نه اثر کو، نه خبر جو، نه نشانی نه علامت

نکند رحمت مطلق، به بلا جان تو ویران

نکند والده مارا، از پئ کینه حجامت

(مولوی معنوی)

یعنی: دل اور جان کو الفت وعشقِ الٰہی میں نثار کردو اور اپنے جسم وتن کو فنا میں گم کردو۔ نہ اثر کے پیچھے پڑو اور نہ خبر کی جستجو کرو۔ نہ نشانی وکرامت اور نہ علامت وفضیلت کے خواہاں بنو۔

رحمتِ خداوندی، تیری جان کو آفات وبلّیات سے تباہ وبرباد کرنا نہیں چاہتی۔ جب کہ ہماری مہربان ماں دشمنی وکینہ کی بدولت بچّوں کی فصد نہیں کھولتی تو مہربانِ عظیم اللہ رحمٰن و رحیم ہمیں ضرر پہنچانے کے قصد سے کس طرح آفات ومصائب سے ہماری جانوں کو نیست ونابود فرمائے گا؟

(پروردگار کے ساتھ ہمیشہ حسنِ ظن رکھو کیونکہ وعدۂ الٰہی ہے کہ وہ بندے کے ساتھ اُس کے گمان کے مطابق عمل فرماتا ہے۔''**انا عند ظنّ عبد بی فلیظنّ بی ما شاء**''. تمہارا حسنِ ظن تم کو حسنِ عمل اور نیک انجامی کی طرف رہبری کرے گا۔)

گر زانکہ نمی خواہی، تا جلوہ کند گلشن
از بہر چہ بکشادی، دکّان گلابی را

(مولانا روم)

یعنی: جب تم اپنے باغ کو پھولوں سے معمور دیکھنا نہیں چاہتے تو پھر تم نے بازار میں گلاب کی دکان کیوں کھول رکھی ہے؟

یعنی اگر اپنے بیٹے کو صحت مند و پہلوان دیکھنا چاہتے ہو تو کسی پہلوان کے اکھاڑے میں انہیں سپرد کردو۔ فقیروں کی خانقاہ میں کسرتِ جسمانی، صحت افزائی و پہلوانی نہیں ہوتی۔ یہاں تو کسرِ نفسی، لاغری اور نفس کشی ہوتی ہے۔ جس کے نتیجے میں محبتِ الٰہی و حکومتِ روحانی نصیب ہوتی ہے۔

گر طبیب حاذقی بیمار را تلخی دھد
گرچہ ظالم می نماید، نیست ظالم عادل ست

یعنی: اگر حکیمِ حاذق مریض کو کڑوی دوا پینے کے لیے دیتا ہے تو ناسمجھی میں مریض کو

مہربان طبیب، ظالم وستم گر دکھائی دیتا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ حکیمِ حاذق ظالم نہیں بلکہ شفیق، عادل ورحم دل انسان ہوتا ہے۔

O وقدرونيا باسانيد شتّى من طرق مختلفة ان امرأة جاء ت بولدها الى سيّدى الشيخ عبدالقادر الكيلانى و قالت انى رأيت قلب ابنى هذا شديد التعلّق بک. وقد خرجت عن حقّى فيه للّٰهِ عزّوجل ولک. فاقبله. فقبله الشيخ وأمره بالمجاهدة وسلوک الطريق. فدخلت عليه اُمّه يوماً فوجدته نحيلا مصفرا من اثار الجوع والسهر و وجدته يأكل قرصا من الشعير. فدخلت الى الشيخ فوجدت بين يديه أناء فيه عظام دجاجة مصلوقة قد أكلها. فقالت يا سيّدى تأكل لحم الدجاج ويأكل ابنى خبز الشعير؟ فوضع الشيخ يده على تلک العظام وقال "قومى باذن اللّٰه تعالىٰ الذى يحي العظام وهى رميم" فقامت دجاجة سوّية وصحت. فقال الشيخ "اذا صار ابنکِ هٰكذا فليأكل ماشاء." (حیوۃ الحیوان، صفحہ ۱/۲۷۸)

O عجوزۂ پیش شیخ عبدالقادر آمد و پسر خود را همراه آورد و گفت دلِ فرزند خود را تعلّق بسیار می بینم بتو۔ من ذمّۂ خود را از حق خود بری گردانیدم برائے خدائے تعالیٰ۔ شیخ وی را قبول کرد و مجاهده و ریاضت فرمود۔ آں عجوزه بعد از چند روز پیش فرزند خود آمد۔ دید که نانِ جوی میخورد و زرد و لاغر شده از کم خوارگی و بیداری۔ از آنجا پیش شیخ آمد۔ آنجا طبقی دید و بر آنجا استخوانهائے مرغے که شیخ خورده بود۔ عجوزه با شیخ گفت یا سیّدی تو گوشت مرغ میخوری و پسر من نانِ جَو؟ شیخ دست خود را برآں استخوانها نهاد۔ و گفت "قم باذن اللّٰه الذى يحي العظام وهى

رمیم" آں مرغ زنده شده بانگ کردن آغاز کرد۔ پس شیخ بآں عجوزه گفت "وقتیکه فرزند تو هم چنیں شود هرچه خواهد بخورد۔"

(نفحات الانس، صفحہ ۳۴۰/ فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ ۸۱)

ترجمہ: ایک بوڑھی عورت، شیخ عبدالقادر دستگیر کی خدمت میں اپنے لڑکے کو ساتھ لے کر حاضر ہوئی اور بولی "مَیں اپنے بیٹے کے دل کو آپ سے حد درجہ تعلق اور لگاؤ پاتی ہوں۔ مَیں اپنے ذمّے اور اپنے حق کو اللہ تعالیٰ کے واسطے اس پر سے معاف کرتی ہوں اور آپ کے حوالے کرتی ہوں۔" شیخ نے اس لڑکے کو قبول فرما کر مجاہدہ و ریاضت میں منہمک کرا دیا۔ کچھ روز بعد بڑھیا اپنے بیٹے کو دیکھنے آئی۔ دیکھتی کیا ہے کہ وہ جَو کی سوکھی روٹی چبا رہا ہے اور کم خوراک و بیداری کے سبب اس کا رنگ زرد اور بدن دبلا ہو گیا ہے۔ بڑھیا یہ دیکھ کر وہاں سے شیخ کے سامنے آئی۔ اُس نے وہاں پر ایک طبق دیکھا۔ جس پر ایک مرغ بریاں کی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں، جسے شیخ نے کھایا تھا۔ بڑھیا شیخ سے بولی کہ اے میرے سردار! آپ تو مرغ کا گوشت کھائیں اور میرا بیٹا جَو کی روٹی چبائے؟ یہ سُن کر شیخ نے اپنے دستِ مبارک کو ہڈیوں پر رکھ دیا اور فرمایا "کھڑے ہو جاؤ اُس اللہ کے حکم پر جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرماتا ہے۔" مرغا جھٹ زندہ ہو کر بانگ دینے لگا۔ شیخ نے اُس بڑھیا سے فرمایا "جب تیرا بیٹا اس لائق ہو جائے گا، اُس وقت جو مرضی ہو گی کھائے گا۔"

هر مُرده که از خویت، بوی بشنیدائے جاں
بیشك ز چناں بوئی، گردد بجهاں احیا
آنکس که ہزاراں قرن، بوسیده و ریزیده
باز از دَمِ جاں بخشت، پوینده شد و گویا

(مولوی معنوی)

یعنی: اے عزیز! جس مُردے نے کسی اہل اللہ کے کرم و نظر کی بُو پا لی۔ وہ بے شک

اس بوئے عشقِ الٰہی سے دنیا میں دوبارہ زندگی پا کر حقیقی زندوں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔
وہ شخص جو ہزار قرن پہلے مر کر بوسیدہ و ریزہ ہو چکا ہے، عارفِ باللہ کی جان بخش پھونک سے وہ پھر بولنے والا اور دوڑنے والا بن کر انسانِ کامل بن جاتا ہے۔

بــارہــا لـطف تـرا، مـن آزمـودم اے لـطیف
مُـردہ تـو زنـدہ کـردی بـارہـا یکبارہ نیست

یعنی: اے مہربان دستگیر، اے نازک مزاج کے مالک! مَیں نے آپ کو بہت بار آزما کر دیکھ لیا اور عین الیقین حاصل ہو گیا کہ آپ نے مُردے کو زندہ فرمایا ہے۔ یہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ مَیں نے آپ کا یہ لطف و کرم بارہا دیکھا ہے۔

O فی کتاب مناقب الشیخ عبدالقادر الکیلانی قدس اللّٰہ سرّہٗ ان جاءہٗ بعض اهل بغداد و ذکر له بنتا اختطفت من سطح داره وهی بکر. فقال له الشیخ "أذهب هذا اللیلة الی خراب الکرخ واجلس عندالتل الخامس و خط علیک دائرة فی الارض وقُل وانت تخطّها "بسم اللّٰه علی نیّة عبدالقادر" فاذا کانت فحمة العشاء مرّت بک طوائف من الجن علی صور شتّی. فلا یروعک منظرهم فاذا کان السحر مربّک ملکهم فی جحفل منهم فیسألک عن حاجتک. فقل قد بعثنی الیک عبدالقادر واذکر له شان ابنتک. قال فذهبت وفعلت ما أمر فی به الشیخ. فمرّ بی صور مزعجة المنظر ولم یقدر احد منهم علی الدنو من الدائرة التی أنا فیها وما زالوا یمرّون زمرا زمراً الی ان جاء ملکهم راکبا فرسا و بین یدیه امم منهم. فوقف بازاء الدائرة وقال یا انسی ما حاجتک؟ قال قلت قد بعثنی الیک الشیخ عبدالقادر فنزل عن فرسه وقبل الارض وجلس خارج الدائرة وجلس من معه. ثم قال لی ما شأنک؟ فذکرت له قصّة ابنتی. فقال

لمن حوله عليَّ بمن فعل هذا. فأتي بما رد و معي ابنتي. فقيل له ان هذا مارد من مردة الصين. فقال له ما حملک علي ان اختطفت من تحت رکاب القطب؟ فقال انها وقعت في نفسي. فأمر به. فضربت عنقه واعطاني ابنتي. فقلت ما رأيت کالليلة في امتشا لک أمر الشيخ عبدالقادر. قال نعم! انه لينظر من داره الي مردة الجن وهم باقصي الارض فيفرّون من هيبته وان اللّٰه تعاليٰ اذا اقام قطبا مکنّه من الجن والانس.

(حیوۃ الحیوان، صفحہ ۱۷۹/ نثر الجواہر، صفحہ ۱۰۸)

ترجمہ: کتاب ''مناقبِ شیخ عبدالقادر'' میں مندرج ہے کہ بعض اہلِ بغداد نے شیخ دستگیر کی خدمت میں حاضر ہوکر التماس کی کہ میری ایک باکرہ بیٹی کو گھر کی چھت پر سے کوئی اُچک کر لے گیا ہے۔ شیخ دستگیر نے فرمایا ''تم آج ہی رات کو 'کرخ' کے ویران کھنڈروں کی طرف جاکر پانچویں پہاڑی کے قریب بیٹھ جاؤ اور زمین پر اپنے اردگرد ایک دائرہ کھینچ لو۔ دائرہ کھینچتے وقت زبان سے کہو ''**بسم اللّٰہ علیٰ نیّۃ عبدالقادر**'' پھر جب رات تاریک ہوجائے گی، تو تمہارے پاس سے مختلف صورتوں کے جنّات گروہ در گروہ گزریں گے۔ انھیں دیکھ کر تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ تم گھبراؤ گے۔ جب سحر کا وقت ہوگا، اُن کا بادشاہ لشکروں کی معیت میں تیرے قریب سے گزرے گا اور تجھ سے تیری حاجت دریافت کرے گا۔ تو کہہ دینا ''مجھے آپ کی طرف شیخ عبدالقادر نے بھیجا ہے۔'' پھر اپنی بیٹی کا ماجرا بیان کر دینا۔ اُس شخص کا بیان ہے کہ مَیں اسی رات روانہ ہوکر شیخ نے جیسا حکم فرمایا، بجالا کر دائرہ کے درمیان بیٹھ گیا۔ دورانِ رات میرے قریب سے ڈراؤنی اور ہیبت ناک صورتیں گزرنے لگیں۔ لیکن میرے دائرے کے قریب کسی کو پھٹکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ گروہ در گروہ گزرتے رہے۔ یہاں تک کہ بالآخر اُن کا بادشاہ ایک گھوڑے پر سوار ہوکر آن پہنچا۔ اُس کے آگے پیچھے بے شمار خدمت گاروں کا جمگھٹ تھا۔ وہ میرے دائرے کے مقابل آکر رک گیا اور پوچھنے لگا ''اے انسان! تمہاری حاجت کیا ہے؟'' مَیں نے جواب

دیا کہ مجھ کو شیخ عبدالقادر نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ گھوڑے سے اُتر پڑا اور زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ دائرے کے باہر بیٹھ گیا اور اُس کی معیت میں جتنے تھے، سب بیٹھ گئے۔ مجھ سے پوچھنے لگا کہ ''تمہارا کیا حال ہے اور کس چیز کی ضرورت ہے؟ مَیں نے اپنی بیٹی کا سارا قصّہ سُنا دیا۔ بادشاہ نے اس کے اردگرد بیٹھنے والوں سے خطاب کیا'' یہ کام جس نے کیا ہے اُس کو میرے سامنے پیش کرو۔'' اتنے میں وہ ایک سرکش جن کو میری بیٹی کے ساتھ پکڑ لائے اور کہنے لگے کہ یہ چین کے سرکشوں میں سے ایک نافرمان جن ہے۔ بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ ''قطبِ دوراں کے قدموں تلے سے ایک لڑکی کو اُٹھا لانے کی تجھے ہمت کیسے ہوئی؟'' اُس سرکش نے کہا کہ ''اس لڑکی پر میرا دل آ گیا تھا۔'' پس بحکم بادشاہ اُس کی گردن اُڑا دی گئی اور مجھے میری بیٹی بخش دی گئی۔

مَیں نے جنات کے بادشاہ سے کہا کہ آج رات شیخ عبدالقادر کے حکم کی بجا آوری میں آپ سے بڑھ کر سبقت لے جانے والا مَیں نے ہرگز نہیں دیکھا۔ بادشاہ نے جواب دیا ''ہاں! وہ ایک ایسی ہستی ہیں، جو گھر بیٹھے زمین کی انتہائی حد تک سرکش جنات کو دیکھ لیتی ہیں اور وہ سرکش و ماردین اُن کی ہیبت وجلال سے گھبرائے ہوئے بھاگے پھرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ دنیا میں جب ایک قطب قائم فرماتا ہے تو اُس قطب کے ماتحت و زیرِ نگیں جملہ جن وانس کو کر دیتا ہے۔

گر دیو و پری حارس، با تیغ و سپر باشد
چوں حکم خدا آید، آں زیر و زبر باشد

(مولوی معنوی)

یعنی: اگر دیو و پری تلوار اور ڈھال لے کر کسی کی نگہبانی بھی کرے تو کیا ہوا کیونکہ حکمِ خداوندی اہل اللہ کے لبوں سے جاری ہوتا ہے۔ تو وہ تمام دیو و پری اپنے مہلک ہتھیاروں کے ساتھ زیر و زبر، تہہ و بالا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ غوثِ دوراں کا حکم ہر انس و جن پر نافذ ہے۔

گر بقعرِ چاہ نام او بُری　　　قعر چہ را صدر علیّین کند

یعنی: اگر کنویں کی گہرائی میں گر کر بھی غوثِ دوراں کا نام پکارو، تو وہ کنویں کی گہرائی و پستی علیّین کے سینے کی طرح اُبھر آئے گی۔

چہ نشستی دور چو بیگاناگاں　　اندر آ در حلقۂ دیوانگاں

ہر شبے را بندگانش حارس اند　　شاہِ مامر بندگاں را پاسباں

یعنی: کیوں عاشقوں کے حلقے سے انجان بیگانوں کی طرح دور بیٹھے ہو۔ کبھی تو ان دیوانوں کے حلقے میں آ کر عبرت حاصل کرو۔

ہر رات مالکِ دو عالم اللہ عزوجل شانہ کے خاص بندے دنیا کی نگہبانی کرتے ہیں اور خالقِ دوجہاں وقادرِ مطلق ان غلاموں کی رکھوالی کا کام بخوشی انجام دیتا ہے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے　　یہ عبرت کی جا ہے، تماشا نہیں ہے

O یکے از مشائخ عمر نام گوید کہ شبے در خلوت خود بودم۔ ناگاہ دیوار در شگافت و شخصے کریہہ المنظر بیروں آمد۔ وی را گفتم "کیستی تو؟" گفت "ابلیس آمدہ ام برائے نکو خواہئ تو" گفتم "نیک خواہی تو کدام ست؟" گفت "آنکہ جلسۂ مراقبہ ترا تعلیم کنم" وجلس القُر فصَاء و رأسہ منکّس" چوں بامداد شد۔ نزدیک شیخ عبدالقادر درآمدم تا آنرا باوی بگویم۔ چوں مصافحہ کردم وی دست مرا بگرفت و پیش از آنکہ آں را باوی بگویم گفت "یاعمر! صدقك وھو کذّاب" وبعد ازیں از وی ہیچ سخن قبول نکنی۔ چہل سال جلسۂ آں شخص برآں طریقہ بودہ۔ (نفحات الانس، صفحہ ۳۴۰)

ترجمہ: مشائخ میں سے عمر نامی ایک شیخ فرماتے ہیں کہ ایک رات مَیں اپنے خلوت خانہ میں تھا۔ اچانک دیوار پھاڑ کر ایک بدصورت شخص اندر گھس آیا۔ مَیں نے اس سے پوچھا "تم کون ہو؟ کہنے لگا "مَیں ابلیس ہوں۔ تمہاری خیر خواہی کے لیے آیا ہوں۔" "مَیں نے کہا "تمہاری خیر خواہی میرے لیے کیا ہوسکتی ہے؟" وہ بولا "مَیں تم کو مراقبہ کی نشست کا

طریقہ سکھانے آیا ہوں'' یہ کہہ کر وہ اکڑوں ہو کر سر کو جھکائے بیٹھ گیا۔ جب صبح ہوئی مَیں شیخ عبدالقادر دستگیر کے پاس پہنچا تا کہ رات کی بات سے انہیں آگاہ کروں۔ جب حاضر ہو کر مَیں نے شیخ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے کچھ کہنے سے پہلے آپ مجھ سے فرمانے لگے ''اے عمر! تمہیں اُس نے ایک سچ بات بتائی ہے۔ اگرچہ وہ سخت جھوٹا ہے۔ اس کے بعد اُس مردود سے تم کوئی بات قبول نہ کرنا۔ اُس عمر نامی شخص کا طریق جلوس چالیس سال تک اسی ڈھنگ پر رہا۔

از اسلم ربّانی، شد نفس تو ربّانی
ابلیس مسلماں شد، تاباد چنیں بادا

(مولانا روم)

یعنی: سلامتِ ربّانی کے ذریعے تیرا نفس بھی ربّانی بن گیا۔ کیا خوشی کی بات ہے کہ عاشقانِ الٰہی کا ابلیس بھی مسلمان ہو جاتا ہے اور سیدھا راستہ بتانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کیا مزے کی بات ہے! ہو تو ایسا ہی ہو۔

O یکے از مشائخ گوید ''مدّتے از خدائے تعالیٰ درخواستم که یکے از رجال الغیب را بمن نماید۔ یك شب در خواب دیدم که زیارت امام احمد حنبل میکنم و نزدیك قبر وی مردیست۔ در خاطر من اُفتاد که وی از رجال الغیب است۔ چوں بیدار شدم بامید آنکه وی را در بیداری به بینم بزیارت امام احمد حنبل رفتم۔ آں مرد را در آنجا یافتم۔ در زیارت تعجیل کردم۔ وپیش از من بیروں رفت۔ من از پیٔ او رواں شدم چوں بدجله رسیدم هر دو کنار دجله فراهم آمد بمقدار یك گام۔ از دجله بگذشب۔ سوگند بروی دادم که بایست تا سخن گویم۔ بایستاد۔ وگفتم ''مذہب تو چیست؟'' گفت ''حنیفاً مسلماً و ما أنا من المشرکین'' در خاطر من افتاد که وی حنفی مذهب است۔ باز

گشتم و با خود گفتم بروَم و آں را با شیخ عبدالقادر بگویم۔ بمدرسۂ وی رفتم و بر درِ سرائے وی بایستادم از دروں و گفت ''از مشرق تا مغرب ہیچ ولی از اولیاء اللّٰہ حنفی المذھب نیست جُزوی''۔

(نفحات الانس، صفحہ ۳۴۱)

ترجمہ: اربابِ نظر میں سے ایک شیخ کا بیان ہے کہ ایک مدّت تک اللہ تعالیٰ سے مَیں یہ درخواست کرتا رہا کہ رجال الغیب میں سے کسی ایک شخص کی ملاقات مجھے میسر آ جائے۔ ایک رات خوب میں دیکھتا ہوں کہ امام احمد حنبل کی زیارت کر رہا ہوں۔ اُن کی قبر کے قریب ایک آدمی موجود تھا۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ضرور یہ شخص رجال الغیب میں سے ہے۔ خواب سے بیدار ہوا تو اِس امید پر کہ مَیں اُس شخص کو حالتِ بیداری میں دیکھ پاؤں، امام احمد حنبل کی قبر پر زیارت کو گیا۔ بعینہٖ اُس شخص کو وہاں پر دیکھا۔ مَیں زیارت میں جلدی کر رہا تھا کہ وہ شخص مجھ سے پہلے نکل گیا۔ مَیں بھی اُس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب وہ شخص دجلہ دریا کے پاس پہنچا، دریا کے دونوں کنارے، ایک قدم کے برابر قریب ہوگئے۔ وہ دریا پار کر کے جانے لگا۔ پھر دریا پہلے کی طرح وسیع ہوگیا۔ مَیں نے اُس کو خدا کی قسم دے کر آواز دی کہ ٹھہریئے تاکہ آپ سے کچھ بات کروں۔ یہ سُن کر وہ رُک ہوگیا۔ مَیں نے پوچھا ''آپ کا مذہب کیا ہے؟'' اُس نے جواب دیا ''**حنیفاً مسلماً وما انا من المشرکین** '' میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ حنفی المذہب ہے۔ مَیں واپس لوٹ آیا اور دل میں کہا کہ اس واقعے کی خبر شیخ عبدالقادر کو جا کر سناؤں گا۔ شیخ کے مدرسے میں پہنچا اور اُن کے مسافر خانہ کے دروازہ پر کھڑا ہوگیا۔ شیخ نے اندر سے آواز دی اور فرمایا ''اس وقت مشرق سے مغرب تک اولیاء اللہ میں سے کوئی ولی، اُس کے سوا حنفی مذہب کا نہیں ہے۔''

صد ھزار پایہ از، دیوانگی بگذشتہ ام

چوں تو افلاطون عقلے، رو ترا با ماچہ کار

زخم تیر وتیغ ژوپین ست ایں جا ھر طرف

جمع خاتونانِ نازك، ساق رعنا را چه کار

(مولوی معنوی)

یعنی: مَیں دیوانگی اور سر پر کھیل جانے کی تعلیم گاہ میں سو ہزار درجے کامیابی سے گذر چکا ہوں۔ تم افلاطون جیسے عقل مندوں کا یہ مقام نہیں ہے۔ ہم پاگلوں سے دور رہو۔ تمہیں ہم سے کیا واسطہ؟

ہم جس دنیا میں زندگی گذارتے ہیں۔ یہاں توپ، تلوار اور تیر کے زخم ہر طرف جابجا کثرت سے ہیں۔ تم جیسے نازک طبیعت والے، عورتوں جیسی خوبصورت، نرم و نازک پنڈلیوں کی حفاظت و آرائش میں لگے رہنے والوں کا یہاں کیا کام ہے؟

عاشقاں را مبتلا داں، زخم خوار و زخم دوست

عاشقانِ عافیت را، با چنیں سودا چه کار

اندریں میداں که درخواں، رستماں غلطاں شدند

زالکان پیر را، باقامت دو تا چه کار

(مولوی معنوی)

یعنی: عاشقانِ الٰہی زخم کھانے والے اور زخموں سے پیار کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ایک زبردست آزمائش گاہ میں ہیں۔ سودائے عاشقی و آوارگی، طالبانِ عافیت و خیریت کے لیے مناسب نہیں ہے۔

میدانِ عشق و محبتِ الٰہی میں ہزاروں پہلوان خاک وخون میں لوٹ پوٹ ہو چکے ہیں۔ اس میدانِ عزم و ہمت میں دنیا دار، خمیدہ قامت، بوڑھی عورتوں جیسی باتوں پر برافروختہ ہونے والے کے لیے قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ اُن کا میدان ہے۔ یہ میدانِ زر و زن نہیں ہے۔

O شیخ بقا من بطور گفت که روزے در مجلس شیخ عبدالقادر حاضر بودم۔ در اثنا آنکه سخن می گفت برپایۂ اوّل از منبر ناگاه قطع سخن کرد و ساعتی خاموش بود و بزمین فرود آمد بعد ازاں منبر بالا رفت و برپایۂ دوم بنشست۔ پس من مشاهده میکردم که پایۂ اوّل کشاده شد چندانکه چشم کار میکرد و فرش از سندس اخضر انداختند و رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم بااصحاب برآنجا نشستند و حضرت سبحانه وتعالیٰ بر دلِ شیخ عبدالقادر تجلّی کرد چنانکه وی میل میکرد که بیفتد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وی را بگرفت و نگاه داشت بعد ازاں خُرد و لاغر شد چوں عصفوری۔ بعد ازاں ببالید و بزرگ شد برصورت هائل و سهمناك و سهمگین۔ بعد ازاں آں همه ازمن پوشیده شد۔ حاضراں از شیخ بقا کیفیت رؤیت حضرت ﷺ و اصحابش را پرسیدند۔ گفت خدائے تعالیٰ ایشاں را تائید کرده است بقوّتی که ارواح مطّهرۂ ایشاں متشکّل می شوند بصور اجساد و صفتِ اعیاں و می بیند ایشاں را کسانیکه خدائے تعالیٰ ایشاں را قوّت رؤیت آں ارواح و صور و اجساد و صفات و اعیان داد است۔ بعد ازاں از سبب میل کردن و خُرد شدن و بزرگ شدن شیخ پرسیدند۔ گفت تجلّی اوّل بصفتی بوده که بشر را قوّتِ آں نیست مگر بتائید نبوی ﷺ ولهٰذا نزدیك بود که شیخ بیفتد اگر رسول اللّٰه ﷺ وی را در نمی یافت می افتاد و تجلّیٔ ثانی بصفت جلال بود۔ و ازیں جهت بود که شیخ بگداخت و تجلّی ثالث بصفت جمال بود۔ ازیں جهت بود که شیخ ببالید و بزرگ شد۔ ذلك فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء واللّٰه ذوالفضل العظیم۔ (نفحات الانس، صفحہ ۳۴۲)

ترجمہ: شیخ بقا بن بطور فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ عبدالقادر کی مجلس میں بندہ حاضر تھا۔ دورانِ تقریر شیخ دستگیر قطع کلام فرما کر کچھ دیر خاموش ہو گئے اور منبر کے پایۂ اوّل پر سے نیچے اُتر آئے۔ پھر منبر پر چڑھے اور اس دفعہ پایۂ دوم پر بیٹھ گئے۔ اُس وقت مَیں نے مشاہدہ کیا کہ منبر کا پایۂ اوّل انسان کی مطمحِ نظر کے مطابق کشادہ ہو گیا اور وہاں پر سبز ریشم و دیبا کا فرش ڈال دیا گیا۔ اور حضرت رسول اکرم ﷺ صحابیوں کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے شیخ عبدالقادر کے دلِ مبارک پر تجلی فرمائی۔ چنانچہ شیخ اپنے آپ کو سنبھال نہ پا رہے تھے اور اِدھر اُدھر جھومنے لگے، قریب تھا کہ شیخ گر پڑتے، حضرت ﷺ نے شیخ کو تھاما اور نظرِ عنایت فرمائی۔ اس کے بعد شیخ ایک کنجشک کے برابر چھوٹے، دُبلے اور نحیف ہو گئے۔ پھر آپ آہستہ آہستہ بڑھنے لگے اور بڑھتے بڑھتے اس قدر بزرگ و عظیم ہو گئے کہ اُن کی عظمتِ جسمانی نے ہولناک و سہمناک صورت اختیار کر لی۔ اس کے بعد یہ تمام چیزیں میری نظروں سے پوشیدہ ہو گئیں۔

حاضرینِ مجلس، شیخ بقا بن بطور سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اصحاب کی رویت کی کیفیت پوچھنے لگے۔ شیخ بقا بن بطور نے فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اُن کو ایک ایسی قوتِ جبروتی سے مدد فرمائی ہے کہ اُن کی ارواحِ مطہرہ ہر طرح کے جسموں کی صورتوں میں اور بے شمار خاصیتوں کی صفت میں متشکل ہوتی ہیں۔ اور انھیں اُن کی روحوں، صورتوں، صفتوں اور جسموں و خاصیتوں کے ساتھ وہ لوگ دیکھ پاتے ہیں جن کو اللہ پاک نے انھیں دیکھنے کی قوت عطا کی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد شیخ کا دائیں بائیں جھکنا، جھومنا، متحرک ہونا، پھر چھوٹا ہو جانا اور پھر بڑھتے ہوئے عظیم وجسیم ہولناک صورت میں ظاہر ہونے کے متعلق دریافت فرمایا۔ شیخ بقا بن بطور نے جواب دیا کہ شیخ دستگیر پر تجلّیِ اوّل اس صفت میں ہوئی ہے جس کا وزن و بوجھ بشری قوت کی تحمل سے بعید ہے۔ ہاں اگر اعانتِ مصطفوی ﷺ ساتھ رہے تو برداشت کر سکتا ہے۔ لہٰذا شیخ پہلی حالت میں قریب تھا کہ گر پڑتے لیکن انھیں رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھام لیا۔ اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کو

سنبھالا نہ دیتے تو وہ ضرور گر پڑتے۔ اور تجلّیِ ثانی جلالی صفت میں تھی۔ اسی کی بدولت شیخ پگھلتے ہوئے کنجشک کے مانند ہوگئے۔ تجلّی ثالث صفتِ جمالی میں نمودار ہوئی اور شیخ دستگیر بڑھنے لگے اور بڑھتے بڑھتے بزرگ و بالا، جسیم و عظیم ہوگئے۔ یہ سب فضلِ الٰہی ہے، وہ جس کو چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔ اللہ جلّ جلالہ زبردست فضل وعنایت کا مالک ہے۔

گویکے مرغے ضعیفے بے گناہ = دو درونش صد سلیماں با سپاہ

یعنی: اہل اللہ پر جب اللہ جل شانہ اپنی صفتِ جمالی کے ساتھ تجلّی فرماتا ہے تو وہ بڑھتے بڑھتے اتنا عظیم و بزرگ وکلاں ہوجاتا ہے کہ زمین وآسمان، عرش و مافیہا اس کے زاویۂ قلب میں سماجاتے ہیں۔ اور جب صفتِ جلالت میں تجلّی فرماتا ہے تو وہ چھوٹا ہوتے ہوتے اپنے وجود کو کھودیتا ہے۔ لہٰذا حضرت رومی فرماتے ہیں کہ عارف باللہ گودیکھنے میں ایک بے چارہ ضعیف پرندہ جیسا ہے۔ لیکن جمالِ الٰہی کی جلوہ فگنی کے وقت اُس کے دل کے سامنے سلیمان اور اُس کے لشکروں کی حیثیت ذرّے کے برابر ہوجاتی ہے۔

در عالَمِ جسمانی، معشوق نمی بینی
گر پردہ بر اندازد، ایں رشتہ شود یکتا

یعنی: عالمِ جسمانی میں معشوقِ حقیقی کو دیکھنا محال ہے۔ جب تو علاقۂ جسمانی کو فنا کرکے روحانیت کا حامل ہوجائے گا تو درمیان کا پردہ ختم ہوجائے گا۔ پھر یکتائی نصیب ہوکر لذّتِ وصال اور جلوۂ جمال سے محظوظ ہوجائے گا۔

جُز طالع مبارک، از مشتری چہ یابی
جُز زر نقد خالص، از کانِ زر چہ یابی
اے شاہِ صلاح دینی، پرواز کن بہ عقبیٰ
بنما فرشتگاں را، کہ از بشر چہ آید

(مولوی معنوی)

یعنی: ستارہ مشتری سے ترقی، بہبودی اور برکتوں کے علاوہ اور کیا پاؤ گے؟ جب

سونے کی کان میں پہنچو تو خالص سونے کے سوا دوسری چیز ہاتھ نہ آئے گی۔

اے سردارِ اہلِ ولایت! دنیا سے ماوریٰ ذرا عقبٰی کی طرف پرواز فرما کر فرشتوں کو بتلا دے کہ یہ بشر ملائک سے صد گونہ برتر ہے۔تا کہ ملائک کو قولِ الٰہی ''**انّی اعلم مالا تعلمون**'' کا مطلب سمجھ میں آ جائے اور وہ اپنی آنکھوں سے بھی معائنہ کر لیں۔

O یکے از مریدانِ شیخ گوید که بخدمت وی مشغول می بودم و بیشتر شبها بیداری می بودم۔ یك شب از خانۂ خود بیروں آمد ابریق آب پیش بردم۔ التفات نکرد و روی بدرِ سرا نهاد و در کشاده شد بیروں رفت ومن نیز در عقب وی بیروں رفتم چنانکه گمان من آں بود که وی نمی داند که من همراهم چوں بدروازۂ بغداد رسید در کشاده شد وی بیروں رفت من هم بیروں رفتم باز در فراهم آمد و اند کے راه رفت ناگاه بشهرے رسیدیم که من ندانستم۔ که کجاست بر باطنی درآمد و در آنجا شش تن نشسته بودند۔ سلام کردند ومن در پسِ ستونی پنهاں شدم ازیك جانب آں رباط آواز ناله می آمد۔ در اندك زمانے آں ناله ساکن شد ناگاه مردے در آمد وبآں جانب که آواز ناله می آمد رفت بعد ازاں بیروں آمد شخصے را بردوش خود گرفته و شخص دیگر درآمد سر برهنه و موی هائے دراز شده و پیش شیخ بنشست۔ شیخ وی را تعلیم شهادتین کرد و موی سر و لب بگرفت ویرا۔ و طاقیه پوشانید و محمّد نام نهاد و آں شش را گفت، که من مامور شدم باآنکه ایں شخص را بدل آں مرد گردانم۔ ایشاں گفتند۔ "سمعاً وطاعةً" پس شیخ بیروں آمد و ایشاں را بگذاشت۔ ومن هم در عقب شیخ بیروں آمدم۔ اندکی برفتیم۔ بدروازۂ بغداد رسیدیم۔ چوں

بار اوّل کشاده شد بدرِ مدرسه رسیدیم آں هم کشاده شد. شیخ بخانۂ خود درآمد چوں بامداد شد. پیش شیخ بنشستم تا درس سبق خود بخوانم. هیبت بر من مستولی شد نتوانستم خواند شیخ گفت "ائے فرزند بخوان" سوگند بر وی دادم که آنچه شب دیده بودم با من بیان کن گفت "آں شهر نهاوند بود وشش تن ابدال بودند و آنکه ناله میکرد مهتر ایشاں بود و بآنکه بیروں آمدند شخصے را بر دوش داشت خضر علیه السلام. آں مُرده را بیروں آورد تا کار وی بسازند. و آں شخص که وی را تعلیم شهادتین کردم ترسائی بود از قسطنطنیه. مامور شده بودم که وی را بدل آں مُرده گردانم. پس وی را آوردند و بردست من مسلمان شد و اکنوں یکے از ایشاں است".

(نفحات الانس، صفحہ ۳۴۲)

ترجمہ: شیخ جیلانی دستگیر کے مریدوں میں سے ایک مرید رشید کا بیان ہے کہ بندہ شیخ کی خدمت میں مشغول تھا اور رات کا زیادہ حصہ جاگتا تھا۔ ایک رات شیخ دستگیر اپنے حجرہ شریف سے باہر آئے۔ مَیں نے پانی کا لوٹا سامنے حاضر کر دیا۔ شیخ نے التفات نہیں فرمایا اور مسافر خانہ کے دروازے کی طرف چل دیئے۔ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ آپ دروازے سے باہر نکل گئے۔ مَیں بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ میرا گمان تھا کہ شیخ میرے تعاقب اور ہمراہی کو نہیں جانتے ہیں۔ جب بغداد کے دروازے پر پہنچے تو دروازہ از خود کھل گیا۔ شیخ باہر چل پڑے۔ مَیں بھی ساتھ میں نکل گیا۔ اس کے بعد دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اب ہم کچھ ہی دور چلے تھے کہ اچانک ایک شہر میں پہنچ گئے۔ مجھے خبر نہیں کہ ہم کہاں ہیں اور کس شہر میں پہنچے ہیں۔ اتنے میں ہم ایک خانقاہ کے اندر داخل ہوئے جہاں چھ اشخاص بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے شیخ کو سلام کیا۔ مَیں ایک بڑے ستون کی آڑ میں چھپ گیا۔ اس خانقاہ کے ایک طرف سے کسی کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں وہ رونے کی آواز بند

ہوگئی۔ اچانک ایک شخص آیا اور رونے کراہنے کی آواز آنے کے مقام کی طرف چلا گیا۔ پھر وہ ایک شخص کو کاندھے پر لاد کر باہر نکل گیا۔ پھر دوسرا شخص داخل ہوا، جس کا سر ننگا، لمبے بال اور مونچھیں دراز تھیں۔ وہ شخص آ کر شیخ کے سامنے بیٹھ گیا۔ شیخ دستگیر نے اُس کو کلمۂ شہادت کی تعلیم دی، اُس کے سر اور ہونٹ کے بالوں کو کتر ڈالا پھر ایک طاقیہ (ٹوپی) پہنا دی اور محمد نام رکھ دیا۔ پھر شیخ نے ان چھ اشخاص سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے اس بات کا حکم فرمایا گیا ہے کہ اس شخص کو اُس فوت شدہ آدمی کی جگہ کر دوں۔ ان چھ اشخاص نے فرمایا ''ہم آپ کے حکم سننے اور ماننے والے ہیں۔'' اب شیخ باہر نکل آئے اور انہیں وہیں پر چھوڑ آئے۔ مَیں بھی شیخ کے پیچھے پیچھے باہر آ گیا۔ معمولی مسافت طے کرنے کے بعد ہم بغداد کے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ پہلے جیسا ازخود کھل گیا اور ہم وہاں سے مدرسے کے پھاٹک پر پہنچے۔ وہ پھاٹک بھی خود بخود کشادہ ہو گیا۔ شیخ اپنے حجرہ شریف کے اندر داخل ہو گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بندہ حضرت شیخ دستگیر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، تا کہ اپنا سبق سناؤں۔ مجھ پر ایک عجیب ہیبت طاری ہوگئی، بسبب اس کے مَیں پڑھنے سے عاجز رہ گیا۔ شیخ نے فرمایا ''اے بیٹے! پڑھ'' مَیں نے خدا کی قسم دے کر اُن سے التجا کی کہ جو کچھ کل رات آپ کے ساتھ دیکھا تھا، للہ بیان فرمائیے۔ شیخ فرمانے لگے ''وہ شہر نہاوند تھا اور وہ چھ اشخاص ابدال تھے۔ جو اندر رو رہا تھا وہ اُن چھ ابدالوں کا سردار تھا۔ جو شخص باہر سے آ کر اندر گئے اور ایک شخص کو کندھے پر اُٹھا لائے، وہ خضر علیہ السلام تھے جو اس فوت شدہ ابدال کا آخری انتظام کرنے آئے تھے۔ وہ شخص جس کو مَیں نے شہادت کی تعلیم دی، وہ قسطنطنیہ کا ایک مجوسی تھا۔ مجھے حکمِ الٰہی ہوا تھا کہ اس شخص کو اُس رحلت شدہ ابدالی کی جگہ میں کر دوں۔ لہٰذا اس کو لایا گیا اور وہ میرے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ اب وہ ان ابدالوں میں سے ایک فرد ہے۔''

تیغ بر آور ہلہ ائے آفتاب　　　نور دہِ ایں گوشۂ ویرانہ را
قاف توئی مسکن سمیرغ را　　　شمع توئی جان چوپراونہ را

چشمہ حیواں بکشا ھر طرف   تفل کنم ایں قصّہ و افسانہ را

(مولوی معنوی)

یعنی: اے آفتابِ ہدایت و ولایت! براہ کرم اپنے تیغ آبدار کو نکال کر ہمارے دل کے ویران گوشے کو اس کی چمک سے منور فرما دے کیونکہ تمہاری قوتِ ایمانی و طاقتِ عطائی سے ہمارے کمزور ایمان میں جان پڑ جائے گی۔

تم اس کوہ قاف کی بلندی پر ہو جہاں پر سیمرغ کا بسیرا ہے اور پروانوں کی جانوں کے لیے تم مثلِ شمع روشن فروزاں ہو۔

اپنے آبِ حیات کے چشمے کو چھوڑ کر ہر طرف سرمایۂ زندگیِ سرمدی سے سیراب فرما دے۔ اور اہلِ نظر و اہلِ قدر کی داستانِ قدر و منزلت سے سب کو روشناس فرما۔

از عشق سر موئی، بر ہر کہ شود پیدا

نہ گبر نہ مُغ ماند، نہ کافر و نہ ترسا

(مولانا روم)

یعنی: جب عشقِ الٰہی کی لذت و ہوس، کسی پر ذرّہ برابر ظاہر ہو جاتی ہے۔ اُس وقت وہ نہ مشرک و بت پرست رہتا ہے اور نہ مجوسی، آتش پرست و کافر رہتا ہے۔ بلکہ سراسر ربّ الارباب کی محبت میں سرشار ہو کر شیدائے الٰہی بن کر رہ جاتا ہے۔

دیو جفا سرشتہ، از لطف تو فرشتہ

طغرائے تو نوشتہ، مر ملکتِ صفا را

یعنی: سرگشتہ و جفا خصلت سرکش و نافرمان انسان، قطبِ دوراں کے قدموں تلے آ کر فرشتہ صفت بن جاتا ہے۔ کیونکہ عشقِ الٰہی کی حکومت میں سکوّں پر اُن کا ٹھپّہ لگا ہوا ہوتا ہے۔

بحر بُدی، و دُر شدی، بندہ بُدی، و حُر شدی

نیك بیا چو پُرشدی، تاکہ بخود کشانمت

آمده ام که تا ترا، جلوه هم دریں سرا

ہمچو دعائے عاشقاں، فوق فلك رسانمت

یعنی: تو پہلے نمکین پانی کا دریا تھا، اہل اللہ کی نظرِ عنایت نے تجھے موتی بنا ڈالا۔ تو پہلے کسی کا بے بس غلام تھا۔ عارفِ باللہ کے دم قدم سے اب آزاد آشنائے مولا بن چکا ہے۔ جب تو دولتِ دل سے معمور ہو گیا تو میرے قریب رہ تا کہ مَیں کشاں کشاں تجھے وہاں پہنچا دوں، جہاں کی خبر سے تو بالکل نا آشنا تھا۔

امروز سلیمانم کانگشتریم دادی

واں تاج ملوکانه بر فرق سرم آمد

یعنی: آج مَیں سلیمان بن چکا ہوں۔ جب غوثِ دوراں نے مجھے اپنی انگوٹھی بصورت ٹوپی عنایت فرمائی تو جیسے آج میرے سر پر شاہی تاج رکھ دیا گیا ہے۔

O شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی فرموده است۔ که اوّل بار از بغداد عزیمت حج کردم بر قدم تجرید و هنوز جوان بودم وتنها رفتم۔ شیخ عدی بن مسافر مرا پیش آمد و وی نیز جوان بود۔ پُرسیدم که کجا میروی؟ گفتم میل صحبت داری؟ گفت بر قدم تجریدم۔ گفتم من نیز بر قدم تجریدم۔ باهم رواں شدیم۔ دربعضے از روزها دیدم کا جاریه حبشیه پیدا شد۔ برقع بسته و پیش من بایستاده و تیز تیز بر من می نگریست۔ پس گفت "از کجائی ائے جوان؟" گفتم از عجم! گفت امروز مرا در رنج افگندی! گفتم چرا؟ گفت دریں ساعت در بلاد حبشه بودم مرا مشاهده افتاد که خدائے تعالیٰ بر دلِ تو تجلّی کرده و ترا عطا فرموده آنچه عطا نه فرمود مثل آں عزیزاں را۔ از آناں که من میدانم۔ خواستم که ترا به بینم و بشناسم۔ پس گفت امروز من در صحبت

شمایم و امشب باشما افطار میکنم و رواں شد وی دریك طرف وادی میرفت و مادریك طرف چوں شب شد۔ طبقی از هوا فرود آمد برآں شش رغیف باسر که وسبزی۔ آں جاریة گفت۔ الحمدللّٰه الذی اکرمنی و اکرم ضیفی" هر شب برمن دو رغیف فرود می آمد۔ اِمشب برائے هریك دورغیف فرود آمد۔ بیاشا میدیم در لذّت و حلاوت بآبی که بر روئے زمین است نمی مانست۔ پس در آں شب از ما جدا شد و برفت۔ چوں بمکّه رسیدیم۔ شیخ عدی را در طواف تجلّی واقع شد که بیخود بیفتاد۔ چنانکه بعضے می گفتند که وی بمُرد۔ ناگاه دیدم که آں جاریه حبشیه بر سر وی بایستاده ست ومی گوید که زنده گرداند ترا آنکس که میراینده است وگفت که "اے محی الموتیٰ زنده گرداں ایں شخص را پس از حکم الٰهی جل شانه آں شخص زنده گشت و برخاست۔ بعد ازاں در طواف مرا تجلّی واقع شد و از باطن خود خِطابے شنیدم و در آخر آں بامن گفتند" ائے عبدالقادر تجرید ظاهر را بگذار و تفرید و توحید را لازم دار و از برائے نفع مُردماں بنشیں که مارا بندگانِ خاص هستند که میخواهم ایشاں را بر دستِ تو بشرف قرب خود برسانیم۔ ناگاه آں جاریه حبشیه گفت "ائے جوان! نمی دانم چه نشان ست ترا که بر سر تو از نور خیمه زده اند و تا عنانِ آسمان ملائکه گرد تو درآمده اند و چشم اولیاء از مقامهائے خود در تو خیره مانده است۔ وهمه بمثل آنچه ترا داده امیدوار شده اند بعد ازآں آں جاریه حبشیه بر وقت دیگر ویرا اندیدم۔ (نفحات الانس، صفحہ ۴۱۱)

ترجمہ: شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ بغداد سے پہلی دفعہ جب مَیں نے ارادہَ حج کیا تھا تو بے سروسامان، بے خدام و رفقاء حالتِ تجرید پر تھا۔ اُس وقت میری

جوانی کا زمانہ تھا اور مَیں تنہا سفر کر رہا تھا۔ شیخ عدی بن مسافر میرے سامنے آئے، وہ بھی جوان تھے۔ مَیں نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ کیا میری ہمرہی کی خواہش ہے؟ وہ بولے کہ مَیں بھی بے سروسامان تن تنہا ہوں۔ مَیں نے کہا کہ یہاں بھی یہی حال ہے۔ ہم دونوں ساتھ روانہ ہوئے۔ چند دنوں بعد دیکھتے ہیں کہ ''جاریہ حبشیہ'' ہمارے سامنے نمودار ہوئیں۔ وہ برقع ڈالی ہوئی ہمارے سامنے آ کر کھڑی ہوگئیں اور مجھے تیز تیز نظروں سے گھورنے لگیں۔ پھر بولیں ''اے جوان! تم کہاں کے رہنے والے ہو؟'' مَیں نے کہا ''مَیں عجم کا باشندہ ہوں'' جاریہ حبشیہ بولیں ''آج تم نے مجھے سخت پریشانی میں ڈال دیا۔'' مَیں نے پوچھا ''وہ کیسے؟'' بولیں کہ ''مَیں اس وقت ملک حبش میں تھی۔ مجھے مشاہدہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر تجلّی فرمائی ہے اور تمہیں وہ وہ چیزیں عطا فرمائی ہیں کہ مَیں جانتی ہوں جو اللہ کے پیاروں کو کبھی نصیب نہیں ہوئی تھیں۔ اس لیے میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ تمہیں دیکھوں اور پہچان لوں'' پھر بولیں ''آج مَیں تم دونوں کے ہمراہ رہوں گی۔ آج کی رات تم دونوں کے افطار کروں گی۔'' یہ کہہ کر وہ وادی کے ایک طرف چلنے لگیں اور ہم دونوں دوسری جانب سے چل رہے تھے۔ جب رات ہوئی، ایک طبق آسمان سے نازل ہوا جس پر چھ روٹیاں، سرکہ اور سبزی کے ساتھ تین کوزے پانی کے موجود تھے۔ جاریہ حبشیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بے حد تعریف ہے جس نے میری اور میرے مہمانوں کی عزّت افزائی کی۔ کیونکہ ہر رات میرے لیے دو روٹیاں اُترتی تھیں۔ آج ہر ایک کے لیے دو دو روٹیاں اُتریں۔ ہم نے آسودہ ہوکر کھایا اور پیا۔ اس کوزے کے پانی کی لذّت وحلاوت روئے زمین کے پانی کی مانند نہ تھی۔ اسی رات جاریہ حبشیہ ہم سے جدا ہوکر چلی گئیں۔ جب ہم دونوں مکہ مکرّمہ پہنچے۔ بوقت طواف، شیخ عدی بن مسافر پر اللہ تعالیٰ کی تجلی اس درجہ واقع ہوئی کہ وہ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ لوگ کہنے لگے کہ وہ مر چکے ہیں۔ اتنے میں یکا یک مَیں نے جاریہ حبشیہ کو شیخ عدی کے سرہانے کھڑا پایا۔ وہ بولیں کہ ''تمہیں دربارہ وہ ذاتِ پاک زندہ فرمائے گا، جس نے تمہیں مارا ہے۔'' پھر بولیں ''اے مُردوں کو زندہ کرنے والے!

اس شخص کو زندگی بخش،'' بحکم الٰہی جل شانہ وہ زندہ ہوکر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد حالتِ طواف میں مجھ پر تجلّیِ الٰہی واقع ہونے لگی اور مجھے اپنے باطن سے ایک قسم کی باتیں سننے میں آئیں۔ اس خطاب کے آخر میں مجھ سے کہا گیا کہ ''اے عبدالقادر! ظاہری تجرید وتنہا پسندی کو چھوڑ دو اور تفرید وتوحید کو لازی سمجھو اور لوگوں کو نفع پہنچانے کے لیے بیٹھ جاؤ کیونکہ میرے کچھ ایسے خاص بندے ہیں جن کو تمہارے ہاتھ پر اپنی قربت کا شرف بخشنا چاہتا ہوں۔'' اتنے میں یک بیک وہ جاریہ حبشیہ مجھ سے کہنے لگیں۔'' اے جوان! تمہاری کیا شان اور کیا کیا علامتیں ہیں وہ میری سمجھ سے بعید ہیں۔ لیکن تمہارے سر پر ایک عظیم نور کا خیمہ تنا ہوا دیکھ رہی ہوں اور اس خیمہٗ نور کی بلندی کنارۂ آسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔ فرشتے تمہارے اردگرد مجتمع ہیں اور تمام اولیاءاللہ کی نظریں، اپنے اپنے مقامات سے تمہیں دیکھ کر خیرہ و حیرت زدہ ہو رہی ہیں۔ اور جملہ اولیائے کرام، تمہارے حاصل شدہ عطاو بخشش کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ اس کے بعد جاریہ حبشیہ غائب ہوگئیں۔ پھر اُن کو مَیں نے کبھی نہیں دیکھا۔

از حد چو بشد دَر دَم، در عشق سفر کردم
یارب چہ سعادتہا کزایں سفرم آمد

(مولانا روم)

یعنی: دردِ فراق نے بے حد ستایا تو مَیں نے اُس کے عشق میں اُس کی راہ کا سفر اختیار کیا۔ اے باری تعالیٰ! کس زبان سے تیری تعریف کروں کہ اس سفرِ محبت کتنی سعادتیں نصیب ہوئیں۔

سودائے رخت ز اوج گردوں آوردہ فرود مشتری را

(عرفی شیرازی)

یعنی: آپ کی ملاقات ونظارے کے جذبے وشوق نے ستارۂ مشتری کو بلندی سے پستی کی طرف اتار لایا ہے۔

یعنی حضرت غوث دستگیر کا نورانی چہرہ دیکھنے اور اُن کے علوِ مرتبت کو جاننے کے لیے

''جاریہ حبشیہ'' ملک حبش سے غوث کے پاس پہنچی۔ ایک روز کی ہمراہی اور ساتھ افطار کر کے اپنی خواہش پوری کر لی۔

ائے روزہ گرفتہ تو، از مائدۂ بالا
روزہ بکشا خوش خوش، کاں غرّۂ عید آمد

(مولانا روم)

یعنی: اے آسمانی دسترخوان کی نعمت کھا کر روزہ رکھنے والے! سورج غروب ہو چکا ہے، خوش خوش افطار کرو۔ تمہارے لیے بارگاہِ کبریا سے بڑی بڑی نعمتیں میسر ہوں گی۔ جسے پا کر تم کہو گے کہ میرے لیے عید کا چاند نکل آیا۔

صد معدنِ دانائی، مجنون شد و رسوائی
کاں خوبی و زیبائی بے مثل و ندید آمد
زاں قدرت پیوستش، داؤد نبی مستش
تا موم کنددستش، گرسنگ و حدیدآمد

(مولانا روم)

یعنی: ایسی تجلّیِ الٰہی، غوثِ دستگیر پر واقع ہوئی جس پر ہزاروں معدنِ دانش دیوانے ورسوا ہو کر رہ گئے کیونکہ اس تجلّی کی خوبی و زیبائی بے مثل اور کسی کی دیکھی ہوئی نہیں ہے۔ زبانِ خلق سے اُس تجلیِ جمال کا بیان محال ہے۔

جس تجلی کی پے در پے طاقت سے داؤد علیہ السلام مست ہو گئے اور اُن کے ہاتھ پر پتھر اور لوہا آ کر موم بن گیا۔ اس قسم کی تجلیاں حضرت غوث دستگیر نے حاصل کر لیں۔

مردانہ زجاں بگذر، بر خاکِ درش بنشیں
بفگن سرِ خود کانجا، دستار نمی گنجد
پس دیدۂ دل بکشا، بنگر بجمالِ او
ائے خواجہ بچشم سر، دیدار نمی گنجد

(مولانا روم)

یعنی: دلیرانہ جان پر کھیل جا اور اہل اللہ کے دروازے کی مٹی پر بیٹھ۔ پھر وہاں اپنے سر کو جھکا دے۔ کیونکہ وہ ایسی جگہ ہے جہاں دستار و خودی کی گنجایش نہیں ہے۔

سر جھکائے تواضع کے ساتھ، دل کی آنکھوں سے اُن کے جمال کا نظارہ کر۔ اے صاحب! یاد رکھ سر کی آنکھوں سے تجلّیِ کبریا نہیں دیکھی جائے گی۔

O یکے از اصحاب شیخ عبدالقادر گفته است که شیخ را روزی استغراقی بر بالائے منبر واقع شد و یك گرد از عمامه باز شد و نمی دانست۔ همه حاضراں بر موافقت شیخ دستارها وطاقیها در پائے منبر انداختند۔ چوں شیخ بحال خود باز آمد و سخن آخر کرد عمامۂ خود را راست کرد مرا گفت "دستارها وطاقیها را باسباب باز گرداں" چناں کردم یك عصابه باقی ماند که صاحبِ آں پیدا نبود۔ شیخ گفت "آں را بمن ده" بوی دادم۔ بر دوش خود انداخت۔ فی الحال ناپیداشد۔ من حیراں ماندم۔ چوں شیخ از منبر فرود آمد۔ بامن گفت که "چوں اهل مجلس عمامها بنهادند۔ مرا خواهریست باصفهان۔ وی نیز عصابۂ خود را بنهاد۔ وچوں من آں را بردوش خود انداختم وی از صفهان خود وار کرد وآں را برداشت۔ (نفحات الانس صفحہ ۴۱۲/ زبدۃ الآثار، صفحہ ۱۷)

ترجمہ: شیخ عبدالقادر کے مریدوں میں سے ایک مرید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ دورانِ وعظ منبر کے اوپر شیخ دستگیر پر حالتِ کیف و استغراق پیدا ہوگیا اور آپ کی دستار مبارک کا ایک پیچ کھل گیا، جس کا غالباً آپ کو احساس نہ ہوا۔ تمام حاضرین مجلس نے یہ دیکھ کر شیخ کی موافقت میں اپنے اپنے سر سے عمامے اور ٹوپیاں اُتار کر نیچے پھینک دیں۔ جب شیخ اپنی اصلی حالت میں لوٹے اور کلام سے فارغ ہوئے تو آپ نے عمامہ کو درست فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ "لوگوں کو اُن کی پگڑیاں اور ٹوپیاں واپس کردو"، مَیں نے حکم بجالا یا

اور تمام عمامے اور ٹوپیاں واپس کر دیئے۔ مگر ایک زنانہ سر بند یعنی دو پٹہ باقی پڑا رہ گیا، جس کا مالک حاضر نہ تھا اور جسے مَیں نہیں جانتا تھا کہ یہ کس کا ہے۔ شیخ نے فرمایا ''یہ دو پٹہ مجھے دے دو'' مَیں نے آپ کو دے دیا۔ آپ نے اس دوپٹے کو اپنے کندھے مبارک پر رکھ لیا۔ اس اثنا میں وہ رومال وہاں سے غائب ہو گیا۔ مَیں سخت متحیر تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ جب شیخ منبر سے اُتر آئے، مجھے حیران و پریشان دیکھ کر فرمانے لگے ''اصفہان میں ہماری ایک عارفہ بہن ہے۔ جنھوں نے جوشِ عقیدت میں اپنا سر بند اُتار کر پھینک دیا تھا۔ جب مَیں نے اُس عصابہ (دوپٹہ) کو کندھے پر رکھا۔ اُس نے اصفہان سے ہاتھ بڑھا کر میرے کندھے سے دوپٹہ اُٹھا لیا۔

مددِ دوست چو باشد، چه مخالف چه موافق
نظر عشق چو آید، چه مذکّر چه مونّث

(مولانا روم)

یعنی: جب دوست کی مدد شاملِ حال رہے پھر موافق و مخالف کی پرواہ کیا ہے۔ جب عشقِ الٰہی کی نظر لگ جاتی ہے تو وہاں مذکرہ و مونث یعنی مرد و زن کا فرق اُٹھ جاتا ہے۔

گاه عالم آفرینی از دو حرف   که مذکّر آفرینی از اناث

یعنی: خالقِ دو جہاں نے بوقتِ تخلیق ''کاف و نون'' دو حرفوں سے کُل عالم کو پیدا کیا ہے۔ یعنی ''کُن'' فرمانا تھا کہ ''فیکون'' پس سب وجود میں آ گئے۔ عورت سے مرد کا پیدا ہونا ایک ظاہری قانونِ فطرت ہے، ورنہ رب العالمین نے مونث سے مذکر کب پیدا فرمایا ہے۔ اُس نے تو صرف ''کُن'' سے جملہ کام پورے فرما دیئے ہیں۔

مرا از ''کاف نون'' آورده در دام = ازاں هست دوتا، چو کاف و نونم

یعنی: مجھے کاف و نون ''کُن'' نے وجود کے پھندے میں لایا ہے۔ اس لیے بارگاہِ الٰہی میں اپنے وجود کو ہر وقت کاف و نون کی طرح خمیدہ اور جھکائے رکھتا ہوں۔

O شیخ روزے سخن میگفت۔ ناگاه چند گام در هَوا برفت و گفت "ائے اسرائیلی! بایست و کلام محمّدی بشنو" وبمکان خود باز آمد۔ پرسیدند که ایں چه بود۔ گفت "ابوالعبّاس خضر علیه السّلام بر مجلسِ ما میگذشت۔ به تعجیل گامے چند بسوی او نهادم و گفتم و شنیدید۔" (نفحات الانس، صفحہ ۳۴۲)

ترجمہ: شیخ عبدالقادر جیلانی ایک روز تقریر فرما رہے تھے۔ اچانک چند قدم ہوا پر اُڑ کر فرمانے لگے "اے اسرائیلی! ٹھہر جا اور کلامِ محمدی سماعت کر۔" یہ کہہ کر شیخ اپنے مقام پر لوٹ آئے۔ لوگوں نے اس حالت کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا "ابوالعباس خضر علیہ السلام میری مجلس پر سے گذر رہے تھے۔ مَیں نے جلدی جلدی قدم اُن کی طرف بڑھائے اور اُن سے باتیں کیں۔ اور وہ میری باتوں کو سُن کر رخصت ہو گئے۔"

بحر و بر، شہر و قریٰ، سہل و حزن، دشت و چمن
کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

O ایک روز شیخ ابوالفتوح حضرت عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ حضرت احمد ابدال عطشی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ان کی جگہ پوری فرما دیجیے۔ اتفاقاً اُس وقت شیخ کی گھر میں ایک چور گھس آیا۔ آپ نے خادم سے کہا کہ چور ہمارے گھر سے خالی جا رہا ہے، جس میں ہماری بدنامی و ذلّت ہے۔ چور کو پکڑا گیا، پھر توبہ کرائی اور روحانی تربیت سے ابدال بنا کر متوفّی کی جگہ پوری فرما دی۔

اگرچه جان او خفته ست سنگین = شگافد تیر و قهرش خفتهٔ را
(مولانا روم)

یعنی: بظاہر تم اولیاء اللہ کی آنکھوں کو خوابیدہ و بے خبر خیال کرتے ہو۔ لیکن بباطن اُن کی نظرِ جلال خفتہ کو بیدار، گمراہ کو رہنما اور چور کو عشقِ الٰہی پر مجبور کر دیتی ہے۔

چو عنکبوت چناں صیدہائے ژفت گرفت

بہ بیں چہ صید کند، دامِ ربّی الاعلیٰ

یعنی: جب کمزور مکڑی اس قدر محکم و مضبوط شکار پکڑ لیتی ہے تو ذرا غور کر کہ رب تعالیٰ جل جلالہ کا جال کیسے کیسے گمراہوں اور نابکاروں کو شکار فرما کر شیدائیوں کی فہرست میں داخل کرتا ہے۔

O ایک شخص مدّت سے آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک روز شیخ کو کشف ہوا کہ یہ شخص زندگی میں کم وبیش ستّر عورتوں سے زنا کا مرتکب ہوگا۔ یہ دیکھ کر آپ کو رحم آیا اور دعا کردی کہ یا ربّ العزت! یہ میری صحبت میں رہتا ہے۔ اُن واقعات کو بیداری سے خواب میں بدل دے۔ تاکہ میرا خادم عذابِ دوزخ سے بچ جائے۔ ورنہ میری بڑی رسوائی ہوگی۔ اُسی شب کو اُس خادم نے دیکھا کہ اُس نے ستّر عورتوں سے زنا کیا ہے۔ صبح سویرے گھبرا کر شیخ کی خدمت میں مؤدبانہ حاضر ہوا اور یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تو بڑے عذاب سے نجات پا گیا۔

چوں ناز کند جاناں، اندر دلِ ما پنہاں

بر جملۂ سلطاناں، صد ناز رسد مارا

یعنی: جب عاشقانِ الٰہی ہماری اندرونی کیفیات پر نظر ڈالتے ہیں، سب اُن پر آشکار ہوجاتا ہے۔ اور غیبی طریقے سے ہماری امداد فرماتے ہیں کہ ہمیں آسانی سے نجات حاصل ہوجائے۔ اللہ والے اپنے شیدائیوں و خدمت گاروں سے بے خبر نہیں رہتے اور ہمیشہ اُن کی بہبودی کے خواہاں رہتے ہیں۔

گر ماندۂ تو در گل، رو آر بصاحبدل

کو ملکِ ابد بخشد، کو تاج و عَلَم دارد

(مولوی معنوی)

یعنی: اگر مصائب کے دلدل میں پھنس گئے ہو تو کسی خدارسیدہ صاحبِ دل کی طرف

متوجہ ہو جاؤ۔ وہ تمہیں آفات و بلیات سے نکال کر اُلفتِ الٰہی کے انعامات سے نوازتے ہوئے ملکِ ابدی و مسرتِ سرمدی عطا فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ، اُن کے سروں پر تاجِ رحمت اور ہاتھوں میں فرماں روائی کا جھنڈا ہوتا ہے۔

بکن آنجا مناجاتت، بگو اسرار حاجاتت

سلیماں خود همی داند، زبانِ جمله مرغاں را

یعنی: مصائب و آلام میں محبانِ قادرِ مطلق کو پکارو اور اپنی حاجتیں بیان کرو۔ وہ سب سنتے اور دیکھتے ہیں۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام تمام پرندوں کی زبان جانتے اور سمجھتے ہیں۔ محبانِ کردگار بھی سمیع و بصیر ہوتے ہیں۔ پروردگار نے انہیں صفتِ علیم وخبیر عطا فرما رکھی ہے۔

چوں دست نمی دہد وصالت = دست من و دامنِ خیالت

(عرفی)

یعنی: آپ تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، تو کیا ہوا۔ آپ کا دامنِ خیال ہر وقت میرے ہاتھ میں ہے اور یہی میری مدد کے لیے کافی ہے۔

ایک مظلوم دوشیزہ کی فریادرسی

حضرت عبید بن عاصم سے روایت ہے کہ حدیقۃ الرضوان کے شمالی علاقے میں آمنہ خاتون نامی ایک ذی علم، دولت منداور حسین وجمیل خاتون رہتی تھی۔ حضرت غوث سے وہ بے حد عقیدت رکھتی تھی اور اکثر مجلسِ وعظ میں آیا کرتی تھی۔ اس کے حُسن پر ایک نفس پرست رئیس فریفتہ تھا۔ جب وہ اپنے عشق میں ناکام رہا تو خبیث اُس کو بدنام کرنے کی تاک میں لگ گیا۔ ایک دن آمنہ اپنے قصر سے نکل کر ایک باغ کی طرف جا رہی تھی۔ اُس بدمعاش رئیس نے موقع غنیمت سمجھ کر اُس کی عصمت پر حملہ کرنا چاہا۔ اس پاک باز خاتون نے پریشان ہو کر حالتِ بیکسی میں حضرت غوث الاعظم کو مدد کے لیے آواز دی کہ حضرت

مجھے اس مصیبت و رسوائی سے بچا یئے۔ حضرت غوث پاک اس وقت خانقاہ میں وضو فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنی مریدہ کی حالت سے واقف ہوکر اپنی کھڑاؤں کو اشارہ فرمایا۔ کھڑاؤں اُڑ کر غائب ہوگئی اور اُس ظالم رئیس کے سر پر زور سے برسنے لگی۔ ضربِ شدید سے وہ بے ہوش ہوگیا۔ آمنہ خاتون نے حضرت کی کھڑاؤں کو پہچان لیا اور اپنے رومال میں لپیٹے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ چند روز بعد غوث پاک نے ایک خوش خصال، عالم نوجوان سے آمنہ خاتون کی شادی کرادی۔

مارا کنار گیر، ترا خود کنار نیست

عاشق نواختن بخدا هیچ عار نیست

یعنی: اے شیدایانِ الٰہی! تو بحرِ بیکراں ہے ہمیں ساحل عطا فرما یا اپنے آغوش میں دبوچ لے ورنہ ہماری خیریت وعافیت نہیں ہے۔ اور قسم خداوند قدوس کی، اپنے چاہنے والوں کو نوازنا اور سنوارنا تیرے جود و کرم کا ایک قطرہ ہی تو ہے۔ عاشقوں کی ہمت افزائی و تسلی میں کون سی عار و حیا کی بات ہے؟

O ایک روز غوثِ دستگیر بغداد کے بازار سے گزر رہے تھے۔ اُن کا جبّہ قدرے پرانا اور دریدہ ہو چکا تھا۔ ایک نیک دل تاجر نے حصولِ برکت کی خاطر ایک قیمتی جبّہ خریدا۔ اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر مودّبانہ انداز سے پرانے جبّے کو اُتروا کر نیا قیمتی جبّہ زیب تن کردیا۔ غوثِ دستگیر بغداد کے باہر کسی جگہ تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ چونکہ بیرونِ بغداد کا راستہ آبادی سے خالی اور سنسان جگہ تھا۔ موقع پا کر ایک چور آپ کے پیچھے ہولیا۔ چور سوچنے لگا کہ ان کا جبّہ بڑا قیمتی ہے اور یہ شخص عمر رسیدہ ہے۔ اگر مَیں جبّہ چھین کر دوڑ پڑوں تو یہ میرا تعاقب نہ کرسکے گا اور میرے ہاتھ بغیر محنت کے ایک غنیمت کا مال لگ جائے گا۔ چور آہستہ آہستہ شیخ کے پیچھے چلتا رہا اور مناسب جگہ پہنچ کر حضرت شیخ کے جبّے کو پیچھے سے کھینچ کر اُتار بھاگنا چاہا۔ جب چور نے جبّے کو کھینچا۔ حضرت شیخ نے اپنے دونوں

ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھادیا۔ جبّہ بدن سے نکل نہ پایا اور شیخ کے بازوؤں میں پھنس کر رہ گیا۔ غوث دستگیر ہاتھ بلند فرمائے بارگاہِ قدرت میں التجا کرنے لگے "اے میرے مالک! عبدالقادر کے جبّے کا دامن کسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اچھا ہے، برا ہے تو بہتر جاننے والا ہے۔ اگر وہ نیک ہے تو بہت بہتر، لیکن اگر وہ بُرا شخص، بُری نیت والا ہے تو روزِ محشر جب اُس کو اپنی بدکرداری کی سزا ملے گی تو میری بڑی رسوائی ہوگی کہ عبدالقادر کا دامن پکڑنے والا، چاہے جس نیت سے بھی پکڑا ہو، آج قابلِ سزا قرار پارہا ہے۔ لہٰذا اے مقلب القلوب! مخلوق کے قلوب تیری قدرتی انگلیوں کے بیچ میں ہیں۔ تیری رحمت کے صدقے اُس کے قلب میں نیکی اور رجوع الی اللہ کی ہمت ڈال دے۔" یہ فرمانا تھا کہ وہ چور، جبّہ چھوڑ کر غوث دستگیر کے قدموں میں گر پڑا اور توبہ کی۔ پھر خدمتِ شیخ میں زندگی بسر کر کے ایک ولی اللہ کا درجہ حاصل کرلیا۔

شمشیر بکف عمری در قصد رسول آید

در دامِ خدا افتد، و ز بخت ظفر باید

یعنی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار ہاتھ میں لیے جب قتلِ رسول اللہ ﷺ کے ارادے سے مقابل آ پہنچے تو اُن کی تقدیر نے لطفِ الٰہی کے پھندے میں گرادیا اور وہ نشانِ ظفر و فتح مندی لے کر واپس ہوئے۔

دست تو دستِ خدا، چشم تو مستِ خدا

بر ہمہ افتادہ باد! پایۂ ربّ العباد

یعنی: تمہارا ہاتھ، خدا کا ہاتھ ہے اور تمہاری مست بھری آنکھوں میں خدا کی خدائی پوشیدہ ہے۔ ایسی نظریں خدا کے تمام بندوں پر ہوجائیں تو خوش نصیبی کی انتہا ہوجائے۔ اہل اللہ کا کرم اور اللہ جل شانہ کی درگزری و رحیمیت کا اظہار ہوجائے۔

خارِ عالَم در رہِ عاشق نہاد = تاکہ جملہ خار را نسریں کند

یعنی: پروردگار نے دنیا کے تمام کانٹوں کو عاشق کے راستہ میں ڈال رکھا ہے۔ تاکہ وہ

تمام کانٹوں کو فیوضاتِ ربّانی سے لالہ ونسرین بنا دے۔

ملوکانند درویشاں، زمستی جمله بے خویشاں

اگرچه خاکی اند ایشاں، ولیکن شاه و سلطانند

(مولانا روم)

یعنی: سوختہ جگر درویشاں، درحقیقت وہی لوگ شاہانِ عالم ہیں، جو خدا مستی میں دنیا و مافیہا سے بیگانے ہوتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر نظروں کے سامنے وہ بھی خاکی نظر آتے ہیں لیکن بلاشک وشبہ اللہ جل شانہ نے انہیں شاہانِ زمان وسلطانانِ دوراں کر رکھا ہے۔

يك شمع ازيں مجلس، صد شمع بگر یاند

وں مُرده و گر زنده، ہم زنده شوی باما

یعنی: عشقِ الٰہی کی محفل کی ایک شمع سے سوسو شمعیں جل کر رونے لگتی ہیں۔ چاہے وہ مُردہ دل ہوں یا زندہ دل۔ اللہ والوں کو مجلس میں اُن کی محبت وعقیدت اُن کو رسوائی سے ہٹا کر سرخروئی کی طرف لے جاتی ہیں۔

O شیخ محی الدین بن العربی در بعضے رسائل می فرماید که ازیں طائفه ما بعضے را دیده ایم که صورت روحانیت ایشاں متجسّد و متمثل می شود بر صورت جسمانیت ایشاں۔ وبراں صورت متجسّده افعال و احوال می گذرانند۔ حاضران می پندارند که آں بر صورت جسمانیت ایشاں میگذرد ومیگویند که فلاں کس را دیدم چنیں و چنیں میکرد و حالانکه آں کس ازیں فعل مبرّا است وما ایں را بارها از بسیارے ازیں طائفه مشاهده کرده ایم و معاینه دیده ایم۔ وچنیں بود حال عبداللّٰه موصلی که معروف ست بقضیب البان۔ باید که بریں انکاری نیاری که اسرار خدائے تعالیٰ در افراد عالم بزرگ وبسیارست

و بقوّت عقل ادراك غور آں نمی تواں کرد۔ (نفحات الانس، صفحہ ۳۴۳)

ترجمہ: شیخ محی الدین ابن عربی اپنے کسی رسالہ میں فرماتے ہیں کہ ہم نے طائفہ اہل اللہ میں سے بعضوں کو ایسا دیکھا اور پایا ہے جن کی صورت و روحانیت، جسمانی صورت میں تبدیل ہو کر جسدی و مثالی بن جاتی ہے۔ اور اسی جسمانی صورت میں اُن سے افعالِ نادرہ صادر ہوتے ہیں۔ دیکھنے والے صرف اتنا سمجھ پاتے ہیں کہ یہ افعال اُن کی جسمانی صورت سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس لیے اکثر لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو ہم نے فلاں فلاں جگہ ایسے ایسے کرتے دیکھا ہے۔ حالانکہ وہ شخص ان حرکتوں و افعال سے پاک و مبرّا ہوتا ہے۔ ہم نے اس چیز کو، طائفہ اہل اللہ کے بہت سے افراد سے بارہا صادر ہوتے دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ موصلی جنھیں لوگ اکثر ''قضیب البان'' کے نام سے پکارتے تھے، وہ زیادہ تر ایسی حالت میں نظر آتے تھے۔

لہٰذا لوگوں کو لازم ہے کہ اس قسم کی کرامتوں کا انکار نہ کریں۔ کیونکہ اسرارِ الٰہی دنیا کے لوگوں میں ان گنت موجود اور زیادہ قوت کے حامل ہیں۔ جنھیں عقل کی طاقت سے سمجھ پانا سخت دشوار ہے۔

بیرونِ سبب باشد، اسرار عجائبہا
محجوب بود چشمے، کو جملہ سبب بیند

(مولوی معنوی)

یعنی: عجائباتِ الٰہی کے اسرار، سبب کے احاطہ سے ماورئی ہیں۔ جن آنکھوں کو سبب دیکھنے کی لت پڑ گئی ہے، سمجھ لو کہ یقیناً اُن کے سامنے دبیز پردہ لٹک رہا ہے۔

گر شمس فروشد بغروب، اونہ فنا شد
از بُرج دگر آں شہ انوار برآمد
گفتار رہا کن، بنگر آئینۂ عین
کایں شبہت واشکال زگفتار برآمد

یعنی: سورج ڈوب کر نیچے چلے جانے سے وہ فنا نہیں ہوتا، بلکہ وہ خورشید جہاں تاب دوسری طرف سے چہرہ نکال کر روشنیاں عطا کرتا ہے۔

باتیں بنانا چھوڑ دے، لچکدار باتوں کے جال میں نہ پھنس۔ آئینۂ حقیقت پر نظر کر۔ اُمید ہے نفع دے گا۔ اسباب کی جستجو اور گفتار کا زعم و کبر، شکوک وشبہات کا اصل اصول ہے۔

عــرفــی نــصـیـحـتـے کـنـمـت گوش دار گوش
تـا وار هی ز کشمکش صلح وجنگ خویش
بــاعـقـل و روح اگــر یـد بیضـات آرزوسـت
ناموس عشق جوی، مبیں نام وننگ خویش

(عرفی شیرازی)

یعنی: عرفی تجھ کو ایک نصیحت کی بات کہتا ہے۔ اُسے یاد رکھ تا کہ تو دنیوی صلح و جنگ کے بکھیڑوں سے نجات پا سکے۔

اگر تجھے عقل و روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نور کا مشاہدہ مطلوب ہے تو عشقِ الٰہی کی ناموری تلاش کر۔ اپنے نام وننگ کے خیال سے دور بھاگ جا۔

O شیـخ عبـدالـلّٰـه یافعی گفت که یکے از اهل علم مرا خبر داد که یکے از فقراء را نمی دیدند که نماز گذارد۔ روزے اقامت نماز میکردند او نشسته بود۔ فقیهی از سر انکار او را گفت "برخیز نماز بجماعت گذار" بـرخـاسـت وباایشاں تکبیر نماز گفت۔ رکعت اوّل بگذارد۔ وفقیه منکر پهـلـوی اوبود۔ چوں برکعت دوم برخـاستند۔ فقیه نظر بوی کرد۔ کسی دیـگـر را دیـد غیـر آں کـس۔ چوں برکعت سوم برخـاستند۔ فقیه کسی دیـگـر را دیـد غیـر آن دو کـس کـه اوّل نـماز می گذاردند و در رکعت چهـارم دیـگـرے دید غیر آنها۔ چوں سلا م دادند که هماں کس اوّل ست بـرجـائے خود نشسته۔ وازاں سه کس که در حال نماز دیده بود۔ اثری

نبود۔ آں فقیه نظر بوی کرد۔ او بخندید وگفت۔ ائے فقیه! کدام یك ازاں چهار کس باشما نماز گزارد؟ (نفحات الانس صفحہ ۳۴۳)

ترجمہ: شیخ عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ ایک اہلِ علم نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ایک فقیر کو کسی نے کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ ایک روز مسجد میں جماعت کی نماز کے لیے اقامت ہو رہی تھی۔ وہ فقیر باہر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک عالم، جو اُس فقیر سے نفرت کرتا تھا، نے غصّہ ہو کر اُس سے کہا ''اُٹھو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو'' فقیر ڈانٹ سُن کر اُٹھا اور لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گیا۔ وہ پہلی رکعت ادا کر رہا تھا اور نفرت کرنے والا عالم فقیر کی بغل میں کھڑا تھا۔ جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے۔ عالم صاحب نے اُس کی طرف دیکھا تو اُس کی جگہ پر کسی دوسرے شخص کو کھڑا پایا۔ پھر جب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے۔ عالم نے پہلے دونوں شخصوں کے علاوہ ایک تیسرے شخص کو موجود دیکھا۔ چوتھی رکعت میں پچھلے تینوں کے بجائے ایک چوتھے شخص کو حاضر پایا۔ جب سلام پھیرا گیا تو وہی پہلا فقیر اپنی جگہ پر موجود تھا۔ اور تینوں اشخاص غائب تھے۔ عالم صاحب جب فقیر کو غور سے دیکھنے لگے تو فقیر نے ہنس کر کہا ''حضرت! ان چار اشخاص میں سے کس نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی تھی؟''

چوں از دلِ عاشق، خبرے نیست کسے را
انکار دلِ عاشقِ شیدا نتواں کرد

(مولانا روم)

یعنی: جب عاشق کے دل کی حالت سے کوئی آگاہ نہیں ہے، تو پھر اُن جیسے شیدایانِ الٰہی کے دلوں سے نفرت اور انکار کرنا سخت جہالت وحماقت ہے۔

تهمتِ فسق بمن کردیکے دور اندیش
کایزد از صورتِ او، معنئ آدم برداشت

(عرفی شیرازی)

یعنی: ایک دانش مند و دور بین شخص نے مجھ پر فسق و فجور کی تہمت لگائی کیونکہ اللہ جل جلالہ نے اُس کی فطرت سے معنیِ آدم یعنی صفتِ آدمیت وسیرتِ انسانیت کو اُٹھا ڈالا ہے۔ جب انسان حقیقی معنوں میں انسان نہیں رہتا بلکہ غرور و ناز اُس کی حیوانی صفت اور شیطان سیرت بنا دیتا ہے تو وہ اہل اللہ کی تنقید و نکتہ چینی کرنے لگتا ہے۔

O شیخ عبداللّٰہ یافعی گوید که مثل این قضیه شنیدم که صادر شد از قضیب البان با بعضے از فقهاء موصل یعنی قاضی موصل را نسبتِ بوی انکار تمام بود. یك روز دید که دریکے از کوچهائے موصل از مقابل وی قضیب البان می آید. باخود اندیشید که وی را و قصّۂ وی را بحکم رسانم تاویرا بسیاستی برساند. ناگاه دید که بصورت پهلوان گردی برآمد. وچوں مقداری دیگر پیش آمد بصورت اعرابی برآمد. وچوں نزدیك ترشد بصورت یکے از فقهاء ظاهر شد چوں بقاضی موصل رسید گفت ائے قاضی! کدام قضیب البان را بحاکم میبری؟ وسیاست میکنی؟ قاضی از انکار خود توبه کرد و مرید شد.

شیخ عبدالقادر جیلانی را کسے گفتند که قضیب البان نماز نمی گذارد. گفت "هیچ مگوئید که همیشه سَرِ وی در خانۂ کعبه در سجود است." (نفحات الانس صفحہ ۳۴۳)

ترجمہ: شیخ عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ بعینہ اسی قسم کا ایک ماجرا مَیں نے سنا ہے جو قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ سے صادر ہوا تھا۔ وہ یہ کہ عالموں میں سے ایک لائق عالم جو شہر موصل کا قاضی تھا۔ قضیب البان سے دل میں کافی نفرت رکھتا تھا۔ ایک روز قاضیِ موصل نے دیکھا کہ شہر موصل کی ایک گلی میں قضیب البان سامنے سے آ رہے تھے۔ قاضی نے دل ہی دل میں سوچا کہ اس کو اور اس کے تمام کارناموں کو حاکمِ موصل تک پہنچا کر اُسے شدید سزا

دی جائے۔اس خیال کے آتے ہی قاضی صاحب اچانک دیکھتے ہیں کہ سامنے سے قضیب البان نہیں بلکہ ایک زبردست پہلوان گردوغبار اُڑاتے آرہا ہے۔ وہ جب قدرے قریب پہنچا تو دیکھتے ہیں کہ نہ قضیب البان ہے نہ پہلوان بلکہ ایک دیہاتی شخص ہے۔ جب بالکل نزدیک آ پہنچا تو ایک فقیہ و عالم بزرگ کی صورت نظر آئی اور قاضی کے پاس آ کر کہنے لگے ''اے قاضی صاحب! ان دیکھی ہوئی صورتوں میں سے کون سے قضیب البان کو حاکم کے پاس لے جاؤ گے اور سزا دلاؤ گے؟'' قاضی نے اپنی نفرت وتوہین سے توبہ کی اور اُن کے شاگردرشید بن گئے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوکر کسی نے یہ شکایت کی کہ ''قضیب البان نماز ادا نہیں کرتے ہیں۔'' شیخ دستگیر نے فرمایا ''خبردار! ایسی بات آئندہ ہرگز منھ سے نہ نکالنا۔ کیونکہ اس کا سر ہمیشہ خانۂ کعبہ کے سامنے حالتِ سجدہ میں رہتا ہے۔''

برائے دیدن تو، چشم دیگرم دید
کہ ایں چشمے کہ من دارم، جمالت را نمی شاید

(مولانا روم)

یعنی: اہل اللہ کی باطنی کیفیات دیکھنے کے لیے ایک دوسری آنکھ یعنی چشمِ باطن کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے سروں میں جو آنکھیں رکھتے ہیں، وہ اہل اللہ کے جمال کو دیکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ اللہ پاک کلام مجید میں فرماتا ہے ''**وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون.**'' یعنی وہ لوگ نظر اُٹھا کر آپ کی طرف دیکھتے تو ضرور ہیں لیکن درحقیقت آپ کیا ہیں اور کیسے ہیں وہ لوگ ہرگز دیکھ نہیں پاتے۔

واللّٰہ از وخبر نباشد جبرئیل مقدّس امیں را
خاکی چہ زند ز عجز او پائے اوچرخ بلند ھفتمیں را

یعنی: قسم بخدا! عاشق ومعشوق کے رمزوں کو جبرئیل امین تک سمجھ نہیں پاتے۔ تو پھر یہ عاجز مٹی کے پتلے، وہ مقامِ بلند جو سماءِ اعلیٰ سے بالا ہے، وہاں تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔

میــانِ عــاشــق و مــعشـوق رمــزیســت
کــرامـــاً کـــاتبیــن را هــم خبــر نیســت

O التـصـرّف فی الاجساد الانسانية لتكون روحانية نورانية. كجسد نبيّـنـا محمّد صلى اللّٰه عليه وآله وسلم لان الاصل خلقة نورانى و روحانية سرّملكوتى ولهٰذا لايرى له صلى اللّٰه عليه وآله وسلم ظلّ بالغدو والآصال.

و روى فى "منتخب كنزالعمال" عن ابى هريرة رضى اللّٰه عنه انه قال قـال رسـول الـلّٰـه صـلـى اللّٰه عليه وآله وسلم "يا بلال حدّثنى بارجىٰ عمل عـملته عندك فى الاسلام منفعته. فانى سمعت اللية دق نعليك بين يدى فـى الجنّة. قال ما عملت عملاً أرجى من انّى لم اتطهّر طهورا فى ساعة فى ليل اونهار الّا صلّيت بذلك الطهور ماكتب لى ان اصلّى.

وفـى رواية قـال صـلـى الـلّٰه عليه وآله وسلم "يابلال بما سبقتنى الى الجنّة ما دخلت قطّ الّاسمعت خشخشتك امامى" قال بلال "ما أذنت قطّ الّا صـليـت ركـعتين وما اصابنى حدث الّا توضأت وصلّيت ركعتين" فقال "بهذا نِلتَ." (نزهة الخاطر فى مناقب عبدالقادر)

ترجمہ: انسانی جسموں میں، روحانی ونورانی طاقت کا تصرف:

بطور مثال چونکہ رسول اللہ ﷺ کی اصلِ تخلیق نورانی ہے۔ آپ ﷺ کی روحانیت لاکھ درجہ ملکوتی طاقت سے برتر ہے۔ لہٰذا حضرت ﷺ کے جسد مبارک کا سایہ صبح وشام کبھی دکھائی نہ پڑتا تھا۔

"منتخب کنزالعمال" میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا "اے بلال! بتاؤ تو ذرا، کہ تم نے زمانۂ اسلام میں کون سا امید افزا ومنفعت بخش عمل کیا ہے؟ کیونکہ شب معراج، میرے آگے آگے جنت میں تمہاری نعلین کی

آہٹ مَیں نے سُنی ہے'' بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرا سب سے زیادہ پُر امید عمل صرف یہ ہے کہ شب و روز مَیں جب بھی وضو کرتا ہوں۔ مرضیٔ مولا کے موافق چند رکعتیں نماز ادا کر لیتا ہوں۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے پوچھا ''اے بلال! تم میرے آگے جنت کیسے پہنچ گئے؟ کیونکہ جہاں جہاں مَیں جنت سے گزرا، وہاں وہاں میرے آگے تمہارے قدموں کی آہٹ مَیں نے سُنی۔'' بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''مَیں نے ہر اذان کے قبل دو رکعت ادا کی اور ہر حدث کے بعد وضو کیا، پھر دو رکعت نماز ادا کی'' حضرت ﷺ نے فرمایا ''واہ واہ! اس درجہ کے حصول کا بس یہی تو سبب تھا۔''

چہ دانم چہ گویم این داستاں ۔۔۔ بروں است از حدّ امکانِ ما
چہ کبکان وبازاں، بہم می پرند ۔۔۔ میانِ ہوائے کہستانِ ما

(مولوی معنوی)

یعنی: عارفوں کے احوالِ نادرہ کی داستانیں، علم کی حد سے دور و طاقتِ گویائی سے بعید ہیں۔ لہٰذا حدِ ادب یہ ہے کہ اُن کے سامنے ہمیشہ سرِ تسلیم خم رکھا جائے۔ اُن لوگوں کے میدانِ پرواز وفضائے عشق و معرفت میں چکور اور عقاب باہم دوست کی طرح اُڑتے ہیں۔ وہاں دشمنی، کدورت اور کینے کا نام نہیں ہے۔

کنارے ندارد بیابانِ ما ۔۔۔ قرارے ندار دل و جانِ ما
چو بر رہ بہ بینی، بریدہ سرے ۔۔۔ کہ غلطاں شود سوئے میدانِ ما
ازو پُرس از وپُرس اسرارِ ما ۔۔۔ کہ او داند از سِرّ پنہانِ ما

(مولوی معنوی)

یعنی: ہمارے صحرائے عشق و عرفان کا کوئی ساحل نہیں ہے، بالکل اسی طرح ہم عشاقانِ معبود کے دلوں کی اُڑان حدِ بے قراری تک پہنچی ہوئی ہے۔

اگر سڑک پر کسی کٹے ہوئے سر کو میدانِ محبوب کی طرف غلطاں و پیچاں دیکھو تو اس

سے ہم خدامستوں کے اسرار ورموز کسی قدر پوچھ لو کیونکہ اس قسم کا شخص ہمارے پوشیدہ راز کو جان سکتا ہے۔

O وفی کتب بعض المشائخ رأی النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فی قاب قوسین او ادنیٰ وفی مقعد صدق عند ملیک مقتدر رجلا مغطی بغطاء من الرأس الی القدم فأخذتہ الغیرۃ فقال یاربّ ھذا موضع الادب. مَن ھذا الرجل؟ فجاء النداء من قبل اللّٰہ عزّوجل "ھذا اویس! استراح بعد سبعین سنۃ وسألنی ان اکتمہ أخفیہ فاجبتہ."

وذکر صاحب جواھر القلائد آخذا من "مجمع الفضائل" قال سمعت عن المشائخ الصوفیۃ ان سیّدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی ھو الغوث الاعظم رأی نبیّنا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیلۃ المعراج و شرّف بتشریف الولایۃ المطلقۃ المحمّدیۃ وخلعتہ الوارثۃ المحبوبیۃ فی تلک اللیلۃ المبارکۃ.

ترجمہ: بعض مشائخ کی تصنیفات میں ہیں کہ حضرت ﷺ نے "**قاب قوسین او ادنیٰ**" ومقام "**مقصد صدق**" میں مالک مقتدر کے پاس، ایک شخص کو سر سے پاؤں تک چادر تانے سوتے دیکھا۔ آنحضرت ﷺ کو یہ عمل ناگوار گزرا اور گویا ہوئے "اے مالکِ دوجہاں! اس مقامِ ادب میں یہ کون ہے جو لمبی تانے پڑا ہوا ہے؟" ربّ العزت کی طرف سے صدا آئی "یہ اویس قرنی ہے۔ بیچارے نے ستر برس بعد ذرا آرام کیا ہے۔ اور مجھ سے سوال کیا ہے کہ اس کو چھپادوں اور پوشیدہ رکھوں۔ مَیں نے اس کی لاج رکھ لی ہے۔"

جواہر القلائد کے مصنف "**مجمع الفضائل**" سے اخذ کر کے بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے مشائخ صوفیہ سے سنا ہے کہ سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی نے شبِ معراج حضرت ﷺ کو دیکھا اور ولایتِ مطلقہ محمدیہ کے شرف سے مشرف ہوئے۔ اسی

مبارک رات میں وہ خلعتِ وراثتِ محبوبیت سے آراستہ وپیراستہ ہوئے۔

پیشِ طبیبش سرنبہ، یعنی مرا تریاق دہ

ایرا دریں زنداں بسے، من زہرہا نوشیدہ ام

(مولوی معنوی)

یعنی: معبودِ برحق وطبیبِ اکبر کے سامنے دوزانو ہوکر بھیک مانگ کہ یابارالٰہی! مجھے تریاقِ اعظم عطا فرما کیونکہ بندے نے اس دنیائے دنیٰ کے قیدخانہ میں کثرت سے زہر پی رکھا ہے۔ضرور ملے گا۔ ملنے کی یہ اصلی راہ ہے۔غور سے ملاحظہ کرو کہ اویس کو کیا کچھ ملا۔

O وکما نقل عنہ انہ قال "لمّا عرج بجدّی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لیلۃ المعراج و بلغ سدرۃ المنتہٰی بقی جبرئیل متخلّفا وقال یا محمد لو دنوت أنملۃ لاحترقت. فارسل اللّٰہ تعالیٰ روحی الیہ فی ذلک المقام لاستیفادتی من سیّد الانام فتشرّفت بہ واستحصلتُ علی النعمۃ العظمی والوراثۃ والخلافۃ الکبریٰ وحضرتُ و اوجدتُ بمنزلۃ البراق حتّی رکب علیّ جدّی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وعنانی بیدہ حتّی وصل فکان قاب قوسین أو ادنٰی وقال لی یا ولدی و حدقۃ عینی "قدمی ھذہ علی رقبتک وقدماک علی رقاب کل اولیاء اللّٰہ تعالیٰ.""

ترجمہ: شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب شب معراج جبرئیل علیہ السلام نے میرے جدّ امجد محمد ﷺ کو لے کر عروج فرمایا اور سدرۃ المنتہیٰ کو پہنچے تو جبرئیل پیچھے رک گئے اور کہنے لگے "یا محمد ﷺ! اگر مَیں انگلی کے پور برابر پَر سے اُڑا تو جل کر خاک ہوجاؤں گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری روح کو سیدانام کی خدمت بجالا کر استفادہ کی خاطر اس مقام میں آپ کے پاس روانہ فرمایا۔ خدمتِ خیرانام سے مجھے شرف حاصل ہوا اور نعمتِ

عظمیٰ میرے ہاتھ لگی۔ وراثت وخلافتِ کبریٰ کا مَیں مالک بن گیا۔ وہاں پہنچ کر اپنے آپ کو ایک براق کی صورت میں پایا۔ حتیٰ کہ میرے جدّ امجد ﷺ مجھ پر سوار ہو گئے اور لگام اپنے ہاتھوں میں تھام کر قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر پہنچے۔ پھر مجھ سے فرمانے لگے ''اے میرے آنکھوں کی ٹھنڈک! اے پیارے بیٹے! یہ میرا قدم تمہاری گردن پر ہے اور تمہارے دونوں قدم دنیا کے تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہیں۔''

بدو گفت سالار بیت الحرام — کہ ائے حاملِ وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی — غنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماند کہ نیروی بالم نماند
اگر یك سر موئے برتر پرم — فروغ تجلّی بسوزد پَرم

(سعدی شیرازی)

یعنی: جب سدرۃ المنتہیٰ تو سید الحرمین رسول الثقلین ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے دوست! تم مجھے یہاں پر چھوڑ کے واپس کیوں لوٹ رہے ہو؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ تنہا سفر کیجیے۔ یہ مقام آپ کا ہے۔ میری رسائی سے بعید ہے۔

حضرت ﷺ نے جبرئیل سے کہا کہ جب تم نے مجھے مخلص دوست مان لیا ہے تو میری ہمراہی سے اپنی لگام کو کیوں پھیرتے ہو؟ جبرئیل کہنے لگے کہ اے حضرت! یہاں سے اوپر چڑھنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ مَیں یہاں پر رک جاتا ہوں کیونکہ میرے پروں کی اُڑان یہاں پر ختم ہے۔ اگر ایک بال برابر اوپر اُڑنے کی جرأت کروں تو تجلیِ الٰہی کی کثرت سے میرے پَر جل جائیں گے اور مَیں پَر سوختہ سرکش بن جاؤں گا۔

غوث اعظم، قطب عالم، محیِ دین — شیخِ حق، محبوبِ ربّ العالمین
پیرِ پیراں، میرِ میراں، دستگیر — شیخِ اکبر، پیرِ ہر برنا و پیر
قرّۃ العینِ جنابِ مصطفےٰ — نورِ دین، لختِ دلِ خیر النساء

یعنی: شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم ہیں، دنیا کے قطب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے

برگزیدہ محبوب و شیخ اکبر ہیں۔ دین اسلام کو دوبارہ زندگی بخشنے والے ہیں۔

پیروں کے مرشد، سرداروں کے سرپرست اور مخلوق کے دستگیر، اور ہر جوان و معمر سن رسیدہ لوگوں کے رہنما، حضرت عبدالقادر دستگیر ہیں۔

حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ دین اسلام کا نور و چمک ہیں اور حضرت فاطمہ خیر النساء کے جگر گوشہ ہیں۔

O قال الجیلانی فی بعض اشعارہ

وصلت الی العرش المجید بحضرتی ۔۔۔ فلاحت لی الانوار والحق اعطانی
نظرت لعرش اللّٰہ قبل تخلقی ۔۔۔ فلاحت لی الاملاک واللّٰہ سمانی
وتوجّنی تاج الوصال بنظرۃٍ ۔۔۔ عمن خلعۃ التشریف والقرب اکسانی

ترجمہ: شیخ جیلانی دستگیر رضی اللہ عنہ اپنے بعض اشعار میں فرماتے ہیں کہ "مَیں عرشِ مجید تک اپنے وجود اور اپنے جدّ امجد ﷺ کے ساتھ پہنچا۔ اور مجھ پر عرشِ الٰہی کے انوار ظاہر ہوکر چمکے اور یہ سب کچھ عطاہائے ربّ الارباب میں سے ہیں۔

میری تخلیق، بصورتِ انسانی سے پہلے، عرشِ الٰہی کی طرف جب مَیں نے نظر ڈالی تو خدا کی خدائی مجھ پر اُجاگر ہوگئی اور اللہ سبحانہ نے مجھے منتخب فرمالیا اور میرا نام تک رکھ دیا۔

رب کے سمندرِ جود و کرم کی نگاہِ لطف نے وصال کا تاج میرے سر پر رکھ دیا اور شرفِ بزرگی اور قرب و یگانگت کی خلعت سے سرفرازی عطا کی۔

بینی اندر خود علوم انبیا = بے کتاب و بے معین و اوستا

(مولوی معنوی)

یعنی: عطائے الٰہی سے اگر علمِ لدنی کا کچھ حصہ تمہیں نصیب ہوجائے تو تم بغیر کتاب و مددگار اور بغیر استاد و معلم کے اپنے اندر نبیوں کے علوم کا مجموعہ دیکھ سکو گے۔

O وقال الشیخ الاجل العارف باللّٰہ السیّد نعمۃ اللّٰہ فی سفینۃ قد

سمعت عن بعض السادات الصوفية لمّا بلغ مقام نبيّنا محمد صلى اللّٰه عليه وآله وسلم سمع عن جناب اللّٰه تعالىٰ "قِف يامحمّد انّ ربک يصلّى" فقال صلى اللّٰه عليه وآله وسلم "لى مع اللّٰه وقت لا يسعنى فيه ملک مقرّب ولا بنى مرسل" فظهر العشق الذاتى على الهيئة الطاؤسية من وراء الكبرياء بحضور الختمية صلى اللّٰه عليه وآله وسلم فسأل عنه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم فألهم "هذا من ولدک و اورث ولاتيک ومحى الدين من بعدک اسمه عبدالقادر" فحصل له صلى اللّٰه عليه وآله وسلم السرور و شكر اللّٰه الشكور.

ترجمہ: شیخ عارف باللہ سید نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "سفینہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ مَیں نے بعض ساداتِ صوفیہ رحمہم اللہ سے سُنا ہے کہ جب ہمارے نبی ﷺ شبِ معراج میں مقامِ اعلیٰ کو پہنچے، حضرتِ الٰہی سے یہ ندا آئی "اے محمد ﷺ! ٹھہر جائیے۔ آپ کا رب صلوات بھیج رہا ہے۔" لہٰذا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ "اللہ کے ساتھ میرے لیے ایک ایسا خاص وقت ہے جس میں نہ کسی مقرّب فرشتے کا دخل ہے اور نہ کسی نبیٔ مرسل کی گنجائش ہے۔"

اس کے بعد حضرتِ خاتم المرسل ﷺ کے مقابل، حجاب کبریائی سے عشقِ ذاتِ الٰہی، ایک طاؤس کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔ رسول اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ صورت طاؤسیہ کس کی ہے؟ خبر آئی کہ "یہ تیرے بیٹوں میں سے ایک ہے، جو تیری ولایت کا وارث ہے۔ اور تیرے بعد دینِ اسلام کو زندہ کرنے والا ہے۔ اس کا نام عبدالقادر ہے۔" یہ بشارت سُن کر حضرت رسالت مآب ﷺ کو نہایت سرور حاصل ہوا اور ربّ مشکور کا شکر بجالائے۔

با آیت کرسی بسوی عرش پریدیم
با حیّ بدو بدیم و بقیّوم رسیدیم

(مولوی معنوی)

یعنی: عارفانِ قادرِ مطلق، آیت کرسی یعنی اسم اعظم عطائی کی طاقت سے عرشِ الٰہی کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ ذکر ''حیّ'' کے ساتھ دوڑتے ہیں اور منزل گاہ ''قیوم'' تک رسائی ہوجاتی ہے۔

هـر کـس کـه شـود طالبِ عشق رخِ محبوب

اسپِ طــربِ عشــق بــجـنّـــات جهـــانـد

(مولوی معنوی)

یعنی: جو شخص محبوب کے چہرۂ انور کی دید کا مشتاق ہوتا ہے، وہ محبت کے خوش و تیز رفتا وطرب انگیز گھوڑے پر سوار ہوکر بہشتوں کی سیر کرتا ہے اور وہاں پہنچتا ہے جہاں انسانی تصّورات کی رسائی ناممکن ہے۔

خـمـوش اگـر شـمـرم من، عطا و بخشش او

ازاں شـمــار شـوی، خیـره تـا بروز شمـار

(مولوی معنوی)

یعنی: چپ رہو۔ یہ چپ رہنے کی جگہ ہے۔ اگر مَیں رحم وکرم، جود وعطائے الٰہی گن گن کر تمہیں بتاؤں تو میری اس گنتی وشمار سے روزِ قیامت تک تم بیہوش رہو گے۔

O وایضا نقل عن الغوث الاعظم انه قال قال رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه لمّا عرج بحبیب اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم لیلة المعراج استقبل اللّٰہ ارواح الانبیاء والاولیاء من مقاماتهم لاجل زیارته. فلمّا قرب نبیّنا صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم الی العرش المجید. رأه عظیماً رفیعاً لابّد للصعود الیه من سُلّم و مرقاة. فارسل اللّٰہ الیه روحی فوضعت کتفی موضع المرقاة فاذا أراد ان یضع قدمیه علی رقبتی سأل اللّٰہ تعالیٰ عنّی فألهمه:

''هـذا ولـدک اسمه عبدالقادر لولا انّی ختمت النبوّة بک لکان هو

اھلاً لھا بعد" فشکر اللّٰہ تعالیٰ علیه وقال لی جدّی صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم" یابُنَیّ! طوبی لک! رأیتنی ووجدت نعمتی ثم طوبی لمن رأک أو رأی من رأک أو رأی من رأی من رأی من رأک الی سبعة و عشرین. وجعلتک و زیری فی الدنیا والاخرة و ضعت قدمی ھذہ علی رقبتک وقدماک علی رقاب جمیع الاولیاء بلا تفاخر ولا مباھات ولو کانت النبّوة بعدی لنلتھا ولا نبیّ بعد."

ترجمہ: یہ فرمانِ ذیشان بھی غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ "جب شبِ معراج حضرت جبرئیل علیہ السلام نے محمد حبیب اللہ ﷺ کو ہمراہ لے کر عروج فرمایا، اللہ جل شانہ نے جملہ انبیاء واولیاء کی روحوں کو اُن کے مقامات سے سرورِ عالم ﷺ کی ملاقات کے لیے استقبال کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب ہمارے نبی محمد ﷺ عرشِ اعلیٰ کے قریب پہنچے تو اُس کو نہایت بزرگ و بلند وعظیم ورفیع پایا۔ جہاں پر چڑھنے کے لیے ایک سیڑھی کی ازحد ضرورت ہے۔ اللہ جل جلالہ نے میری روح کو اُس مقام پر بھیجا اور مَیں نے اپنے کندھے کو سیڑھی کی جگہ پر رکھ دیا۔ جب آپ ﷺ نے اپنے قدموں کو میری گردن پر رکھنے کا قصد فرمایا۔ میرے متعلق اللہ پاک سے دریافت کیا۔ صدا آئی، یہ تیرا بیٹا ہے۔ نام عبدالقادر ہے۔ اگر مَیں تجھ پر نبوت کا خاتمہ نہیں کرتا تو تیرے بعد یہ نبوت کا حقدار ہوتا۔" یہ سُن کر حضور ﷺ شکرِ حق بجالائے۔ پھر مجھ سے فرمانے لگے "اے لختِ جگر! تجھے خوش خبری ہو۔ تو مجھے دیکھ پایا ہے اور میری عطا و بخشش تجھ پر نثار ہے۔ مبارکباد ی ہو اُن کو، جو تجھے دیکھ پائیں گے یا اُن کو دیکھے گا جو تجھے دیکھ پایا ہے۔ اسی طرح سترہ سلسلے تک دیکھنے والوں کو میری طرف سے مبارکباد ہے۔ مَیں نے تجھ کو دنیا و آخرت میں اپنا وزیر بنالیا ہے۔ اور اپنے قدموں کو تیری گردن پر رکھ دیا ہے۔ اور تمہارے دونوں قدم جملہ اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہیں۔ بغیر کسی تفاخر و تقابل پسندی کے۔ اگر میرے بعد نبوّت جاری رہتی تو ضرور اسے تُم حاصل کرتے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ کیونکہ مَیں خاتم الانبیاء

ہوں۔''

گردنیں جھک گئیں، سر بچھ گئے، دل ٹوٹ گئے
کشف ساق آج کہاں، یہ تو قدم تھا تیرا
واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچے کے سروں سے، قدم اعلیٰ تیرا
(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)

عاقبت از عاشقاں بگریختی — و ز مصاف پہلواں بگریختی
بر پلنگاں حملہ کردی ہمچو شیر — پس چور و باہ از میاں بگریختی
چو تو بینی دستِ تیر انداز را — چوں تو چوں، تیر از کماں بگریختی
(مولوی معنوی)

یعنی: اے ملعون! آخرکار تجھے شیدائے الٰہی ومقبولِ بارگاہِ قدوسی کی دشمنی سے پشیمان ہوکر بھاگ کھڑا ہونا پڑا۔ تیری پہلوانی اور دغابازی، عاشقانِ الٰہی کے میدان میں مات کھانے کے سوا کچھ نہیں لا سکے گی۔

اے دھتکارے ہوئے ابلیس! شیر بن کر اللہ کے چیتوں پر حملہ کرکے تو نے رسوائی کے سوا اور کیا پایا۔ آخرلومڑی کے مانند دُم دبا کر دفع ہونا ہی پڑا۔

اے خنّاس! اہل اللہ بحکم جل شانہ تیر پھینکنے والے تو ضرور ہیں۔ لیکن وہ تیر حقیقت میں کس کے ہاتھ سے چھوٹتا ہے، اس کی بھی کچھ خبر ہے؟ ارے تیرا کہنا ہی کیا ہے۔ تُو تو راندۂ درگاہ ہے۔ اگر تیرا انداز کے حقیقی ہاتھ کو دیکھ لے تو خود تیر کمان سے بھاگ پڑے گا۔ خود تیر کو دستِ تیرانداز کی خبر نہیں ہے۔ اپنی بساط کے باہر زور آزمائی کرنا محض حماقت ہے۔

استقامتِ غوث دستگیر:

ایک دفعہ آپ کی مجلس میں نامور فقہاء اور ممتاز علماء موجود تھے۔ آپ مسئلۂ قضا وقدر

پر گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک چھت پر سے ایک بڑا سانپ مجلس میں آ گرا۔ حاضرین گھبرا کر بھاگ پڑے۔ مگر آپ بیٹھے رہے۔ سانپ آپ کے کپڑوں میں گھس گیا اور جسم کے گرد حلقہ مار کر گریبان سے باہر نکل آیا اور آپ کی گردن سے لپٹ گیا۔ آپ کے سلسلۂ کلام میں کسی قسم کی رکاوٹ اور فتور نہ آیا۔ سانپ زمین پر آ بیٹھا اور دُم کے بل کھڑا ہو کر آپ سے ہمکلام ہوا، پھر وہ اپنی راہ چلا گیا۔ لوگ لوٹ آئے۔ آپ نے فرمایا کہ سانپ نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ اس طرح بہت سے ولیوں کو آزما چکا ہے۔ لیکن مجھ جیسا کسی کو ثابت قدم نہیں پایا۔ مَیں نے سانپ سے کہا کہ تمہارے گرنے کے وقت مَیں قضا و قدر پر گفتگو کر رہا تھا۔ تو ایک حقیر کیڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا، جسے قضا و قدر حرکت دیتے ہیں۔ مَیں نے عزم بالجزم کرلیا کہ میرا فعل میرے قول کے برعکس نہ ہو۔ (زبدۃ الآثار، صفحہ ۶۴ / نثر الجواہر، صفحہ ۲۹)

جود و ایثار و غوث دستگیر:

شیخ ابی بکر عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں اپنے والد شیخ دستگیر کے ساتھ مع قافلہ حج کو روانہ ہوا۔ جب ہم مقام ''حُلّہ'' پہنچے، وہاں کے مشائخ اور رئیسوں نے اپنے اپنے گھروں میں اقامت پذیر ہونے کی درخواست کی۔ لیکن شیخ نے قبول نہ فرمائی۔ ہمیں حکم صادر فرمایا کہ یہاں کسی بیکس و محتاج کا گھر ڈھونڈھو۔ ہم نے ایک پہاڑی کے دامن میں ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی دیکھی، جہاں پر دو ضعیف، عمر رسیدہ مرد و زن اپنی ایک لڑکی کے ساتھ رہتے تھے۔ اُن کی اجازت پر شیخ جیلانی اُن کی جھونپڑی میں مع قافلہ داخل ہو گئے۔ اب کیا تھا بس شہر کے چاروں طرف سے کھانے پینے کی چیزیں، روپیہ، سونا، بکریاں ہدیۃً آنے لگیں۔ شیخ نے ہفتہ بھر اقامت فرمائی اور تمام اشیاء ان مسکینوں کو عنایت فرما کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

چند سال بعد اُس مقام سے میرا گذر ہوا تو ان محتاجوں کو سب سے زیادہ مالدار پایا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ تمام برکتیں شیخ جیلانی دستگیر لاثانی کے عطیات میں سے ہیں۔

(انہار المفاخر و نثر الجواہر، صفحہ ۱۶)

چُســت و فـروبــاش تـو، حـق دهـدت منزلت
سنگ سیاه گشت زر، خونِ سیاه گشت شِیر

(مولوی معنوی)

یعنی: اللہ کے کاموں میں چست و چالاک رہنے کے ساتھ ساتھ عاجزی اور فروتنی اختیار کرو تو اللہ جل جلالہ تم کو قدر و منزلت بخشے گا۔ اور تمہاری دینی و دنیوی احتیاج کو ایک نہ ایک طریقے و وسیلے سے پورا فرمائے گا۔ اللہ جل شانہ کا اپنے جان نثاروں کے وسیلے سے کم نصیب کو خوش نصیب اور محتاج کو امیر بناتے اکثر دیکھا گیا ہے۔ سیاہ پتھر کو خالص سونا بنا دینا اور کالے لہو کو سفید و شیریں دودھ بنا دینا اہل اللہ و عارف باللہ کا خاص کام ہوتا ہے۔

درویـش فریدوں شد، هـم کیسهٔ قاروں شد
انـدیشـه پـریشــاں شد، تـا بـاد چنیں بـادا

یعنی: مستانِ خدا کی وساطت سے بہت سے مسکین و غریب، شاہ فریدوں بن گئے اور قارونی خزانے ہاتھ لگ گئے اور تمام تفکرات معدوم ہو گئے۔ واہ واہ کیا کرم ہے! کرم ہو تو اس طرح کا ہو۔

هر جنس که می کاری، آں جنس تو برداری
گـنـدم چـه دهـد گندم، و ز جَو همه جَو زاید

(مولوی معنوی)

یعنی: جو دانہ تم بوؤ گے، وہی دانہ فصل کے اختتام پر تم اُٹھاؤ گے۔ گیہوں سے گیہوں پاؤ گے اور جَو سے جَو لے جاؤ گے۔

(اسی طرح جب اہلِ نظر و کرم کے دامن سے تمہاری وابستگی ہو جائے گی تو دولتِ دارین کی فراوانی نصیب ہوگی۔ دنیا کی بالا دستی اور آخرت کی سرخروئی صاحبِ دل کے قبضے میں ہوتی ہے۔)

ہر کہ بجز عاشقاں، ماہئ بے آب داں
مُردہ و پژمردہ است، گرچہ امیر و وزیر

(مولوی معنوی)

یعنی: جس کے نصیب میں عشقِ الٰہی نہیں ہے وہ مچھلی بغیر پانی کی طرح ہے۔ خواہ وہ بادشاہ ہو یا وزیر۔ درحقیقت وہ مُردے ہیں اور مُردوں کے مانند دنیا میں زندگی گزارتے ہیں۔

ہر کہ بود صید عشق، کے بود او صید مرگ
چوں سپرش ماہ بود، کی رسدش زخم تیر

یعنی: جو عشقِ غفّار و ستّار کا شکار بن گیا، وہ کبھی بھی موت کا شکار نہیں بنتا ہے۔ کیونکہ جس کے ہاتھ میں چاند ڈھال کی صورت اختیار کرلے اُس کو تیر سے زخمی ہونے کا گمان تک نہیں ہوسکتا۔

○ شیخ عبداللطیف احمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر ایک روز پند و نصائح کی باتیں کررہے تھے۔ لوگوں میں کسی قدر بے التفاتی اور سستی دیکھ کر آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر مندرجہ ذیل دو اشعار پڑھے:

لاتَسْقِنِی وَحدِی فِیما عَوَدّتنی ۔۔۔ اِنّی اَشِحُّ بِھا علیٰ جُلّاسِی
انت الکریم وھل یلیق تکرما ۔۔۔ ان یحرم اللّٰہ مان دورِ الکاسِ

یعنی: صرف مجھے تنہا نہ پلا کیونکہ تو نے مجھے اس عادت پر پیدا نہیں فرمایا کہ مَیں اپنے ہم نشینوں کے ساتھ بخیلی سے پیش آؤں۔ تو کریم ہے۔ مالکِ جود و عطا ہے۔ کیا یہ حرکت لائقِ بزرگی ہے کہ یاروں کو جامِ الفت و بادۂ وحدت کے دور سے محروم رکھا جائے؟

ابوالحسن علی فرماتے ہیں کہ جب شیخ ابوالقاسم عمر، حضرت غوث کا ذکر کرتے تھے تو یہ دو اشعار پڑھتے تھے:

الحمد للّٰہ اِنّی جوار فَتّی ۔۔۔ حامی الحیقۃ نَفّاعٍ و ضَرّار
لایرفع الطرف الّا عند مُکَرمۃ ۔۔۔ من الحیاء ولا یغضی علیٰ عار

یعنی: حمد بے نہایت ہے اس حافظ اکبر کی جس نے مجھے اُس ہستی کی ہمسائیگی کے حوالے کر دیا جو حقیقت کی حمایت کرنے والا، بہت نفع بخشنے والا ہے۔ مگر قہار و جبار کی طرح دشمنِ دین کو بہت ضرر پہنچانے والا بھی ہے۔ وہ اپنے کنارۂ چشم کو بسبب شرم و حیا کے اوپر نہیں اُٹھاتا مگر اس وقت جب بخشش و عطا کا دریا بہاتا ہے تو خوش خوش نظر سے التفات فرماتا ہے اور شرما کر آنکھیں میچ نہیں لیتا۔ (انہار المفاخر/ نثر الجواہر صفحہ ۱۷۔۱۶)

''لوائح الانور'' میں درج ہے کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی جمعہ کے روز مسجد میں تشریف لے جاتے تو لوگوں کو بازاروں میں خرید و فروخت کی مشغولیت کے سبب ذکر الٰہی سے غفلت میں پھنسا دیکھ کر زار زار روتے تھے۔ آپ کی یہ حالت دیکھتے ہی بازار والے دکانیں جلد از جلد بند کر کے آپ کے پیچھے پیچھے نماز میں حاضر ہو جاتے تھے۔

O ''لوائح الانوار'' میں مرقوم ہے کہ شیخ عبدالقادر فرماتے تھے کہ ''ابتدا میں جب مجھ پر تجلیاتِ نورانی نمودار ہوتیں تو مَیں بے ہوش ہو جاتا اور زندگی کی کچھ علامت مجھ مَیں نہیں پائی جاتی تھیں۔ لوگ تجہیز و تکفین کا تہیہ کرتے اور غسل دلوانے تختے پر لٹا دیتے تھے کہ یکبارگی مجھے ہوش آ جاتا اور زندہ ہو کر اُٹھ بیٹھتا۔'' (نثر الجواہر، صفحہ ۲۵)

انیك آں مرغاں که ایشاں، بیضها زرّیں کنند

کرّہ تند فلك را، هر سحر گاه زین کنند

(مولوی معنوی)

یعنی: اہل اللہ و عاشقانِ خدا، ایک ایسے پرندے جیسے ہوتے ہیں جو سونے کے انڈے دیتے ہیں۔ اور اس تیز رفتار دائرہ فلک کی سواری پر زین کس کے ہر صبح پرواز فرماتے ہیں۔

عشق آب حیات آمد، برهاندت از مُردن

ائے شاد که او خود را، در عشق در اندازد

یعنی: عشق و محبتِ ذاتِ واجب الوجود، آبِ حیات کے مانند ہے۔ جب محبتِ الٰہی

آ گئی تو یقین کرلو کہ اب موت سے آزادی ہوگئی۔

مبارک وخوش قسمت ہے وہ شخص جس نے اپنے آپ کو بحرِ عشق میں غرق کر کے بظاہر فنا اور بباطن بقائے دائمی حاصل کر لی۔

عشرت قطرہ ہے، دریا میں فنا ہو جانا = درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

(مرزا غالب)

فعلِ ولی حکم خدا:

شیخ ابوالقاسم بزاز رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ طیلسان سر پر پہنتے اور علمائے بغداد کی طرز پر گراں قدر لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کا خادم میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے ایسا کپڑا دو جس کی قیمت فی گز ایک دینار ہو۔ مَیں نے خادم سے پوچھا کہ یہ قیمتی لباس کس کے لیے ہے؟ اُس نے کہا ''سیدی غوث الاعظم کے لیے''مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ آج تو شیخ نے خلیفۂ وقت کے لیے بھی کپڑا نہیں چھوڑا۔ ابھی یہ خیال دل میں تمام نہ ہونے پایا کہ میرے پاؤں میں ایک میخ آ کر چبھی۔ مَیں نے زخم کو دیکھا تو اس میں میری موت دکھائی دینے لگی۔ لوگ میرے ارد گرد جمع ہو گئے اور اس میخ کو نکالنے لگے مگر کسی کو کامیابی نہیں ملی۔ مَیں نے کہا'' مجھے اُٹھا کر شیخ عبدالقادر کے پاس لے چلو۔'' آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ''اے ابوالفضل قاسم! تمہیں ہمارے کپڑوں پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟ خدا کی قسم! مَیں نے آج تک کوئی کپڑا نہیں پہنا جس کا مجھے اللہ تعالیٰ نے پہننے کا حکم نہیں دیا۔ وہ حکم دیتا ہے کہ عبدالقادر! اس حق کے بدلے یہ کپڑا پہن جو مَیں نے تمہیں عطا کیا ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا ''اے ابوالفضل قاسم! دراصل یہ لباس ہمارا کفن ہے اور کفن ہمیشہ نفیس کپڑے سے تیار کیا جاتا ہے۔ میت کا کفن ایک موت کے بعد ہوتا ہے اور مجھے یہ کفن ہزار موت کے بعد ملا ہے۔'' پھر شیخ نے اپنا دستِ مبارک میرے زخم پر پھیرا۔ فی الفور وہ میخ میرے پاؤں سے غائب ہوگئی۔ خدا کی قسم! مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ میخ کدھر سے آئی تھی اور کدھر غائب ہوگئی۔ مَیں

وہاں سے پیدل چلتا ہوا آیا۔ محبوب سبحانی نے فرمایا کہ اس شخص کا اعتراض میخ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

شیخ ابی طلحہ فرماتے ہیں کہ شیخ دستگیر فرماتے تھے کہ مجھے شروع شروع بغداد میں بیس روز تک فاقہ کشی کرنی پڑی۔ کسریٰ کی حویلیوں کے کھنڈروں کی طرف گیا اِس امید پر کہ کچھ کھانے کی چیز مل جائے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہاں پرستّر ولی اللہ خوراک کی تلاش میں ہیں۔ ان کی جستجو میں خلل ڈالنا مروت کے خلاف سمجھ کر واپس بغداد آ گیا۔ ہمارے ایک پڑوسی کا سامنا ہوا۔ اُس نے مجھے سونے کا ایک ٹکڑا دیا اور کہا کہ آپ کی والدہ نے بھیجا ہے۔ مَیں نے اسے فروخت کر کے کچھ رقم اپنے لیے رکھ کر باقی سے روٹیاں خرید کر، کسریٰ کی حویلیوں کے گرد گھومتے ہوئے ولیوں میں تقسیم کر دیں۔ انہوں نے سبب پوچھا۔ مَیں نے کہا کہ یہ میری والدہ کا فرستادہ ہے۔ تمہیں چھوڑ کر تنہا کھانا مناسب نہ سمجھا۔ پھر بغداد میں آیا اور باقی رقم سے غذا خرید کر فقراء کے ہمراہ مَیں نے بھی کھائی۔ غرض شام تک وہ سونا میرے پاس باقی نہ رہا۔ (انہار المفاخر/ نثر الجواھر، صفحہ ۱۹/ زبدۃ الآثار، صفحہ ۷۸)

جسمها را جاں کنندو، جان جاویداں کنند
خاکها را از کنندو، کفر ها را دیں کنند

(مولوی معنوی)

یعنی: اہلِ ولایت ونظر، ویران جسموں کو جان میں تبدیل فرماتے ہیں۔ پھر ان جانوں اور روحوں کو حیاتِ سرمدی عطا فرماتے ہیں۔ مٹی کو سونا بنانا، کفر و ضلالت کو دین و ہدایت سے سرفراز کرنا اُن کی فطرتِ ثانیہ ہوتی ہے۔

گر عیاں خواهی زخاكِ پاك ایشاں سُرمه ساز
زانکه ایشاں کور مادر زاد را راه بیں کنند

(مولوی معنوی)

یعنی: اگر ان رازوں اور رمزوں کو عیاں و بیاں دیکھنے کی خواہش رکھتے ہو تو اُن کے

پاک قدموں کی دھول کو اپنی آنکھوں کے لیے سرمہ بنالو۔ کیونکہ مادرزاد اندھوں کو بینائی عطا کر کے راستہ دیکھنے والا بنا دینا اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

o خضر موصلی فرماتے ہیں کہ بروز جمعہ شیخ عبدالقادر کے ہمراہ مَیں جامع مسجد میں تھا کہ ایک مالدار تاجر نے حاضر ہو کر التماس کیا کہ میرے پاس کچھ خیرات کے اموال ہیں۔ چاہتا ہوں کہ فقراء مساکین کو دوں، لیکن کسی کو مستحق نہیں پاتا۔ لہٰذا آپ ہی فرمایئے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ شیخ دستگیر نے فرمایا کہ مستحق و غیر مستحق سب کو دے تاکہ اللہ جلِ شانہ بروز محشر تجھے وہ عطا کریں جس کا تو مستحق بھی نہیں ہے۔

o ایک روز محبوب سبحانی نے ایک فقیر کو آزردہ و پریشان دیکھ کر پوچھا کہ پریشانی کا سبب کیا ہے؟ فقیر نے کہا کہ آج مَیں دریا کنارے جا کر ملاح کو ندی پار کرانے کے لیے بولا۔ اُس نے میری محتاجی و تہی دستی کو دیکھ کر پار نہ کرایا۔ ابھی فقیر کی بات ختم نہ ہو پائی کہ ایک شخص نے تیس دینار کی تھیلی بطور ہدیہ شیخ کو پیش کی۔ شیخ نے اس تھیلی کو فقیر کے ہاتھ تھما کر فرمایا کہ اسے ملاح کو دے دے اور اس کو کہہ دینا کہ دوسری بار فقیر کو واپس نہ لوٹائے۔ شیخ نے اپنے بدن سے جبّہ اُتار کر فقیر کو دیا۔ پھر اُس جبّے کو فقیر سے بیس دینار میں خرید کر وہ رقم فقیر کو عنایت فرمائی۔ (انہار المفاخر، صفحہ ۲۰/ نثر الجواہر صفحہ ۱۰۷)

شہوت و خشم مرد صاحب دل — بہتر از زہد و حلمِ دنیادار
صورت خشم، ہست امّا ہست — اثر فیض و ہیبتِ جبّار
صورت شہوت لیکن ہست — ہمچو نار خلیل پر انوار

(مولوی معنوی)

یعنی: صاحبِ نظر و صاحبِ دل کا غصہ اور خواہش، دنیا داروں کی پرہیزگاری اور بردباری سے صد گونہ بہتر و افضل ہوتی ہیں۔ کیونکہ اُن کے غصہ کی صورت میں خداوند قہار و جبار کے فیوضات کا اثر ہوتا ہے اور اُن کی خواہش کی صورت در حقیقت حضرت خلیل ابراہیم

علیہ السلام کی ٹھنڈی اور روشن آگ کے مانند ہوتی ہے۔

O حافظ ابی محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں سخت سردی کے موسم میں شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ حضرت شیخ کے بدن پر صرف ایک کپڑا ہوتا تھا اور سر پر تاج رہتا تھا۔ ایسی حالت میں حضرت شیخ کے جسد شریف سے پسینہ جاری رہتا اور خادم پنکھا جھلتا جاتا جیسا کہ شدت کی گرمی ہو رہی ہے۔ (نثر الجواہر صفحہ ۳۰)

O شیخ عثمان صریفینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے عراق کے اکثر مشائخ کو دیکھا ہوں کہ جب شیخ دستگیر کے رباط میں آ کر مدرسے کے دروازے پر پہنچتے تو چوکھٹ کو بوسہ دیتے۔ اوراسی معنیٰ میں اعیانِ مشائخ بغداد نے دوشعر پڑھے ہیں:

تـزاحـم تيـجـان الموك ببابه　　ويكثر فى وقت السلام ازدحامها

یعنی: بادشاہوں کے تاج شیخ غوث کے آستانے پر ازدحام کرتے ہیں اور یہ ہجوم و ازدحام اُن کو سلام کرتے وقت از حد بڑھ جاتا ہے۔

اذا عـايـنتـهُ مِن بَعيد تَرجَّلتَ　　وان هـى لـم تفعل ترجل حامها

یعنی: جب مشائخ کبار حضرت شیخ دستگیر کو دور سے دیکھ لیتے تو اُتر کر پیادہ پا ہوجاتے۔ کیونکہ اگر اس طرح اُن کا ادب نہ بجا لائیں تو اُن کے سر اُتر جائیں گے یعنی احوال سلب ہوجائیں گے۔ (نثر الجواہر، صفحہ ۴۳)

کـــاه رکـــوه کـــنـد، در نـــظـــر مـــرد قـــدر
کـــوه را کـــاه کـــنـد، ذاك عـلـى الـلّـــه يسيـر

(مولوی معنوی)

یعنی: اہلِ قدر و مردِ بصیرت کی نظرِ کرم گھاس اور تنکے کو پہاڑ بنا دیتی ہے۔ اور اُن کی نگاہِ جلال کوہِ ہمالہ کو رائی بنا کر چھوڑتی ہے۔ کیونکہ اُن کی طاقت میں قوتِ الٰہی یعنی خدائی قدرت ہوتی ہے اور خدائی زور کے مقابل ہر مشکل ترین شئے سہل ترین امر ہے۔

o شیخ ابن صباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر کو حضرت جل جلالہ کے ہاں ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے جس کو اکثر صدیق نہیں پا سکے۔ ابن صباغ جب بھی شیخ دستگیر کے اوصاف بیان کرتے تو یہ شعر وردِ زبان رہتا۔

حُسنُکَ لَا تَنقَضِیْ عَجَائِبُهُ = کَالبَحرِ حَدِّث عَنهُ فَلَا حَرَجُ

آپ کی خوبیاں حد سے متجاوز ہیں۔ آپ کی بزرگی کے عجائب سمندر بیکراں کی طرح ہیں۔ حضرت غوث اعظم کی توصیف کرنے میں اگر تم مبالغے سے بھی کام لو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جس طرح بحرِ بے کنار کی پیمائش امکان سے بعید ہے، اسی طرح حضرت غوث دستگیر کے اوصاف واقدار کا احاطہ بشری طاقت سے خارج ہے۔

(نثر الجواہر، صفحہ ۵۳)

o شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ حضرت غوث دستگیر ایک مرتبہ اپنے مدرسے میں کرسی پر تشریف رکھتے ہوئے فرمانے لگے کہ ''ہر ولی ایک پیغمبر کے قدم پر ہوتا ہے اور مَیں اپنے جدّ امجد محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدم پر ہوں۔ جہاں آپ ﷺ نے قدم رکھا، مَیں بھی وہیں قدم رکھتا ہوں۔ مگر نبوت کا قدم کسی کو نصیب نہیں ہوسکتا کیونکہ وہاں نبی کے علاوہ کسی دوسرے کا گزر ممکن نہیں ہے۔'' (نثر الجواہر، صفحہ ۵۹)

o شیخ علی ادریس یعقوبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ جیلانی دستگیر لاثانی کا قول ہے کہ ''آدمیوں کے مشائخ ہوتے ہیں، جنّوں کے مشائخ ہیں اور فرشتوں کے مشائخ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن مَیں سب کا شیخ ہوں۔'' حضرت غوث دستگیر اپنے مرض الموت میں اپنی اولاد سے فرماتے تھے کہ ''مجھ میں اور تم لوگوں میں بلکہ تمام خلق میں اتنا فرق ہے جتنا آسمان اور زمین کے مابین ہے۔'' أنا من وراء عقولکم فلا تقیّسونی علی احد و لا تقیّسوا احداً علی'' یعنی مَیں تمہاری عقلوں سے ماورا ہوں۔ مجھے کسی پر، اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرو۔''

(نثر الجواہر، صفحہ ۶۰)

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ، ہر غیث ہے پیاسا تیرا

(اعلیٰ حضرت)

مرا مپرس عزیزا که چند میگردی   که هیچ نقطه نبرسد، ز گردش پرکار

(مولوی معنوی)

یعنی: میرے پیارے! مجھ سے یہ مت پوچھ کہ اہلِ نظر کی رسائی کہاں تک ہے؟ تم نے اُن کے متعلق کیا کیا معلومات فراہم کی ہیں اور اُن کی طاقت کی حدود کو کہاں تک دیکھا ہے؟ کیونکہ ہم غلامانِ اہلِ بصیرت پرکار کے ایک نقطہ جیسے ہوتے ہیں۔ نقطہ پرکار سے نہیں پوچھتا کہ تم نے کتنی مرتبہ چکر لگایا ہے۔ نقطے کو گردشِ پرکار دریافت کرنا، بے سود کام میں مبتلا ہونے کے برابر ہے۔

○ شیخ محمد بن داؤد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو قطب کے اوصاف دریافت کرنے کی بڑی تمنا تھی۔ شیخ ابوسعید قیلوی سے مَیں نے قطب کی صفتیں پوچھیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کو معلوم کرنا ''قطب الوقت'' پر موقوف ہے۔ مَیں نے التماس کیا کہ ہمارے وقت میں قطب کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قطب الوقت شیخ محی الدین عبدالقادر ہیں۔ مَیں اُن سے ملاقات کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔ بہت سے لوگ میرے ہمراہ ہوئے۔ جب ہم شیخ عبدالقادر کے نزدیک پہنچے۔ اس وقت شیخ مجلسِ وعظ میں تھے۔ غوث پاک جھٹ قطع کلام کر کے فرمانے لگے کہ ''قطب کے اوصاف کا بیان، بشری طاقت کی حد سے بعید ہے۔ اتنا سُن لو کہ حقیقت میں تمام راہِ اُلفتِ الٰہی اُس کے قبضے میں ہوتی ہیں اور جملہ درجۂ ولایت اُس کی راہ سے گزرتے ہیں۔ تمام مقامِ نہایت میں وہ راسخ القدم ہے۔ مشاہدے کی تمام منازل اُس کی گلی سے نکلتی ہیں۔ ترقیِ حضور کی تمام سیڑھیاں اُس کے گلشن سے وابستہ ہوتی ہیں۔ جملہ ملک وملکوت کے احکام اُس کے سامنے دست بستہ حاضر وظاہر

ہوتے ہیں۔ عالمِ غیب و شہادت کا ہر ہر رازِ خفی وجلی، اُس پر آشکار ہوتے ہیں۔ عالمِ وجود میں کوئی مظہر اُس کی مشارکت سے خالی نہیں ہوتا۔ طاقتِ قدوسی اُس سے آشنائی رکھتی ہے۔ ہر نور میں اُس کی ایک چمک وشعلہ ہے۔ ہر معرفت میں اُس کا دم قدم موجود ہے۔ ہر سابق کے میدان کا انتہائی کنارہ اُس کی نشست گاہ ہے۔ ہر واصل کی آخری مسافت کا وہ مالک ہے۔ وہ ہر عظمت و بزرگی کا خطاب پہلے سے پا چکا ہوتا ہے۔ ہر مرتبہ و بلندی اُس کی طرف مائل ہے۔ اُس کی کشش کے بغیر رتبہ درجۂ علو تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہر نفس اُس کا محبوب ہے۔ کیونکہ وہ محبوبِ الٰہی ہے۔ وہ عزت کے جھنڈے کا حامل ہے۔ وہ قدرتِ الٰہی کی تلوار کھینچے والا ہے۔ دستِ قدرت کا وہ منتخب مختار ہے۔ محبت کے لشکروں کا وہ شاہِ اعظم ہے۔ وہ تولیت وعزل کا ولی عہد ہے یعنی جس کو چاہے ولایت کا مرتبہ بخش دیتا ہے اور جس سے چاہے سلب کر لیتا ہے۔ اُس کا ہم نشیں، اُس سے بڑی دوستی رکھتا ہے۔ اُس کا شہود ہمیشہ سامنے حاضر ہے۔ اُس کا حال اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اُس کی جگہ سے کوئی جگہ بلند نہیں ہے۔ اُس کے معنی و مقصد سے کوئی معنی و مقصد بالا و برتر نہیں ہے۔ اُس کا وجود سب سے کامل تر ہے۔ اُس کا شہود سب سے ظاہر تر ہے۔ وہ شریعت کا بے حد تابعدار ہے۔ اُس تابعداری میں اُس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ کائن ہے مگر وہ بائن ہے، وہ متصل ہے اور پھر منفصل بھی ہے۔ وہ ارضی ہے۔ وہ سماوی ہے۔ وہ قدسی ہے۔ وہ غیبی ہے۔ وہ واسطہ ہے۔ وہ خالصہ ہے۔ وہ ایک مانع و آمر، روکنے والا اور حکم کرنے والا بشر ہے۔ اُس کی ایک خاص حد ہے جہاں پر وہ ٹھہر جاتا ہے۔ اسی پر ایک وصف منحصر ہے جو دوسروں میں نہیں۔ اُس پر ایک تکلیف واجب ہے جو دوسروں پر نہیں۔ (نثر الجواہر، صفحہ ۶۲)

حضرت غوث دستگیر نے قطب کے چند اور بھی اوصاف بیان فرما کر یہ اشعار برجستہ فرمائے:

مافی الصَّبَابَۃَ منهل مُستعذب = اِلَّا ولی فیه الا لذا الاطیب

یعنی: عشقِ الٰہی وعنایتِ لایزالی میں ایسا کوئی چشمۂ شیریں، خوشبودار و لذیذ ترین

باقی نہ رہا، جس سے مجھے بھرپور حصہ نہ ملا ہو۔ مَیں نے عشق وعنایاتِ الٰہی کے ہر جام کو منھ لگا کر چھوڑا۔

اوفی الوصال مکانة مخصومةٌ = الا ومنزلی اعز واَقرَبُ

یعنی: وصالِ محبوب میں ایسا کوئی رتبہ و درجہ نہیں جو میری منزل وقربت سے زیادہ معزز ونزدیک ترین ہو۔ مجھے اعلیٰ درجے کی لذتِ وصال وعزتِ کمال بخشی گئی ہے۔

وهبت لی الایام رونق صفوهَا = فحلی مناهلها و طاب المشربُ

یعنی: مجھے عنایتِ الٰہی نے زمانے کی تمام رونقیں اور خوبیاں بخشی ہیں جس کی بدولت معرفتِ جبروتِ قدرت کے چشمے شیریں ہوگئے اور خدا کی نعمتوں کے گھاٹ قبضے میں آ گئے۔

وغدوت مخطوبا بالکل کریمة = لا یهتدی فیها اللبیب ویخطبُ

یعنی: ہر خوبیوں کی منزل مَیں نے چاہی اور پالی۔ جن کو عارفِ عاقل استدعا نہیں کرسکتا اور اس راہ پر گامزن ہونے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

انا من رجالٍ لایخافُ جلیسهم = ریب الزمانِ ولایری ما یَرهبُ

یعنی: مَیں ان عارفوں میں سے ہوں جن کو اپنے ہم نشینوں پر بالا دستی ہے اور کوئی خوف نہیں رکھتا۔ نہ زمانے کی سختیوں سے گھبراہٹ ہے اور نہ کوئی خوف وخطر میری نظروں کے سامنے آ سکتا ہے۔

قوم لهم فی کل مجد رُتبةٌ = علویة وبکل حبیش مرکبُ

یعنی: اہل اللہ کے گروہ کو ہر شرف و بزرگی میں ایک درجہ حاصل ہے۔ اُن کے رتبے بھی بلند ہیں۔ ہر لشکر میں اُن کے لیے ایک خاص سواری ہے لیکن میرے رتبے کی بلندی کی بات نہ پوچھ۔

انا بلبل الافراح املأ دوحها = طربا و فی العلیاء باز اشهبُ

یعنی: مَیں فرحتوں اور فتح مندیوں کا بلبل ہوں۔ فضائے محبت وعشق کے باغوں میں خوشی ومسرت سے سیر کرتا ہوں اور مَیں خصوصی طور پر آسمانِ معرفت کا تیز رفتار و تجربہ کا

رعقاب ہوں۔

اصخت جیوش الحب تحت مشیتی = طوعا و مهما رمته لایعزبُ

یعنی: جنودِ عارفاں ولشکرانِ صاحب دلاں میرے حکم واراد ے کے ماتحت بصد خوشی شامل ہو گئے ہیں۔ جب بھی کسی کو کوئی حکم کرتا ہوں یا طلب کرتا ہوں فی الفور حاضر ہوتا ہے اور حکم بجالاتا ہے۔ میری اطاعت وخدمت میں کوئی کسی قسم کی ناگواری ظاہر نہیں کرتا۔

اصبحت لا املا ولا اُمنیة = ارجو ولا موعودة اترقبُ

یعنی: اللہ جل شانہ نے میری فطرت وطبیعت میں طمع، تمنا، امید اور خواہش کو جگہ نہیں بخشی۔ لہٰذا نہ مجھے کسی سے امید ہے اور نہ کسی سے وفائے عہد کی آرزو ہے۔ میری حاجتوں اور امیدوں کا مرکز اللہ جل جلالہ کا احسان وافضال کے سوا کچھ نہیں ہے۔

مازلت ارتع فی میادین الرضا = حتی وهبت ومکانة لا توهبُ

یعنی: مَیں جل شانہ کی رضا وخوشنودی کے میدانوں میں چرتا رہا۔ یہاں تک مجھے ایک ایسا مرتبہ حاصل ہوا، جو دوسروں کو عطا نہیں کیا جاتا۔

اضحی الزمان کحلة مرقومة = تزهو ونحن لها الطراز المذهبُ

یعنی: زمانے کو میرے لیے ایک چمکدار، خوبصورت اور منقش لباس بنادیا گیا ہے اور میرے مراتب زمانے کے دامن میں سنہرے اور خوشنما بوٹے کے مانند ہیں۔

افلت شموس الاوّلین و شمسنا = ابداً علی فلک العلی لاتغربُ

یعنی: ابتدائی زمرۂ اہل اللہ کے تمام سورج ڈوب چکے ہیں۔ لیکن میرا خورشیدِ مراتب وافضلیت ہمیشہ آسمان کی بلندی پر جگمگاتا رہے گا۔ وہ غروب ہونے سے ماورا ہے۔

سورج اگلوں کے چمکتے تھے، چمک کر ڈوبے = اُفق نور پہ ہے، مہر ہمیشہ تیرا

پھر شیخ عبدالقادر دستگیر نے فرمایا کہ تمام پرندے چہچہاتے ہیں اور اپنی بولیاں بولتے ہیں، پر کام نہیں کرتے۔ مگر بازِ اشہب کام کرتا ہے، چہکتا نہیں۔ اس لیے بادشاہ کے محل میں اُس کا بسیرا ہوتا ہے۔ یہ سُن کر شیخ علی ہیتی اُٹھ کر حضرت شیخ عبدالقادر کے قدموں کو بوسہ

دینے لگے۔

مرغ سب بولتے ہیں، بول کے چپ رہتے ہیں ہاں اصیل ایک نواسنج رہے گا تیرا

خموش باش وکن از بود خویشتن توبه
کجاست آں دمِ ''مستغفرین بالاسحار''

(مولوی معنوی)

یعنی: اہلِ نظر کے سامنے اپنے کو بُت بنا کر چپ سادھ لے بلکہ اپنے وجودِ ہستی سے توبہ کرکے سراسر عدم بن جا۔ کیونکہ اُن کے خداداد لقب ''**مستغفرین بالاسحار**'' میں دَم مارنے کی ہمت کہیں گستاخی و نادانی کی صورت اختیار نہ کرلے۔

چو دست بر تو زندیار و گویدت برخیز
زہے قیامت و جنّات تحتها الانهار
به بیں تو روی مرا، و مرا ز حال مپرس
چو عقل اندك داری، برو مگو بسیار

(مولوی معنوی)

یعنی: جو سلطانِ عرفان تیرے بدن پر ہاتھ مار کر حکم دے کہ اُٹھ جلد اُٹھ۔ تو سمجھ لے کہ تیری قسمت جاگ اُٹھی ہے۔ تیری خوش نصیبی کی قیامت برپا ہوگئی ہے۔ ایسی خوش قیامت! جہاں قدرتی باغات کے نیچے دل خوش کن ندیاں بہتی ہیں۔

o شیخ علی بن ابی بکر یعقوبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی دفعہ جب مَیں بغداد میں آیا تو ایک بہتر مدرسہ مَیں نے دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ مدرسہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ دیکھا کہ کوئی شخص وہاں پر حاضر نہیں ہے۔ یکایک اندر سے آواز آئی ''اے عبدالرزاق! باہر نکل کر دیکھ کہ کون ہے؟''

پس شیخ عبدالرزاق باہر نکل آئے اور مجھے دیکھ کر اندر چلے گئے۔ شیخ عبدالقادر سے عرض کیا کہ حضرت! کوئی شخص نہیں ہے، مگر ایک سیاہ رنگ کا لڑکا ہے۔ شیخ دستگیر نے فرمایا ''اُس لڑکے کی بڑی شان ہے۔ آپ نان، دودھ اور کھانا لے کر میرے نزدیک آئے۔ اس سے پہلے حضرت شیخ کو مَیں نے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ ''اے علی! یہاں آ۔ میرے روبرو کھانے کی چیزیں رکھ کر تین دفعہ فرمایا کہ تیرے واسطے سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو نفع بخشے۔ اے علی! عن قریب ایک زمانہ آئے گا جب لوگ تیری طرف محتاج ہوں گے اور تو بلند مرتبہ حاصل کرے گا۔'' شیخ علی فرماتے ہیں کہ ''مَیں عبدالقادر دستگیر کی وہی دعا ہوں۔'' (نثر الجواہر، صفحہ ۹۶)

اسرار آسماں را، احوال ایں و آں را
از لوح نانوشتہ خوانی و چیز دیگر

(مولوی معنوی)

یعنی: عارف باللہ کی نظریں لوحِ محفوظ پر ہوتی ہیں۔ وہ اس تختی سے پڑھ کر آسمان کے رازوں، زمین کی کیفیتوں اور بہت سی اشیائے نادرہ کی حالتوں کو بیان فرماتا ہے۔

بقسم کہتے ہیں شاہانِ ''صریفین و حریم''
کہ ہوا ہے نہ ولی، ہو کوئی ہمتا تیرا

o شیخ عثمان صریفینی فرماتے ہیں کہ ہم شیخ عبدالقادر کے مدرسے میں حاضر تھے۔ شیخ نے وضو کر کے دوگانہ نماز ادا فرمائی پھر یک بیک ایک صدا دیتے ہوئے ایک کھڑاؤں پھینکی، پھر ایک آواز کرتے ہوئے دوسری کھڑاؤں پھینکی۔ دونوں کھڑاؤں ہماری نظروں سے غائب ہوگئیں۔ ہمیں ہمت نہ ہوئی کہ وجہ دریافت کریں۔

تیئس روز کے بعد بلادِ عجم سے ایک قافلہ حاضر ہو کر کہنے لگا کہ ہم شیخ عبدالقادر کے لیے کچھ نذر لائے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم نے قبول کرنے کا حکم فرمایا۔ ان لوگوں نے

کچھ ریشمی کپڑے، کچھ نقد اور شیخ کے کھڑاؤں کا جوڑا ہمارے حوالے کیا۔ ہم نے اُن سے پوچھا کہ یہ کھڑاؤں کا جوڑا تمہارے ہاتھ کیسے آیا؟ وہ کہنے لگے کہ ہمارا قافلہ سفر کر رہا تھا کہ اچانک قزاقوں نے گھیر کر تمام اموال لوٹ لیا اور چند افراد قتل بھی کر ڈالے۔ لٹیرے جنگل میں اموال تقسیم کرنے بیٹھے۔ ہم لوگوں نے ناامیدی کی حالت میں بے ساختہ شیخ کو امداد کے لیے صدا دی اور کچھ باقی ماندہ مال حضرت کی نیاز کے لیے نیت کی۔ اُسی وقت دو شدید آوازوں سے صحرا گونج اُٹھا اور لٹیرے پراگندہ ہوگئے۔ کچھ دیر بعد ہمارے پاس آ کر لٹیرے منت وسماجت کرنے لگے کہ بھائیو! اپنا مال واپس لے لو اور دیکھو کہ ہم پر کیا آفت آ پڑی ہے۔ ہمارے دونوں سردار اِن کھڑاؤں کی ضربِ شدید سے مردہ پڑے ہوئے ہیں۔
(نثر الجواہر، صفحہ ۱۰۱)

تو نکودانی کہ ہر چیز از کجا — گر خطائے رفت آن برما مگیر
تو مرا از ذوق میگیری گلو — تابنالم گویمت اینجا مگیر
سیل خار وخس بدریا می رود — تو مرا خود لائق دریا مگیر

(مولوی معنوی)

یعنی: نادان و گستاخ، اہل اللہ کے ساتھ بے ادبی کرکے خوب پچھتاتے ہیں۔ اُن کے پاؤں پر گر کر اظہارِ پشیمانی کرتے ہوئے التجائے معذرت یوں کرتے ہیں کہ اے عالی مرتبت! آپ خوب جانتے ہیں کہ ہر چیز خدا کے حکم سے ہوتی ہے۔ میری خطا و جرأت کو بھی قضائے الٰہی تصور کرتے ہوئے معاف فرمایئے گا اور مجھے معاف کیجیے گا۔

اگر آپ اپنے زورِ طاقت سے میرے گلے کو شوق و ذوق سے دباؤ گے تو میرے لیے رونے اور مرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہے گا۔

خس و خاشاک و کوڑے کرکٹ کو سیلاب کی طاقت و زور سمندر میں پھینک کر فنا کا عالم دکھاتا ہے۔ آپ زورِ سیلاب ہیں۔ مَیں کمینہ بندہ خس و شاک ہوں۔ مَیں آپ کی طاقت کے سامنے آنے کے لائق نہیں ہوں۔ بندہ معذرت خواہ ہے۔ اپنی عالی ظرفی سے

مجھ ناسمجھ کو معاف فرما کر موت سے رہائی دیجیے۔

○ شیخ ابی الحسن قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں شیخ عبدالقادر کی مجلس میں حاضر تھا۔ روافض کی ایک جماعت نے بطورِ آزمائش دو ٹوکرے سربمہر حضرت جیلانی کے سامنے رکھ کر پوچھنے لگے کہ ان ٹوکروں میں کیا چیز ہے؟ حضرت نے کرسی سے اُتر کر ایک ٹوکرے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں ایک لنگڑا لڑکا ہے۔ شیخ عبدالرزاق کو ٹوکرا کھولنے کا حکم دیا۔ ٹوکرا کھولا گیا تو حضرت کے فرمان کے مطابق ایک لنگڑا لڑکا پایا۔ آپ نے اس سے کہا کہ ''اُٹھ لڑکے اٹھ'' لڑکا صحت مند ہو کر اُٹھا اور دوڑنے لگا۔ پھر دوسرے ٹوکرے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں ایک صحیح وسالم تندرست لڑکا ہے۔ شیخ نے کھولنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب کھولا تو ایک تندرست لڑکا بیٹھا پایا۔ اس لڑکے نے نکل کر دوڑنا چاہا۔ شیخ دستگیر نے اس کی پیشانی پکڑ کر فرمایا کہ لنگڑا ولنجا ہو جا۔ فی الحال وہ لنگڑا ولنجا ہو گیا۔ گروہِ روافض نے زار زار رو کر شیخ سے معافی کی درخواست کی اور اُن کے ہاتھ مبارک پر سب نے توبہ کر لی۔

○ شیخ علی بن ہیبتی کا بیان ہے کہ ایک روز شیخ عبدالقادر، امام احمد بن حنبل کی زیارت کے واسطے گورستان تشریف لے گئے۔ شیخ بقا بن بطور وغیرہ بھی ہمراہ تھے۔ مَیں نے بذاتِ خود امام احمد بن حنبل کو دیکھا کہ قبر سے نکل کر غوث پاک کو اپنے سینے سے لگا لیا، پھر غوث کو خلعت پہنائی۔ بعدہٗ ارشاد فرمایا ''اے شیخ عبدالقادر! علمِ شریعت وطریقت اور علمِ حال وفعلِ حال میں سب تیرے محتاج بن گئے ہیں۔'' (نثر الجواہر، صفحہ ۱۳۰)

قہرش ہمہ رحمت شد، زہرش ہمہ شربت شد
عقرب شکر افشاں شد، تا باد چنیں بادا

(مولانا روم)

یعنی: عارفوں کی نظر میں عجیب اثر ہے۔ اُن کی نظر سے قہر و مصیبت، مہر و رحمت میں

تبدیل ہو جاتی ہے۔ اُن کی برکت سے زہر میں شربت کی لذت اور بچھو کے ڈنک میں شیرینیِ حیات پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمیشہ اسی طرح بزرگ ہستیوں کی نظر ہم پر رہے۔ آفریں ہے اُن کے زورِ کرم و کثرتِ رحم پر۔

o شیخ خضر حسینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے تیرہ سال غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارے اور بہت سے خرق عادات دیکھے۔ از آنجملہ یہ ہے کہ اطبا جب کسی کے علاج سے عاجز ہو جاتے تو اُس مریض کو شیخ کے پاس بھیجتے۔ حضرت دعا فرما کر اپنا ہاتھ اُس کے بدن پر پھیر دیتے۔ مریض کو چند لمحوں بعد افاقہ ہو جاتا۔

ایک دفعہ خلیفہ مستنجد باللہ کے قرابت والوں میں ایک شخص کو مرضِ استسقاء ہو گیا۔ اُسے شیخ کی خدمت میں لایا گیا۔ حضرت دستگیر کا دستِ مبارک اُس کے شکم پر پھیرتے ہی ورم جاتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کو کچھ مرض ہی نہیں تھا۔

ایک بار ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا لڑکا پندرہ مہینے سے شدید بخار میں مبتلا ہے۔ ہر چند دوا کی گئی لیکن بخار دور نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم جا کر اپنے لڑکے کے دونوں کانوں میں کہہ دو ''اے اُمّ ملدم! شیخ عبدالقادر کا حکم ہے کہ میرے لڑکے کے جسم سے نکل کر مقام ''حُلّہ'' کی طرف روانہ ہو''۔ بعدہٗ ابوالمعالی سے مَیں نے لڑکے کا حال پوچھا۔ جواب دیا کہ حکمِ غوث اعظم کے مطابق لڑکے سے بخار دفع ہو گیا اور مقامِ حُلّہ سے خبر آئی کہ وہاں کے لوگ بخار میں مبتلا ہیں۔''

(نثر الجواہر، صفحہ ۱۰۴/ زبدۃ الآثار، صفحہ ۱۰۲)

بادلوں سے کہیں رکتی ہے کڑکتی بجلی
ڈھالیں چھنٹ جاتی ہیں اُٹھتا ہے جو تیغا تیرا

کجاست بحر حقائق، عصائے موسیٰ تو
کہ قطعہ قطعہ جدا کردہ است دریا را

شد اژدھائے دماں، وبخورد جادوئ

دہ و دو چشمہ رواں کردہ است خارا

(مولوی معنوی)

یعنی: حقیقتوں کے سمندر کو کبھی دیکھا کہ کہاں ہے؟ اگر دیکھنے کی تمنا ہو تو موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو دیکھ جس نے دریا کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے جدا جدا راستہ بنا دیا۔

وہی عصا خوفناک اژدہا بن کر جادوگروں کے سانپوں کو نگل گیا۔ اُسی عصا کی مار سے سخت پتھر سے بارہ چشمے آبِ شیریں کے جاری ہوگئے۔ یہ معجزاتِ نبی ہیں۔ تو نبی آخر الزماں ﷺ کے بعد اُن کی اولاد و اقرباء سے اس قسم کی کرامتیں صادر ہوتی ہیں۔

O حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص رہتا تھا۔ جسے ''محمد الطّول'' (یعنی لمبا) کہہ کر پکارتے تھے۔ ایک دن اُس نے عرض کیا ''یا شیخ! مجھے لمبا کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ حالانکہ مَیں تو پستہ قد ہوں۔'' آپ نے فرمایا ''تم لمبی عمر پاؤ گے اور لمبے سفر کیا کرو گے۔'' چنانچہ یہ شخص ایک سو سینتیس (۱۳۷) سال باحیات رہا اور اُس نے سیر و سیاحت میں عجائباتِ عالم کو دیکھا۔ وہ کوہ قاف پر گیا اور کوہ قاف پر جانے والا وہ سب سے پہلا شخص تھا۔

ایک مرتبہ دریائے دجلہ میں سخت طغیانی آئی۔ باشندگانِ بغداد اور شہرِ بغداد کو بھی خطرہ لاحق ہوگیا۔ لوگ شیخ عبدالقادر دستگیر کے پاس دوڑ پڑے اور مدد کے طالب ہوئے۔ آپ نے اپنا عصا پکڑا اور دریا کے کنارے آئے، اور پانی کے کنارے پر ایک ضربِ شدید لگائی۔ پھر فرمایا ''یہاں پر رُک جا اور آگے مت بڑھ'' کہتے ہیں کہ پانی وہاں ہی رک گیا اور آگے نہ بڑھ سکا۔ (زبدۃ الآثار، صفحہ ۱۰۲/ نثر الجواہر صفحہ ۱۰۶)

جس کو للکار دے، آتا ہو تو اُلٹا پھر جائے = جس کو چمکار لے، ہر پھر کے وہ تیرا تیرا

بخواندۂ ختم اللّٰہ، خدائے مہر نہاد

ہمو کشاید و بندد، برو عطا ہارا

(مولوی معنوی)

یعنی: کلامِ پاک میں ''ختم اللّٰہ علی قلوبھم'' نظر سے گزرا؟ اللہ پاک جسے چاہتا ہے اُس کے قلب وفہم پر مہر لگا دیتا ہے۔ وہ مقلب القلوب ہے۔ پھر اُسی مہر و بند کو کھول کر بے انتہا نوازشوں سے معمور بھی کرسکتا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اُس کی قدرت کی نہایت و غایت نہیں ہے۔ یہی قدرتِ الٰہیہ جب برگزیدہ بندے کو عطا فرماتا ہے، اُسے کرامت کا نام دیا جاتا ہے۔

O حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مدرسہ میں مختلف ممالک کے علماء و مشائخ حاضر ہوئے۔ آپ نے خادم کو حکم فرمایا کہ دسترخوان بچھا دے۔ جب دسترخوان بچھا دیا گیا اور کھانا شروع ہوا تو شیخ نے خادم سے فرمایا کہ وہ بھی ساتھ میں بیٹھ کر کھانا کھالے۔ خادم نے بتایا کہ وہ روزے سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کھاؤ۔ تمہیں روزے کا ثواب ملے گا۔ مگر خادم بضد رہا کہ اُس کا روزہ ہے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ کھاؤ، تمہیں ایک سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اُس نے پھر کہا کہ مَیں تو روزہ دار ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا، کہ کھاؤ! تمہیں سارے جہان کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ پھر بھی خادم بضد رہا۔ آپ نے ایک غضب ناک نگاہ سے اُسے دیکھا۔ خادم زمین پر گرا اور اُس کا بدن سوج کر اُس میں خون اور پیپ بہنے لگا۔ مشائخ نے سفارش کرنا چاہی مگر ہمت نہ ہوئی۔ اُن کے خوف و خاموشی پر شیخ کو ترس آ گیا اور وہ خادم اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُسے کوئی عارضہ ہی نہیں تھا۔

بہجت اس بستر کی ہے، جو بہجۃ الاسرار میں ہے
کہ فلک وار مریدوں، پہ ہے سایہ تیرا

O شیخ عمر بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ بندہ اصفہان سے آیا ہے۔ میری اہلیہ کو صرع (مرگی) بہت ہوتی ہے۔ ہم سب قسم کے تعویذ و تجویز سے عاجز آ گئے ہیں۔ آپ سے امداد

کے خواستگار ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ تمہاری بیوی پر سراندیپ کے ایک سرکش جن کی نگاہِ بد ہے۔ اُس کا نام ''خانس'' ہے۔ آئندہ جب تمہاری بیوی کو صرع ہو تو اُس کے کان میں کہنا ''اے خانس! تجھے شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی حکم دیتا ہے کہ پھر نہ آنا۔ اگر حکم عدولی کرو گے تو ہلاک کیے جاؤ گے۔'' وہ شخص وہاں سے روانہ ہوا اور دس سال بعد بغداد آ کر خبر دی کہ شیخ عبدالقادر کی برکت سے اب تک اس کی عورت کو صرع نہ ہوئی۔

کتاب ''بہجۃ الاسرار'' میں مرقوم ہے کہ شیخ عبدالقادر کی زندگی کے آخری لمحے تک، چالیس برس کسی کو صرع نہیں ہوئی۔ حضرت کی وفات کے بعد پھر صرع شروع ہونے لگی۔

(نثر الجواہر، صفحہ ۱۰۹)

O شیخ خضر بن عبداللہ موصلی فرماتے ہیں کہ مَیں ایک رات شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر تھا۔ خلیفۂ وقت مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف حاضر ہوئے۔ آداب وتسلیم بجالانے کے بعد عرض کی کہ مجھے کچھ وصیت ونصیحت فرمائیے۔ اُس نے دس تھیلے اشرفیوں کے شیخ کی خدمت میں پیش کیے۔ حضرت فرمانے لگے کہ ''مجھے مال کی حاجت نہیں۔ واپس لے جاؤ'' خلیفہ اپنی نذر قبول کرنے کے لیے جب بہت مبالغہ کرنے لگا اور واپس لے جانے سے معذرت چاہی تو حضرت نے دونوں تھیلیوں کو ہاتھ میں لے کر نچوڑا۔ تھیلیوں سے خون جاری ہونے لگا۔ حضرت نے خلیفہ کو کہا ''اے ابوالمظفر یوسف! کیا تجھے لوگوں کے خون کے لیے اللہ جل شانہ سے حیا وشرم نہیں آتی؟ پھر وہی مال میرے پاس لاتا ہے؟ خلیفہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ شیخ دستگیر فرمانے لگے کہ ''قسم بخدا! اگر خلیفۂ وقت کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرابت نہ ہوتی مَیں اس خون کو اُس کے گھر تک پہنچا کے چھوڑتا۔''

(نثر الجواہر، صفحہ ۱۱۰)

غرض آقا سے کروں، عرض کہ تیری ہے پناہ

بندہ مجبور ہے، خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

o شیخ خضر موصلی فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت رضی اللہ عنہ کی مجلس شریف میں خلیفۂ وقت المستنجد باللہ نے حاضر ہوکر عرض کی کہ غوث پاک مجھے اطمینانِ خاطر کے لیے کوئی کرامت بتائیں۔ حضرت غوث نے پوچھا کہ تو کس قسم کی کرامت دیکھنا چاہتا ہے؟ خلیفہ نے کہا کہ ایک عمدہ سیب غیب سے لا دیجیے۔ حالانکہ عراق میں اُس وقت سیب کا موسم نہیں تھا۔ غوث پاک اپنے دست مبارک کو دراز فرما کر دو بہترین سیب لے آئے۔ ایک خلیفہ کو دیا اور دوسرا اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اپنے ہاتھ کے سیب کے دو ٹکڑے کیے۔ اُس میں سفید اور مشک جیسی خوشبو تھی۔ خلیفہ نے اپنے سیب کو توڑا تو اُس کے اندر سے کیڑے نکل پڑے۔ خلیفہ نے پوچھا کہ آپ کا سیب صحیح وسالم، سفید وخوشبودار ہے اور میرے سیب میں کیڑے کیوں ہیں؟ غوث پاک نے فرمایا کہ ''اے ابوالمظفر ! تیرے سیب کو ظلم کا ہاتھ لگنے کی وجہ سے کیڑے پڑ گئے ہیں۔''

o شیخ ابومحمد محلّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک مدت تک بغداد میں غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت گزاری کی۔ جب قدم تجرید پر مصر کا ارادہ کیا تو غوث پاک سے رخصت چاہی۔ شیخ نے رخصت فرما کر مجھے تاکید کی ''کسی سے سوال مت کرنا'' پھر اپنی انگلی مبارک میرے منھ میں رکھ کر فرمایا کہ اس کو چوس۔ مَیں نے خوب چوسا۔ پھر غوث پاک نے فرمایا ''اِنْصَرِفْ رَاشِداً مَهْدِيًّا'' جب مَیں وہاں سے روانہ ہوا، راہ میں نہ مجھے بھوک لگی نہ پیاس۔ بلکہ قوت دن بدن بڑھتی گئی۔ (نثر الجواہر صفحہ ۱۱۰۔۱۱۱)

o شیخ اسماعیل حمیری زریرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ علی بن ہیتی جب بیمار ہوتے تو اکثر میرے پاس زریران آتے اور بیماری کے ایام میرے ہاں گزارتے۔ ایک مرتبہ بیمار ہوکر میرے پاس پہنچے۔ غوثِ پاک بغداد سے اُن کی عیادت کو تشریف لائے۔ میرے ہاں کھجور کے دو درخت تھے۔ اُس میں چار برس سے پھل نہیں آئے تھے۔ مَیں نے اُسے کاٹ ڈالنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ غوث پاک نے ایک درخت کے نیچے وضو فرمایا اور دوسرے کے نیچے دوگانہ نماز ادا کی۔ دونوں درخت بحکمِ ایزدی تر وتازہ ہوکر ایک ہی ہفتہ

میں پھلوں سے لد گئے۔ جب کھجور پکنے کا زمانہ شروع ہوا۔ ان درختوں سے کچھ کھجور حضرت غوث کی خدمت میں لے کر بندہ حاضر ہوا۔ شیخ نے کچھ تناول فرما کر دعا کی "**بارک اللّٰہ فِی اَرُضِکَ و درھمک و صَاعِکَ**" یعنی رزّاقِ مطلق تیری زمین میں، تیرے مال میں اور تیرے صاع میں برکت عطا کرے۔ اسی سال سے میری زمین کا محصول مضاعف ہوگیا۔ مَیں جب ایک درہم خرچ کرتا تو دو چند حاصل ہوتا ہے۔ اگر سو بورے گیہوں کو کسی جگہ رکھ کر نصف صدقہ کرتا ہوں تو کم نہیں ہوتا بلکہ سو بوریاں موجود رہتی ہیں۔ جانوروں نے اتنے بچے جنے کہ شمار میں نہیں آتے۔ غوث پاک کی دعا کی برکت سے اب تک میری وہی حالت ہے۔ (نثر الجواہر، صفحہ ۱۱۱)

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو = اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

O شیخ احمد کابدار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار بغداد میں قحط پڑ گیا۔ بندے نے قطبِ دوراں کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے عیال واطفال کے فاقے کی شکایت کی۔ غوث پاک نے مجھے ایک بوری گیہوں عطا کر کے فرمایا اس کا سر بند (منھ) مت کھولنا۔ بازو سے ایک سوراخ کر کے بقدرِ ضرورت خرچ کرنا۔ اس بوری کو تغیر مت دے۔ بموجب حکمِ غوث پاک ہم پچاس برس تک اسی بوری سے گیہوں نکال کے کھاتے رہے۔ ایک دن میری بیوی نے ناواقفیت میں بوری کا سر کھول دیا پھر سات روز میں وہ گیہوں ختم ہو گئے۔ یہ ماجرا غوث پاک کی خدمت میں آ کر بیان کیا تو حضرت غوث نے فرمایا "اگر اس کا سر کھولا نہ جاتا تو ہمیشہ گیہوں ملتا رہتا۔"

O شیخ عمر کمیاتی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک راہب غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوا۔ وہ کہنے لگا کہ مَیں یمن میں تھا۔ اسلام نے میرے دل میں جگہ کر لی۔ میرا ارادہ تھا کہ یمن میں جو بہتر شخص ہے اُس کے ہاتھ پر ایمان لاؤں۔ اسی فکر میں مجھے نیند آ گئی اور عیسٰی بن مریم علیہما السلام کو خواب میں دیکھا۔ وہ مجھ سے

فرما رہے تھے ''اے سنان! بغداد کو چل اور غوثِ زماں شیخ عبدالقادر کے ہاتھوں دولتِ ایمان حاصل کر۔ اس وقت وہ بہترین اہلِ زمین ہیں۔

O پھر ایک بار نصاریٰ کے تیرہ اشخاص نے غوث پاک کی مجلسِ وعظ میں آ کر اسلام قبول کیا۔ اُن کا بیان ہے کہ ہم مغرب کے نصاریٰ ہیں۔ ہمیں تردّد ہوا کہ کس کے پاس جا کر اسلام قبول کریں۔ یکا یک ایک غیبی آواز آئی ''اے فلاح و کامیابی ڈھونڈ ھنے والے سوارو! بغداد کی طرف سفر کرو اور شیخِ دوراں عبدالقادر کے دست مبارک پر اسلام قبول کرو۔ کیونکہ اگر تم اُن کے ہاتھوں پر اسلام لاؤ گے تو ایمان تمہارے دلوں میں اس درجہ قرار پائے گا، جو دنیا کے کسی فرد کے پاس سے تمہیں نصیب نہ ہو سکے گا۔''

مصطفیٰ کے تنِ بے سایہ کا سایہ دیکھا = جس نے دیکھا میری جاں! جلوۂ زیبا تیرا

O شیخ تاج الدین عبدالرزاق اور شیخ ابوالحسن قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم دستگیر کا بیان عالی شان ہے کہ ''اللہ جل جلالہ کی مرحمت نے مجھے ایک دفتر عنایت فرمایا۔ جس کی طوالت و درازی حدِ نظر تک ہے۔ اس میں میرے مریدوں کا نام اور میرے احباب کا نام جو قیامت تک ہوں گے، لکھا ہوا تھا۔ اللہ جل شانہ نے مجھے خبر دی کہ ان تمام اشخاص کو مَیں نے تیرے وسیلے میں بخش دیا ہے۔ مَیں نے خازنِ دوزخ سے دریافت کہا کہ ''کیا تیرے پاس میرے دوستوں میں سے کوئی ہے؟'' اُس نے نفی میں جواب دیا۔ یعنی میرے مریدان و محبان اُس کے دائرۂ تصرف سے خارج ہیں۔ پروردگار کی عزّت وجلال کی قسم! میرا ہاتھ مریدوں کے سر پر آسمان جیسا ہے۔ اگر میرا مرید بہتر نہ ہو تو نہ ہو مگر مَیں بہتر ہوں اور محبوبانِ الٰہی میں خود محبوب نے مجھے منتخب فرما لیا ہے۔ پروردگار کی عزّت و جلال کی قسم! مَیں پروردگارِ حقیقی اور ستّار العیوبی (عیبوں کو چھپانے والے) کے حضور سے اُس وقت تک اپنے سر کو نہ ہٹاؤں گا جب تک مجھے اور تم سب کو جنت میں آباد ہونے کا حکم صادر نہ فرمائیں۔''

(نثر الجواہر، صفحہ ۱۵۰)

اس نشانی کے جو سگ ہیں، نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں، رہے پٹّا تیرا
ہیں رضؔا یوں نہ بلک، تو نہیں جید تو نہ ہو
سیدِ جید ہر، دہر ہے مولا تیرا

O حافظ تقی الدین محمد مقدسی، امام محمد بن قدامہ مقدسی اور شیخ ذیال بن المعالی عراقی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قطبِ دوراں شیخ عبدالقادر بغداد میں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے شیخ سے پوچھا کہ جو کوئی آپ کی طرف منسوب ہوتا ہے، تو اُس کی کیا فضیلت ہے؟ حضرت غوث پاک نے جواب میں فرمایا ''میرا مرید جو مبتدی ہے، مرتبے میں دوسروں کے مریدوں سے ہزار درجے بڑھ کر ہے اور وہ مرید جو متوسط ہے اُس کے مرتبے کی انتہا نہیں ہے۔''

O شیخ یحیٰی بن یوسف انصاری صرصری کہتے ہیں کہ ہم چند اشخاص شیخ علی بن ادریس یعقوبی کے پاس حاضر تھے۔ وہاں شیخ ابوحفص عمر بریدہ حاضر ہوئے۔ شیخ علی بن ادریس نے ابوحفص بریدہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کو تم اپنا خواب بیان کرو۔ پس ابوحفص بریدہ نے فرمایا کہ مَیں نے خواب میں عرصۂ قیامت پایا، دیکھا کہ تمام انبیاء اور اُن کی اُمتیں موقف میں حاضر ہو رہی ہیں۔ کسی کے ساتھ ایک شخص ہے اور کسی کے ہمراہ دو شخص۔ پھر ہمارے پیغمبر آخر الزماں ﷺ تشریف لائے۔ اُن کی ہمراہی میں اس قدر اُمتوں کی کثرت ہے جو حد شمار و انداز سے بعید ہے۔ گویا ایک بہتا سیلاب ہے اور نبی ﷺ کی اُمت میں بہت سے مشائخ ہیں۔ ہر شخص کے ساتھ اُس کے مریدان' تعداد، انوار اور تازگی و بہجت میں مختلف نظر آتے ہیں۔ اتنے میں ایک شیخ کی آمد ہوئی۔ اُن کی معیت میں بے شمار افراد ہیں اور وہ تمام اوصاف میں دوسروں سے زیادہ افضل و اکمل ہیں۔ مَیں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ شیخِ زماں قطبِ دوراں سید عبدالقادر اپنے مریدوں کی

معیت میں ہیں۔ پھر مَیں نے غوث پاک کے قریب آ کر پوچھا ''یا سیدی! کسی مشائخ اور اُن کے مریدوں کو آپ سے اور آپ کے مریدان ومحبان سے کثرت وبہجت، انوار ورونق میں فزوں تر نہ دیکھا۔ تو حضرت غوثِ لاثانی شیخ عبدالقادر جیلانی دستگیر ہر پیر ومیر نے یہ اشعار پڑھے۔

اذا کان منّا سید فی عشیرة = علاها وان وان ضاق الخناق حماها

یعنی: جب کسی قبیلے میں میرا مرید سردار ہوتو وہ ان سب پر ضرور بلند وسرفراز ہوگا۔ اگر ان کی گردنوں میں رسیاں تنگ بھی ہوں تو وہ حتمی طور پر اُن کی حمایت کرے گا۔

وما اختیرت الاوا صبح شیخها = وما افتخرت الا و کان فتاها

یعنی: جب کہ وہ شیخ ومرشد ہونے کی لیاقت رکھتا ہے، تو وہ منتخب ہوتا ہے اور چونکہ وہ اس راہِ فقر وفاقہ اور عشق وایثار میں جواں مرد ہوتا ہے تو اُس کو یہ جگہ مل جاتی ہے، بغیر تفاخر و مباہات کے۔

وما ضربت بالا برقین خیامها = فاصبح ماوی الطارقین سواها

یعنی: چمکدار راہِ طریقت میں انہوں نے خیمے اس لیے ڈالے ہیں تا کہ اندھیرے میں سفر کرنے والے، اُن کے سوا کسی دوسری جگہ نہ اُتر پڑیں۔

راوی کہتا ہے کہ خواب سے بیدار ہونے کے بعد مجھے یہ اشعار یاد تھے۔

شیخ محمد واعظ خیاط اس مجلس میں حاضر تھے۔ انہوں نے شیخ علی بن ادریس کو خطاب کر کے التجا کی کہ آپ کے ذہن میں شیخ عبدالقادر جیلانی کا کلام، اس مطالب میں اگر کچھ موجود ہوتو براہ کرم سنایئے۔ شیخ علی نے یہ اشعار پڑھے۔

هنیأ لصحبی اننی قائد الرکب = اسیربهم قصدا الی المنزل الرهب

یعنی: مژدہ ہو میرے محبّوں کو کہ مَیں سواروں کا ماہر رہبر ورہنما ہوں۔ مَیں انہیں مسرتِ روحانیت کی کشادہ دل پذیر منزل کی طرف اپنے ارادہ کے مطابق سیر وسیاحت کی لذّت سے لطف اندوز کرتا ہوں۔

واکنفهم والکل فی شغل امره = وانزلهم فی حضرة القدس من قرب

یعنی: ان سب کو، چاہے وہ اپنے کاموں کے جس شغل میں بھی ہوں۔ مَیں اپنی پناہ میں چھوڑتا ہوں اور حضرت قدس میں اپنے نزدیک انہیں اتارتا ہوں۔

ولی معهد کل الطوائف دونه = ولی منهل عذب المشارب والشرب

یعنی: میرے لیے ایک خاص عہد الٰہی ہے اور ایک خاص چشمۂ مصفّٰی ہے۔ جہاں پر کسی کی رسائی نہیں ہے۔ اور میرے لیے ایک شیریں جاری چشمہ ہے اور خاص پینے کی جگہ مقرر ہے۔

واهل الصفا یسعون خلفی وکلهم = لهم همة امضی من الصارم العضب

یعنی: اہلِ وفا وصفا سب کے سب میرے پیچھے دوڑتے ہیں۔ حالانکہ اُن سب کو تیز، چمکدار تلوارِ معرفت حاصل ہے۔ لیکن مجھ تک پہنچنا دشوار نہیں بلکہ محال ہے۔ اس لیے سب پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں۔

یہ سُن کر شیخ علی ابن ادریس نے فرمایا کہ شکریہ تم نے بہت خوب کہا ہے۔

لی من کل طویلة فحل لا یقاوم = ولی فی کل ارض خیل لا یسابق

یعنی: ہر ایک گوشے میں میرے ایسے لشکر ہیں جن کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ ہر سر زمین میں میرا ایک ایک لشکر ہے کہ اس سے سبقت نہیں لی جاسکتی۔

ولی فی کل جیس سلطان لایخالف = ولی فی کل منصب خلیفة لایعزل

یعنی: میرے ہر ایک لشکر میں ایک بادشاہ ہے جس کی مخالفت کرنا محال ہے۔ اور ہر منصب پر میرا ایک خلیفہ یعنی نائب ہے۔ جسے معزول نہیں کیا جاسکتا۔

(خلاصہ: میرے طریقے اور مسلک و مذہب میں ہمیشہ کچھ ایسے جواں مرد ہوتے رہیں گے۔ جن کا مقابلہ کسی سے نہ بن پڑے گا۔ میدانِ معرفت میں جو میرا گھوڑا ہوتا ہے۔ اُس سے کوئی بازی نہیں لے جاسکتا۔ قادری سلطان، شیخ و خلیفہ کی مخالفت محال اور اُن کا منصب برقرار و پائیدار ہے۔) (نثر الجواہر، صفحہ ۱۵۱)

o شیخ ابی محمد عبدالجبّار فرزند غوث پاک دستگیر فرماتے ہیں کہ میرے والدہ جب تاریک مکان میں جاتیں تو ایک روشن چراغ کی مانند اُن کے سامنے نظر آتا۔ ایک روز میرے والد غوث پاک اُن کے نزدیک تشریف لائے۔ غوث پاک کی نظر پڑتے ہی وہ روشنی غائب ہوگئی۔ والد صاحب نے فرمایا کہ یہ روشنی جو تم نے دیکھی ہے درحقیقت وہ شیطان تھا، جو تمہاری خدمت کرتا تھا۔ مَیں نے اسے دور کر کے اس کے بدلے تمہیں نورِ رحمانی عطا کیا۔ جو کوئی میری طرف منسوب ہوتا ہے یا میری نظرِ عنایت اُس پر رہتی ہے تو مَیں اُس سے اسی طرح معاملہ کرتا ہوں۔ اس دن کے بعد سے میری والدہ جب تاریک مکان میں ہوتیں تو ایک چاند جیسے نور سے تمام گھر منور ہو جاتا۔

o شیخ عمر بزار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ غوث الاعظم دستگیر فرماتے تھے ''حسین بن منصور حلاّج سے ایک معمولی لغزش ہوگئی تھی۔ اُس زمانے میں کوئی اُن کا ہاتھ پکڑنے والا معاون و مددگار نہ تھا۔ اگر مَیں اُس زمانے میں ہوتا تو ضرور اُن کی دستگیری کرتا اور میرے محبوں، مریدوں اور دوستوں سے قیامت تک اگر کسی قسم کی لغزش صادر ہوگی تو مَیں اُن کی دستگیری و رہنمائی کروں گا۔'' (نثر الجواہر، صفحہ ۱۵۶)

o شیخ ابی الحسن خبّاز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے شیخ اباالقاسم عمر بزار کو کہتے ہوئے سنا کہ شیخ عبدالقادر دستگیر فرماتے تھے کہ جو کوئی آفت و کرب میں مجھ سے استغاثہ کرے تو مَیں وہ تکلیف باذن اللہ دور کردوں گا۔ اور جو بوقتِ شدّت میرا نام یاد کرے، شدّت میں آسانی ظاہر ہوگی۔ اور جو کسی حاجت میں اللہ پاک کے نزدیک میرے وسیلے سے حاجت روائی کی درخواست کرے گا، اُس کی حاجت ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ اور جو کوئی دوگانہ نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد حضرت ﷺ پر درود و سلام بھیجے اور حاجت پیش کر کے بغداد کی جانب گیارہ قدم بڑھا کر میرا نام پکارے اور حاجت براری کی التجا کرے تو حتمی طور پر اُس کی حاجت روا ہوگی۔

''رسالہ غوثیہ'' میں اس نماز کا نام ''صلوۃ الاسرار'' اور ''ملفوظِ غیاثیۃ'' میں ''صلوۃ الحاجۃ'' تحریر ہے۔

O شیخ یوسف سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''مَیں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا ''یارسول اللہ ﷺ! اگر کسی شخص کی اجل پہنچی تو اس کے نہ مرنے کا کچھ علاج ہے؟'' حضرت ﷺ نے فرمایا ''دوگانہ نماز جو میرے فرزند سید عبدالقادر نے بتائی ہے، صحیح اعتقاد سے ادا کرے تو اُس کی عمر دراز ہوگی۔'' (نثر الجواہر، صفحہ ۱۶۰)

O ''ملفوظ غیاثی'' سے نقل ہے کہ اُس نماز کا وقت مغرب اور عشاء کے مابین ہے۔ اور شاہ غیاث الحق والدین ثانی سے نقل ہے کہ اُس کا وقت آدھی رات کو ہے۔ اُس کی نیت یہ ہے۔ ''اُصَلِّیْ لِلّٰهِ تَعَالٰی رَکْعَتَیْنِ صَلٰوۃَ الْاَسْرَار تَقَرُّبًا اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَانْقِطَاعاً عَنْ غَیْرِہٖ مُتَوَجِّها اِلَی الْکَعْبَةِ الشَّرِیْفَةِ.

''رسالہ غوثیہ'' میں شاہ غیاث الحق والدین ثانی سے نقل کیا ہے کہ اس گیارہ قدم میں غوث دستگیر کو گیارہ خطابات سے یاد کرنا یا پکارنا لازمی ہے۔

۱۔ یاسید محی الدین عبدالقادر اَغِثْنِیْ
۲۔ یاشیخ محی الدین عبدالقادر اَغِثْنِیْ
۳۔ یاولی محی الدین عبدالقادر اَغِثْنِیْ
۴۔ یابادشاہ محی الدین عبدالقادر اَغِثْنِیْ
۵۔ یاسلطان محی الدین عبدالقادر اَغِثْنِیْ
۶۔ یامخدوم محی الدین عبدالقادر اَغِثْنِیْ
۷۔ یامولانا محی الدین عبدالقادر اَغِثْنِیْ
۸۔ یاخواجہ محی الدین عبدالقادر اَغِثْنِیْ
۹۔ یافقیر محی الدین عبدالقادر اَغِثْنِیْ
۱۰۔ یاغریب محی الدین عبدالقادر اَغِثْنِیْ

۱۱۔ یا درویش محی الدین عبدالقادر اَغِثْنِیْ

اور گیارہویں قدم کے بعد کھڑے ہوکر بلند آواز سے نِدا کرے۔

یا حضرت غوث الصمدانی السیّد عبدالقادر جیلانی عَبْدُکَ وَمُرِیْدُکَ مَظْلُوْمٌ عَاجِزٌ مُحْتَاجٌ اِلَیْکَ فِیْ جَمِیْعِ الْاُمُوْرِ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ مدد کن فریاد رس بِاِذْنِ اللّٰہِ وَالْمُحَبَّةِ اللّٰہِ وَتَرْضِیَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ. اور اپنی حاجت زبان سے کہے۔

اس کے بعد ہاتھ باندھے کھڑے ہوکر تصور کریں کہ گویا غوث دستگیر کا سبز روضہ متبرکہ سامنے ہے۔ اور کھڑے کھڑے گیارہ بار درود شریف، گیارہ بار سورہ فاتحہ اور گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر گیارہ مرتبہ یہ جملہ دہرائے ''یا شیخ الثقلین، یاقطب ربّانی، یا غوث صمدانی، حضرت میران سیّد شاہ ابو محمد شیخ عبدالقادر الجیلانی الحَسَنی الحُسینی الحنبلی الشافعی اَغِثْنِیْ وَامْدُدْنِی فِی قَضَاءِ حَاجَتِیْ.''

پھر اپنی جگہ آ کر بیٹھ جائے۔ گیارہ باراللہ کا ذکر کرے۔ اس کے بعد سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص اور درود شریف گیارہ گیارہ بار پڑھ کر غوث پاک کی روح اور اُن کے والدین کی ارواحِ مقدسہ پر ایصال ثواب کرے۔ پھر پہلے جیسا گیا تھا، ویسا ہی واپس لوٹ آئے۔

O ''رسالہ غوثیہ'' میں ''رسالۂ حقیقۃ الحقائق'' سے نقل کیا ہے کہ غوث دستگیر فرماتے تھے ''میرا نام اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کی تاثیر رکھتا ہے۔''

اور ''یا شیخ عبدالقادر شیأً للّٰہ'' بھی ایک بڑی دعا اور پکار ہے۔ جو حاجتوں کو پوری کرنے میں مجرّب ہے۔ (نثر الجواہر، صفحہ ۱۶۲)

ائے زاھد ظاہر بیں، از قرب چہ می پُرسی
او در مَن ومَن در وی، چوں بُو بگلاب اندر

(مخدوم شاہ نصیر الدین روشن چراغ دہلوی)

یعنی: اے ظاہر پر نظر رکھے والے عابد و پرہیزگار! تجھے قربتِ قادرِ مطلق سے کیا واسطہ؟ تجھے کتابوں کے اوراق اور سجدوں سے کام ہے۔ فتوے بازی کر اور لوگوں کو کافر بناتا جا۔ قربِ خداوندی کچھ اور چیز ہے۔ جس کی ہوا تک تجھے نہیں لگی۔ یقین کر یا نہ کر۔ مگر اتنا سُن کہ وہ معبودِ برحق مجھ میں ہے اور مَیں اُس کی معیت میں ہوں۔ جس طرح گلاب سے خوشبو جدا نہیں ہے۔ اسی طرح خدا مستوں کی کیفیت ہوتی ہے۔

O حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''مَیں مردِ خدا ہوں، میری تلوار ننگی ہے، میری کمان عین نشانے پر ہے، میرا تیر نشست پر ہے، میرے نیزے صحیح مقام پر مار کرتے ہیں، میرا گھوڑا چاک و چوبند ہے۔ مَیں اللہ کی آگ (نار اللہ) ہوں۔ مَیں لوگوں کے احوال سلب کر لیتا ہوں۔ مَیں ایسا بحرِ بیکراں ہوں جس کا کوئی ساحل نہیں۔ مَیں اپنے آپ سے ماوریٰ گفتگو کرتا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی نگاہِ خاص میں رکھا ہے۔ اے شب بیدارو! زاہدو! پہاڑوں میں رہنے والو! میرا حکم جو اللہ کی طرف سے ہے، قبول کرلو۔ آؤ! وہ سمندر دیکھو جس کا کنارہ ناپید ہے۔ خدا کی قسم! میرے سامنے نیک بخت اور بد بخت پیش کیے جاتے ہیں۔ لوحِ محفوظ میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ مَیں دریائے علومِ الٰہی کا غوّاص (ڈبکی لگانے والا) ہوں۔ میرا مشاہدہ ہی محبتِ الٰہی ہے۔ مَیں حجۃ اللہ ہوں۔ مَیں نائبِ رسول اللہ ﷺ ہوں۔ مَیں زمین پر وارثِ رسولِ خدا ﷺ ہوں۔ مَیں وہ چیزیں جانتا ہوں جو تم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔ مجھے روزانہ ستر بار حکم دیا جاتا ہے کہ یہ کام کرو، ایسا کرو، تمہیں میری عزت کی قسم! یہ چیز پی لو، یہ چیز کھالو۔'' (زبدۃ الآثار، صفحہ ۷۷)

حکم نافذ ہے ترا، خامہ ترا، سیف تیری = دم میں جو چاہے کرے، دَور ہے شاہا تیرا

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در محفلِ رنداں، خبرے نیست کہ نیست

(مولانا روم)

یعنی: راز کی باتوں پر سے پردہ اُٹھا کر آشکارا کر دینا خلافِ مصلحت ہے۔ نہیں تو بادۂ معرفت کے سرشاروں سے کون سی چیز ہے جو پوشیدہ ہے؟

کیوں نہ قاسم ہو کہ تو، ابن ابی القاسم ہے
کیوں نہ قادر ہو کہ، مختار ہے بابا تیرا

خمش باش وبہش باش کہ تا فاش نہ گردد
کز اغیار گرفت ست، چُپ و راست خدایا

یعنی: خاموش رہ اور ہوش رکھ تا کہ رازِ الٰہی فاش نہ ہو۔ خدایا! کہوں بھی تو کیسے کہوں، جبکہ دائیں بائیں بلکہ میرے چاروں طرف بیگانوں کا جمگھٹ ہے۔ بیگانوں اور رمز ناشناسوں کے سامنے راز کی باتوں کا بیان اپنے لیے خطرۂ جان ہے۔

O غوث زماں، دستگیرِ کُل جہاں عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ ''جب مَیں گفتگو کرتا ہوں تو اللہ پاک فرماتا ہے۔ مجھے اپنی قسم! یہ بات پھر کہو کیونکہ تم صادق ہو۔ مَیں اُس وقت تک بات نہیں کرتا جب تک مجھے یقین نہ دلایا جائے کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ مَیں اُن تمام امور کی تقسیم و تفریق کرتا رہتا ہوں، جن کے مجھے اختیار دیئے جاتے ہیں۔ جب مجھے حکم دیا جاتا ہے تو مَیں وہی کام کرتا ہوں۔ مجھے حکم دینے والا اللہ ہے۔ اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو یہ بات تمہارے لیے زہر ہلاہل ہوگی۔ تمہارے یہ اقدامِ نافرمانی تمہیں ایک لمحہ میں تباہ کر دے گا۔ مَیں تمہاری دنیا و عقبیٰ کو لمحہ بھر میں ختم کرنے کی قدرت رکھتا ہوں۔ اگر میرے منہ میں شریعت کی لگام نہ ہو تو تمہیں ان چیزوں کی بھی خبر دیتا جو تم کھاتے پیتے ہو اور چھپا کر رکھتے ہو۔ اگر مجھے پاسِ شرع نہ ہوتا تو مَیں حضرت یوسف علیہ السلام کے پیالے کی خبر دیتا۔ غرضیکہ دلوں کی ہر خبر واضح کر دیتا۔ مگر چونکہ علم دامانِ علم میں پناہ حاصل کرتا ہے اور اُن کی خفیہ چیزوں کو ظاہر نہیں کرتا ہے۔ مَیں ہر اُس خبر کو جانتا ہوں جو تمہارے ظاہر میں ہے اور جو تمہارے باطن میں پوشیدہ ہے۔ میری نگاہ میں تم لوگ شیشے کی طرح صاف ہو۔''
(زبدۃ الآثار، صفحہ ۷۷)

سکوت آموز طولِ داستانِ درد ہے، ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے منہ میں، اور تابِ سخن بھی ہے

O تمام مردانِ خدا جب ''مقامِ قدر'' میں پہنچتے ہیں تو اُن کی نگرانی کی جاتی ہے۔ مگر مجھے بلا روک ٹوک اجازت ہے۔ بلکہ ''عالمِ قدر'' میں میرے لیے ایک طاقچہ کھول دیا گیا ہے اور مجھے اس طاقچہ سے اندر پہنچایا جاتا ہے۔ مَیں نے تقدیرِ خداوندی سے لڑائی کی ہے۔ اور اللہ کے حکم سے اُن ''احکاماتِ قدریہ'' کو درست کیا ہے۔ مردِ کامل وہ ہوتا ہے جو تقدیر سے لڑے نہ کہ تقدیر کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔'' (صفحہ۱۰۸)

O مفتیِ عراق محمد بن علی بغدادی المعروف بہ توحیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبدالقادر دستگیر بڑے مجیب الدعوات و کریم الاخلاق تھے۔ توفیقِ الٰہی آپ کے لیے وقف تھی۔ تائیدِ ایزدی ہر وقت آپ کے ساتھ ہوتی تھی۔ آپ کا علم مہذب تھا اور آپ کا قرب مؤدب ہوتا تھا۔ خطاب آپ کا مشیر تھا اور لحظہ سفیر ہوتا۔ صدق ہی آپ کی غذا تھی، فتح آپ کی پونجی اور حلم آپ کی عادتِ ثانیہ تھی۔ ذکرِ خداوندی آپ کا معمول تھا۔ غور و فکر آپ کا لباس اور مکاشفہ آپ کی خوراک تھی۔ مشاہدۂ حق آپ کی شفاء، شریعت کا احترام آپ کی ظاہریت اور حقیقت کے اوصاف آپ کے اسرار و رموز ہوتے تھے۔

بارِ دیگر آں قاضی حاجات ندا کرد
خیزید کہ آں فاتح ابواب در آمد

(مولوی معنوی)

یعنی: جب اہلِ ولایت و صاحبِ نظر و قدر جنابِ الٰہی میں درخواست فرماتے ہیں اور اپنی مانگ و چاہت کی برآری میں بضد ہو جاتے ہیں، تو بارگاہِ قدرت سے ازراہِ کرم اُس کے نفوذ کا حکم صادر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اولیاء اللہ کے قدموں کی عزت، احترام ضروری ہے۔

کیونکہ مشکلات کے دروازے کھولنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں۔

عشق معراج ست سوئے بام سلطانِ ازل
از رخِ عاشق فرو خواں، قصّۂ معراج را

یعنی: سلطانِ ازل، مالکِ لم یزل کے بالا خانے کی طرف جانے کی سیڑھی عشقِ حقیقی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ قصۂ معراج کو سیاہ سطروں میں پڑھنے کے بجائے عاشقانِ خالقِ جنت و حور کے منور رخساروں سے پڑھنے کی کوشش کرو۔

آں شربت جاں پرور، جاں بخش چه شافی ست
از دست مسیحا که به بیمار در آمد

(مولوی معنوی)

یعنی: وہ جاں پرور و جاں بخش شربتِ محبت و صداقت، شفا عطا کرنے میں یکتائے زمانہ ہے۔ کیونکہ مسیحائے الٰہی کے ہاتھوں سے جو شربت بیمار کو ملتا ہے، اُس میں دمِ عیسیٰ کی طاقت و کرامت موجود ہوتی ہے۔

گر ظلمت تن بود، کنوں روزنِ دل گشت
ور رهزنِ دیں بود، کنوں قدوۂ دیں شد

یعنی: اللہ والوں کی نظرِ عنایت سے بدن کی تاریکی میں، دل کے اندر ایک نور و ہدایت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ جو دین کا لٹیرا ہوتا ہے وہ اُن کی بدولت دین و ملت کا رہبر و سرور بن جاتا ہے۔ شراب کو سرکہ میں تبدیل کرنا ایک معمولی بات ہے۔ وہ لوگ تاریک دل کو روشن اور بد دین کو دیندار بنانے میں عجب مہارت رکھتے ہیں۔

o شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک دن نمازِ جمعہ کے لیے نکلے۔ مَیں اور میرے دو بھائی عبدالوہاب اور عیسیٰ آپ کے ہمراہ تھے۔ راستے میں ہم کو سلطان کے تین مٹکے شراب لے

جانے والے ملے، جن کی بو بہت تیز اور ناگوار تھی۔ ساتھ میں کوتوال و دیگر افسران بھی تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ اُن لوگوں نے ٹھہرے بغیر جانوروں کو تیز دوڑانے کی کوشش کرنے لگے۔ غوث پاک نے جانوروں سے فرمایا کہ ''ٹھہر جاؤ'' وہ فوراً اپنی جگہ رک گئے، گویا کہ وہ منجمد پتھر ہیں۔ ساربان جانوروں کو مارنے لگے تو اُن سب کو دردِ قولنج شروع ہوگیا اور وہ مارے درد کے زمین پر لوٹنے لگے۔ پھر اعلانیہ توبہ و استغفار کر کے معذرت چاہی۔ اُن سے درد جاتا رہا اور شراب کی بدبو سرکہ کی بو میں تبدیل ہوگئی۔ برتنوں کو کھول کر دیکھا گیا تو حقیقت میں سب سرکہ بن چکا تھا۔ غوث پاک جامع مسجد تشریف لے گئے۔ جب یہ خبر اور ماجرا سلطان کے کانوں تک پہنچا، اُس نے حد درجہ خوفزدہ ہوکر بہت سے منکرات و محرمات سے توبہ کرلی۔ اس کے بعد شیخ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا رہا اور غوث پاک کے ساتھ ہمیشہ عاجزانہ برتاؤ کرنے کی عادت پیدا کرلی۔ (بہجۃ الاسرار، صفحہ ۱۱۲)

تاریک را روشن کند، ہم خار را گلشن کند
خار از کفت بیروں کند، و زگل ترا بالیں کند

یعنی: اہلِ معرفت و صداقت اندھیرے کو روشنی بخش دیتے ہیں اور کانٹے کو گلستان بنا دیتے ہیں۔ اُن کے قدموں پر اگر پہنچو گے تو تمہاری ہتھیلی سے کانٹے نکال کر تمہارے بستر اور تکیہ گاہ کو پھولوں کی سیج بنا دیتے ہیں۔

روشن کن استار گاں، چارہ کن بیچار گاں
بر بندہ او احساں کند، ہم بندہ را تحسین کند

یعنی: شیدایانِ الٰہی ستاروں میں چمک پیدا کرنے والے اور بے چاروں و بیکسوں کے چارہ گر ہوتے ہیں۔ اپنے غلاموں پر احسان فرماتے ہیں اور انہیں تعریف و ستایش کے قابل بنا دیتے ہیں۔

گوہر کنی خر مہرہ را، زہرہ بدرّی زہرہ را
خاقاں کنی بے بہرہ را، شاباش اے سلطانِ ما

یعنی: اے سلطانِ معرفت! تجھے صد آفریں! کیونکہ تو کوڑی کو جوہر بناتا ہے اور زہرہ ستارے کے جگر کو دو ٹکڑے کرتا ہے۔ علاوہ ازیں بدقسمت و کم نصیب کو شاہِ خاقان بنا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔

O مشائخ میں سے اکثر حضرات نے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ خاص کر شیخ ابی الخیر بشر بن محفوظ بن غنیمۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن حضرت غوث دستگیر کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک آپ نے فرمایا ''تم میں سے جو شخص کچھ مانگنا چاہتا ہے، مانگ لے''۔ شیخ ابوالمسعود بن حریمی نے التماس کیا کہ مَیں ترکِ تدبیر و اختیار چاہتا ہوں۔ شیخ محمد بن قائد نے کہا کہ مجھے مجاہدے پر قوت کی ضرورت ہے۔ شیخ ابوالقاسم عمر بزار عرض کی کہ مجھے خوفِ الٰہی عطا ہو۔ شیخ ابو محمد حسن فارسی نے فرمایا کہ مجھے خدا کے ساتھ صاحبِ حال بنے دیجیے چونکہ اس نعمت سے مَیں محروم ہو گیا ہوں۔ شیخ جمیل صاحب خطوہ وزعفہ نے عرض کیا کہ مجھے حفظِ وقت کی حاجت ہے اور شیخ ابوحفص غزال کہنے لگے کہ مجھے کثرتِ علم چاہیے۔ شیخ خلیل بن احمد صرصری نے گذارش کی کہ مَیں چاہتا ہوں، اس وقت تک مجھے موت نہ آئے جب تک مقامِ قطبیت پر نہ پہنچ جاؤں۔ شیخ ابوالبرکات عیسیٰ بغدادی نے کہا کہ مجھے محبتِ الٰہی میں بے خودی درکار ہے۔ شیخ ابوالفتوح نصر بن ابی الفرح نے کہا کہ مجھے حفظِ قرآن و حدیث کرا دیں۔ شیخ ابی الخیر بشر بن محفوظ نے عرض کی کہ مجھے ایسی معرفت درکار ہے جس سے موارِدِ ربّانیہ و غیر ربّانیہ میں تمیز کر سکوں۔ شیخ ابوعبداللہ بن محمد ہبیرہ نے کہا کہ مجھے وزیر کی نیابت حاصل ہو۔ شیخ ابوالفتوح عبداللہ بن ہبۃ اللہ نے کہا کہ مجھے خلیفہ کے گھر کی ناظری و دربان سرائی کی ضرورت ہے۔ شیخ ابوالقاسم بن محمد الصاحب نے گزارش کی کہ مجھے خلیفہ کے دروازے کا حاجب بنا دیجیے۔

حضرت غوثِ دوران شیخ عبدالقادر دستگیر نے ان تمام حاضرین کی خواہشات سننے کے بعد یہ آیت شریفہ پڑھی ''كُلًّا نُمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ

عَطَاءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا" یعنی "مَیں تمام کی مدد کررہا ہوں اور یہ تمام نعمتیں تیرے پروردگار کی عطا سے ہیں۔ اور تیرے پروردگار کی عطا سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔"

راوی کہتا ہے خدا کی قسم! ان لوگوں کو وہ تمام نعمتیں مل گئیں جو انہوں نے طلب کی تھیں۔ مَیں نے ہر ایک شخص کو اسی مقام پر دیکھا جس کی اُس نے غوثِ دستگیر سے تمنا کی تھی۔

شیخ ابوالمسعود حسب منشاء ترکِ اختیار کی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ اُن کا مرتبہ اس قدر بلند ہوا کہ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میرے دل میں میرے مصلی سے آگے کوئی خطرہ پیدا ہی نہیں ہوا۔

شیخ محمد بن قائد کو مجاہدے پر پورا اختیار مل گیا تھا۔ اس کی مثال آپ کے زمانے میں دوسرے کسی بزرگ کے ہاں نہیں ملتی۔ وہ عمر کے آخری حصے میں تقریباً چودہ سال زیرِ زمین مجاہدہ کرتے رہے۔ مَیں نے انہیں یہ کہتے سنا کہ "مَیں نے بھوک کو بھوکا اور پیاس کو پیاسا بنا دیا ہے۔ نیند کو سلا دیا ہے اور بیداری کو بیدار کر دیا ہے۔ مَیں نے خوف کو ڈرایا ہے اور مصائب کو بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ صرف اللہ جل شانہ اپنے حکم پر غالب ہے "فاللّٰہ غالب علی امرہ".

شیخ عمر بزاز خوف کے درجۂ عالیہ پر پہنچے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آپ کے دماغ سے حلق تک خوف کی صدا آتی تھی۔

شیخ حسن فارسی پر جب غوث پاک دستگیر نے نگاہ ڈالی تو مجلس میں بیٹھے بیٹھے بے اندازہ مضطرب ہو گئے اور اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ دوسرے دن جب مَیں اُن سے ملا اور مجلس کی حالت دریافت کی۔ تو انہوں نے بتایا کہ میرے احوالِ قلبی ایک مدت سے سلب ہو چکے تھے۔ غوث دستگیر کی ایک ہی نظر نے ان احوال کو میری طرف لوٹا دیا۔

شیخ جمیل کو حفظ و مراعاتِ نفس میں وہ چیزیں حاصل ہو گئیں جو مَیں نے دوسروں کے ہاں نہیں پائیں۔ حتیٰ کہ وہ بیت الخلا جاتے وقت اپنی تسبیح کو دیوار کی میخ میں لٹکا دیتے تھے اور تسبیح کے دانے خود بخود پھرتے جاتے تھے۔ مَیں نے یہ حال کئی بار اپنی آنکھوں سے معائنہ کیا تھا۔

شیخ ابوحفص عمر غزال نے کئی قسم کے علوم جمع کر لیے اور اُن تمام کو ازبر کر لیا تھا۔ مجھے

یاد ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنی لائبریری کی ہزاروں کتابیں فروخت کر دیں۔ جب لوگ اُن کو اِس حرکت پر ملامت کرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اب مجھے اُن کتابوں کی ضرورت نہ رہی کیونکہ سب کے سب مجھے از بر ہوگئی ہیں۔

شیخ جلیل بن احمد صرصری کو غوث دستگیر نے اُسی مجلس میں فرمایا کہ اے خلیل! تو قطب ہونے تک نہ رہے گا۔ مگر یہ مقامِ قطبیت انہیں موت سے پہلے صرف سات دن یعنی ایک ہفتہ نصیب ہوا تھا۔

شیخ ابی البرکات عیسیٰ ہامی پر غوث دستگیر نے ایک نگاہ ڈالی۔ فی الفور وہ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ انہیں وہاں سے اُٹھا کر لایا گیا۔ اسی حالتِ لاشعوری میں اُن کو بغداد سے کوفہ پہنچا دیا گیا۔ ایک مدت کے بعد اُن کو کرخ کے ویرانے میں آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے حیران کھڑے دیکھا۔ مَیں نے انہیں بلایا مگر وہ متوجہ نہ ہوئے۔ چند سال بعد مَیں نے اُن کو شہر بصرہ میں اسی حالت میں استغراق میں پایا۔ مَیں نے آواز دی مگر وہ ملتفت نہ ہوئے۔ مَیں اُن کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا ''اے باری تعالیٰ! غوث پاک دستگیر کے وسیلے سے درخواست کرتا ہوں کہ انہیں عقل لوٹا دے تا کہ مجھ سے بات تو کرسکیں۔ چنانچہ انھوں نے ہوش میں آ کر مجھے سلام کیا۔ مَیں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کس حال میں ہیں؟ کہنے لگے کہ اے رفیق! غوث دستگیر نے مجھے ایک ہی نگاہِ لطف وکرم میں غیر اللہ کی محبت سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اب میرے نفس اور وجود کے سامنے دوسری کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی۔ یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ واپس چلے گئے۔ مَیں روتا ہوا واپس چلا آیا۔ حتیٰ کہ آپ اُسی حالت میں وفات پا گئے۔

شیخ ابوالفتوح نصر بن ابی الفرح نے قرآن پاک چھ ماہ میں حفظ کرلیا اور بہت سی کتب احادیث یاد کیں۔ سبعۃ قرأت پر ماہر ہوگئے۔ لوگ ان سے استفادہ کیا کرتے تھے حتی کہ وفات پائی۔

شیخ ابی الخیر بشر بن محفوظ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر دستگیر نے جب میرے سینے پر ہاتھ رکھا۔ تو میرے سینے میں ایک عجیب نور آتا دکھائی دیا۔ اُسی وقت سے مجھے حق و باطل

میں فرق محسوس ہونے لگا۔ اور ہدایت وضلالت کا امتیاز پیدا ہو گیا۔

شیخ ابوعبداللہ بن محمد ہبیرۃ کو وزاتِ نیابت کا درجہ حاصل ہو گیا۔

شیخ ابوالفتوح بن ہبۃ اللہ کو وزارتِ نیابت کا درجہ حاصل ہو گیا۔

شیخ ابی القاسم بن محمد الصاحب کو خلیفہ کے دروازے پر حاجب مقرر کیا گیا۔

یہ لوگ اپنے اپنے عہدوں پر ایک طویل مدت تک جائے گیر رہے۔

(انہار المفاخر ونشر الجواہر صفحہ ۹۳/ زبدۃ الآ ثار، صفحہ ۸۲)

ہم بحر پُر گوہر شود، ہم شورہا کوثر شود

ہم سنگ مثل گل شو، ہم جسم جملہ جاں شود

(مولوی معنوی)

یعنی: خدمتِ اہل اللہ اور اہلِ عرفان کی دعاؤں کی بدولت، سمندر دل گوہروں سے معمور ہوجاتا ہے۔ اور نمکین بحر یعنی دل کی کدورتیں صاف ہوکر آبِ کوثر کے مانند بن جاتا ہے۔ اُن کی نظرِ عاطفت سے پتھر پھول بن جاتا ہے اور جسمِ انسانی میں طاقتِ روحانی پیدا ہوجاتی ہے۔

ناگفتہ حدیث بشنوی تو ننوشتہ سخن ورق بخوانی

بے خواب تو واقعہ نمائی بے باد سفینہا برانی

یعنی: شیدایانِ قادرِ مطلق کی قدرت کا کنارہ نہیں ہے۔ اُن کی زبانوں سے حرکت کیے بغیر تجھے باتیں سننے ملیں گے۔ اُن سے کوئی عبارت تحریر کیے بغیر تجھے ورق ورق پڑھنے کی چیزیں یا کتابیں ہاتھ آئیں گی۔

تجھے وہ بیداری میں بہت سے خواب اور واقعات دکھائیں گے اور ان کی عطائی غیبی طاقت سے بغیر ہوا کے بہت سی کشتیاں زور سے تیرے ہاتھوں چلا کر بتائیں گے۔

در خدمتِ پاک او، عیشے و تماشائے

و ز آتش عشقِ او ہر چشمۂ حیوانی

(مولوی معنوی)

یعنی: اہلِ نظر وقدر کی خدمت وصحبت میں ایک عجیب مسرّت اور انوکھا تماشا ہے۔ اُن کے عشقِ الٰہی کی سوزش سے ہر پانی کا چشمہ آبِ حیات میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ وہ بیک وقت ہزار نامرادوں کا بامراد وکامران بنادیتے ہیں۔

تو شاہِ عظیمے که در دل مقیمے تو آب حیاتی که در تن روائے

تو آں نازنینی، که در غیب بینی نه گفت ست عینی ترا لن ترانے

یعنی: مستانِ الٰہی وہ عظیم بادشاہ کی طرح ہیں جس کی محبت و ہیبت سب کے دلوں میں جاں گزیں ہیں اور وہ ایسے آبِ حیات ہیں، جو سب کے جسموں میں جاری ہے۔

عاشقانِ واجب الوجود، خوبیوں سے معمور نازنینِ جہاں و یکتائے زماں ہوتے ہیں۔ جن کے سامنے ظاہر و باطن یکساں ہے۔ غیب اُن سے پوشیدہ نہیں ہوتا۔ وہ لن ترانی کی صدا سننے سے آزاد ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کے عاشق اور اللہ تعالیٰ اُن کا مشتاق ہوتا ہے۔

کعبه طواف بیکند، بر سرِ کوئے یك بُتے

ایں چه بُت است ائے خدا، ایں چه بلاد آفتے

(مولانا روم)

یعنی: (مولا! مجھے حیرت ہے کہ مَیں کیا دیکھ رہا ہوں) یہاں تیری ایک محبوب ہستی کی گلی میں خود کعبہ آ کر اُس ذات کا طواف کر رہا ہے۔ مولا! یہ کیسی ہستی ہے اور یہ کیسا آزمایش و تعجب خیز شہر ہے؟

جمله ملائکه امیں، جمله ملوك ایں زمیں

سجده کناں که ائے ملك، بہر خدائے رحمتے

یعنی: تمام ملائکہ مقربین اور تمام شاہانِ زمین، بڑے احترام و ادب سے گردنیں جھکائے اس ہستی کی خدمت میں حاضر ہوکر فریاد کرتے ہیں کہ اے عالم پناہ! خدا کے واسطے ہم پر رحم فرمایئے اور ہماری مرادیں پوری فرمایئے۔

اوست بہشت و نورخود، آیت عشق و سوز خود

در غلبات طورِ خود، واه چه عظیم آیتے

یعنی: وہ قطبِ دوراں، سراسر ذاتِ حنان ومنان کا نور و بہشت ہے اور وہی خالق و ربِ اکبر کے عشق و محبت اور سوز و گداز کی نشانی ہے۔ وہی ہستی، تجلیاتِ طورِ ربانی ہے۔ ماشاءاللہ وسبحان اللہ! وہ ذات کس قدر عظیم آیت ونشانِ الٰہی ہے۔

عارفِ شائقانِ حق، طالبِ عاشقانِ حق
در تگ و پوی در سبق، ہریك نیك رہبرے

یعنی: فدایانِ الٰہی کو پہچاننے والے اور عاشقانِ مولیٰ کو ڈھونڈنے والے۔ اپنی جستجو کی دوڑ دھوپ میں ایک سے ایک سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اور اُن کی تمنا ہوتی ہے کہ اُن کو بہتر سے بہتر نیک رہبر ملے۔ کیونکہ مرشدِ کامل ومکمل سرعت سے منازل طے کرادیتا ہے۔

زخونم بوئے مشك آید چو ریزد
شہیدم ائے عجب، ہم نیز غازی

(مولوی معنوی)

یعنی: میرا جب چھڑکا یا یا بہایا جاتا ہے تو اُس سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی ہے۔ مَیں شہیدِ محبت ہوں۔ اس پرطرہّ یہ کہ میں غازئ محبت بھی ہوں۔

در راہ اگر جبل شود، آں پشت خم دہد
کائے قاصدانِ معدنِ اجلال مرحبا

یعنی: اے معدنِ اجلال کے قاصدو! اے معرفتِ خداوندی کے شیدائیو! تمھیں آفریں صد آفریں۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے تمہاری ایسی عزت افزائی کی ہے کہ اگر تمہاری راہ میں پہاڑ بھی آپڑے، وہ بھی تمہاری شوکت و دبدبے سے اپنی پیٹھ کو پست وخم اور ہموار کردیتا ہے تاکہ تمہاری ہر مشکل آسان ہوجائے۔

جنازہ ام چوبہ بینی مگو فراق فراق
مرا وصال وملاقات آں زماں باشد

یعنی: میرا جنازہ دیکھ کر رونا نہیں اور ہائے جدائی، ہائے جدائی کا نعرہ نہ لگانا کیونکہ

حقیقت میں میرے لیے وہ وقت وصال و ملاقاتِ محبوب کا زمانہ ہے۔

O فتوح الغیب کے آخر میں مذکور ہے کہ جناب غوث دستگیر کے صاحب زادے حضرت شیخ عبدالوہاب نے مرض الموت میں، نہیں نہیں بلکہ وصالِ محبوب کے وقت آپ سے وصیت فرمانے کی درخواست کی، تو آپ نے فرمایا ''بیٹا! تمہارے لیے تقویٰ و طاعتِ الٰہی از حد ضروری ہے۔ خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو۔ کسی کے سامنے اپنی حاجت پیش نہ کرو۔ کسی غیر سے امید نہ رکھو۔ ہمیشہ اپنی حاجات اللہ تبارک وتعالیٰ سے طلب کرو۔ اور کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرو، نہ یقین کرو۔ بجز اللہ جل جلالہ کے کوئی ذات لائقِ اعتماد نہیں ہے۔ التوحید، التوحید، التوحید۔ اسی بات پر ساری اُمت کا اجماع ہے۔

وصلِ محبوب کے وقت آپ کا فرمان تھا کہ ''جب دل خدا کے ساتھ درست ہوتا تو اُس دل سے کوئی چیز جدا نہیں ہوتی اور تمام علوم اُس دل کے احاطے میں آ جاتے ہیں۔ مَیں مغز ہوں، پوست نہیں۔ تم لوگ میری چارپائی سے ہٹ جاؤ۔ اگرچہ مَیں ظاہراً تم لوگوں سے ہم کلام ہوں۔ مگر باطناً دوسری ہستیوں کے ساتھ ہوں۔ میرے اور تمہارے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہے اور مخلوق اور میرے درمیان اتنی ہی دوری ہے جتنی زمین و آسمان کے درمیان ہوا کرتی ہے۔ مجھے دوسروں پر قیاس نہ کرو اور ہی دوسروں کو مجھ پر قیاس کیا کرو۔

میرے پاس تمہارے سوا دوسرے حضرات بھی حاضر ہوئے ہیں۔ اُن کے لیے جگہ کشادہ کرو۔ اُن کے احترام کا خیال رکھو۔ یہاں پر اس وقت رحمتِ عظمٰی ہے۔ وہ لوگ رحمتِ خداوندی کے حامل ہیں۔ لہٰذا اُن کی جگہ تنگ مت کرو۔

وقتِ وصالِ محبوب، حضرت شیخ کی زبان سے اکثر **وعلیکم السلام ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ** نکلتا تھا۔ اسی طرح ایک دن اور ایک رات سلام کا جواب دیتے رہے، جو رحمت کے فرشتے اور مقربوں کی ارواح حاضرِ خدمت ہوکر سلام عرض کرتے تھے۔

شیخ فرماتے گئے'' مجھے کسی چیز کی پراہ نہیں۔ نہ کسی فرشتہ کی پرواہ ہے، نہ ملک الموت کا

خیال ہے۔ اے ملک الموت! جس نے مجھے عطا و بخشش فرمائی ہے، سو وہ ہم کو دوست رکھتا ہے۔ اور تیرے بغیر وہ میرا تمام کام پورا فرماتا ہے۔ اے ملک الموت! تو اسے تلاش کر جسے موت سے ڈر ہو۔ ہمیں تو رفیقِ اعلیٰ عزیز ہے۔ اے ملک الموت! اُسے ڈھونڈ لا، جو ہمارے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک زوردار نعرہ بلند فرمایا۔ پھر وصالِ لذّت کے بحر میں مستغرق ہو گئے۔

آپ کی اولاد میں سے ایک نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا ''کوئی شخص میرا حال دریافت نہ کرے۔ مَیں وہ ہوں جو علمِ الٰہی کے اندر چکر لگانے والا ہوں۔''

شیخ عبدالقادر دستگیر نے اپنے بیٹے شیخ عبدالجبار سے فرمایا کہ ''تم اپنی حالتِ نیند میں یا حالتِ بیداری میں، جس حالت میں بھی ہو مجھ میں گم رہو، میرے خیال و دھیان میں دنیا و مافیہا سے جدا رہو۔ اس بات سے مَیں نے تم کو پہلے سے خبردار و ہوشیار کر رکھا ہے۔''

شیخ دستگیر نے مزید فرمایا کہ ''خدا تعالیٰ کا علم ازلی جو بندوں کے متعلق ہے، وہ بغیر پذیر نہیں ہے۔ کیونکہ حکم متغیر و متبدل ہوتا ہے لیکن علم متغیر نہیں ہوتا۔ حکم منسوخ ہوتا ہے، علم منسوخ نہیں ہوتا۔ خدائے تعالیٰ جسے چاہے ثابت رکھتا ہے اور جسے چاہے محو کرتا ہے۔ محو و اثبات احکام میں ہیں۔ خدا عزوجل کے پاس اُم الکتاب ہے۔ اس میں جو لکھا ہے، سو تغیر نہیں پاتا۔ ''**لایسئل عمّا یفعل وھم یسئلون**'' فعلِ الٰہی پر سوال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ وہ بندوں سے سوال کرے گا۔

آپ کے صاحب زادے شیخ عبدالرزق فرماتے ہیں کہ بوقتِ وصال آپ کئی بار اپنا ہاتھ بڑھ کر وعلیکم السلام فرماتے اور کہتے ''توبہ کرو اور ان کی صف میں شریک ہو جاؤ۔ مَیں تمہاری طرف آ رہا ہوں۔ ذرا نرمی کرو، نرمی کرو۔ مَیں خود آ رہا ہوں۔ اس کے بعد آپ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ پھر ''**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**'' کہا۔

شیخ محی الدین عبدالقادر دستگیر کے فرزند شیخ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ شیخ نے بوقتِ

رحلت فرمایا۔ ''اِسْتَعَنْتُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه سُبْحَانَهٗ وَتَعَالیٰ اَلْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَخْشَی الْفَوْتَ. سُبْحَانَ مَنْ تَعَزَّزَ بِالْقُدْرَةِ وَقَهْرِ الْعِبَادِ بِالْمَوْتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ''.

یعنی ''مَیں نے کلمۂ توحید سے مدد طلب کی۔ اللہ کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں۔ وہ ذات ''اللہ'' پاک و بلند و زندہ ہے۔ جسے مرنے کا ڈر نہیں۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنی قدرت سے سب پر غالب ہے۔ اور موت سے تمام بندوں کو عاجز و مجبور و مقہور کر دیا ہے۔ اللہ پاک کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ جل شانہ کے رسول ہیں۔''

شیخ جیلانی کے فرزند شیخ موسیٰ فرماتے ہیں کہ یہ آخری جملہ ادا کرتے وقت، شیخ کی زبان سے لفظ ''تَعَزَّزَ'' صحیح ادا نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس لیے اس لفظ کو بار بار دہراتے گئے۔ جب یہ لفظ صحیح تلفظ کے ساتھ درست ادا ہو گیا۔ تو آپ نے بڑی صحت کے ساتھ ''اللہ اللہ اللہ'' تین بار فرمایا اور اپنے محبوب سے واصل ہو گئے۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه و ارضاہ عنّا۔

(نثر الجواہر، صفحہ ۱۶۳)

اۓ کہ تواز عالم ما میروی — خوش ززمیں، سوئے سما میروی

اۓ قفس را شکستہ ورستہ زنبد — پَر مکشا وی بچہ جا میروی

سر زکفن برکن و مارا بگوئی — کز وطن خویش کجا میروی

(مولوی معنوی)

یعنی: اے شیخ زماں! تم ہمیں تنہا چھوڑ کر ہماری دنیا سے چلے جا رہے ہو اور خوشی خوشی پستی سے بلندی کی طرف پرواز کر رہے ہو۔

اے ہمارے ملجا و ماویٰ! قفسِ جسدی کو توڑ کر، قیدِ حیات سے رہائی حاصل کر کے، اپنے پَروں کو کھولے کس مکان کی طرف پرواز کر رہے ہو؟

خدارا! سر مبارک سے کفن کو ذرا ہٹا کر ہمیں اتنا تو بتا دیجیے کہ اپنے وطن سے کہاں جا رہے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے؟

گوش پنہاں کجاست تاشنود = از جهانِ نهاں، سلام عليك

یعنی: وہ باطنی کان کہاں ہے جو جہانِ نہاں و عالمِ مخفی سے ''سلام علیک'' کی صدا سُن پائے۔

نے غلطم عاريه بود آں وطن — سوئے وطن گاهِ بقا ميروی

چوں زقضا دعوت وفرماں رسيد — جانب رضواں بدعا ميروی

(مولانا معنوی)

یعنی: نہیں نہیں! مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ وطنِ ارضی چند دن کے لیے عاریۃً تھا۔ لہٰذا آپ وطن گاہِ اصلی وباقی کی طرف خوشی سے تشریف لے جارہے ہیں۔ جب محبوبِ حقیقی کی طرف سے دعوتِ وصل بطریق حکم پہنچا تو آپ اُن کا نام ورد کرتے ہوئے حجرۂ رضوان وریحان کی جانب بصد تمنا وولولہ تشریف لے جارہے ہیں۔

سلّم اللّٰه عليك از نفس سنگ و درخت

سلّم اللّٰه عليك، از جهت سفل و عُلا

یعنی: اللہ کے پیاروں کی سماعت میں شجر وحجر سے، پستی وبلندی سے بلکہ ہر سمت سے السلام علیکم کی صدائیں پہنچتی ہیں۔

يا زتجلّی ز جلال قديم مضطرب وبے سروپا ميروی

يا ز شعاعات جمال كريم مست مواعيد لقا ميروی

(مولوی معنوی)

یعنی: یا تو مالکِ ارض وسما ذوالجلال وقدیم کی جانب سے تجلیوں نے جب آپ کا قصد فرمایا تو آپ بے سروپا، مضطربانہ کشاں کشاں اُن تجلیوں میں گم ہوکر نظارۂ محبوب کو چل پڑے۔

یا تو قادرکریم کے جمال کی شعاؤں و رنگینیوں نے جب آپ کو کھینچا تو آپ لقاءِ محبوب کے وعدوں سے مست وسرشار ہوکر روانہ ہوئے۔

چوں زصورت بروں روی، بمقامات معنوی

تو زشش سوئے بشنوی کہ سلام علیکم

یعنی: جب عالمِ صورت سے گزر کر مقاماتِ معنوی و باطنی تک تمہاری رسائی ہو جائے گی تو اُس وقت چھ اطراف سے ''سلام علیکم'' کی صدائیں سن پاؤ گے۔

قضا آمد بدیدم آں ماہ روی = کشیدم گوشۂ جعدش بنازے

یعنی: اجازتِ وصال، دیدارِ رخِ محبوب ساتھ لے کر جب آئی، تو مَیں نے بصد ناز و انداز اپنے محبوب کے کنارۂ زلف کو نزاکت سے کھینچتے ہوئے چلتا بنا۔

برو بر بُوئے پیراہان یوسف = کہ چوں یعقوب بے ابصار گشتی

(مولانا روم)

یعنی: جب یعقوب علیہ السلام کی طرح فراقتِ یوسف علیہ السلام میں نابینا بن چکے ہو تو تمہیں لازم ہے کہ یوسف کے کپڑوں کی جستجو کرو تا کہ پیراہن یوسف کی خوشبو سے تم صاحبِ بصارت و بصیرت بن جاؤ۔

اب غوث الاعظم دستگیر کے بعد اُن کی اولاد کی مرتبت کو پہچانو اور اُن سے محبت کر کے حصولِ بصیرت کی تمنا و یقین کرو۔

فرزندانِ غوث الاعظم دستگیر:

ابن النجار کی تاریخ میں مذکور ہے کہ شیخ ابوبکر عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ میرے والد شیخ عبدالقادر کے انچاس اولادیں ہوئیں۔ ستائیس لڑکے اور بائیس لڑکیاں۔ ایک دفعہ میرے والد ماجد سخت بیمار پڑے کہ ہماری امیدیں پھر شیخ کو جیتے جاگتے دیکھنے کی باقی نہ رہیں۔ حضرت کی حالتِ بے ہوشی میں ہم سب اولادیں اردگرد بیٹھے رو رہے تھے۔ کچھ دیر بعد حضرت شیخ ہوش میں آ کر فرمانے لگے کہ کیوں فضول روتے ہو۔ میرا ایک اور فرزند مسمّیٰ یحییٰ دنیا میں پیدا ہونا باقی ہے۔ اس کی پیدائش تک اللہ تعالیٰ مجھے دنیا سے نہیں اُٹھائے گا۔ بعد میں حضرت صحت یاب ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت کی ایک حبشیہ کنیز سے سید یحییٰ تولد

ہوئے۔ اور وہ حضرت کے آخری فرزند تھے۔

یہاں پر اختصار کے ساتھ اُن فرزندانِ ارجمند کا ذکر کرتے ہیں جو اپنے وقت کے فاضل ترین اور یگانۂ وقت بن کر چمکے۔ یہ تمام علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ اور ان سے مختلف الانواع کرامات و کمالات ظہور پذیر ہوئے۔

شیخ عبدالقادر کے بڑے فرزند کا نام شیخ الانام سیف الدین ابوعبداللہ عبدالوہاب قدوۃ العلماء فخر المتکلین تھے۔ اپنے والد محترم سے فقہ و حدیث میں سند حاصل کی اور طالبِ علم کی خاطر مختلف مقامات پر گئے اور اپنے والد محترم کے مدرسے میں درس دیا کرتے تھے۔ بہت سے مشائخ اور علماء نے آپ سے سندِ خلافت حاصل کیں۔

دوسرے صاحب زادے شیخ الامام الائمہ شرف الدین ابو محمد عیسیٰ، شرف الاسلام و جلال العلماء سراج العراق والمصرؒ، ذواللسان علی الانسان والمتکلمین تھے۔ آپ درسِ حدیث اور وعظ بیان فرمایا کرتے تھے۔ فتویٰ بھی دیتے تھے۔ آپ نے چند کتابیں مسمّٰی ''بجواہر الاسرار'' و ''لطائف الانوار'' تصنیف کیں۔ یہ کتابیں علمِ تصوف میں مشہور ہوئیں۔ آپ مصر تشریف لے گئے اور وہاں حدیث بیان کرتے رہے۔

تیسرے صاحب زادے شیخ الانام الجلیل شمس الدین ابو محمد ابوبکر عبدالعزیز تھے آپ جمال العراق اور فخر العلماء کے خطابات سے مشہور ہوئے۔ حدیث و فقہ میں اپنے والد بزرگ سے سندِ فراغت حاصل کی۔ وقت کے جلیل القدر علماء آپ کے درس سے فارغ ہوئے۔ آپ وافر العقل، عزیز العلم، متواضع اور حسنِ اخلاق کے حامل تھے۔

آپ کے چوتھے صاحب زادے الشیخ الامام جمال الدین ابوعبدالرحمٰن عبدالجبار ابوالفرح ہیں۔ آپ سراج العلماء، جمال الائمۃ، فخر الحفّاظ، شرف الاسلام وقدوۃ الاولیاء تھے۔ آپ مفتیِ عراق تھے۔ اپنے والد محترم سے فقہ و حدیث پڑھی اور درس جاری رکھا۔ آپ بڑے نیک طینت و وسیع القلب تھے۔ آپ کا سینہ اہلِ علم کی محبت کا گہوارہ تھا۔ علم و فضل میں ید بیضا رکھتے تھے۔

آپ کے پانچویں فرزند کا نام الشیخ الامام الحافظ تاج الدین ابوبکر عبدالرزق ہے۔ آپ سراج العراق، جمال الائمہ، فخر الحفاظ، شرف الاسلام وقدوۂ اولیاء تھے۔ آپ نے فقہ اپنے والد محترم سے سیکھی اور اپنے حلقۂ درس سے بڑے بڑے جید علماء کرام پیدا کیے۔ آپ صاف دل، صاحب فکر، اوسع الورع، عزیز العلم، وافر العقل، کثیر الصمت اور صحیح الزہد تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ تیس سال تک مراقبہ میں رہے اور ایک بار بھی آسمان پر نگاہ نہیں ڈالی۔ یہ بات حیاو عظمتِ الٰہی کی بنا پر تھی۔

آپ کے چھٹے فرزند الشیخ الجلیل ابو اسحاق ابراہیم زین الفقہاء و جمال المفسرین تھے۔ اپنے والد بزرگ سے فقہ و حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ بڑے متعفّف ثقہ، متواضع وکریم الاخلاق تھے۔ آپ واسط کی طرف چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

آپ کے ساتویں فرزند کا نام الشیخ الاجل ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بقیۃ السلف ہے۔ آپ نے بھی اپنے والد محترم سے درس لیا۔ وہ بچپن ہی جملہ علومِ دینیہ میں یکتا ہو گئے۔ وہ حدیث کا درس دیتے تھے۔ بغداد میں وفات پائی۔ حضرت کے تمام فرزندوں میں ان کی عمر طویل رہی۔

آپ کے آٹھویں صاحب زادے کا نام الشیخ العالم الفاضل ابوالفضل سید محمد ہے۔ آپ سرتاج العراق وزین العلماء تھے۔ اپنے والد سے فقہ حاصل فرمایا۔ بغداد شریف میں فوت ہوئے اور مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کے نویں فرزند الشیخ الامام ضیاء الدین ابونصر موسیٰ جلیل القدر بزرگوں میں سے تھے۔ آپ سراج الفقہاء والمحدثین وزین الصالحین تھے۔ فقہ و حدیث کا درس جناب غوث الاعظم سے لیا۔ دمشق اور مصر میں درس دیتے رہے۔ مخلوقِ خدا نے آپ سے بڑا استفادہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد مصر سے دمشق چلے آئے اور وہیں وفات پائی۔ جبلِ قاسون کے دامن میں مدفون ہوئے۔

آپ کے دسویں فرزند ابوزکریا یحیٰ بڑے فقیہہ اور جلیل القدر عالمِ دین تھے۔ آپ

مصر میں تشریف لائے۔ بغداد میں واصلِ بحق ہوئے اور اپنے بھائی شیخ ابی عبداللہ عبدالوہاب کے مزار کے پہلو میں دفن ہوئے۔

صاحبِ بہجۃ الاسرار نے حضرت غوث الاعظم کی اولادِ پاک کے علمی کمالات اور دینی خدمات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ کہ آپ کی اولادِ پاک سے لوگوں کو کس قدر علمی فیض حاصل ہوا اور کس قدر علماء کبار و فضلائے زمانہ نے اُن سے تلمذ کیا۔ اس قسم کے کمالاتِ علمیہ اور فیضانِ روحانیہ کسی بزرگ کی اولاد سے دیکھنے میں نہیں آئے۔

(انہار المفاخر/ نثر الجواہر، صفحہ ۱۶۶/ زبدۃ الآثار، صفحہ ۴۹)

جان و تن و عقل و دل، پیدا کند از قدرت

از قطرۂ آب ائے جاں، صد چشم و بصر سازد

یعنی: جان، بدن، عقل اور دل خالقِ کائنات اپنی قدرت سے پیدا فرماتا ہے۔ اے پیارے! غور کرو کہ وہ ایک قطرہ پانی سے سوسو بصارتیں اور بصیرتیں پیدا فرماتا ہے۔

O صاحبِ غوثیہ "سلاسل انساب" سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت محی الدین جیلانی قدس سرہ العزیز کو اُن فرزندوں کے علاوہ اور بھی چند فرزند تھے۔ ایک سید یوسف جن کی ولادت و وفات بغداد میں ہوئی۔ اُن کی قبر حضرت دستگیر کے روضۂ متبرکہ کے پائیں میں ہے۔

دوسرے سید صالح جن کی قبر حضرت غوثِ دوران کے مزار اقدس کے باہر ہے۔

تیسرے سید عبدالغفار، چوتھے سید حبیب اللہ، پانچویں سید زاہد، چھٹے سید منصور جن کا شمار سات قطبوں میں ہے۔

ساتویں سید عبدالخالق، آٹھویں سید عبدالرؤف، نویں سید مجدالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس کتاب میں حضرت غوث جیلانی کے پوتوں اور اُن کی اولاد کے احوال بھی مذکور ہیں۔ لیکن بغرض اختصار اُن کو حذف کر دیا گیا۔ مگر ایک واقعہ بہت عجیب و غریب تھا۔ اُس نادر واقعہ پر کتاب کو ختم کرتا ہوں۔

وہ عجیب و نادر واقعہ یہ ہے کہ شاہ ابوالمعالی ''تحفۂ قادری'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالرزاق ابن محبوب سبحانی دستگیر دو جہانی کے ایک فرزند تھے۔ جن کا نام مبارک شیخ جمال اللہ تھا۔

وہ فرزند مذکور اس زمانے میں حاضر ہیں اور صورت و شکل میں اپنے دادا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے حد درجہ مشابہت رکھتے ہیں۔ وہ اکثر بسطام کے جنگلوں میں رہا کرتے ہیں۔ بعضے وقت بسطام بھی تشریف لاتے ہیں۔ ایک شخص کو ان سے ملاقات نصیب ہوئی۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ان سے التماس کیا کہ ''انسانِ کامل کو اللہ تعالیٰ نے اُس کی وفات و حیات میں اختیار بخشا ہے۔ لہٰذا دریافت امر یہ ہے کہ آپ کی عمر شریف کتنی دراز ہوگی؟ شیخ جمال اللہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں، مگر جب کہ مَیں لڑکا تھا۔ میرے دادا حضرت شیخ محی الدین نے مجھے اپنی گود میں بٹھا کر فرمایا کہ ''اے جمال! میری طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میرا سلام پہنچانا'' لہٰذا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مَیں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کو دیکھوں گا۔ کیونکہ میرے جد امجد غوث دستگیر کا سلام مجھ پر ایک امانت ہے اور اس امانت کو مجھے ضرور پہنچانا ہے۔

''صاحب نثر الجواہر'' امام العلماء شیخ محمد صبغۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد صاحب ''انہار المفاخر'' قدوۂ علماء و فضلاء محمد غوث بن ناصر الدین کو مَیں نے فرماتے ہوئے سُنا کہ اپنے دادا فاضل کامل و عامل شیخ نظام الدین احمد بارہا فرماتے تھے کہ اُن کے پیرو مرشد شیخ شاہ عبداللہ قادری فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی سیاحت کے دوران بسطام میں شیخ جمال کی ملاقات کی غرض سے گئے۔ تقریباً سال بھر انتظار کے بعد مایوس ہوکر جب واپس لوٹنے لگے تو چند قدم اُٹھانے کے بعد اچانک جنگل کی طرف سے شیخ جمال کو، درخت کے پتوں سے بدن کو ڈھانپے ہوئے سامنے آتے ہوئے دیکھا۔ بعد ملاقات بہت سی باتیں ہوئیں۔ آخر مَیں نے اُن کی عمر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے دادا غوث صمدانی عبدالقادر جیلانی نے وصیت فرمائی ہے کہ اُن کا سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی علیہ السلام کو

پہنچاؤں گا۔ لہٰذا مجھے یقین ہے کہ مَیں اُن کی امانت ادا کرنے تک زندہ رہوں گا۔ واللّٰہ اعلم بالصواب

امروز دریں خانہ، ہمہ بوئے نگارست
زیں بوئے بہر گوشہ، نگاری ست عیانے

(مولوی معنوی)

یعنی: آج اس گھر میں ایک نازنیں پری رخسار کی خوشبوؤں کی بہتات ہے۔ اِس ایک حسین دلربا کی خوشبو سے ہر ہر گوشے میں حسینانِ نازنین کا جمگھٹ ہے۔

مرا آں ماہ یکے شکلے نمودست
کہ سی صد مہ، نہ بیند آں بخوابے

یعنی: مجھے غوثِ دوراں نے، جیلان کے قمر درخشاں نے ایک ایسی صورت بتائی ہے جس کو تین سو چاند یعنی اہل اللہ کی ایک کثیر جماعت نے خواب و خیال میں بھی نہ دیکھ پائی۔ یعنی فیوضاتِ غوثِ زماں وقطبِ دوراں مانند بحر بیکراں ہے۔

کشی در دیدۂ ہمّت، اگر داروئے بینائی
درونِ پردۂ وحدت، ہمہ نقشِ جہاں بینی

(مخفی)

یعنی: اپنی عقیدت وارادت کی آنکھوں میں اگر تم خدا بینی کی دوا یا سرمہ ڈالو گے تو تم میں وہ نظر پیدا ہو جائے گی کہ پردۂ وحدت میں تم کو پورے عالم کا نقشہ دکھائی پڑے گا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

(سعدیؒ)

یعنی: اے اللہ پاک! مَیں نے اپنی کوشش کے ذخیرے کو تیرے حوالے کر دیا۔ کم و بیش اور نقص و ہنر کا اندازہ وحساب تو ہی بہتر جاننے والا ہے۔

حسبی اللّٰہ وما توفیقی الا باللّٰہ آمنت برسول اللّٰہ.

صلّے اللّٰہ علیٰ محمّد و علی آلہ وصحبہ وازواجہ واھل بیتہ وانصارہ واصھارہ وعشیرتہ ومحبیہ صلّے اللّٰہ علیہ وآلہ و سلم .

بتاریخ ۲۹؍نومبر ۱۹۹۵ء/ مطابق ۵؍رجب المرجب ۱۴۱۶ھ

غلام غلامانِ رسولِ اکرم

محمد حبیب البشر خیری

کمترین نے ان تحریروں کے جمیع اُمور کا اختیار اپنے عزیز بھائی کپتان عبدالستار احمد پاگرکر صاحب کا بالکلیہ دے دیا ہے۔

وہ اپنی مرضی کے مطابق جو کچھ چاہیں اور جیسا چاہیں ان تحریروں کو استعمال کرسکتا ہے۔

فدوی: **محمد حبیب البشر خیری**

مجلسِ غوثِ اعظم میں انبیا کی تشریف آوری:

مشائخ نے اس بیان کی وضاحت کی ہے کہ شیخ قدوہ ابی سعید قیلوی کہتے ہیں کہ مَیں چند انبیا اور نبیِ کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کو کئی بار جنابِ غوثِ اعظم کی مجلس میں تشریف فرما دیکھ چکا ہوں۔ جس طرح آقا اپنے غلام کو شرف بخشتے ہیں، اسی طرح انبیائے کرام کے ارواح آسمان و زمین کی وسعتوں میں سیر فرماتے ہیں۔ مَیں نے دیکھا کہ فرشتے گروہ در گروہ حاضر ہوتے ہیں۔ جنّ اور رِجال الغیب بھی آپ کی مجلس میں آتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السّلام کو مجلس میں دیکھا گیا۔ مَیں نے ان سے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا: فلاح و کامرانی کے لیے اس مجلس میں آنا بڑا ضروری ہے۔

شیخ جلیل شریف ابو عبّاس احمد بن شیخ عبداللہ از ہر حسینی نے خبر دی کہ ایک بار مَیں شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کی مجلس میں قریباً دس ہزار افراد موجود تھے۔ شیخ علی بن ہیتی حضرت غوث الاعظم کے سامنے دکہ مقری کے پاس بیٹھے تھے، انھیں ذرا اونگھ آئی۔ حضرت غوث پاک لوگوں کو فرمانے لگے: خاموش رہو۔ جب سارے خاموش ہوگئے تو لوگوں کے سانس کی آواز کے بغیر کچھ سُنائی نہ دیتا تھا۔ پھر آپ منبر سے نیچے اُترے اور شیخ علی ہیتی کے پاس مؤدب کھڑے ہوگئے اور غور سے دیکھنے لگے۔ علی ہیتی کی آنکھ کھلی۔ آپ نے علی ہیتی سے پوچھا: تم نے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے؟ جب اُس نے کہا: ہاں۔ تو آپ نے فرمایا: مَیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر تمہارے سامنے ادباً کھڑا رہا۔ شیخ علی ہیتی نے کہا کہ حضور نے مجھے نصیحت کی ہے کہ مَیں حضرت شیخ عبدالقادر کی مجلس میں حاضر رہا کروں۔ حضرت شیخ نے فرمایا: جو تمہیں خواب میں نظر آئے، مَیں اُنھیں بیداری میں دیکھ رہا تھا۔ راوی نے مزید بیان کیا کہ اس دن مجلس میں سات آدمی فوت ہوئے تھے۔

ایک دن حضرت غوثِ اعظم نے فرمایا کہ میرا کلام اُن لوگوں کے لیے ہے جو کوہِ قاف کے پرے سے آتے ہیں۔ ان لوگوں کے قدم ہوا میں لیکن دل حضرتِ قدس میں

ہوتے ہیں۔ اُن کی ٹوپیاں اور عمامے شوقِ خداوندی سے جلتے رہتے ہیں۔ اس وقت آپ کے صاحب زادے سیّد عبدالرّزاق رحمۃ اللہ علیہ آپ کے قدموں میں منبر کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ اپنا سر اُٹھا کر اوپر دیکھا ہی تھا کہ غش کھا کر گر پڑے اور اُن کی ٹوپی اور عمامہ جل گئے۔ شیخ منبر سے نیچے آئے اور آگ کو بجھایا اور فرمایا: عبدالرزاق! تم بھی ان میں سے ہو۔

لوگوں نے شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تمھیں کس چیز نے بے ہوش کردیا تھا؟ تو آپ نے بتایا کہ جونہی مَیں نے ہوا میں نگاہ کی، دیکھا کہ ہزاروں لوگ مراقبہ میں کھڑے آپ کا کلام سُن رہے ہیں اور آسمان کے دونوں کناروں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے لباس آگ سے سُرخ ہیں۔ کوئی اُن میں سے چیختا ہے، کوئی بھاگتا ہے اور کوئی زمین پر مجلس میں آگرتا ہے اور ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پر پڑا تڑپتا ہے۔

ذکرِ وصالِ مبارک:

سرکارِ غوث الاعظم کی وفات حسرت آیات کا تذکرہ ہم کتاب المجالس سے نقل کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں یہ روایت خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ جناب غوثِ پاک کے صاحب زادے حضرت شیخ عبدالوہاب نے مرض الموت میں آپ سے وصیّت کرنے کی درخواست کی، تو آپ نے فرمایا: بیٹا! تمہارے لیے تقویٰ بڑا ضروری ہے۔ خدا کے بغیر کسی سے نہ ڈرو۔ کسی کے سامنے اپنی حاجت پیش نہ کرو۔ کسی غیر سے اُمید نہ لگاؤ۔ ہمیشہ اپنی حاجات اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرو، یقین کرو۔ اس کے علاوہ کوئی ذات اعتماد کے لائق نہیں۔ التوحید، التوحید، التوحید۔ اسی بات پر سارے اُمت کا اجماع ہے۔

مرض الموت میں آپ نے ایک اور جگہ فرمایا: جب دل اللہ سے لگایا جائے تو کسی دوسرے سے کچھ نہ مانگو۔ یہی میری گفتگو کا مغز اور خلاصہ ہے۔ آپ نے مرض الموت میں اپنی اولاد کو فرمایا: میری چارپائی سے ہٹ جاؤ، اگرچہ ظاہراً مَیں تم لوگوں سے ہم کلام ہوں مگر باطناً مَیں اور ہستی کے ساتھ ہوں۔ میرے اور تمہارے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہے اور مخلوق اور میرے درمیان اتنی ہی دوری ہے جتنی زمین و آسمان کے درمیان ہوا کرتی ہے۔

مجھے دوسروں پر قیاس نہ کرو اور نہ ہی دوسروں کو مجھ پر قیاس کیا کرو۔ تمہارے بغیر بھی اس وقت دوسرے حضرات میرے پاس آرہے ہیں۔ مجلس میں ان کے لیے جگہ دو اور جگہ کھلی کردو اور اُن کے احترام کا خیال رکھو۔ چونکہ وہ رحمتِ خداوندی کے حامل ہیں۔ اس لیے اُن کے لیے جگہ خالی کردی جائے۔

آپ کی اولاد میں سے ایک بزرگ نے بتایا کہ مرض الموت کے وقت آپ کی زبان سے اکثر **وعلیکم السّلام** نکلتا تھا اور فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بخشے اور میری اور آپ کی توبہ قبول فرمائے۔ مجھے مَلک الموت کی کوئی پرواہ نہیں۔ ملک الموت تو اسے تلاش کرے جسے موت سے ڈر ہو۔ اے ملک الموت! اسے تلاش کر کے لاؤ جو ہمارے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ ان الفاظ کے بعد آپ نے زور سے نعرہ بلند کیا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

آپ کی اولاد میں سے ایک نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: کوئی شخص میرا حال دریافت نہ کرے اور نہ یہ پوچھے کہ اللہ تعالیٰ کا سلوک میرے ساتھ کیسا ہے؟

آپ کے صاحب زادے عبدالرزاق موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں آپ کئی بار اپنا ہاتھ بڑھا کر **وعلیکم السّلام** فرماتے اور کہتے: توبہ کرو اور ان کی صف میں شریک ہو جاؤ۔ مَیں تمہاری طرف آرہا ہوں۔ اور پھر فرماتے: ذرا نرمی کرو۔ مَیں خود آرہا ہوں۔ انہی باتوں میں آپ پر موت کی غنودگی طاری ہوگئی اور پھر **لا اِلٰـہ الّا اللّٰـہ محمد رسول اللّٰہ** کہا۔

قصیدۂ غوثیہ

سَقَانِی الْحُبُّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ
فَقُلْتُ لِخَمْرَتِی نَحْوِیْ تَعَالِ

ترجمہ مع تشریح: میرے محبوب کے عشق ومحبت نے مجھے شراب عرفان و بادۂ پہچان بھر بھر کر اس حد تک پلائے۔ کہ میں مستی ومخموری کی آخری حد تک پہنچ گیا۔ پھر جب مجھے اپنی خبر نہ رہی تو میں عالمِ مستی میں پکارا اٹھا کہ اے میرے ساقی مجھے اب شراب کی ضرورت نہ رہی۔ اسوقت مجھے صرف تمہاری قربت ضروری ہے تو میرے پاس آ جا۔ میں تیری جلوگری پر مفتون ہوں۔ میں اپنے آپ کو تجھ میں مدغم اور فنا کر دنیا چاہتا ہوں۔ مجھے شراب محبت سے اور نہ بہکا۔ مجھے نعمت قربت و وصلت سے مٹا ڈال۔

جام پر جام پیا بادۂ الفت کا مگر
نہوئی مئے میں کمی اور نہوا دل سیراب
دو جام میں بہکوں گا، کچھ ہوش میں آ ساقی
کیسی تری باتیں ہیں، لا اور پلا ساقی

سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِیْ فِی کُؤُوْسِ
فَهِمْتُ بِسُکْرَتِیْ بَیْنَ الْمَوَالِ

ترجمہ مع تشریح: میری بے قراری، انتہائی تڑپ وانکساری دیکھ کر میرے محبوب کا دل پسیج گیا اور بڑی ناز وادا سے میری طرف بڑھتی چلی آئی اور اس کے عشوہ وانداز تو دیکھ کہ پورا میخانہ اٹھالائی اور مجھے جام پر جام قربت و وصال کا پلا پلا کر اسدرجہ سمت اور مرتبہ اعلیٰ پر پہنچادی کہ میرے محبوب کے سارے رقیب دیکھتے ہی دیکھتے رہ گئے اور مجھے وہ درجہ قربت اور منزل وصال حاصل ہوا جس کا وہم وگمان تک میرے رقیبوں کے دماغ میں نہ تھا۔

فَقُلْتُ لِسَآئِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا
بِحَالِیْ وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِ

ترجمہ مع تشریح: اب جب میں وصال محبوب سے مست و سرشار ہو گیا اور اپنی حالت کو مقام رخصت میں پایا اور اس اقبال مندی و سربلندی کے اعلان میرے محبوب کو منظور ہوا تو میں نے اپنے تمام دوستوں کو یہ خوشخبری سنادی کہ اے میرے دوستو !اے میرے رقیبو! تم سب میرے طریقہ کو اپناؤ اور میرے ہی رنگ میں رنگ جاؤ۔ میرے پیچھے پیچھے آ ؤ کامیابی ضرور حاصل ہوگی کیونکہ تم لوگ بھی مرد راہ حق ہو میرے نقش قدم پر چلے آ ؤ اور میرے سلسلے میں منسلک ہو جاؤ ورنہ تمہیں منزل کی دوری نظر آ ئیں گے۔

وَهُمُّوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِیْ
فَسَاقِی الْقَوْمِ بِالْوَافِیْ مَلَالِ

ترجمہ مع تشریح: میرے سلسلے اور میرے طریقے کو اپنانے کے بعد کر سمت باندھ کر معرفت و محبت کے جام پینا شروع کردو گھبراؤ نہیں میں تیرا سردار ہوں تم میرے لشکر ہو اور قادر مطلق شہنشاہوں کے شہنشاہ نے محض دینے کرم و عطا سے میخانہ عرفان عطا فرمایا ہے میں خود بھی شرشار ہوں اور تمہیں بھی آسودگی بخش سکتا ہوں کیونکہ میرے ساقی نے مجھے اس درجہ اپنا لیا ہے کہ میری ہر چاہت کو پوری کرنے کے لیے برضا و رغبت آمادہ و مستعد ہے۔ تمہارا میرا دامن تھام لینا اس کی قربت کے ذریعہ پالینے کا مترادف ہے۔

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِیْ مِنْ بَعْدِ سُكْرِیْ
وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّیْ وَاتِّصَالِی

ترجمہ مع تشریح: اے مردان خدا، اے اللہ کے پیارو! شراب محبت و مئے عرفان پی کر جب میں آسودہ و رمخمور ہو چکا تھا۔ اس کے بعد میرے پیمانہ سے بچی ہوئی میرا چھوٹا تم سب لوگوں کو نصیب ہوا ہے اس لئے تم میرے مرتبہ کی بلندی اور میرے وصال کے درجہ کو تم لوگ نہیں پاسکتے۔ اگر چہ تم لوگ بھی جام عرفان پی کر مست و سرشار ہو چکے ہو لیکن مجھ تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ

تم کو صرف میرا بچا ہوا چھوٹا پیمانہ تو ملا ہے لہذا میری برابری کرنے کی ہرگز کوشش نہ کرنا اگر کرو گے تو ملا ہوا حصہ بھی ضائع و برباد ہو جائیگا۔

مَقَامُکُمُ الْعُلٰی جَمْعًا وَّلٰکِنْ
مَقَامِیْ فَوْقَکُمْ مَا زَالَ عَالِ

ترجمہ مع تشریح: گرچہ اولیا اللہ ہونے کے اعتبار سے تم سب کا درجہ بھی کافی بلند ہے کیونکہ دربارالٰہی میں مقبولیت حاصل کرنے کے بعد ولایت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور ولایت کا درجہ کوئی معمولی درجہ نہیں ہے لہذا تمہارے رتبے بھی عام لوگوں سے ہزار لاکھ گنا بڑھ کر ہے لیکن مجھے جو مقام جو رتبہ اور جو بلندی حاصل ہوئی ہے وہ تم سبھوں کے رتبے سے اعلیٰ و برتر ہے اور میری سر بلندی وسرفرازی ایسی ہے جو بفضلہٖ تعالیٰ کبھی زائل نہیں ہوسکتی اور جس میں کمی آنے کا اندیشہ نہیں ہے۔

اَمَا فِی حَضْرَۃِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِیْ
یُصَرِّفُنِیْ وَحَسْبِیْ ذُوْالْجَلَالِ

ترجمہ مع تشریح: میں نے اللہ تعالیٰ کی حضوری، قربت اور مشاھدہٴ جمال الٰہی میں اس درجہ نزدیکی حاصل کر چکا ہوں کہ اولیا اللہ کے اندر مجھ جیسا وصال پایا ہوا شخص معدوم ہے یہ انتہائی قربت ونزدیکی حاصل کرنے میں میں تنہا و اکیلا ہوں۔ زمرہٴ اولیاء آسمان معرفت میں گویا ستارہ جیسا ہے اور میری ذات آفتاب جہاں تاب کی مانند ہے اللہ تعالیٰ نے میری حالت کو خود اپنی پسند دچاہت سے پھیر دی ہے اور میرے لئے مالک بزرگی وجلال وحدہ لاشریک کافی اور بس ہے۔

اَنَا الْبَازِیُّ اَشْھَبُ کُلَّ شَیْخٍ
وَمَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطِیْ مِثَالِ

ترجمہ مع تشریح: میں آسمان معرفت کا تمام ولیوں کے مقابلے میں شاہین جیسا ہوں۔ فضائے محبت وقربت میں اگر اولیائے کرام خوبصورت پرندے جیسے ہیں تو میں پرندوں کا بادشاہ قصاب اور شاہین کی مانند ہوں۔ میری حکومت اور سرداری تم سب جاری وساری ہیں۔ اور تعجب و

ناز کرنے کی بات تو یہ ہے کہ مردان حق میں مجھ جیسا مقام و رتبہ کسی کو نہیں بخشا گیا ہے۔ میں اللہ کے پیاروں کے اندر نزدیکی رب العالمین کا تمغہ پانے میں بے مثال و بے نظیر ذات ہوں۔

کَسَانِیْ خِلْعَةً بِطَرَازِ عَزْمٍ
وَتَوَّجَنِیْ بِتِیْجَانِ الْکَمَالِ

ترجمہ مع تشریح: مجھے اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے ایک خاص لباس جلال و جمال پہنایا ہے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو لباس ربوبیت سے مزین کر کے ملائکہ کے حضور پیش فرمایا ہے مجھے بھی ایک خلعت خاص اپنے علم و ارادہ کے ڈھنگ پر پہنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق مجھے انوار علوم و حکمت سے آراستہ و پیراستہ فرمایا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ محبوب نے میرے سر پر کمالیت و افضلیت کے بہت سے تاج رکھ دیا ہے۔ مجھے میرے خالق نے بے تاج باشاہ نہیں بنایا بلکہ ایک ایسا تاج کمالیت عطا فرمایا ہے جو کسی اولیاء اللہ کو نصیب نہ ہوا۔

وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ
وَقَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِیْ سُؤَالِ

ترجمہ مع تشریح: اور میرے محبوب نے مجھے اسرار قدم راز ہائے قدرت اور پوشیدہ بھید پر واقف کرایا۔ مجھے سّر قدرت اور مخفی حکمتوں سے روشناس فرمایا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ علوم الٰہی، حکمت ربانی اور سّر نہانی کا ایک گلوبند اور ہار بنا کر میری گردن میں ڈال دی۔ مزید بریں محبت و یگانگت کا اندازہ کیجیے کہ میں نے ان سے جو کچھ بھی مانگا یا چاہا سب کچھ عطا فرمایا میرا کوئی سوالی ردّ نہیں کیا بلکہ میری ہر مانگ کو بخوشی قبول فرمایا۔

وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا
فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالِ

ترجمہ مع تشریح: اور احکم الحاکمین نے محض اپنے پیار و محبت سے مجھے تمام قطبوں بلکہ اولیاء اللہ پر حاکم و سردار بنا دیا ولیوں کی دنیا میں مجھے بادشاہ و حاکم اعلیٰ بنا دیا گیا ہے اب تم مان جاؤ کہ

میرا حکم خدائی خدائی میں ہر حال میں نافذ ہے، جاری وساری ہے خدا کی خلقت کو میرے حکم کے زیردست کر دیا گیا ہے لہذا مخلوق خدا کو میرے حکم کے سامنے چوں وچرا کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

وَلَــوْ اَلْــقَیْــتُ سِـــرِّیْ فِــیْ بِــحَــارٍ
لَـــصَـــارَ الْـــکُـــلُّ غَــوْرًا فِــیْ زَوَالٖ

ترجمہ مع تشریح: اگر میں اپنے وہ راز کو جو میرے اور میرے محبوب کے درمیان ہے کسی سمندر میں ڈال دوں یعنی وہ بھید جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پر ظاہر فرمایا ہے اور جس راز کو مجھ پر فاش کیا ہے اگر اسے میں سمندر میں رکھ دوں یا سمندر پر ظاہر کر دوں تو اس پوشیدہ بھید کے وزن کو سمندر تک برداشت نہ کر پائیں گے۔ بلکہ سمندر اس بھید کی زد میں آ کر اس قدر وحشت میں پڑ جائے گا کہ وہ خشک ہو کر بیٹھ جائے گا اور پھر دوبارہ پانی یا تری اس میں لوٹ کر نہ آئے گی۔ جس بھید کو زمین وآسمان پہاڑوں ومیدان، سمندر وبیابان نے سینہ میں رکھنے سے عاجز آ گئے میں اپنے سینہ میں اس بھید کو سنبھالے ہوئے ہوں۔

وَلَــوْ اَلْــقَیْــتُ سِــرِّیْ فِــیْ جَبَـــالٍ
لَــدُکَّـــتْ وَاخْتَــفَــتْ بَیْــنَ الــرِّمَـــالٖ

ترجمہ مع تشریح: اگر میں اس عطا کردہ رازِ مخفی کو پہاڑوں پر رکھدوں تو پہاڑ سنبھالنے سے عاجز آ جائیں گے جبکہ طور موسیٰ علیہ السلام پر باری تعالیٰ کے بھید کی تجلی پڑی تو پہاڑ یوں تھرتھرائے کہ اپنی جگہ سے ہٹ پڑے اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر نیچے کا ظاہر کر دوں تو پہاڑ ذرے ذرے ہو کر ریت بن جائیں گے۔ یعنی میرے سینہ کی راز محبوبیت کو برداشت کرنے سے ساری خلقت عاجز وقاصر ہیں۔

وَلَــوْ اَلْــقَیْــتُ سِـــرِّیْ فَــوْقَ نَـــارٍ
لَـخَــمَــدَتْ وَانْـطَـفَـتْ مِـنْ سِرِّ حَـالٖ

ترجمہ مع تشریح: اگر میں اس رازِ مخفی اور عشق ومحبت کی سوز لامتناہی کو آگ پر کھول دوں تو آگ اسے برداشت کرنے کی طاقت نہ پا کر بجھ جائیگی اور میرے بھید کی سوزش وشراروں سے

خاک بن جائے گی۔ کیا غور نہیں کیا تم نے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس بھید کو نمرود کی آگ پر رکھدی تو دنیا کو کھا جانے والی آگ نے اپنی گرمی کھو کر گلشن کی صورت اختیار کر لی؟ لیکن میرے سینے کی رازِ نہاں کی سوزش اس سے کہیں لاکھ گنا زیادہ ہے لہذا میرا بھید آگ پر عیاں کرنے سے آگ گلشن ہونے کے بجائے کیچڑ اور مٹی میں تبدیل ہو جائے گی۔

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَيْتٍ
لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالٖ

ترجمہ مع تشریح: اگر میں اس رازِ نہاں کو کسی بے جان لاش پر ظاہر کردوں تو وہ لاش قدرت جل شانہ سے زندہ ہو کر سیدی کھڑی ہو جائے گی کیا عیسیٰ ابن مریم نے اس راز دروں کو مردوں پر ڈال کر زندگی میں تبدیل نہیں کر دی تھی؟ کیا اس پوشیدہ بھید کو اللہ تعالیٰ نے چند دن کی عمر والا بچہ حضرت عیسی ابن مریم علیہما السلام پر ظاہر فرما کر اس معصوم و بے زبان بچہ اپنی ماں کی عصمت و پاکیزگی کا ثبوت پیدا نہ فرمایا تھا؟ کیا اس بھید گراں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عریز علیہ السلام پر ڈال کر زندہ کو مردہ پھر اس مردہ کو زندہ بخشش کر کے نہیں بتایا تھا؟ اس رازِ نہاں کی داستاں طویل ہے۔ جتنی عقیدت سے اس سمندرِ عشق میں ڈبکی لگاؤ گے اتنی دور دراز تہہ تک پہنچ جاؤ گے۔

وَمَا مِنْهَا شُهُوْرٌ اَوْ دُهُوْرٌ
تَمُرُّ وَتَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَالٖ

ترجمہ مع تشریح: اور کوئی مہینہ یا زمانہ ایسا نہیں ہے جو آنے سے پہلے اور چلے جاننے پہلے مجھ سے ملاقات نہ کرتا ہو بلکہ ہر مادہ و سال آتے اور جاتے میرے پاس حاضری دیکر اس ماہ و سال کی اچھی یا بری کیفیت سے مجھے خبر دیتے ہیں۔ حضرت شیخ جیلانی کے فرزندار جمند حضرت شیخ سیف الدین فرماتے ہیں کہ وہ ہر ماہ میرے والد صاحب کے پاس حاضر ہو کر ہر نعمت و زحمت جو اس ماہ میں مقدر ہو چکی ہے بیان فرما دیتے ایکمر تبہ ۵۶۰ھ میں ایک خوبصورت جوان آ کر کہاں کہ میں ماہ رجب ہوں۔ اور مجھ پر کوئی پرانی وسختی مقرر نہیں ہے پھر شعبان کی چاندرات میں ایک بدصورت جوان آ کر کہاں کہ میں ماہ شعبان ہوں مجھ میں اللہ تعالیٰ نے بغداد میں موت خلق اور

حجاز میں گرانی وقتل و غارت اور خراسان میں لوٹ مار مقرر فرمایا ہے ماہ رمضان المبارک کے شروع میں ایک بارعب شخص حاضر ہو کر بولا کہ ''اسلام علیکم یا ولی اللہ میں ماہ رمضان المبارک ہوں۔ میں آپ سے عذر خواہی کرنے آیا ہوں کہ یہ میری اور آپ کی ملاقات ہے۔ آپ کو وداع کرتا ہوں پھر وہ لوٹ گیا۔ دوسرے سال ربیع الثانی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔

وَتُخْبِرُنِیْ بِمَا یَأْتِیْ وَیَجْرِیْ
وَتُعْلِمُنِیْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالٖ

ترجمہ مع تشریح: اور ہر ماہ وسال میری خدمات میں حاضر ہو کر مجھے اطلاع دیتے تھے جو کچھ اس ماہ وسال میں آنے والی اور جاری ہونے والی ہیں اور مجھے ان تمام باتوں کی خبر دے کر جاتے تھے لہٰذا اے لوگ میرا مقام بہت اعلیٰ وبالا ہے مجھے جھگڑا امت کرو۔ مجھ سے جھگڑو گے تو تم وبال میں پھنس جاؤ گے۔ مجھ سے جھگڑنے والے، مجھ سے مخالفت کرنے والے کو اللہ جل شانہ پسند نہیں فرماتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگوں کو میرے مدمقابل آنے پر ہیز کرنا لازمی ہے۔

مُرِیْدِیْ ھِمْ وَطِبْ وَاشْطِحْ وَغَنِّ
وَافْعَلْ مَا تَشَاءُ فَالْاِسْمُ عَالٖ

ترجمہ مع تشریح: اے میرے مریدو! مجھ سے محبت رکھنے والو! میری پیروی کرنے والو! نیک چاہتوں کا قصد کرا اور خوشیاں مناؤ اور بیباک ونڈر بنو اور خوب گنگناؤ اور میری تعریفوں، بزرگوں کی گیت گاؤ۔ پھر تم جو چاہو کرو جا جائز ومباح ہو۔ گھبراؤ نہیں یاد رکھو کہ میرا نام زبردست بلند و طاقتور ہے۔ کیونکہ جس کو عبدالقادر جیلانی جیسا آسرار ونیاہ گاہ مل جائے اسے دنیا کی کوئی طاقت زیر نہیں کرسکتی جب میرا نام اتنا اونچا اور اللہ کو پیارا ہے تو تمہیں کس چیز کا خوف وخطر ہے؟

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ
عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَعَالٖ

ترجمہ مع تشریح: اے میرے پیروی کرنے والو! اے میرے جان نثارو! کس چیز سے نہ گھبراؤ اتنا یقین رکھو اللہ میرا داتا ہے۔ وہ میرا ہی ہے میں انکا ہوں۔ سمجھ لے اللہ جس کا ہو گیا تو

ساری خدائی اس کی ہوگئی ہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت سے اپنی سلطنت بخش دی ہے تو اس سلطان کے زیر سایہ آنے والوں کے کیلئے امن ہی امن اور سلامتی ہی سلامتی ہے۔ مجھے اللہ پاک نے وہ رفعت و بلندی عطا فرمائی ہے جس رفعت و سربلندی تک کوئی ولی اللہ نہیں پہنچ سکا۔ تو یقین رکھ مقامات اولیاء میں سب سے چوٹی کی جگہ مجھے نصیب فرمایا ہے۔

طبولی فی السماء والارض دقت
وشاؤس السعادۃ قد بدال

ترجمہ مع تشریح: میرے پیارے! یہ مت سمجھو کہ صرف عجم و عرب میں میری شہرت ہے بلکہ یقین رکھو کہ آسمانوں اور زمین کے طبقوں میں میرے نام کا ڈنکا بج رہا ہے۔ میری شہرت و ناموں کا تم احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ اندازہ کر سکو گے اللہ تعالیٰ حد سے پاک ہے وہ بیحدی ہے جب اس کی حد نہیں تو اس کی نعمتوں کا بھی کوئی حد نہیں ہے پھر جب اس نے مجھ پر اپنی نعمتوں کو نثار کیا ہے تو تم میری شہرت و ثروت کا احاطہ کیسے کر پاؤ گے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک اعلان فرماتے ہیں کہ " ورحمتی وسعت کل شئی "کہ میری رحمت کا دامن اتنا دراز ہے کہ میری پوری خدائی کو گھیر رکھی ہے میری رحمت کی وسعت میں ہر چیز سما جاتی ہے لیکن کوئی چیز میری رحمت کو احاطہ نہیں کر سکتی۔ یقین کرلو کہ میری سعادت اقبال مندی کی گونج سے ہر شئے حیرت میں پڑی ہوئی ہے۔

بِلَادُ اللّٰــهِ مُلْكِيْ تَحْتَ حُكْمِيْ
وَوَقْتِيْ قَبْلَ قَبْلِيْ قَدْ صَفَالِ

ترجمہ مع تشریح: مجھے رب الارباب نے محض اپنے فضل و کرم سے شہر یار بنا رکھا ہے۔ تمام شہریں، تمام روئے زمین پر میری سلطنت قائم کردی ہے، اور خدا کی یہ سرزمین میری جاگیر اور زیر حکم ہے اور میری زندگی سے بہت پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ برگزیدہ زندگی بخشی ہے جس کا جمال بیحد حسن و خوبصورت اور چمکدار ہے۔ میری زندگی کی کامیابی، میری بزرگی کی تمغہ میری اس زندگی سے بہت کی بات ہے۔ یہ وہ وقت اور مکان کی بات ہے جب میرے خوش قسمت کندھوں

کو قدم نبی کی نعمت وقبولیت سے سرفراز فرمایا ہے۔

نَـظَـــرْتُ اِلٰـــى بِلَادِ الـلّٰـــهِ جَـمْـعًـــا
كَـخَـــرْدَلَةٍ عَـلٰـــى حُـكْـمِ اتِّـصَـــالِ

ترجمہ مع تشریح: میرے مراتب کی بلندی ورفعت پر ذرا قیاس کر کہ جب میں اپنے محبوب سے وصلت کی لذت حاصل کر کے ازخودرفتہ ہوگیا اور اس عالم دنیا پر میں نے نظر ڈالی تو اس وصال کے کمال سے مجھے پوری دنیا ایک رائی کے دانے برابر نظر آئی۔ اب تم سوچو جب تمہاری ہتھیلی پر ایک چنا ہو اور تمہاری نظر بھی تیز ہو تو کیا وہ چنا کا کوئی حصہ تمہاری نظر سے بچ سکے گا؟ بالکل نہیں۔ اسی طرح خدا کی پوری خدائی میری نظر کے کے احاطہ میں آ گئی محبوب کے پیار و اُلفت کی زیادتی کی کیا کہنا کے قدرت الٰہی کا نظارہ اس درجہ کرایا کہ کچھ بھی باقی نہیں رکھا۔

وَكُـــلُّ وَلِـــيٍّ عَـــلَـــى قَـــدَمٍ وَّاِنِّـــىْ
عَـلٰـــى قَـدَمِ الـنَّـبِـــيِّ بَـدْرِ الْـكَـمَـالِ

ترجمہ مع تشریح: اور تمام اولیاء اللہ کا قطار میرے پیچھے میرے قدم پر جماد گیا اور مجھے محمد مصطفٰے جو کمالیت میں چودھویں کے چاند کی مانند ہیں" صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک پر کھڑا کر دیا۔ جس طرح انبیاء و ملائکہ کا امام شب معراج بیت المقدس میں محمد عربی وقرشی کو بنایا تھا اس طرح تمام ولیوں کا امام و پیشوا اللہ جل شانہ نے مجھے بنایا ہے اور میرا امام وآقا محمد مصطفٰے خیر البریہ ﷺ کو ٹھہرایا ہے۔

مُـــرِيْـــدِىْ لَا تَـــخَـفْ وَاشٍ فَـــاِنِّـــىْ
عَـــزُوْمٌ قَـــاتِـــلٌ عِـــنْـــدَالْـــقِـتَـــالِ

ترجمہ مع تشریح: اے میرے پیروی کرنے والا، اے مجھ سے عقیدت رکھنے والے باتیں بنانے والی سے، وسوسوں میں ڈالنے والوں سے خوف نہ کھا۔ اے مجھ سے محبت رکھنے والے تمہارے زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اولیاء اللہ سے تمہارے دل میں نفرت و شکوک کی بیج بونے کی کوشش کریں گے تمہیں ولیوں کی عقیدت واحترام سے باز رکھنے کی جدوجہد

کریں گے۔ خبردار ان ولی دشمنوں سے ہرگز ہرگز نہ ڈر کیونکہ میں اٹل ارادہ والا ہوں، مَیں زبردست لڑنے والا ہوں اور مخالفین کا نام ونشان مٹا کر رکھ دیتا ہوں۔ تمہارا کوئی بال تک بیکا نہیں کرسکے گا۔ مجھے تمہاری طرف سے لڑنے والا سمجھ لے۔ تمہاری میرے ساتھ عقیدت ومحبت تلوار بن کر مخالفین کا کام تمام کردے گی۔

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطُبًا

وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَّوْلَی الْمَوَالِ

ترجمہ مع تشریح: میں نے اس قدر علم حاصل کیا ہے کہ تمام اولیا اللہ کا قطب بن گیا ہوں اور میرا علم باطنی کسی درسگاہ سے نہیں حاصل کیا بلکہ استاذ اعظم علم وخبیر ذلت باری تعالیٰ سے علم لدنی تک رسائی ہوگئی ہے۔ کیا تم نے رسول پاک کی زبان اقدس سے نہیں سنا کہ فرماتے تھے۔ ”ادبنی ربی فاحسن تادتیبی“ یعنی مجھے رب نے علم وادب سکھایا اور ایسا سکھایا کہ جس تعلیم کی خوبی بیان سے باہر ہے اس طرح فضل ربانی سے مجھے ذات الٰہی نے سبق پڑھایا ہے اور تمام خوبیاں، سربلندیاں، سعادتیں اور علم وادب کی نعمتیں پروردگار عالم کے بارگاہ سے مجھے بطور انعام ملی ہیں۔ اور جس کو خود خدا تعلیم دے اس سے مقابلہ کرنا یا اس کے آڑے آنا حماقت اور باعث ذلت کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟

فَمَنْ فِیْ اَوْلِیَآءِ اللّٰہِ مِثْلِیْ

وَمَنْ فِی الْعِلْمِ وَالتَّصْرِیْفِ حَالِ

ترجمہ مع تشریح: جب تم نے میرے علم کی حیثیت، کیفیت اور حقیقت کو سمجھ لیا تو بولو کہ میری طرح اولیاء اللہ کے اندر کون ہوسکتا ہے، کون میری ہم سری کی ہمت کرسکتا ہے؟ علم وحکمت میں میں نے بے مثال و بے نظیر ہوں کیونکہ علیم وحکیم کا خاص شاگرد ہوں میری بزرگی علم وحکمت کا دائرہ جماعت اولیاء تک محدود ہے۔ غلطی میں نہ پڑنا میں نبیوں اور صحابیوں کی ہمری کا دعویٰ نہیں کرتا میں اپنے زمانہ سے قیامت تک کیلئے اولیاءِ اللہ کا سرور بنایا گیا ہوں میری سروری حلقہ صوفیات تک ہے جس طرح اولیاء اللہ میرے علم وحکمت کے سامنے طفل مکتب ہیں اسی طرح

حالتوں کے بدلنے میں بھی مجھ جیسی قدرت کسی کو حاصل نہیں ہے۔ تقدیروں کو بدلنا میرا کام ہے وہاں کسی کی ہمت و جرات نہیں کرسکتی۔

كَذَا ابْنُ الرَّفَاعِيْ كَانَ مِنِّيْ
فَيَسْلُكُ فِيْ طَرِيْقِيْ وَاشْتِغَالِ

ترجمہ مع تشریح: ہاں میرے قریب قریب ابن الرفاعی کا مقام ہے کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور وہ میرے ہی شغل اور طریقے پر چلنے والا ہے جس طرح خلفاء اربعۃ قدم رسول پر ہیں اخلاق رسول اسوۂ نبی سے ایک ذرہ بھر پیچھے ہٹنے کو پسند نہیں فرماتے تھے بالکل اسی طرح ابن الرفاعی بھی ذکر وفکر میں، قال وحال میں، عشق وعقیدت میں، فنا وبقا میں مجھ سے ہو بہو ملتا جلتا ہے۔

اَنَا الْحَسَنِيُّ وَالْمِخْدَعُ مَقَامِيْ
وَاَقْدَامِيْ عَلٰى عُنُقِ الرِّجَالِ

ترجمہ مع تشریح: چونکہ میں باپ کس طرح حَسنی ہوں اسلئے حسنی کہلاتا ہوں ورنہ میں حسنی او حسینی دونوں ہوں کیونکہ میں ماں کی طرف سے حسینی ہوں۔ تو سمجھ لو کہ میں نبوت کے دوسمندر کے دہانہ سے ملا ہوا ہوں ’’مرج الجرين يلتقيان ‘‘ کی آیت پر غور کرو آسمان نبوت وولایت کے دوسمندر مجھ سے آگے گرتا ہے۔ اسلئے ’’مخدع‘‘ میرا مقام ہے۔ مخدع اس کمرہ کو کہا جاتا ہے جو خاص عاشق ومعشوق کی ملن کیجئے سجایا جاتا ہے۔ تمام اولیائے کرام اس حجرۂ خاص سے باہر ہے اور میں اندر ہوں اس تمیز پر نظر کرنا۔ اس لئے تو میرا دونوں قدم تمام اولیاء اللہ عظام کے کندھوں اور گردنوں پر کردیئے ہیں۔ اوراس سے زیادہ ناز وفخر کی بات کیا ہوسکتی ہے۔

وَعَبْدُالْقَادِرِ الْمَشْهُوْرِ اِسْمِيْ
وَجَدِّيْ صَاحِبُ الْعَيْنِ الْكَمَالِ

ترجمہ مع تشریح: ایسے تو میرے بہت سے لقب ہیں لیکن میرا اصلی تمام ’’عبدالقادر‘‘ ہے اور یہ نام بہت مشہور بھی ہے اور میرا دادا اور نانا وہ زبردست عظیم ہستی ہے۔ جو محبوب ذوالجلال ہے اور مالک عین باالکمال ہے۔ قائد غرالمجلین ہے۔ امام الانبیاء والمرسلین ہے۔ شفیع المذنبین

ہے۔ صاحب علم الاوّلین والآخرین ہے۔ رحمۃ للعالمین ہے۔ معشوق رب العالمین ہے۔

دیکھ لے تماشا: ادھر رب العالمین ہے تو اُس کا برگزیدہ محبوب رحمۃ للعالمین ہے۔

اَنَــا الْــجِیْــلِــیُ مُــحِــیُّ الــدِّیْــنِ اِسْــمِــیُ

وَاَعْــلَامِــــیُ عَــلَــــی رَأْسِ الْــجِبَــــالِ

ترجمہ مع تشریح: میں جیلان کا باشندہ ہوں۔ اللہ پاک نے میرا ایک دوسرا نام چاہے اسے لقب ہی کہہ لو محی الدین رکھ دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو دوبارہ قوت دلانے والا، پھر سے زندہ کرنے والا، دین کو مرجھایا ہوا پھول شادابی اور رونق بخشنے والا مجھے قرار دیا ہے۔ اور میری ولایت کے جھنڈے اتنی بلندی پر ہے کہ مثال کے طور پر تم کہہ سکتے ہو کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔ وماتوفیقی الا باللہ العزیز۔

اَلْاُمِّیُّ: اس مبارک لفظ ''امی'' کو سمجھنے سے پہلے ہمیں تھوڑی دیر کیلئے لغت عربی کی طرف نظر کرنا ضروری ہوگا۔

ام الدماغ، ام الرأس :سے وہ چمڑے کی باریک تھیلی ہے جس میں انسان کا دماغ محفوظ رہتا ہے۔

ام القری :بستیوں کی ماں یعنی مکہ معظّمہ شریف

ام القری:مہمانداری کی ماں یعنی آگ، کیونکہ آگ بغیر مہمانوں کی خاطر تواضع نہیں ہوسکتی۔

الام، اصل الشئی: ہر چیز کا اصل۔ ہر شئی کا جوہر۔

الا میۃ: مان کی صفت، ماں کی مامتا، تو بھائی جان، عربی میں ''مامتا'' کو امیۃ اور امومۃ کہا جاتا ہے۔

☆☆☆☆

نعتِ شریف از حضرت غوث الثقلین شیخ سید عبد القادرِ جیلانی رضی اللہ عنہ

خوابِ راحت تا کجا یا رحمۃً للعالمین　　چشمِ رحمت بر کُشا یا رحمۃً للعالمین

اے کائنات کے لیے رحمت آپ کب تک آرام کی نیند سوئیں گے۔

اے رحمتِ الٰہی آرام سے بیدار ہو کر آنکھیں کھولیے۔

اے غبارِ خاک کویت سرمۂ چشمِ فلک　　اے بہ تو محتاج خلقِ ہر دو عالم یک بیک

آپ کے کوچے کی گرد آسمان کی آنکھوں کے لیے سُرمہ ہے۔

آپ کے محتاج دونوں دنیا کے لوگ سارے کے سارے ہیں۔

یا رسول اللہ توئی کانِ ملاحت برکمال　　کز تو یابد برد خوبان دو عالم را نمک

اے رسول اللہ! آپ خوب صورتی کے کمال کی کان ہیں اور دنیا کے خوب صورت آپ سے ہی خوب صورتی حاصل کرتے ہیں۔

ہر کہ او امروز مالد روی بر خاکِ درت　　آں مبارک روی فردا کے در آید در فلک

جو کوئی اِس دُنیا میں آپ کے دروازے کی مٹی منہ پر مل لے

وہ برکت والا منہ قیامت کے روز کب سزا پائے گا۔

شام سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ شد سوار　　بر بُراق راہوارے برق ہمچو تیز و تک

آپ معراج کی شام کو تیز رفتار بُراق پر جو دوڑنے میں بجلی تھا، سوار ہوئے۔

و مقامِ قاب قوسینت خدا کردہ سلام　　تو رسانیدی سلامِ حق بہ اُمّت یک بیک

آپ کو مقامِ قاب قوسین پر اللہ نے سلام کیا

اور آپ نے اللہ کا سلام اُمت کے ہر فرد تک پہنچا دیا۔

از خدا یت رحمت واز تو شفاعت روزِ حشر　　در نجاتِ عاصیانِ اُمتِ تو نیست شک

آپ کی امت کے گنہگاروں کے نجات کے لیے قیامت میں بے شک خدا کی رحمت اور آپ کی شفاعت ہوگی۔

تا ملک بشنودہ است صلواتِ تو از امّت　　　عذر خواہِ از گناہِ امّتِ تو شُد

جب فرشتوں نے آپ کی اُمت سے آپ پر درود خوانی سنی ہے، تب سے فرشتے آپ کی اُمت کے گناہوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔

گر نہ بودے روی تو، می بود در کتمِ عدم　　　ہم ولّیِ و ہم نبیّ و ہم سماوات و سَمَک

اگر آپ کا وجودِ مسعود نہ ہوتا تو نبی ولی اور آسمان وزمین بھی موجود نہ ہوتے۔

مرغ جاں ہا را بود پر از صلائی لطفِ تُو　　　ایں چیں بے شہپرے نتواں پریدن برفلک

آپ کی مہربانی کی شہرت سے جان کا پرندہ پرواز میں ہے کیونکہ اس شہپر کے بغیر آسمان پر اُڑ نہیں سکتے ہیں۔

نامہ ہائے عاصیاں ست ایں را خود آبین　　　پس بفرما نا گناہاں کنذ از نامہ چک

گناہوں کے نامۂ اعمال گناہوں سے پُر ہیں۔ آپ ملاحظہ فرما کر ان کے مٹا دینے کا حکم جاری فرمائیں۔

محی صلوات شفیع و آں نبی بسیار گو　　　زاں کہ داری تو بدی بسیار و نیکوئی نمک

اے محیؔ تُو نبی پر درود بہت پڑھا کر اس کو شفیع بنا۔
کیوں کہ تم میں بُرائی بہت ہے اور بھلائی بہت کم۔

OOOO

منقبت شریف

از حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ

یا غوثِ نورِ ہُدیٰ مختارِ نبی مختارِ خدا
سلطانِ دو عالم قطبِ علیٰ حیراں ز جلالت ارض و سما

اے غوثِ زماں آپ نورِ ہدایت ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف سے مختار ہیں۔ آپ شاہِ دو جہاں اور قطب اعلیٰ ہیں اور آپ کی رفعتِ شان کو دیکھ کر زمین و آسمان متحیر ہیں۔

دَر صدق ہمہ صدیق وشی در عدل عدالت چوں عمری
اے کانِ حیا عثماں منشی مانند علی باجود و سخا

صدق میں آپ مانندِ صدیق اکبر ہیں اور عدل میں عمر فاروقِ اعظم۔
آپ عثمان ذوالنورین کی طرح کانِ حیا ہیں اور آپ کی جود و سخاوت شیرِ خدا علی مرتضیٰ جیسی ہے۔

دَر بزم نبی عالی شانی، ستّارِ عیوب مریدانی
دَر ملک ولایت سلطانی اے منبع فضل و جود و سخا

سرورِ کونین آقائے دو جہاں ﷺ کی بزمِ اقدس میں آپ کی شان بلند ہے۔ آپ اپنے مریدوں کے عیوب ڈھانپتے ہیں۔ اقلیمِ ولایت کے آپ فرماں روا ہیں اور فضل و سخاوت کے منبع ہیں۔

چوں پائے نبی شد تاجِ سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت
اقطابِ جہاں در پیش درت افتادہ چو پیشِ شاہ گدا

جب رسولِ پاک ﷺ کا قدمِ مبارک آپ کے سرِ اقدس کا تاج ہے تو آپ کا قدم مبارک تمام جہان کے سر کا تاج ہے۔ تمام عالم کے اقطاب آپ کے دَر پر اس طرح پڑے ہیں جیسے بادشاہ کے سامنے گدا۔

گر داد مسیح بہ مردہ رواں دادی تو بدینِ محمد جاں
ہمہ عالم محیّ الدین گویاں بر حسن و جمالت گشتہ خدا

اگر حضرت مسیح علیہ السلام نے مردہ کو زندہ کیا تو آپ نے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین مضمحل میں جان ڈال دی۔ تمام دنیا آپ کو دین کا زندہ کرنے والا کہہ رہی ہے اور آپ کے حسن و جمال پر فدا ہے۔

منقبت

از حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رضی اللہ عنہ

(حضرت خواجہ بختیار کا کی کے نزدیک حضرت غوثِ اعظم کی عمر مبارک نوّے سال ہے۔ انہوں نے چند اشعار میں عمر مبارک کی مقدار اور اس کے مختلف اَدوار کا نقشہ بڑی عمدگی سے کھینچا ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔)

نود سال حیاتش بود، تفصیلش زمن بشنو	آپ کی عمر مبارک نوّے سال تھی۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔
بہ ہژدہ سال از جیلان بہ بغداد آمدہ دانی	۱۸/ سال کی عمر میں جیلان سے بغداد تشریف لائے۔
پئے تحصیل علمی ہفت سال اندر شمار آمد	اور بغداد میں ۷/ سال علوم ظاہر کی تحصیل میں مصروف رہے۔
بہ بست و پنج سالش انقطاع از خلق ربّانی	بعد ازاں پچیس سال خلوت اور ریاضت میں گزارے۔
چہل سالہ بہ دعوت سوئے حق خواندن خلائق را	پھر چالیس سال مخلوقِ خدا کی ہدایت میں صَرف کیے۔
حسابِ عمر ایشاں بود من گفتم بہ آسانی	حضرت کی عمر کا یہ میزان ہے جو مَیں نے سہولت سے سمجھا دیا۔

OOOO

قبلہ اہلِ صفا حضرت غوث الثقلین   دستگیر ہمہ جا حضرت غوث الثقلین

حضرت غوث الثقلین تمام اہل اللہ کے قبلہ ہیں اور ہر جگہ حاجت مندوں کی مدد کرتے ہیں۔

خاک پائے تو بود روشنی اہلِ نظر   دیدہ راہ بخش ضیا حضرت غوث الثقلین

آپ کی خاکِ پا اہلِ نظر کی آنکھوں کی روشنی تھی۔ اے غوث الثقلین میری آنکھوں کو بھی روشنی عطا کیجیے۔

منقبت شریف

از حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری رضی اللہ عنہ

من آمد بہ پیش تو سلطانِ عاشقان
ذاتِ تو ہست قبلۂ ایمانِ عاشقان

آپ کی ذات عاشقوں میں بحیثیت بادشاہ کے ہے اور آپ کی ذات کو عاشقوں کے ایمان کے لیے قبلہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اب میں بھی آپ کے دربار میں حاضر ہو رہا ہوں۔

در ہر دکون جز تو کسے نیست دستگیر
دستم بگیر از کرم اے جانِ عاشقان

دونوں جہانوں میں آپ کے سوا کوئی میرا ہاتھ پکڑنے والا (مدد کرنے والا) نہیں ہے۔ آپ عاشقوں کے روحِ رواں ہیں۔ آپ ہی مہربانی کر کے میرا ہاتھ پکڑ کر میری مدد کیجیے۔

OOOO

منقبت شریف

از حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رضی اللہ عنہ

گویم ز کمال تو چہ غوثُ الثقلینا
محبوبِ خدا ابنِ حسن آلِ حُسینا

اے امام حسن کے فرزند اور امام حسین کے لختِ جگر آپ خدا کے محبوب اور غوث الثقلین ہیں۔ مَیں آپ کے کمالات کے متعلق کیا بیان کرسکوں۔

سر بر قدمت نہاوند و گفتند
تا للہِ لَقد آثرک اللہُ علینا

تمام اولیاء اللہ نے آپ کے پائے مبارک اپنے سروں پر رکھ لیے اور کہا کہ خدا کی قسم! خداوند کریم نے آپ کو ہم پر فضیلت اور برتری بخش دی ہے۔

OOOO

منقبت شریف

از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ

غوث اعظم دلیل راہ یقین
بالیقین رہبر اکابر دین

حضرت غوث پاک راہِ یقین کی دلیل ہیں۔ آپ بلا شبہ اکابر دین کے رہنما ہیں۔

شیخ دارین و ہادی ثقلین
زبدہ آل سید کونین

آپ دو عالم کے شیخ اور دنیا و آخرت کے ہادی ہیں۔ آپ حضور علیہ السلام کی آل کے جوہر ہیں۔

او ست در جملہ اولیاء ممتاز
چوں پیمبر در انبیاء ممتاز

آپ اولیاء میں اسی طرح ممتاز ہیں جس طرح رسولِ پاک ﷺ انبیاء میں ممتاز ہیں۔

اولیاء بندہایش از دل و جاں
قدم او بہ گردان ایشاں

اولیاء اللہ دل و جاں سے آپ کے پیروکار ہیں اور آپ کا قدم ان سب کی گردن پر ہے۔

من کہ پروردہ نوال و یم
عاجز از مدحت کمال و یم

مَیں کہ آپ کی جود و سخا کا پروردہ ہوں۔ آپ کے کمالات کی توصیف سے عاجز ہوں۔

ہمہ دم غرق بحر احسانم
اے فدائے درش دل و جانم

مَیں ہر لمحہ آپ کے بحر احسانات میں غرق ہوں، میرے دل و جاں آپ کے آستانۂ عالیہ پر نثار۔

در دو عالم بہ اوست امیدم
ہست باؤے امید جاویدم

آپ کی ذاتِ اقدس سے میری اُمیدیں وابستہ ہیں۔ آپ ہمیشہ میری اُمیدوں کا محور ہیں۔

منقبت شریف

از حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ

بندہ قادر کا ہے قادر بھی ہے عبدالقادر
سرِّ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر
مفتی شرع بھی ہے قاضیِ ملّت بھی ہے
علمِ اسرار سے ماہر بھی ہے عبدالقادر
منبع فیض بھی ہے مجمع افضال بھی ہے
مہر عرفان کا منوّر بھی ہے عبدالقادر
قطبِ ابدال بھی ہے محورِ ارشاد بھی ہے
مرکز دائرہ سر بھی ہے عبدالقادر
سلک عرفاں کی ضیا ہے یہی دُرِّ مختار
فخرِ اشباہ و نظائر بھی ہے عبدالقادر
ان کے فرمان ہیں سب شارح حکم شارع
مظہر ناہی و آمر بھی ہے عبدالقادر
ذی تصرّف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبّر بھی ہے عبدالقادر
رشکِ بلبل ہے رضاؔ لالۂ صد داغ بھی ہے
آپ کا واصف و ذاکر بھی ہے عبدالقادر

OOOO

منقبت شریف

از مولانا حسرت موہانی مرحوم

دستگیری کا طلب گار ہوں شیئاً للہ
میرِ بغداد میں ناچار ہوں شیئاً للہ

حالِ دل شرم سے اب تک نہ کہا تھا لیکن
آج مَیں در پئے اظہار ہوں شیئاً للہ

کرمِ خاص کے لائق تو نہیں مَیں پھر بھی
آپ کا غاشیہ بردار ہوں شیئاً للہ

جلوۂ پاک نظر آئے تو بر آئے مراد
نشۂ شربت دیدار ہوں شیئاً للہ

کیا کروں میری دُعا بھی نہیں ہے مقبول
مَیں کہ اِک فرد ہوں گنہگار ہوں شیئاً للہ

غوثِ اعظم سے جو مانگو گے ملے گا حسرتؔ
پھر کہو حاضرِ دربار ہوں شیئاً للہ

OOOO

منقبت شریف

از غلام رسول کاؤسہ (کشمیر)

جناب غوث الاعظم شیخ محی الدین جیلانی　　شہنشاہِ ہدایت تاجدار ملک عرفانی
جہاں میں کلمۂ توحید کو بخشی جِلا جس نے　　لایا عید کو معبودِ حق سے برملا جس نے
تجلّی نورِ حق کا ضوفشاں ذاتِ مکرم سے　　وقارِ قطبیت جلوہ فشاں روی معظم سے
اسی کی ذات سے دنیا میں دینِ حق کی زیبائی　　بہ اندازِ نبوت دین کی تبلیغ فرمائی
یہ علمِ علم الاسماء رموزان جہاں حاصل　　شریعت میں طریقت میں ہدایت میں شہِ کامل
رسولِ ہاشمی کا جانشیں بر مسندِ عرفان　　علی مرتضٰی کا نور دیدہ چشمۂ فیضان
بزیر حکم ہے لوح و قلم محبوب سبحان کو　　رموزِ دین وملت منکشف سلطاں عرفاں کو
مریدی لاتخف ارشاد تیرا اے شہِ دیں ہے　　اسی اُمید پر میرا شکوہ وشان تزئین ہے
کوئی سائل درِ دستگیر سے خالی نہیں جاتا　　عنایت میں سخاوت میں سراسر ہیں جہاں داتا

گدا کاؤس شاہا کیا کرے تیری ثنا خوانی
تیری ذاتِ مکرم ہے جہاں میں ظلِ سبحانی

OOOO

منقبت شریف

از کیپٹن عبدالستار احمد پاگرکر

دفترِ جیلانی سے کِلا کرائی کا سفر سُہانا
اسلام کی تاریخِ ہند کا سنہرا باب
محی الدین گیلانی نے عرب میں اسلام کو زندہ کیا
محی الدین گیلانی نے ہند میں اسلام کی بنیاد ڈالی
روشنی جس کی کنیا کماری سے ہمالیہ تک پہنچی
ہر طرف لاَ اِلٰہ اِلاَّ اللہ محمد رسول اللہ کی صدا گونجنے لگی
کلا کرائی کی جامع مسجد آپ کی یاد تازہ کرتی ہے
آنکھیں نم ہوتی ہیں دِل سلام کرتا ہے
کم عمری نوجوانی کا عالم اسلام کی خدمات
محمد رسول اللہ ﷺ کے لاڈلے اُمتِ محمدی سلام کرتی ہے
آپ دین اسلام کے سردار ہو شاہِ میراں
آپ تمام ولیوں کے سردار ہو شاہِ جیلاں
جس پہ فخر کرتے ہیں جس پہ نازاں ہیں
وہ آپ ہی ہو محی الدین جیلانی
آپ کے نور سے ہر طرف روشنی ہی روشنی
آپ منبع فیض بھی منبع افضال بھی
فیضانِ غوث جب بھی زمانے میں عام تھا
فیضانِ غوث آج بھی زمانے میں عام ہے
آپ کا ادنیٰ غلام عبدالستار خوشی سے بے قابو ہے
یا محی الدین جیلانی المدد یا غوث الاعظم دستگیر

ایک کوششِ ناتمام

(ایک عاجزانہ اعتراف)

ہو کب مجھ سے ثنا خوانی محی الدین جیلانی
فقط کرنی ہے نادانی محی الدین جیلانی

یہ کتاب جو وجودِ شاہ مشائخ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ پر ایک نئے پہلو سے روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن یہ میرا عاجزانہ اعتراف ہے کہ حسب المقدور کوشش کے بعد بھی یہ تسکین نہیں کہ یہ کتاب شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے معیار کی کسوٹی پہ اُترے گی۔ البتہ اس کوششِ ناتمام میں بھی ہماری عقیدت شاید قابلِ قبول ہو۔

ایک ادنیٰ غلام
کیپٹن عبدالسّتار احمد پاگرکر